فتاوی محمودیہ

فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی نور اللہ مرقدہ

تبویب، تخریج اور تعلیق

جلد ۲۱

زیر سرپرستی

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب زید مجدہم

زیر نگرانی

دار الافتاء جامعہ فاروقیہ کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست عنوانات

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر

کتاب الإیمان والعقائد

مایتعلق بالإیمان

(ایمان کا بیان)

مایتعلق بالتقدیر

(تقدیر کا بیان)

مایتعلق بالسعادة والنحوسة

(نیک شگونی اور بد شگونی کا بیان)

باب العقائد

ما یتعلق باللہ تعالیٰ و صفاته

(اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کا بیان)

مایتعلق بالإشراک باللہ تعالیٰ و صفاته

(اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں شرک کا بیان)

مایتعلق بالاستمداد بغیر اللہ تعالیٰ

(غیر اللہ سے مدد مانگنا)

مایتعلق بالأنبیاء علیهم السلام و أتباعهم

(انبیائے کرام اوران کے متبعین)

مایتعلق بعلم الغیب

(علم غیب کا بیان)

مایتعلق بالحاضر والناظر والنور والبشر

(حاضر وناظر اور نور وبشر کا بیان)

مایتعلق بحیاۃ الأنبیاء وسماع الموتیٰ

(حیات انبیاء اور سماع موتی کا بیان)

(حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور یزید کے اختلافات)

مایتعلق بالقادیانیة

(قادیانی فرقے کا بیان)

مایتعلق بالبریلویة

(بریلوی فرقے کا بیان)

متفرقات الفرق

باب الکفریات

(کفریات کا بیان)

مایتعلق بألفاظ الکفر

(الفاظِ کفر کا بیان)

مایتعلق بتکفیر المسلم

(تکفیر مسلم کا بیان)

مایتعلق بالاستخفاف باللّٰہ تعالیٰ وشعائرہ

(اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی اور شعائر کی توہین)

باب التقلید

(تقلید کا بیان)

باب البدعات والرسوم

(مروجہ فاتحہ خوانی اور ختم کا بیان)

(مخصوص ایام کی مروجہ بدعات کا بیان)

کتاب العلم

مایتعلق بطلب العلم

(طلبِ علم کا بیان)

(علمی اصطلاحات اور عبارات کا حل)

(فتویٰ کا بیان)

باب مایتعلق بالقرآن الکریم

(تفسیر کا بیان)

(تجوید اور ترتیب قرآنی کا بیان)

(آداب قرآن کا بیان)

(آداب تلاوت کا بیان)

المتفرقات

باب مایتعلق بالحدیث النبوي

(حدیث سے متعلق مباحث کا بیان)

باب الكتب المعتمدة وغيرها

(معتبر اور غیر معتبر کتب کا بیان)

باب في تذكرة الرجال

(رجال کا بیان)

باب الفلکیات

(فلکیات کا بیان)

باب التبلیغ

(تبلیغ کا بیان)

مایتعلق بالمواعظ والنصح

(وعظ ونصیحت کا بیان)

کتاب السلوک والإحسان

مایتعلق بصفات الشیخ وأهمیة التزکیة

(شیخ کے اوصاف اور تصوف کی اہمیت)

مایتعلق بالبیعة

(بیعت کا بیان)

مایتعلق بمجالس الصوفیة وأذکارهم

(صوفیاء کی مجالس اور ان کے وظائف کا بیان)

کتاب السیر والتاریخ

باب في شمائل النبي صلى الله عليه وسلم

(شمائل نبوی کا بیان)

باب التاریخ

(تذکرۂ انبیاء، تاریخ کی روشنی میں)

(عہد صحابہ تاریخ کی روشنی میں)

(تاریخِ ہند)

کتاب السیاسة والهجرة

(سیاست وہجرت کا بیان)

(امامت اور خلافت کا بیان)

(انتخابات کی شرعی حیثیت)

کتاب تعبیر الرؤیا

(خوابوں کی تعبیر کا بیان)

كتاب الطهارة

باب في نواقض الوضوء

(نواقضِ وضو کا بیان)

باب الغسل

(غسل کا بیان)

الفصل الأول في فرائض الغسل

(فرائضِ غسل کا بیان)

الفصل الثاني في موجبات الغسل

(موجباتِ غسل کا بیان)

باب التيمم

(تیمّم کے احکام کا بیان)

أحكام المعذورين

(معذور کے احکام کا بیان)

باب في الأنجاس وتطهيرها

(نجاست اور اس سے پاکی کا بیان)

باب الاستنجاء

(استنجاء کا بیان)

کتاب الصلاۃ

باب المواقيت

الفصل الأول في أوقات الصلاة

(اوقاتِ نماز کا بیان)

الفصل الثاني في الأوقات المكروهة

(اوقاتِ مکروہہ کا بیان)

باب الأذان

الفصل الأول في إجابة الأذان

(اذان کے جواب کا بیان)

الفصل الثاني في الدعاء بعد الأذان

(اذان کے بعد دعا کا بیان)

الفصل الثالث فيما يكره في الأذان

(مکروہاتِ اذان کا بیان)

باب صفة الصلاة

الفصل الأول في شروط الصلاة

(شروطِ صلاۃ کا بیان)

الفصل الثاني في أركان الصلاة

(ارکانِ نماز کا بیان)

الفصل الثالث في سنن الصلاة

(نماز کی سنتوں کا بیان)

الفصل الرابع في آداب الصلاة

(نماز کے آداب کا بیان)

باب الذکر والدعاء بعد الصلوات

الفصل الأول في الذكر

(نماز کے بعد ذکر کا بیان)

الفصل الثاني في الدعاء بعد الصلاة

(نماز کے بعد دعا کا بیان)

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

کتاب الإیمان والعقائد

مایتعلق بالإیمان

(ایمان کا بیان)

ایمان باللہ مقدم ہے یا نماز؟

سوال[۹۸۸۶]: مسلمانوں کو سب سے پہلے عقیدہ کی ضرورت ہے یا پہلے نماز کی؟ اور بعد میں عقیدے کی؟ اور مسلمانوں کے لئے عقیدہ میں کن کن باتوں کی ضرورت ہے؟ اگر ہمارا عقیدہ صحیح نہیں ہے اور ہم نماز پر یقین رکھتے ہیں کہ اللہ ہمیں اس نماز سے جنت نصیب فرمائے گا تو ایسا ہوسکتا ہے؟ مثال کے طور پر شیعہ، اہلِ حدیث، روافض جنت کے حق دار ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیسے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

"لا إلـه إلا الله محمد رسول الله" کی شہادت سب سے مقدم ہے، پھر نماز، روزہ، زکوۃ، حج کا نمبر ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں صاف مذکور ہے(۱)، عقائد میں "امنت بالله، وملائكته، وكتبه، ورسله، واليوم الآخر، والقدر خيره وشره من الله تعالىٰ، والبعث بعد الموت" کو اہمیت حاصل ہے،

---

(۱) "عن ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: بني الإسلام على خمس: شهادة أن لا إله إلا الله، وأن محمد رسول الله، وإقام الصلوة، وإيتاء الزكوة، والحج، وصوم رمضان". (صحيح البخاري، كتاب الإيمان، باب قول النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ......: ۱/۵، قديمى)

(وصحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان أركان الإسلام ......: ۱/۳۲، قديمى)

(ومشكوة المصابيح، كتاب الإيمان، الفصل الأول، ص: ۱۱، قديمى)

یہی مدارنجات ہے،اسی کسوٹی پرسب کو پرکھا جائے گا(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمودغفرلہ،دارالعلوم دیوبند۔

جنت میں جانے کا وعدہ کس کے لئے ہے؟

سوال[۹۸۸۷]: مدرسہ آستانہ تقریباً آٹھ سورو پیہ کا مقروض تھا،سالانہ جلسہ میں بیان کے بعد واعظ نے اعلان کیا کہ کوئی ہے جو جنت خریدے،یعنی مدرسہ مذکورہ کا قرض ادا کر کے آٹھ سورو پیہ میں جنت خرید لے،لہٰذا ایک سکھ کھڑا ہوا اور پورا قرض ادا کر دیا،اب آپ تحریر فرمائیں کہ واعظ اس وعدہ کو کس طرح پورا کریں گے اور اس طرح روپیہ لینا جائز ہے یا نہیں؟اور اس روپیہ سے مدرسین کی تنخواہیں چڑھی ہوئی دینا جائز ہے یا نہیں ؟اور اس روپیہ کو مدرسہ کی تعمیر میں لگانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جنت میں جانے کے لئے ایمان شرط ہے،بغیر ایمان لائے کوئی سکھ وغیرہ آٹھ سورو پیہ دے کر جنت میں نہیں جاسکتا،واعظ کا مقصود بھی یہی تھا کہ مسلمان روپیہ دے دے تو جنت کا مستحق ہوگا،کوشش کی جائے کہ وہ سکھ اسلام قبول کرے،ورنہ اس کو بتلا دیا جائے کہ جنت میں جانے کے لئے ایمان شرط ہے، اس شرط کے ساتھ جنت کا وعدہ ہے،بغیر اس کے نہیں (۲)۔اگر وہ اس کو منظور نہ کرے تو اس کا روپیہ واپس

---

(۱) "في حديث جبريل –عليه السلام–: قال: فأخبرني عن الإيمان، قال: أن تؤمن بالله، وملائكته، وكتبه، ورسله، واليوم الآخر، وتؤمن بالقدر خيره وشره". الخ. (مشكاة المصابيح، كتاب الإيمان: ۱/۱۱، قديمي)

"أصل التوحيد ومايصح الاعتقاد عليه يجب، أن يقول: امنت بالله، وملائكته، وكتبه، ورسله والبعث بعد الموت، والقدر خيره وشره من الله تعالىٰ......الخ". (شرح الفقه الأكبر، ص: ۱۰-۱۳، قديمي)

(وفي الصحيح لمسلم، كتاب الإيمان: ۱/۲۷، قديمي)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿إن الذين امنوا وعملوا الصالحات كانت لهم جنت الفردوس نزلاً﴾ (الكهف: ۱۰۷)

وقال الله تعالىٰ: ﴿إن الذين امنوا وعملوا الصلحت أولئك هم خير البرية جزآؤهم عند ربهم جنت عدن تجري من تحتها الأنهر خلدين فيها أبداً﴾ (البينة: ۷، ۸)

"وقال النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: من قال: لا إله إلا الله مخلصاً دخل الجنة". (فيض =

کردیا جائے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۲/۱۶ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند۔

☆......☆......☆......☆......☆

= القدير: ۱۱/۵۹۳۴، رقم الحديث: ۸۸۹۶، مكتبه نزار مصطفى الباز مكة)

مایتعلق بالتقدیر

(تقدیر کا بیان)

کافر امیر اور غریب دونوں جہنم میں کیوں؟

سوال[۹۸۸۸]: کافر غریب دنیا میں بہت ہیں اور اکثر نان شبینہ کو محتاج ہیں اور مرنے پر جہنم رسید ہوتے ہیں اور کافر امراء دنیا میں آرام سے رہتے ہیں اور کفر میں بھی اشد ہیں، مرنے پر نار جہنم ان کو بھی ہے، کیا سبب ہے؟

محمد شمس الحق گجرا کول نہاوج اعظم گڑھ

الجواب حامداً ومصلياً:

یہ قدرت کے رموز ہیں، کون جانے کس کے ساتھ کیا معاملہ کس وجہ سے ہے؟ اس کے درپے نہیں ہونا چاہیے، جب کسی مصیبت زدہ کو دیکھے تو پڑھنا چاہیے:

"الحمدلله الذي أذهب عني الأذیٰ وعافاني من ما ابتلاك به"(۱).

---

(۱) بعینہ یہ الفاظ تو نہیں ملے البتہ عموی طور پر احادیث میں مصیبت زدہ شخص کو دیکھنے کے وقت مندرجہ ذیل الفاظ پڑھنے کا ذکر ملتا ہے:

"الحمدلله الذي عافاني مما ابتلاک به وفضلني علی کثير ممن خلق تفضيلاً".

"عن عمر رضي الله تعالیٰ عنه، أن رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم قال: "من رأی صاحب بلاءٍ فقال: "الحمد لله الذي عا فاني مما ابتلاک به، وفضلني علی کثير ممن خلق تفضيلاً، إلا عوفي من ذلک البلاء کائناً ماکان ما عاش". (سنن الترمذي، أبواب الدعوات عن رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم، باب مايقول إذا رأی مبتلی: ۲/۱۸۲، قديمی)

(وسنن ابن ماجة، أبواب الدعاء، باب مايدعو به الرجل إذا نظر إلی أهل البلاء، ص: ۵۵۷، دارالسلام)

(وکذا في المصنف لابن أبي شيبة، کتاب الدعاء، باب الرجل يری المبتلی مايدعو به: ۱۵/۳۵۲، ۳۵۳، المجلس العلمي) .... =

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۳/۹۴ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

= (وكذا في مجمع الزوائد، كتاب الأذكار، باب مايقول إذا رأى الكوكب ينقض: ١٠/٢٠٠، دارالفكر)

(وكذا في فيض القدير: ١١/٥٨٠٠، رقم الحديث: ٨٦٨٢، مكتبه نزار مصطفى الباز مكه)

(وكذا في كتاب الأذكار للنووي، كتاب الأذكار المتفرقة، باب مايقول إذا رأى مبتلى بمرض أو غيره، ص: ٢٠٨، دارابن حزم)

(وكذا في حصن الحصين، ص: ٢٣٢، گابا سنز)

مایتعلق بالسعادة والنحوسة

(نیک شگونی اور بدشگونی کا بیان)

کیا سفید پیر والی بھینس منحوس ہے؟

سوال[۹۸۸۹]: اگر کوئی بھینس سیاہ ہوتی ہے اور اس کے پیر سفید ہوں، تو اس کو منحوس جانا جاتا ہے، یہ کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ بے اصل اور غلط ہے(۱)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند۔

☆......☆......☆......☆......☆

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: لا عدوى ولا طيرة ولا هامة ولا صفر، وفرّ من المجذوم كما تفرّ من الأسد". (مشكاة المصابيح، كتاب الطب والرقي، باب الفأل والطيرة، ص: ۳۹۱، قديمي)

(وصحيح البخاري، كتاب الطب، باب لاعدوى: ۲/۸۵۹، قديمي)

(وصحيح مسلم، كتاب السلام، باب لاعدوى ولا طيرة ولا هامة: ۲/۲۳۰، قديمي)

باب العقائد

ما یتعلق باللہ تعالیٰ وصفاته

(اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کا بیان)

کیا اللہ تعالیٰ ہر جگہ حاضر وناظر ہے؟

سوال[۹۸۹۰]: زید کہتا ہے کہ: اللہ ہر جگہ موجود ہے اور اس کا عقیدہ بھی رکھتا ہے اور قرآن شریف میں جو آیت کے معنی بتائے کہ اللہ تعالیٰ بندے کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ جواب میں بکر کہتا ہے کہ: یہ جو عقیدہ عوام میں رائج ہے، معتزلہ کا عقیدہ ہے کہ اللہ ہر جگہ حاضر ہے، موجود ہے، اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ اللہ علیم وخبیر ہے۔ زید اور بکر دونوں میں سے کون صحیح عقیدہ پر ہے اور صحیح عقیدہ کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہر جگہ حاضر وناظر ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ کوئی جسم ہے جو ہر جگہ موجود ہے، جیسے: مثلاً کوئی آدمی ہو، مکان کے مختلف کمروں میں آئے جائے، ایک کمرے میں ہے، تو دوسرے کمرے میں نہیں، اللہ تعالیٰ کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ ایک جسم ہے، پاک ناپاک ہر جگہ موجود ہے، یہ عقیدہ غلط ہے(۱)۔ وہ جسم

---

(۱) "وهو شيء لا كالأشياء، ومعنى الشيء إثباته بلا جسم ولا جوهر ولا عرض". (الفقه الأكبر، ص: ۳۵، ۳۶، قديمي)

"(ولا جسم)؛ لأنه متركب ومتحيز، وذلک إمارة الحدوث". (شرح العقائد النسفية، ص: ۳۸، ۳۹، قديمي)

"قال ابن بطال: تضمنت ترجمة الباب أن الله ليس بجسم؛ لأن الجسم مركب من أشياء مؤلفة، وذلک يرد على الجهمية في زعمهم أنه جسم". (فتح الباري، كتاب التوحيد: ۱۳/۳۴۵، دارالمعرفة بيروت)

وجسمانیت سے بالاتر ہے، البتہ اپنے علم وقدرت کے اعتبار سے وہ ہر جگہ حاضر وناظر ہے، کوئی شئ کوئی جگہ اس کے علم وقدرت سے باہر نہیں، شرح فقہ اکبر میں اس کی تصریح موجود ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۵/۱۴۰۰ھ۔

دلوں پر اللہ تعالیٰ کا اختیار

سوال[۹۸۹۱]: ہماری یہ بحث ہے کہ کیا انسانوں کے دلوں پر اللہ تعالیٰ کا اختیار ہے یا نہیں؟ مثلاً: انسان جو بھی کام دل سے کرے، وہ اچھے ہوں یا بُرے، کیا دل پر خدا کا اختیار ہے یا نہیں؟ کیا وہ خدا کے حکم سے کرتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اللہ تعالیٰ مقلّب القلوب ہے، جس دل میں جو چاہے ڈال دے، اسی وجہ سے حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دعا فرمایا کرتے تھے کہ: اے دلوں کے پلٹنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر ثابت رکھ(۲)۔ سب

(۱) "فالله تعالیٰ عالم بجميع الموجودات لا يعزب عن علمه مثقال ذرة في العلويات والسفليات، وأنه تعالى يعلم الجهر والسر ومايكون أخفى منه من المغيبات، بل أحاط بكل شيء علما من الجزئيات والكليات والموجودات والمعدومات والممكنات والمستحيلات، فهو بكل شيء عليم من الذوات والصفات بعلم قديم، لم يزل موصوفاً به على وجه الكمال، لا بعلم حادث حاصل في ذاته بالقبول والانفعال والتغير والانتقال، تعالیٰ الله عن ذلک شأنه وتعظم عمانهاک برهانه". (شرح الفقه الأكبر، ص: ١٢، قديمي)

"قال الله تعالیٰ: ﴿وأن الله قد أحاط بكل شئ علماً﴾ وإنما المراد: إحاطة عظمة وسعة وقدرة". (شرح العقيدة الطحطاوية لابن أبي العز، ص: ٢٨١، قديمي)

(وكذا في روح المعاني، النساء: ١٢٦: ٥/٢٢٩، دارالفكر بيروت)

(٢) "عن أنس رضي الله تعالیٰ عنه قال: "كان رسول الله صلى الله تعالیٰ عليه وسلم يكثر أن يقول: يا مقلب القلوب! ثبت قلبي على دينك". فقلت: يا نبي الله امنا بک وبما جئت به، فهل تخاف علينا؟ قال: نعم! إن القلوب بين أصبعين من أصابع الله، يقلبها كيف يشاء". (جامع الترمذي، كتاب القدر، باب ماجاء أن القلوب بين أصبعي الرحمن: ٢/٣٥، ٣٦، سعيد) .... =

امت کو یہ دعا کرنی چاہیے، مگر خدائے پاک نے اچھے کاموں کا حکم دیا ہے اور برے کاموں سے منع کیا ہے(۱)۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند، ۷/۱۸/۱۴۰۰ھ۔

اللہ کے لئے واحد کا لفظ استعمال کیا جائے یا جمع کا؟

سوال[۹۸۹۲]: اللہ تعالیٰ واحد ہے تو "اللہ تعالیٰ کرتا دھرتا، دیتا، لیتا" بولا جاتا ہے، لیکن آج کل تبلیغی نصاب وغیرہ اور تقریروں میں آپ لوگ "کرتے دھرتے" جمع بولتے اور لکھتے ہیں، کیا چکر ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تعظیم کے لئے تم اور آپ بولنا بھی درست ہے، اللہ پاک نے بھی فرمایا ہے: ﴿إنا أعطيناك الكوثر﴾(۲)

= (وسنن ابن ماجة، كتاب الدعاء، باب دعاء رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ۲/۲۷۲، قديمي)

(وكذا في مسند الإمام أحمد بن حنبل، مسند أنس بن مالك، رقم الحديث: ۱۱۲۹۷: ۳/۵۵۵، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۱) قال الله تعالى: ﴿إن الله يأمر بالعدل والإحسان وإيتاء ذى القربى وينهى عن الفحشاء والمنكر والبغي يعظكم لعلكم تذكرون﴾ (النحل: ۹۰)

"وأمثال الأمر بالمعروف: ﴿إن الله يأمركم أن تؤدوا الأمانات إلى أهلها وإذا حكمتم بين الناس أن تحكموا بالعدل﴾ (النساء: ۵۸)

وقال الله تعالى: ﴿يا أيها الذين آمنوا اتقوا الله حق تقته ولا تموتن إلا وأنتم مسلمون﴾ (آل عمران: ۱۰۲)

وقال الله تعالى: ﴿وقضى ربك ألا تعبدوا إلا إياه وبالوالدين إحساناً﴾ (بني إسرائيل: ۲۳)

وقال الله تعالى: ﴿وذروا ظاهر الإثم وباطنه﴾ (الأنعام: ۱۲۱)

وقال الله تعالى: ﴿ولا تقتلوا أولادكم خشية إملاق ...... ولا تقربوا الزنى إنه كان فاحشة وساء سبيلاo ولا تقتلوا النفس التي حرم الله إلا بالحق ...... ولا تقربوا مال اليتيم إلا بالتي هي أحسن حتى يبلغ أشده ...... ولا تقف ماليس لك به علم﴾ (بني إسرائيل: ۳۱-۳۶)

(۲) (الكوثر: ۱)

اور ﴿إنا أنزلناه﴾ (۱) اور ﴿نحن أقرب﴾ (۲) وغیرہ وغیرہ (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

☆......☆......☆......☆......☆

(۱) (القدر: ۱)

(۲) (ق: ۱۶)

(۳) البتہ بہتر ہے کہ واحد کے صیغے سے پکارا جائے، کیونکہ اس میں توحید کا عنصر زیادہ پایا جاتا ہے، اسی طرح أدعیہ ماثورہ بھی واحد کے صیغہ کے ساتھ ہیں۔

مایتعلق بالإشراک باللّٰہ تعالیٰ وصفاته

(اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں شرک کا بیان)

غیر اللہ کے سامنے سر جھکانے اور خدا کے سامنے نہ جھکانے والے کا حکم

سوال[۹۸۹۳]: جوشخص غیر کے سامنے سر جھکائے اور خدا کے سامنے نہ جھکائے، اس کا حال اور ان کے لئے کیا حکم ہے؟ جو جانتے تو سب کچھ ہیں، مگر کرتے کچھ نہیں اور نہ ہی دوسروں کو منع کرتے ہیں، ہندو تو پیروں کو پوجتے ہیں، مگر مسلمان کو معلوم ہے کہ خالق کون ہے، پھر بھی وہ دور بھاگتا ہے، خدا کے بجائے اوروں کے آگے گردن جھکاتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

خطاوار اور گنہ گار ہیں، ان کو توبہ کرکے اپنا عقیدہ اور عمل درست کرنا ضروری ہے(۱)۔ خدائے پاک سب کو توفیق دے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۲/۹۶ھ۔

کیا وفات کے بعد بزرگ اپنے مزار پر چادر چڑھانے کا حکم دیتے ہیں؟

سوال[۹۸۹۴]: نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ تعالیٰ، شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ وفات کے

---

(۱) "من سجد للسلطان بنية العبادة أو لم يحضر ها فقد كفر. وفي الخلاصة: ومن سجدلهم إن أراد به التعظيم أي: كتعظيم الله سبحانه وتعالى، كفر، وإن أراد به التحية، اختار بعض العلماء أنه لايكفر، أقول: هذا هو الأظهر. وفي الظهيرية: قال بعضهم، يكفر مطلقاً، وأما تقبيل الأرض فهو قريب من السجود، إلا أن وضع الجبين أو الخد على الأرض فحش وأقبح من تقبيل الأرض. أقول: وضع الجبين أقبح من وضع الخد اهـ". (شرح الفقه الأكبر، أواخر فصل في الكفر صريحاً وكناية، ص: ۱۹۳، قديمى)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الكراهية، قبيل فصل في البيع: ۳۶۴/۸، رشيديه) .... =

بعد یہ آکر سوال کر سکتے ہیں کہ ہمارے مزار پر آکر چادر چڑھاؤ اور غیب کی باتیں بتلاتے ہیں اور اپنا پتہ بتلا سکتے ہیں یا نہیں؟ اور ان کے مزار پر جاکر جو دعا کی جاتی ہیں، وہ پوری کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت نظام الدین اولیا رحمہ اللہ تعالیٰ، حضرت عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ، حضرت خواجہ معین الدین اجمیری رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت مخدوم علی احمد صابر کلیری رحمہ اللہ تعالیٰ بہت بڑے بزرگ تھے، انتقال کے بعد آکر کسی کو ستانا ان حضرات کا کام نہیں، نہ وہ یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ ہماری قبر پر چراغ، چادر یا غلاف چڑھائی جائے، نہ اس بات پر عمل کرنے کی اجازت دیتے ہیں، شیطان اور جنات ان کا نام بتادیتے ہیں، بزرگانِ دین کے مزار پر جاکر ایصالِ ثواب کرنا (۱) اور اس طرح دعا کرنا کہ یا اللہ! اپنے نیک بندہ کے طفیل ہمارا کوئی کام کردے، درست ہے (۲)۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۱۰/۹۰ھ۔

= (وكذا في روح المعاني، تحت قوله: ﴿وإذ قلنا للملئكة﴾: ۱/۲۲۸، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۱) "والسنة زيارتها قائما، والدعاء عندها قائما، كما كان يفعل رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم في الخروج إلى البقيع ...... فللإنسان أن يجعل ثواب عمله لغيره عند أهل السنة والجماعة صلوة كان أو عمرة أو قراءة للقران أو الأذكار أو غير ذلك من أنواع البر، ويصل ذلك إلى الميت وينفعه، قاله الزيلعي في باب الحج عن الغير". (مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في زيارة القبور، ص: ۶۲۰، ۶۲۲، قديمي)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۳/۱۴۲، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۲/۵۹۵، سعيد)

(۲) "أن عمر بن الخطاب رضي الله تعالىٰ عنه كان إذا قحطوا، استسقى بالعباس ابن عبدالمطلب رضي الله تعالىٰ عنه، فقال: اللهم إنا كنا نتوسل إليك بنبينا فتسقينا، وإنا نتوسل إليك بعم نبينا فاسقنا".

(صحيح البخاري، أبواب الاستسقاء، باب سؤال الناس الإمام إذا قحطوا: ۱/۱۳۹، قديمي)

"وقال الحافظ ابن حجر رحمه الله تعالىٰ في شرحه: ويستفاد من قصة العباس استحباب الاستشفاع بأهل الخير والصلاح وأهل بيت النبوة". (فتح الباري، كتاب الاستسقاء، باب سؤال الناس الإمام الاستسقاء إذا قحطوا: ۲/۶۳۲، قديمي)

"وقال السبكي: يحسن التوسل بالنبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم إلى ربه، ولم ينكر أحد من =

مرادیں مانگنے کے لئے مزاروں کا چکر لگانا

سوال[۹۸۹۵]: ۱...... جواس دنیا سے چل بسا، وہ زندوں کے کام آسکتا ہے یا نہیں؟

۲...... خداوند کریم قرآن شریف میں فرماتے ہیں کہ اتباع کرو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی، پھر مزاروں کا چکر، مرادوں کا مانگنا، کیسے اسلام میں داخل ہوگیا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... کام سے کیا مراد ہے؟

۲...... مرادیں مانگنے کے لئے مزاروں کا چکر غلط اور خلافِ شرع ہے(۱)، البتہ ایصالِ ثواب کے لئے اور دنیا کی محبت کم کرنے کے لئے قبرستان جانے کی ترغیب آئی ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

غیر اللہ کے نام نذر ونیاز وفاتحہ کا حکم

سوال[۹۸۹۶]: حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا کسی صحابی یا ولی کے نام سے چندہ کرکے

= السلف ولا الخلف إلا ابن تيمية وابتدع مالم يقله عالم قبله، ونازع العلامة ابن امير الحاج في دعوى الخصوصية وأطال الكلام على ذلك في الفصل الثالث عشر في شرحه على المنية فراجعه". (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة: ۶/۳۹۷، سعيد)

"عندنا وعند مشائخنا رحمهم الله تعالىٰ يجوز التوسل في الدعوات بالأنبياء والصالحين من الأولياء والصديقين والشهداء في حياتهم وبعد وفاتهم". (المهند على المفند، ص: ۸، قديمي)

(۱) قال الله تعالى: ﴿ذلك بأن الله هو الحق وأن ما تدعون من دونه هو الباطل وأن الله هو العلي الكبير﴾ (حج: ۶۲)

وقال الله تعالى: ﴿والذين تدعون من دونه لايستطيعون نصركم ولا نصر أنفسهم ينصرون﴾ (الأعراف: ۱۹۷)

(۲) "وعن ابن مسعود رضي الله تعالى عنه، أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "كنت نهيتكم عن زيارة القبور، فزوروها، فإنها تزهد في الدنيا، وتذكر الآخرة". رواه ابن ماجة. (مشكاة المصابيح، كتاب الجنائز، باب زيارة القبور، رقم الحديث: ۱۷۶۹: ۱/۳۳۴، دارالكتب العلمية بيروت)

نیاز فاتحہ کرائی جائے اور اللہ تعالیٰ کا نام شامل نہ کیا جائے، تو اس جنس کا کھانا جائز ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً: دار الافتاء جامعہ نعیمیہ مراد آباد

بلاشبہ کھانا محبوب ومندوب بہت خوب ہے کہ ان پر آیاتِ قرآنیہ پڑھ کر بارگاہ اہل اللہ میں نذر عقیدت پیش کرنا اس کو تبرک بنا دیتا ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں:

"طعامیکہ ثواب آں نیاز حضرت مابین نمانید وبرآں فاتحہ وقل درود وخواندن تبرک می شود خوردن بیار خوب است"(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ الفقیر: محمود ایوب الرضوی غفرلہ، دارالافتاء جامعہ نعیمیہ مرادآباد۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس مقصد کے لئے چندہ مانگنا اور سوال کرنا غلط طریقہ ہے، حق تعالیٰ نے جو کچھ دیا ہے، حسبِ توفیق غرباء کو اللہ کے لئے دے کر ثواب حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روح اقدس کو پہونچا دینا درست ہے، قرآن کریم جس قدر پڑھ کر ثواب پہونچایا جائے، وہ بھی درست ہے، نوافل پڑھ کر نیز دیگر حسنات کر کے بھی ثواب پہنچایا جا سکتا ہے، جیسا کہ ہدایہ وغیرہ میں ہے(۲)۔ کھانے کی اشیا سامنے رکھ کر مخصوص آیات پڑھ کر مروجہ فاتحہ ثابت نہیں اور اس کو ضروری سمجھنا اعتقادی مفسدہ ہے(۳)۔ غیر اللہ کے نام پر دینا ہرگز درست

---

(۱) (فتاوی عزیزی: ۱/۷۸، کتب خانہ رحیمیہ دیوبند)

(۲) "الأصل في هذا الباب: أن الإنسان له أن يجعل ثواب عمله لغيره صلوة أوصوماً أوصدقة أو غيرها عند أهل السنة والجماعة". (الهداية، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۱/۲۹۶، شركة علميه)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۲/۵۹۵، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۲/۱۰۵، رشيديه)

(۳) "قال العلامة اللكنوي رحمه الله تعالىٰ في الفاتحة المروجة: ايں طور مخصوص نه درآں حضرت صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بود، نه در زمان خلفاء، بلكه وجود آں در قرون ثلاثه كه مشهود لها بالخير اند، منقول نه شده، وحالاً درحرمين شريفين. زادهما الله تعالىٰ شرفا - عادات خواص نيست ... واين را ضروری دانستن مذموم است". (مجموعة الفتاوىٰ على هامش خلاصة الفتاوىٰ، كتاب الصلاة، أبواب الجنائز: ۱/۱۹۵، امجد اكيڈمی لاهور)

نہیں (۱)، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تفسیر فتح العزیز میں اس کی پرزور تردید فرمائی ہے (۲) اور اکلیل (۳) میں بہت عبارت اس مسئلہ کے لئے جمع کی ہیں اور اس کو بالکل ناجائز تحریر فرمایا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۹/۹۷ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

---

(۱) "اعلم أن النذر الذي يقع للأموات من أكثر العوام، وما يؤخذ من الدراهم والشموع والزيت ونحوها إلى ضرائح الأولياء الكرام تقرباً إليهم، فهو بالإجماع باطل وحرام". (الدرالمختار، كتاب الصوم، باب مايفسد الصوم ومالا يفسد، قبيل باب الاعتكاف: ۲/۴۳۹، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الصوم، فصل في النذر: ۲/۵۲۱، رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصوم، باب مايلزم الوفاء به، ص: ۶۹۳، قديمى)

(۲) (اردو ترجمه تفسير عزيزى موسوم به تفسير فتح العزيز مجيدى، سورة البقره: ﴿وما أهل لغير الله به﴾: ۲/۶۴۳، سعيد)

(۳) لم أجد هذا الكتاب

مایتعلق بالاستمداد بغیر اللہ تعالیٰ

(غیر اللہ سے مدد مانگنا)

یاحضور، یاغوث وغیرہ کہنے کا حکم

سوال [۹۸۹۷]: کھیلنا کے پیر شاہ عزیز اللہ صاحب کو "یاکھیلنا" کہنا کہاں تک درست ہے؟ اس پیر صاحب کے خلیفہ پیر علیم الدین صاحب کو "یاحضور" کہنا کہاں تک درست ہے؟

سوتے وقت، اٹھتے بیٹھتے وقت، خوشی وغم میں ہر حالت میں "یاحضور"، "یاغوث" وغیرہ کہنا کہاں تک درست ہے؟ جب کہ کسی بھی وقت میں اللہ اور رسول کا نام نہیں لیا جاتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلياً:

منع ہے، شرک کے مشابہ ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/ ۸/ ۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۱/ ۹/ ۸۸ھ۔

کیا اولیائے کرام دوسروں کی مدد کر سکتے ہیں؟

سوال [۹۸۹۸]: لوگ کہتے ہیں کہ اولیائے کرام وصالحین دنیا میں بھی زندہ ہیں اور آخرت میں بھی

---

(۱) "إن الناس قد أكثروا من دعاء غير الله تعالىٰ من الأولياء الأحياء منهم والأموات وغيرهم، مثل: ياسيدي فلان! أغثني، وليس ذلک من التوسل المباح في شيء، واللائق بحال المؤمن عدم التفوّه بذلک، وأن لايحول حول حماه، وقد عدّه أناس من العلماء شركاً". (روح المعاني، المائدة: ۳۵: ۱۲۶/۶، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"يكفر بقوله: أرواح المشائخ حاضرة تعلم". (مجمع الأنهر، كتاب السير، باب المرتد، النوع الأول: ۱/ ۶۹۱، دارإحياء التراث العربي بيروت) .... =

اس لئے وہ مدد کو آتے ہیں، کہاں تک صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس پر کوئی شرعی دلیل قائم نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۷/۵/۱۴۰۰ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

= (وكذا في البحر الرائق، كتاب السير، باب أحكام المرتدين: ۲۰۹/۵، رشيديه)

مایتعلق بالأنبیاء علیهم السلام و أتباعهم

(انبیائے کرام اوران کے متبعین)

قرآن میں مذکور پیغمبروں کی تعداد

سوال[۹۸۹۹]: قرآن پاک میں مذکور پیغمبروں کی کل تعداد بمطابق دعوی بیضاوی ۲۸ ہے، کیا یہ درست ہے؟ نیز مذکور انبیاء فی القرآن کی نبوت کو پہچاننے کا طریقہ کیا ہے؟ مثلاً: نبیوں کی فہرست میں ہوں تو نبی ہوں گے، بعض کتابوں میں معلوم ہوا، مگر یہ اس لئے درست نہیں کہ حضرت مریم، حضرت ذوالکفل، حضرت عزیر بلکہ حضرت عیسیٰ نبیوں کی فہرست میں مذکور ہیں اور پھر نبی ہونے نہ ہونے کا اختلاف ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ دعویٰ کس جگہ پر کیا ہے، اس کی پوری نشاندہی فرمائیں تاکہ اس کے متعلقات میں دیکھا جائے، شاید وہاں تفصیل مذکور ہو، تمام پیغمبروں کے نام تو حق تعالیٰ نے سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی نہیں بتائے۔ ﴿ومنهم من لم نقصصهم عليك﴾(۱) پھر کوئی پوری فہرست کیسے بتا سکتا ہے؟

قرآن کریم میں کسی کے نام کے ساتھ رسول کا لفظ ہے(۲) اور کسی کے نام کے ساتھ نبی کا لفظ ہے(۳)،

---

(۱) (النساء: ۱۶۴)

(۲) قال الله تعالیٰ: ﴿محمد رسول الله﴾ (الفتح: ۲۹)

وقال الله تعالیٰ: ﴿إنما المسيح عيسىٰ ابن مريم رسول الله و كلمته﴾ (النساء: ۱۷۱)

وقال الله تعالیٰ: ﴿وإن إلياس لمن المرسلين﴾ (الصف: ۱۲۳)

(۳) قال الله تعالیٰ: ﴿وبشرناه بإسحق نبيا من الصالحين﴾ (الصافات: ۱۱۲)

وقال الله تعالیٰ: ﴿واذكر في الكتاب إبراهيم إنه كان صديقا نبيا﴾ (مريم: ۴۱)

وقال الله تعالیٰ: ﴿ووهبنا له من رحمتنا أخاه هارون نبيا﴾ (مريم: ۵۳)

کسی کے متعلق اس پر کتاب نازل ہونے کا تذکرہ ہے(۱) یہ پیغمبر ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۱۱/۱۴۰۰ھ۔

کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا درجہ بڑے بھائی کا ہے؟

سوال[۹۹۰۰]: انسان آپس میں بھائی بھائی ہیں، جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے، سواس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے اور مالک سب کا اللہ ہے، بندگی اسی کی چاہیے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اولیاء انبیاء، امام، امام زادہ، پیر، شہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں، وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی، مگران کو اللہ نے بڑائی دی، وہ بڑے بھائی ہوئے، ہم کو ان کی فرمانبرداری کا حکم ہے، ہم ان کے چھوٹے ہیں، سوان کی تعظیم انسان کی سی کرنی چاہیے، نہ خدا کی سی، تمام انسان اللہ کے بندے بے شک ہیں، لیکن سب کے سب بڑے بھائی کی طرح ہیں، حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی۔ اور مقیس علیہ حدیث ہے:

"عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها: أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كان في نفر من المهاجرين والأنصار فجاء بعير فسجد له، فقال أصحابه: يا رسول الله! تسجد لك البهائم والشجر، فنحن أحق أن نسجدلك، فقال: اعبد واربكم وأكرموا أخاكم" مسند الإمام أحمد بن حنبل: ٦/٧٦(٢).

اور عقائد دیوبند (مطبوعہ کتب خانہ اعزازیہ)، ص:۱۴۰ میں ہے:

---

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿إنا نحن نزلنا عليک القرآن تنزيلا﴾ (الدهر: ۲۳)

وقال الله تعالىٰ: ﴿ولقد اٰتينا موسىٰ الكتاب فاختلف فيه﴾ (هود: ۱۱۰)

وقال الله تعالىٰ: ﴿واٰتينا داود زبورا﴾ (المائدة: ۱۶۳)

وقال الله تعالىٰ: ﴿وقفينا على اٰثارهم بعيسىٰ ابن مريم مصدقا لما بين يديه من التوراة واٰتيناه الإنجيل فيه هدى ونور﴾ (المائدة: ۴۶)

(۲) (مسند الإمام أحمد بن حنبل، حديث السيدة عائشة رضي الله تعالىٰ عنها، رقم الحديث: ۲۳۹۵۰: ۷/۱۱۱، ۱۱۲، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"جواس کا قائل ہو کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہم پر اتنی ہی فضیلت ہے، جتنی بڑے بھائی کی چھوٹے بھائی پر ہوتی ہے، تو اس کے متعلق ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ وہ دائرہ ایمان سے خارج ہے" (۱)۔

ان میں کون ٹھیک ہے؟ خلاصہ واضح مع الدلیل شافی جواب فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

آپ نے عقائد علماء دیوبند کا تو حوالہ دیا، مگر اس سے پہلے جو عبارت نقل کی ہے، اس کا حوالہ نہیں دیا کہ کس کتاب سے نقل کی ہے، یا تو وہ کتاب یہاں بھیج دیجئے، تا کہ پوری کتاب دیکھ کر معلوم ہو سکے کہ اس میں اتنی ہی بات مذکور ہے، یا اس سے زائد بھی ہے، جس سے یہ بات بھی صاف ہو جائے۔

اگر وہ کتاب آپ کے پاس نہ ہو، یا بھیجنا مناسب نہ سمجھیں، تو اس کا حوالہ مع صفحہ دیجئے اور اگر آپ تقویۃ الإیمان پوری دیکھ لیں، تو امید ہے انشاء اللہ آپ کا خلجان رفع ہو جائے گا، نفس مخلوق ہونے میں اگر برابر کا درجہ ہو اور فضائل وصفات میں تفاوت ہو تو یہ بھی کوئی خلجان کی بات نہیں (۲)۔ اللہ پاک نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اتنے علوم اور فضائل عطا فرمائے کہ کسی مخلوق کو وہ نہیں ملے (۳)۔ اس کے باوجود ان کو عبد ہی

---

(۱) (المهند على المفند، ص: ۴۳، المیزان)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿هل كنت إلا بشرا رسولا﴾ (الإسراء: ۹۳)

وقال الله تعالىٰ: ﴿قل إنما أنا بشر مثلكم﴾ (الكهف: ۱۱۰)

"قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: إنما أنا بشر مثلكم، أنسى كما تنسون". (صحيح البخاري، كتاب الصلاة، باب التوجه نحو القبلة حيث كان: ۵۸/۱، قديمي)

(۳) "والمعتقد المعتمد أن أفضل الخلق نبينا حبيب الحق، وقد ادعى بعضهم الإجماع على ذلك، فقد قال ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما: إن الله فضل محمداً على أهل السماء والأنبياء". (شرح الفقه الأكبر للملا على القاري، ص: ۱۱۴، قديمي)

"وعن جابر رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "أعطيت خمسا لم يعطهن أحد قبلي: نصرت بالرعب مسيرة شهر، وجعلت لي الأرض مسجداً وطهوراً، فأيما رجل من أمتي أدركته الصلاة فليصل، وأحلت لي المغانم ولم تحل لأحد قبلي، وأعطيت الشفاعة، وكان =

کہا جائے گا، معبود نہیں قرار دیا جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۵/۱۴۰۰ھ۔

کیا حضرت مریم علیہا السلام کا نکاح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہوگا؟

سوال[۱۰۹۹۱]: سنا گیا ہے کہ حشر کے دن بعد از حساب وکتاب بی بی مریم کا نکاح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ کیا جائے گا، یہ کہاں تک صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

بی بی مریم کا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ملنا تفسیر ابن کثیر میں موجود ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: العبد نظام الدین دارالعلوم دیوبند، ۸/۳/۹۱ھ۔

= النبي يبعث إلى قومه خاصة وبعثت إلى الناس عامة". (مشكاة المصابيح، كتاب الفضائل والشمائل، باب فضائل سيد المرسلين صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، الفصل الثاني: ۲/۵۱۲، قديمي)

"عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: أنا سيد ولد آدم يوم القيامة، وأول من ينشق عنه القبر، وأول شافع، وأول مشفع". (صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب تفضيل نبينا صلى الله تعالىٰ عليه وسلم على جميع الخلائق: ۲/۲۴۵، قديمي)

(۱) "وقال أبو القاسم الطبراني في معجمه الكبير: ...... عن ابن بريدة عن أبيه ﴿ثيبات وأبكارا﴾ قال: وعد الله نبيه في هذه الآية أن يزوجه، فالثيب آسية امرأة فرعون وبالأبكار مريم بنت عمران .....

وعن ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما قال: جاء جبريل إلى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فمرّت خديجة فقال: إن الله يقرئها السلام، ويبشرها ببيت في الجنة من قصب، بعيد من اللعب لا نصب فيه ولا صخب، من لؤلؤة جوفاء بين بيت مريم بنت عمران وبيت آسية بنت مزاحم". (تفسير ابن كثير، التحريم: ۵: ۴/۵۰۱، دارالسلام)

"وجاء في بعض الآثار أن مريم وآسية زوجا رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم في الجنة، أخرج الطبراني عن سعد بن جنادة قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: إن الله زوجني في الجنة مريم بنت عمران، وامرأة فرعون وأخت موسىٰ عليه السلام". (روح المعاني، آخر سورة مريم: =

حضرت ماریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی لونڈی تھیں یا زوجہ؟

سوال[۹۹۰۲]: یہاں یہ بات سننے میں آئی ہے کہ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے تھے، مگر حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح نہیں ہوا تھا، یہ بات درست ہے؟

جواب از بریلی شریف: اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت ابراہیم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ماہ ذی الحجہ ۸ ہجری (۱) میں حضرت ماریہ قبطیہ کے بطن سے پیدا ہوئے اور سولہ یا اٹھارہ مہینے کے بعد آپ کا انتقال ہوگیا۔ اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ "الإکمال في أسماء الرجال" (۲) میں ہے: "هذا إبراهیم ابن رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم من ماریة القبطیة رضي الله تعالی عنها".

کتب تواریخ سے ثابت ہے کہ عزیز مصر کو جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خط لکھا تھا، تو اس کے جواب میں اس نے ایک طویل خط لکھا، اس کی مختصر عبارت یہ بھی ہے:

"میں نے آپ کے قاصد کی عزت کی اور دو لڑکیاں بھیجتا ہوں، جن کی قبطیوں

= ۲۸/۱۶۵، دار إحیاء التراث العربي بیروت)

"وعن معاذ بن جبل رضي الله تعالیٰ عنه أن النبي صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال لخدیجة وهي تجود بنفسها: أتکرهین ما قد نزل بک ولقد جعل الله في الکره خیراً، فإذا قدمت علی ضراتک فأقرئیهن مني السلام، مریم بنت عمران ...... الخ". (الجامع لأحکام القرآن للقرطبي، اخر سورة التحریم، جزء: ۱۸: ۹/۱۳۱، دار إحیاء التراث العربي بیروت)

(۱) "وکان مولده في ذي الحجة سنة ثمان من الهجرة". (أسد الغابة في معرفة الصحابة، باب الهمزة والباء ومایثلثهما، إبراهیم ابن رسول صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: ۱/۱۵۲، دارالکتب العلمیة بیروت)

(وکذا في شرح المواهب للعلامة الزرقاني، الفصل الثاني في ذکر أولاده الکرام: ۴/۳۴۵، دارالکتب العلمیة بیروت)

(۲) "إبراهیم بن النبي (صلی الله تعالیٰ علیه وسلم): هو إبراهیم بن رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم من ماریة القبطیة سریته، ولد في المدینة في ذي الحجة سنة ثمان، ومات وله ستة عشر شهراً، وقیل: ثمانیة عشر، ودفن بالبقیع". (الإکمال في أسماء الرجال، الباب الأول، ص: ۵۸۵، قدیمی)

(مصر کی قوم) میں بہت عزت کی جاتی ہے''۔

وہ لڑکیاں جو بھیجی تھیں، ان میں ایک ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں، جو حرم نبوی میں داخل ہوئیں اور حرم نبوی میں داخل ہونے سے پہلے ہی آپ ایمان سے مشرف ہوچکی تھیں (۱)۔

اس لئے ظاہر ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ضرور نکاح کیا ہوگا، نہ کہ آپ حرم نبوی میں لونڈی کی حیثیت سے داخل ہوئیں تھیں کہ یہ شبہ ہو سکے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نکاح آپ سے ہوا ہی نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

شمیم یوسف رضوی دارالافتاء محلّہ سوداگراں بریلی شریف، ۸/ ۸/ ۱۳۹۹ھ۔

جواب از فقیہ الأمت: شرعی جہاد میں جب دشمن پر غلبہ حاصل کرلیا جائے اور اس کو قید کرکے اپنی حراست میں لے آئیں، پھر دشمن کے افراد کو غازیوں کے درمیان تقسیم کردیا جائے، تو وہ غازی مالِ غنیمت کی طرح دشمن کے افراد کے بھی مالک ہوجاتے ہیں، ان سے خدمت لینے کا بھی حق ہوتا ہے اور ان کو فروخت کرنے کا بھی حق ہوتا ہے (۲)۔ ان میں جو عورتیں ہوتی ہیں، ان کو باندی لونڈی کہتے ہیں، عربی میں

---

(۱) "مارية القبطية، أم ولد رسول الله (صلی الله تعالیٰ علیه وسلم) ...... بعث المقوقس صاحب الإسكندرية إلى رسول الله (صلی الله تعالیٰ علیه وسلم) في سنة سبع من الهجرة بمارية وأختها سيرين، وألف مثقال ذهباً، وعشرين ثوباً ليناً، وبغلته الدلدل، وحماره عفيرا، ويقال يعفور، ومع ذلک خصي يقال له مأبور، شيخ كبير، كان أخا مارية، وبعث بذلک كله مع حاطب بن أبي بلتعه فعرض حاطب بن أبي بلتعة على مارية الإسلام ورغبها فيه فأسلمت، وأسلمت أختها، وأقام الخصي على دينه حتى أسلم بالمدينة بعد في عهد رسول الله (صلی الله تعالیٰ علیه وسلم)، وكانت مارية بيضاء جميلة، فأنزلها رسول الله (صلی الله تعالیٰ علیه وسلم) في العالية في المال الذي صار يقال له سرية أم ابراهيم، وكان يختلف إليها هناک وكان يطؤها بملک اليمين، وضرب عليها مع ذلک الحجاب، فحملت منه، ووضعت هناک في ذي الهجة سنة ثمان". (الإصابة، كتاب النساء، حرف الميم، القسم الأول: ۸/ ۳۱۱، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في أسد الغابه، النساء، حرف المميم: ۶/ ۲۶۳، دارالفكر)

(وكذا في تاريخ الطبري، ذكر موالي رسول الله (صلی الله تعالیٰ علیه وسلم): ۲/ ۲۲۰، مؤسسة الأعلمي)

(۲) "الغنيمة: اسم لما يؤخذ من أموال الكفرة بقوة الغزاة وقهر الكفرة ...... (قوله: فتصح) أي: وتثبت=

"امۃ" کہتے ہیں، جس کی جمع اماء آتی ہے(۱)۔قرآن کریم نے ایسے افراد کو ﴿ما ملکت أیمانکم﴾ سے تعبیر کیا ہے(۲)، یعنی جو غلام و باندیاں تمہاری ملک میں ہیں، جو لونڈی جس کی ملک میں آئے، اس کو یہ بھی حق ہے کہ اس سے خدمت لے، یہ بھی حق ہے کہ فروخت کردے، یہ بھی حق ہے کہ ہبہ کردے، یہ بھی حق ہے کہ اس سے صحبت کرے، لیکن اگر لونڈی کا کسی سے نکاح کردیا ہے تو مالک کو اب اس سے صحبت کا حق نہیں رہا(۳)۔ جس لونڈی کو مالک صحبت کے لئے تجویز کرے کہ اس سے صحبت کیا کریں گے، تو وہ اس کی "سرّیہ" کہلاتی ہے،

= الأحكام "فتح" أي: من حل الوطء، والبيع والعتق والإرث، بخلاف ماقبل القسمة". (ردالمحتار، كتاب الجهاد، باب الغنائم وقسمته: ۱۳۹/۴ – ۱۴۱، سعيد)

"الغنائم: جمع غنيمة، وهي اسم لمال مأخوذ من الكفرة بالقهر والغلبة والحرب قائمة، وحكمها أن يخمس والباقي بعد الخمس للغانمين خاصة ..... (قسمه) ..... (بين المسلمين) أي: الفاتحين كما فعل رسول الله (صلى الله تعالىٰ عليه وسلم) بخيبر فحينئذ يكون نفس البلاد عشرية وفيه إشعار، بأنه يسترق نساؤهم وذراريهم". (مجمع الأنهر، باب الغنائم وقسمتها: ۶۴۰/۱، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في حاشية الطحطاوي، كتاب الجهاد، باب الغنائم وقسمته: ۴۴۶/۲، دارالكتب العلمية بيروت)

(۱) "الأمة: المرأة المملوكة خلاف الحرة وتقول: يا أمة الله! كما تقول يا عبدالله! (جمع) إماء، وآم". (المعجم الوسيط، باب الهمزة، ص: ۲۸، مكتبة الإسلامية)

"أمّا أمة: المملوكة خلاف الحرة، وجمع الأمة أموات وإماء". (لسان العرب، ص: ۴۴/۱۴، دار صادر)

(وكذا في المنجد، ص: ۱۸، بيروت)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿والمحصنات من النساء إلا ما ملكت أيمانكم﴾ (النساء: ۲۴)

(۳) "وأما في الأمة فلحرمة الاستمتاع بها عليه بالنكاح". (فتح القدير، كتاب النكاح، باب نكاح الرقيق: ۳۹۰/۳، مصطفىٰ الباز)

"عن رويفع ابن ثابت رضي الله تعالىٰ عنه، عن النبي (صلى الله تعالىٰ عليه وسلم) قال: من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلا يسق ماءه ولد غيره". (سنن الترمذي، كتاب النكاح، باب ماجاء في الرجل يشتري الجارية وهي حامل: ۲۰۴/۲، رقم الحديث: ۱۱۳۱، دارالكتب العلمية بيروت)

(وسنن أبي داود، كتاب النكاح، باب في وطىء السبايا: ۳۱۰/۱، مكتبه رحمانيه)

جس کی جمع سراری آتی ہے(۱)۔ایسی باندی لونڈی سے شرعاً نکاح کی ضرورت نہیں ہوتی، پھر اگر اس سے بچہ پیدا ہوجائے تو وہ ''ام ولد'' کہلاتی ہے(۲)، اس کو فروخت کرنے کا بھی حق نہیں رہتا اور مالک کے انتقال کے بعد وہ آزاد بھی ہوجاتی ہے(۳)۔

حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ملک میں آئیں تھیں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ''سریہ'' بنالیا تھا، یعنی صحبت کے لئے تجویز فرمالیا تھا، کہ ان کا نہ کسی سے نکاح کرنا ہے، نہ ان کو فروخت کرنا ہے، چنانچہ ان سے حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے(۴)۔

ہمرشتہ فتویٰ میں ''الإکمال في أسماء الرجال'' سے جو عبارت نقل کی گئی ہے، اس میں ایک لفظ آگے بھی نقل کردیا جاتا، تو بات صاف ہوجاتی۔ پوری عبارت یہ ہے:

''إبراهيم بن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم من مارية القبطية رضي الله تعالى عنها

---

(۱) ''والسرية: الجارية المتخذة للملك والجماع ..... والجمع السراري. وفي حديث عائشة، وذكر لها المتعة، فقالت: والله ما نجد في كلام الله إلا النكاح والاستسرار، تريد اتخاذ السراري''. (لسان العرب: ۳۵۸/۴، دار صادر)

''السرية، الجارية المملوكة (ج) سراري''. (المعجم الوسيط، ص: ۴۲۷، مكتبة الإسلامية)

(۲) ''فأم الولد، جارية استولدها الرجل بملك اليمين أو النكاح أو بالشبهة ثم ملكها''. (ردالمحتار، كتاب العتق، باب الاستيلاء، ص: ۶۸۹، سعيد)

''إذا ولدت الأمة من مولاها، فقد صارت أم ولدٍ''. (الفتاوىٰ التاتارخانيه، كتاب العتق، في أمهات الأولاد: ۲۷۳/۴، قديمى)

(وكذا في الهداية، كتاب العتاق، باب الاستيلاد: ۲۷۳/۲، مكتبه شركت علميه)

(۳) ''لايجوز بيعها ..... ويوجب عتقها بعد موته''. (الفتاوىٰ التاتارخانية، كتاب العتق، في أمهات الأولاد: ۲۷۳/۴، قديمى)

(وكذا في الهداية، كتاب العتق، باب الاستيلاء: ۴۷۴/۲، مكتبه شركت علميه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد: ۱۱۸/۶، رشيديه)

(۴) راجع رقم الحاشية: ۱، ص: ۵۰

سریتہ"(۱)، یعنی: ''حضرت ابراہیم حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بیٹے جو ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئے تھے اور ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سریہ (لونڈی باندی) تھیں، جن کے نکاح کی ضرورت نہیں تھی، بلکہ کتب فتاویٰ عالمگیری (۲)، مجمع الانہر (۳)، بحرالرائق (۴)، شامی (۵) وغیرہ سب میں مذکور ہے کہ مالک کا نکاح اپنی مملوکہ لونڈی سے جائز نہیں۔

جن عورتوں سے حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نکاح کیا ہے، جو کہ ازواجِ مطہرات ہیں، حافظ ابن حجر عسقلانی (۶)، حافظ بدرالدین عینی (۷)، شیخ عبدالحق محدث دہلوی وغیرہ اکابر نے ان کی تفصیلی فہرست اپنی کتابوں میں لکھی ہے اور ہر ایک کے متعلق بتایا ہے کہ کس سے کس سن میں نکاح ہوا، ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ان میں شمار نہیں کیا، جس سے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نکاح نہیں کیا، بلکہ شرعاً اس سے نکاح کرنا جائز بھی نہیں، اس کے متعلق یہ کہنا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ضرور نکاح کیا ہوگا اور یہ کہ وہ

---

(۱) راجع رقم الحاشية: ۲، ص: ۵۰

(۲) "إذا زوج الرجل أمته أو مكاتبه أو مدبرته أو أم ولده أو أمة يملك بعضها لم يكن ذلك نكاحاً".
(الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب النكاح، القسم الثامن المحرمات بالملك: ۱/۲۸۲، رشيديه)

(۳) (مجمع الأنهر، كتاب النكاح، باب المحرمات: ۱/۴۸۶، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(۴) (البحر الرائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/۱۸۰، رشيديه)

(۵) (ردالمحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/۴۳، سعيد)

(۶) "أن الأولىٰ كانت في أول قدومه المدينة حيث كان تحته تسع نسوةٍ، والحالة الثانية في آخر الأمر حيث اجتمع عنده إحدى عشرة امرأةً، وموضع الوهم منه أنه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لما قدم المدينة، لم يكن تحته امرأة سوى سودة، ثم دخل على عائشة بالمدينة، ثم تزوج أم سلمة، وحفصة وزينب بنت خزيمة في السنة الثالثة والرابعة، ثم تزوج زينب بنت جحش في الخامسة، ثم جويرية في السادسة، ثم صفية وأم حبيبه وميمونة في السابعة، وهؤلاء جميع من دخل بهن من الزوجات بعد الهجرة على المشهور". (فتح الباري، كتاب الغسل، باب إذا جامع ثم عاد، ومن دار على نساءه في غسل واحد: ۱/۵۹۶، قديمى)

(۷) (عمدة القارئ، كتاب الغسل، باب إذا جامع ثم عاد، ومن دار على نساءه في غسل واحد: ۳/۳۲۰، دارالكتب العلمية بيروت)

حرم نبوی میں داخل ہوئیں، یہ بے جا جسارت ہے۔ استغفر اللہ العظیم ایسی جسارت پر وعید شدید ہے اور یہ حقیقت سے ناواقف ہونے پر مبنی ہے۔

سریہ کا رواج صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور دوسرے حضرات میں بھی رہا، اس وجہ سے ام ولد کی بیع کے متعلق فقہی جزئیات موجود ہیں اور آج کے دور میں نہ شرعی جہاد ہے، نہ کسی کو غلام یا باندی بنایا جاتا ہے، نہ سریہ کا وجود ہے، اس وجہ سے ایسے مسائل کے سمجھنے میں بھی ناواقف لوگوں کو دشواری ہوتی ہے، ممکن ہے کہ فاضل مجیب نے ناواقفیت کی وجہ سے الإکمال في أسماء الرجال کی عبارت نقل کرتے وقت سریہ کا لفظ بیکار و مہمل سمجھ کر چھوڑ دیا ہو۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۹/۱۳۹۹ھ۔

نبوت آدم علیہ السلام وخلافت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سوال [۹۹۰۲]: آدم علیہ السلام نبی تھے یا نہیں؟ نیز خلافتِ راشدہ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شمار ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہم السلام نے بھی بذریعہ وحی احکام خداوندی کو حاصل کیا اور تبلیغ کی، نبی کی یہی شان ہوتی ہے (۱)۔ اس لحاظ سے وہ بھی نبی تھے (۲)۔

---

(۱) "والرسول إنسان بعثه الله إلى الخلق لتبليغ الأحكام، وقد يشترط فيه الكتاب، بخلاف النبي فإنه أعم". (شرح العقائد، ص: ۱۰۷، قديمي)

"والرسول من له شريعة وكتاب فيكون أخص من النبي". (شرح الفقه الأكبر لابن المنتهى، ص: ۱۰، قطر)

(وكذا في شرح الفقه الأكبر لملا علي القاري، ص: ۱۲، قديمي)

(۲) "روى الطبراني ..... أن رجلاً قال: يا رسول الله! أنبي آدم؟ قال: نعم، قال: كم بينه وبين نوح؟ قال: عشرة قرون". (الفتاوى الحديثية، مطلب في عدد الأنبياء والرسل، ص: ۲۴۱، قديمي)

"عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله (صلى الله تعالى عليه وسلم) ألا =

خلافتِ راشدہ جس کا تذکرہ حدیث شریف میں ہے، وہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے امیر بننے سے پہلے پوری ہوچکی تھی (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

تورات پھینکنے سے آیت کے اڑنے کا عقیدہ رکھنا

سوال[۹۹۰۴]: جس شخص کا عقیدہ ہو کہ موسیٰ علیہ السلام کے توراۃ پھینکنے سے ﴿وتفصيل كل شيء﴾(۲) آیت اُڑگئی۔ اس کا عقیدہ صحیح ہے یا نہیں؟ اصل بات کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اس کا تذکرہ کتبِ عقائد میں کہیں نہیں پایا، جس شخص کا یہ عقیدہ ہے، اسی سے اس کی دلیل دریافت کی جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

= أخبركم بأفضل الملائكة جبريل، وأفضل النبيين آدم". (البداية والنهاية: ۱/۱۰۸، باب خلق آدم)

"وأول الأنبياء آدم وآخرهم محمد(عليهما السلام)". (شرح العقائد للنسفي، ص: ۱۳۶، قديمي)

(۱) "عن سفينة رضي الله تعالىٰ عنه، قال سمعت النبي (صلى الله تعالىٰ عليه وسلم) يقول: الخلافة ثلاثون سنة، ثم تكون ملكاً، ثم يقول سفينة، أمسك خلافة أبي بكر سنتين، وخلافة عمر عشرة، وعثمان اثنتي عشرة، وعلي ستة". (مشكاة المصابيح، كتاب الفتن، الفصل الثاني: ۲/۲۸۱، رقم الحديث: ۵۲۹۵، دار الكتب العلمية بيروت)

"فعليّ خاتم الخلفاء كالنبي خاتم الأنبياء والمهدي خاتم الأولياء". (مرقاة المفاتيح، كتاب الفتن، الفصل الثاني: ۱۰/۲۲، رشيديه)

"والتحقيق: أنه كان بعد علي رضي الله عنه نحو ستة أشهر باقية من ثلثين، وهي مدة خلافة الحسن بن علي رضي الله تعالىٰ عنهما، وكان كمال ثلثين عند تسليم الحسن رضي الله تعالىٰ عنه الخلافة إلى معاوية رضي الله تعالىٰ عنه . وذكر بعضهم: أن خلافة أبي بكر رضي الله تعالىٰ عنه سنتان وثلثة أشهر، وعمر رضي الله تعالىٰ عنه عشر سنين وستة أشهر، وعثمان رضي الله تعالىٰ عنه اثنتا عشر سنة إلا عدة أيام، وعليّ رضي الله تعالىٰ عنه أربع سنين وتسعة أشهر". (النبراس، مبحث اختلاف علي ومعاوية رضي الله تعالىٰ عنهما، ص: ۳۰۸، مكتبة حقانيه ملتان)

(۲) (يوسف: ۱۱۱)

حضرت موسیٰ وحضرت عیسیٰ علیہما السلام کا امت محمدیہ میں ہونے کی دعا وخواہش کرنا

سوال[۹۹۰۵]: ۱..... کیا یہ صحیح ہے کہ جب اس امت کی تعریف کی گئی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خواہش کی کہ وہ اس امت کے نبی ہوں؟

۲..... یہ ثابت ہے یا نہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام وحضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس امت میں ہونے کی خواہش کی یا دعاء کی تھی؟

الجواب حامداً ومصلياً:

۱،۲..... معالم التنزیل(۱) وغیرہ میں روایت مذکور ہے، جس میں یہ خواہش اور دعا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند، ۹۷/۳/۱۷ھ۔

حضرت عیسیٰ نبی ہوں گے یا امتی اور ان پر وحی آئے گی یا نہیں؟

سوال[۹۹۰۶]: ۱- ایک صاحب کا یہ دعویٰ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایک امتی کی حیثیت سے آسماں سے نزول فرمائیں گے، نہ ان پر وحی نازل ہوگی، نہ وہ نبی کی حیثیت سے رہیں گے، اگر کوئی شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا امتی نہ مانے، اس کا ایمان باقی نہیں رہتا، ان کے دلائل کا صرف امتی ہونا تحریر فرمایا ہے، ان صاحب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ''امتی نبی'' کا لقب وعنوان دیا، ایک پمفلٹ میں یہ بھی لکھا کہ'' آج ایک شخص نزول عیسیٰ کے سلسلہ میں

(۱) ''عن كعب الأحبار رضي الله تعالىٰ عنه: أن موسىٰ عليه السلام، نظر عند سعيد في التوراة، فقال: إني أجد أمة خير الأمم أخرجت للناس يأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر، ويؤمنون بالله وبالكتاب الأول وبالكتاب الآخر، ويقاتلوا أهل الضلالة حتى يقاتلوا الأعور الدجال، رب اجعلهم أمتي، قال: هي أمة محمد يا موسىٰ! فقال: رب إني أجد أمة هم الحمادون لله على كل حال ...... فلما عجب موسىٰ من الخير الذي أعطى الله محمداً وأمته، قال: ياليتني من أصحاب محمد! فأوحى الله إليه ثلاث ايات ...... الخ''. (تفسير البغوي المسمى بمعالم التنزيل، الأعراف: ۱۴۴: ۱۹۸/۲، إدارہ تاليفات اشرفيه)

(وكذا في تفسير ابن كثير، الأعراف: ۱۵۴: ۳۳۲/۲، دار السلام)

(وكذا في جامع البيان عن تأويل آي القرآن، الأعراف: ۱۵۰: ۶۵/۶، مصطفىٰ البابي الحلبي مصر)

اکابر علماء سلف کے اقوال کو پس پشت ڈال دیتا ہے''، ان کے اقوال اور امت اسلامیہ کے عقیدہ کے خلاف محض اپنی تحقیق کے بل بوتے پر علی الاعلان یہ کہتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری بحیثیت نبی کے ہوگی اور ان پر وحی بھی نازل ہوگی، تو کیا ان کے دعویٰ سے علماء کرام اور عامۃ المسلمین کے عقیدہ ختم نبوت کو ٹھیس نہیں لگتی ہے؟ انتہیٰ کلامہ۔ حاصل دعویٰ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا امتی ماننا ایمان وعقیدہ کا جزو ہے۔

۲- دوسرے صاحب یہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب آسمان سے نزول فرمائیں گے، تو بے شک شریعت محمدیہ کا اتباع کریں گے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام پہلے شریعتِ موسویہ کا اتباع بھی کر چکے ہیں۔ شریعت محمدیہ کا اتباع ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ضروری ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خصوصیت نہیں، جو پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے گزر چکے ہیں ان میں سے بھی جو دنیا میں آتے شریعت محمدیہ پر عمل کرنا ان کے لئے ضروری ہوتا، اتباع اور چیز ہے، امتی ہونا اور چیز ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام رسول اللہ تھے، اس کے باوجود ملتِ ابراہیمی پر تھے، حضرت داؤد وحضرت سلیمان علیہما السلام بھی رسول تھے اور شریعت تورات پر عامل تھے (کتاب النبوات، ص: ۱۷۳-۱۷۴، حافظ ابن تیمیہ) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عام امتی ماننا ضروری نہیں، نہ یہ ایمان وعقیدہ کا جز ہے، عوام الناس اس سے یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نزول کے بعد نبی قرار دینا ضروری نہیں، ''امتی نبی'' قادیانیوں کی اصطلاح ہے۔

اسلامی عقیدہ تو یہ ہے کہ کوئی نبی نبوت سے معزول نہیں کیا جاتا، نبوت کا مرتبہ کسی نبی کو عطا ہوتا ہے، اس میں ذرہ بھر کمی نہیں ہوتی، ان کی نبوت کا کسی درجہ میں انکار کفر ہے، حضرت عیسیٰ پر وحی آنے کا ذکر صحاح کی حدیث میں ہے وہ وحی شریعت محمدیہ کے موافق ہوگی اور وہ وحی نبوت ہوگی، بعد نزول بھی حضرت عیسیٰ معصوم رہیں گے، البتہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نائب بن کر شریعت محمدیہ کی اشاعت فرمائیں گے۔ (امداد الفتاویٰ مسائل شتی)(۱)۔ از حکیم الامت تھانوی قدس سرہ۔

---

(۱) مذکورہ عبارت امداد الفتاویٰ میں باوجود تلاش کے نہ مل سکی۔ البتہ اسی مضمون کا جواب مذکور ہے۔ (امداد الفتاویٰ، مسائل شتی، حیاتِ عیسیٰ پر شبہ کا جواب: ۴/ ۶۳۹، ۶۴۰، مکتبہ دار العلوم کراچی)

جامعہ دارالعلوم دیوبند کے مفتی اعظم حال نے تحریر فرمایا: حضرت عیسیٰ ایک مستقل شرعی نبی ہیں اوران کو آسمان پر زندہ اٹھالینا بھی تواتر سے ثابت ہے اور یہ بات بھی مسلم ہے کہ وہ قرب قیامت میں دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے، دوسری بات کہ امتی اسے کہتے ہیں جس کی اصلاح وہدایت کے لئے اس کی طرف کوئی نبی بھیجا گیا ہواور یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حضرت عیسیٰ کی ہدایت کے لئے نہیں بھیجا گیا ہے، تو معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی ہیں امتی نہیں، البتہ انہوں نے ایک دعا کی تھی اور وہ پوری ہوئی، لہٰذا قرب قیامت میں دوبارہ تشریف لاکر آپ حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نائب بن کر شریعت محمدیہ کی اشاعت کریں گے، مگر وہ اپنی جگہ نبی ہی رہیں گے، امتی نہ ہوں گے۔

نیز ملاعلی قاری نے باب نزول عیسیٰ میں بخاری ومسلم کے حوالہ سے حدیث نقل فرمائی:

"قال النبي صلی اللّٰه تعالی علیه وسلم: کیف أنتم الخ".

اس کے ذیل میں فرماتے ہیں:

"والحاصل: أن إمامکم واحد منکم دون عیسیٰ علیه السلام، فإنه بمنزلة الخلیفة، وقیل: فیه دلیل أن عیسیٰ علیه السلام لایکون من أمة محمد علیه الصلاة والسلام بل مقرر الملة ومعیناً لأمته علیهما السلام"(۱).

نیز عقائد اہل سنت والجماعت کی مسلمہ کتابوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا امتی ماننا جزو ایمان وعقیدہ قرار نہیں دیا، نہ کسی حدیث میں اس کا ذکر ہے، البتہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر "خلیفتي من أمتي من بعدي أو حکما عادلاً"(۲) وغیرہ کے الفاظ احادیث میں ہیں۔ کذا في الخیر الکثیر(۳)، ص: ۷۷، شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

---

(۱) (مرقاة المفاتیح، کتاب الفتن، باب نزول عیسیٰ علیه السلام، الفصل الأول، رقم الحدیث: ۵۵۰۶: ۱۰/۱۶۳، رشیدیه)

(۲) (مشکاة المصابیح، کتاب الفتن، باب نزول عیسیٰ علیه السلام، الفصل الأول، رقم الحدیث: ۵۵۰۵، ۵۵۰۶: ۲/۳۰۵، دارالکتب العلمیة بیروت)

(۳) (الخیر الکثیر لشاه ولي الله المحدث الدهلوي، أنبیاء علیهم السلام وبیان مبادئ تعیناتهم بتفصیل عجیب نادر، ص: ۹۸، ۹۹، رحیمیه پشاور)

مندرجہ بالاتحریر کی روشنی میں حسبِ ذیل سوالوں کا جواب مطلوب ہے:

۱......مندرجہ بالا دونوں فریق میں کون سا قول اَقرب اِلی الصواب واَحوط ہے؟

۲......کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا امتی ماننا جزوِ ایمان ہے اور جو یہ کہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام شریعت محمدیہ کا اتباع کریں گے، مگر امتی نہ ہوں گے تو وہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے؟

۳......امتی کی صحیح تعریف کیا ہے؟

۴......کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول کے بعد نبی نہ رہیں گے اور نبی ہونے کی حیثیت ان کی ذات سے ختم ہو جائے گی۔

۵......نزول کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام مثل دیگر انبیاء (علیہم السلام) کے معصوم رہیں گے یا نہیں؟

۶......حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی آئے گی یا نہیں؟ اور وہ وحی نبوت ہوگی یا نہیں؟ البتہ یہ امر مسلم ہے کہ وہ وحی مطابق شریعت محمدیہ کے ہوگی۔

۷......حضرت عیسیٰ کو حسبِ سابق کی حیثیت سے ماننے سے اور ان پر وحی آنے کے قائل ہونے سے ختم نبوت کے مسلمہ مسئلہ پر اثر پڑنے کا اشکال صحیح ہے یا غلط؟

۸......عوام الناس اور بعض اہل علم کا خیال ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام چونکہ امتی کی حیثیت سے نزول فرمائیں گے تو وہ نہ تو نبی کی حیثیت میں رہیں گے اور نہ ان پر وحی آسکے گی، یہ خیال صحیح ہے یا غلط؟ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......حضرت عیسیٰ ابن مریم علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام اللہ کے جلیل القدر رسول ہیں، جو بغیر باپ کے پیدا ہوئے (۱) فرائضِ رسالت پوری تندہی کے ساتھ ادا کیے، یہود نے ان کو بہت اذیت پہنچائی اور ان کے

---

(۱) "﴿ولنجعله اٰية للناس﴾ أي: دلالة وعلامة للناس على قدرة بارئهم وخالقهم الذي نوّع في خلقهم، فخلق اٰبائهم اٰدم من غير ذكر ولا أنثى، وخلق حواء من ذكر بلا أنثى، وخلق بقية الذرية من ذكر وأنثى إلا عيسىٰ، فإنه أو جده من أنثى بلا ذكر". (تفسير ابن كثير، مريم: ۲۱: ۳/۱۵۲، دارالسلام)

"قوله تعالىٰ: ﴿إن مثل عيسىٰ عند الله كمثل اٰدم خلقه من تراب﴾ دليل على صحة القياس، والتشبيه واقع على أن عيسىٰ خلق من غير أب كاٰدم، لا على أنه خلق من تراب". (الجامع لأحكام القرآن للقرطبي، اٰل عمران: ۲۰: ۴/۷۱، دار إحياء التراث العربي بيروت) .... =

متعلق سخت ارادہ کیا، مگر اللہ تبارک وتعالیٰ نے قتل وصلب سے بچا کر ان کو زندہ آسمان پر اٹھالیا(۱)۔ انہوں نے ایک دعا کی تھی کہ ان کو امت محمدیہ میں شامل کردیا جائے، وہ دعا قبول ہوئی (۲)، اخیر زمانے میں فتنہ دجال کے دفعیہ کے لئے وہ آسمان سے اتریں گے اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خلیفہ ہونے کی حیثیت سے ان کی شریعت پر عمل اور حکم کریں گے، نہ کہ اپنی شریعت پر۔ اس اعتبار سے ان کو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا امتی کہنا درست ہے (۳)، ورنہ حقیقی معنی کے لحاظ سے امتی کہنا درست نہیں، ان کی نبوت محفوظ رہے گی، وہ سلب

= "ولهذا قيل لعيسى: إنه كلمة الله وروح منه؛ لأنه لم يكن له أب تولد منه، وإنما هو ناشئ عن الكلمة التي قال له بها كن، فكان". (تفسير ابن كثير، النساء: ١٧٢: ١/٧٨٥، دارالسلام)

(١) قال الله تعالى: ﴿وما قتلوه يقينا بل رفعه الله إليه وكان الله عزيزاً حكيماً﴾ (النساء: ١٥٧)

"والصحيح: أن الله تعالىٰ رفعه إلى السماء من غير وفاة ولا نوم، كما قال الحسن وابن زيد، وهو اختيار الطبري، وهو الصحيح عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنه". (تفسير قرطبي، ال عمران: ٥٥: ٤/٧٠، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في روح المعاني: ٣/١٧٩، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(٢) "قيل: سينزل عيسىٰ عليه السلام من السماء على عهد الدجال ...... ويقتل الدجال ويتزوج بعد قتله امرأة من العرب، وتلد منه، ثم يموت هو بعد ما يعيش أربعين سنة من نزوله، فيصلي عليه المسلمون؛ لأنه سأل ربه أن يجعله من هذه الأمة، فاستجاب الله دعاءه". (تفسير روح البيان، ال عمران: ٥٥: ٢/٥١، مكتبة القدس كوئته)

(وكذا في تفسير بحر العلوم للسمرقندي: ١/٢٧٢، ال عمران: ٥٥، دارالكتب العلمية بيروت)

(٣) "أن سعيد بن المسيب سمع أباهريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "والذي نفسي بيده ليوشكن لينزلن فيكم ابن مريم حكما". الحديث ...... قوله: (حكما) أي: حاكما، والمعنى أنه ينزل حاكما بهذه الشريعة، فإن هذه الشريعة باقية لا تنسخ، بل يكون حاكماً من حكام هذه الأمة الخ". (فتح الباري، كتاب أحاديث الأنبياء، باب نزول عيسى بن مريم عليه السلام: ٦/٤٩٠، ٤٩١، دارالمعرفة)

"فإن قيل: قد ورد في الحديث نزول عيسىٰ بعده؟ قلنا: نعم! لكنه يتابع محمدا عليه السلام؛ لأن شريعته قد نسخت، فلا يكون إليه وحي، ونصب الأحكام، بل يكون خليفة رسول الله عليه السلام". =

نہیں ہوگی، لہٰذا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خاتم النبیین اعتقاد کرنے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نزول مخل اور مانع نہیں، وہ کوئی جدید نبی نہیں، جن کی پیدائش خاتم النبیین کے بعد ہو، ان کا آسمان سے نازل ہونا تواتر سے ثابت ہے، جیسا کہ حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے(۱)۔ مزید شواہد "التصریح بما تواتر فی نزول المسیح" میں ہے(۲)۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"وعیسیٰ علیه السلام هو من أتم الأنبیاء شأناً وأجلهم برهاناً ومزاجه السبوغ، ولذلك كانت معجزاته سبوغیة كلها، وكان وجوده من طریق السبوغ، ولذلك حق له أن ینعكس فیه أنوار سید المرسلین صلی الله علیه وسلم، ویزعم العامة إذا نزل في الأرض كان واحداً من الأمة، كلا بل هو شرح للاسم الجامع المحمدی ونسخة منسخة منه، فشتان بینه وبین أحد من الأمة إلا أن یتبع القرآن ویأتم بخاتم الأنبیاء، وذلك لا یقدح في كماله بل

= (شرح عقائد النسفیة للتفتازاني، ص: ۱۰۱، طبع فرنگی محل)

"إن عیسیٰ علیه الصلاة والسلام مع بقائه علی نبوته معدود في أمة النبي صلی الله تعالیٰ علیه وسلم، وداخل في زمرة الصحابة رضي الله تعالیٰ عنهم، فإنه اجتمع بالنبي صلی الله تعالیٰ علیه وسلم وهو حيّ مؤمنا به ومصدقا ...... عن أبي هریرة رضي الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم : ألا! إن ابن مریم لیس بیني وبینه نبي ولا رسول، إلا أنه خلیفتي في أمتي من بعدي، إنما یحكم عیسیٰ بشریعة نبینا صلی الله تعالیٰ علیه وسلم بالقرآن والسنة". (الحاوي للفتاویٰ، كتاب الأعلام بحكم عیسیٰ علیه السلام: ۱۹۵/۲، دارالفكر)

(۱) "ثم إنه رفعه إلیه، وإنه باق حي، وإنه سینزل قبل یوم القیامة كما دلت علیه الأحادیث المتواترة التي سنوردها إن شاء الله قریباً". (تفسیر ابن كثیر، النساء: ۵۹: ۷۶۸/۱، دارالسلام)

"وقد تواترت الأحادیث عن رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم أنه أخبر بنزول عیسیٰ علیه السلام قبل یوم القیامة إماماً عادلاً مقسطاً". (تفسیر ابن كثیر، الزخرف: ۶۱: ۱۲۹/۴، دارالسلام)

(۲) (التصریح بما تواتر في نزول المسیح، ص: ۹۱، مكتبه دارالعلوم كراچی)

یؤیده فتعرف وهو بذاته محاق لشرور الیهود، ولذلك نزل بین یدی القیامة، وسیأتیك تمام الکلام". الخیر الکثیر، ص: ۷۲(۱).

۲......حضرت عیسیٰ وعلی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ امتی ہی ہوں گے اور جو شخص ان کے امتی ہونے کا اعتقاد نہ رکھے، وہ اسلام سے خارج ہے یہ کوئی بنیادی عقیدہ نہیں، جس پر مدار نجات ہو، اس لئے ایمان کی بنیادوں میں اس کو ذکر نہیں کیا گیا، البتہ چونکہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور یہ چیز نص قطعی سے ثابت ہے، اس لئے یہ عقیدہ رکھنا لازم ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا (۲)۔ جو شخص بھی نبوت کا دعویٰ کرے گا، وہ نص قطعی کے مخالف عقیدہ کی وجہ سے اسلام سے خارج قرار دیا جائے گا (۳)۔

۳......امتی وہ ہے جو نبی نہ ہو اور اس کی ہدایت کے لئے نبی کو مبعوث کیا جائے۔

---

(۱) (الخیر الکثیر لشاه ولي الله المحدث الدهلوي، أنبیاء علیهم السلام وبیان مبادئ تعیناتهم بتفصیل عجیب نادر، ص: ۹۸، ۹۹، مکتبه رحیمیه پشاور)

(۲) قال الله تعالیٰ: ﴿ما كان محمدا أبا أحد من رجالكم ولكن رسول الله وخاتم النبيين﴾ (الأحزاب: ۴۰)

"عن ثوبان رضي الله تعالیٰ عنه قال: "قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: لا تقوم الساعة حتی تلحق قبائل من أمتي بالمشرکین ..... وأنا خاتم النبیین لانبي بعدي". (جامع الترمذي، کتاب الفتن، باب ماجاء لاتقوم الساعة حتی تخرج کذابون، رقم الحدیث: ۲۲۱۹: ۳/۲۳۷، دارالکتب العلمیة بیروت)

"وکونه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم خاتم النبیین مما نطقت به الکتاب، وصدعت به السنة، وأجمعت علیه الأمة". (روح المعاني، الأحزاب: ۴۰: ۲۲/۵۹، دارالفکر)

(۳) "ودعوی النبوة بعد نبینا صلی الله تعالیٰ علیه وسلم کفر بالإجماع". (شرح الفقه الأکبر لملا علي القاري، ص: ۱۲۴، قدیمی)

"(وکل دعوة نبوة بعد) ظهور (نبوته) الخاتمة (فغي) أي: ضلال وفرط جهل، حمله علی دعواها (وهوی) نفس أمارة بهواها". (شرح العقیدة الطحاویة للمیداني، ص: ۲۷، زمزم پبلشرز)

"وقد أخبر الله تبارك وتعالیٰ في کتابه ورسوله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم في السنة المتواترة عنه، أنه لا نبي بعده، لیعلموا أن کل من ادعی هذا المقام بعده فهو کذاب وأفاك، دجال، ضال مضل". (تفسیر ابن کثیر، الأحزاب: ۴۰: ۳/۲۵۲، دارالسلام)

۴......ان کی نبوت سلب نہیں ہوگی، بلکہ محفوظ رہے گی، البتہ وہ حکم وعمل شریعت محمدیہ کے مطابق کریں گے(۱)۔

۵...... جب ان کی نبوت محفوظ ہے، تو لوازم نبوت بھی ان کو حاصل رہیں گے اور وہ معصوم رہیں گے۔

۶......ان کے لئے جدید وحی کی ضرورت نہ ہوگی۔

۷......ختم نبوت تو پختہ طور پر ثابت ہے اور ان کے اوپر کوئی جدید وحی نہیں آئے گی اور نہ وہ اپنی شریعت پر حکم وعمل کریں گے، اس لئے سلسلہ ختم نبوت اپنی جگہ پر مستحکم ہے(۲)۔

۸......اور جدید وحی بھی نہیں آئے گی اور اپنی شریعت کو نافذ بھی نہیں کریں گے، بلکہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جو احکام نازل ہوئے، انہیں کو جاری ونافذ کریں گے اور ان احکام کو بھی اس دنیا میں کسی طالب علمانہ حیثیت سے حاصل نہیں کریں گے، بلکہ حق تعالیٰ کی طرف سے ان ہی احکام کی طرف ان کو رہنمائی حاصل ہوگی(۳)۔ شیخ محی الدین بن العربی نے بھی فتوحات مکیہ(۴) میں اس کو بیان فرمایا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۵/۱۴ھ۔

کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام امتِ محمدیہ میں شامل ہوں گے؟

سوال[۷۰۰۹]: تبلیغی جماعت کے اجتماعات میں اکابر علماء کے بیانات سننے کا اتفاق ہوا، امتِ محمدیہ کی فضیلت میں انہوں نے بیان کیا کہ انبیاء سابقین میں سے بعض نے امتِ محمدیہ میں شامل ہونے کی تمنا

(۱) راجع رقم الحاشية: ۳، ص: ۶۰

(۲) راجع رقم الحاشية: ۳، ص: ۶۰

(۳) راجع رقم الحاشية: ۳، ص: ۶۰

(۴) "وإنما ذكرناه لكون الخصم يعلم أنه لا بد أن ينزل في هذه الأمة في آخر الزمان ويحكم بسنة محمد صلى الله تعالىٰ عليه وسلم مثل ماحكم الخلفاء المهديون الراشدون". (الفتوحات المكية، الباب الثالث والسبعون إيضاح وشرح المسائل الروحانية، عيسىٰ بن مريم من أمة محمد وهو أفضل من أبي بكر: ۱۰۸: ۱۳۸/۱۳، المكتبة العربية، مصر)

کی تھی، چنانچہ آخر زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے امتی ہوکر تشریف لائیں گے۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہ نے بھی اپنی تصنیف کتاب ''داڑھی کا وجوب''، ص:۲۹، (مطبوعہ ۱۲۹۶ھ) میں اسی طرح تحریر فرمایا ہے:

''مدعیانِ اسلام بتلائیں کہ وہ کیا قدر کر رہے ہیں، سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی، جن کے امتی بن کر قبل قیامت ہی حضرت مسیح علیہ السلام تشریف لائیں گے''۔

اور اسی طرح پورے برما کے تبلیغی بیانات میں کہا جاتا ہے، لہٰذا یہ کہنا کہ قبل قیامت حضرت عیسیٰ علیہ السلام سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے امتی ہوکر تشریف لائیں گے، شرعاً کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہودیوں کے ارادۂ بد سے بچانے کے لئے زندہ آسمان پر اٹھالیا(۱) اور پھر صدیوں بعد حضرت سید الانبیاء محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے اور اپنی دعوت قوم کے سامنے پیش کی، جب کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہاں موجود نہیں تھے، آسمان پر تھے، تو حضرت عیسیٰ کی ہدایت کے لئے حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف نہیں لائے، اس اعتبار سے ان کو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا امتی نہیں کہا جاتا، البتہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دعا کی تھی امت محمدیہ میں شامل ہونے کی (۲)، ان کی دعا کو اس طرح قبول کیا گیا کہ وہ اخیر زمانہ میں جب کہ ان کی نبوت اور تشریع کا زمانہ نہیں ہوگا،

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿وقولهم إنا قتلنا المسيح عيسى ابن مريم رسول الله وما قتلوه وما صلبوه ولكن شبه لهم وإن الذين اختلفوا فيه لفي شك منه، مالهم به من علم إلا اتباع الظن، وما قتلوه يقينا بل رفعه الله إليه وكان الله عزيزاً حكيماً﴾ (النساء: ۱۵۷)

''والصحيح أن الله تعالیٰ رفعه إلى السماء من غير وفاة ولا نوم كما قال الحسن وابن زيد، وهو اختيار الطبري، وهو الصحيح عن ابن عباس''. (الجامع لأحكام القرآن للقرطبي، آل عمران: ۵۵: ۴/ ۶۰، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في تفسير روح المعاني: ۳/ ۱۷۹، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۲) ''قيل: سينزل عيسى عليه السلام من السماء على عهد الدجال ... ويقتل الدجال ويتزوج بعد قتله =

بلکہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت اور تشریع کا زمانہ ہوگا، آسمان سے نازل ہوں گے(۱) اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلیفہ کی حیثیت سے آپ کی شریعت کے مطابق حکم فرمائیں گے اور عمل کریں گے، اس اعتبار سے گویا وہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت میں شامل ہوں گے، مگر ان کی نبوت سلب نہیں ہوگی، وہ محفوظ ہوگی اور حکم شرع محمدی پر کریں گے(۲)۔ حضرت اقدس مولانا محمد زکریا صاحب شیخ

= امرأة من العرب وتلد منه، ثم يموت هو بعد ما يعيش أربعين سنة من نزوله، فيصلي عليه المسلمون؛ لأنه سأل ربه أن يجعله من هذه الأمة فاستجاب الله دعاءه". (تفسير روح البيان، آل عمران: ۵۵: ۲/۵۱، المكتبة القدس كوئٹه)

"ويقال: إنه ينزل ويتزوج امرأة من العرب بعد مايقتل الدجال، وتلد له ابنة فتموت ابنته، ثم يموت هو بعد ما يعيش سنين؛ لأنه قد سأل ربه أن يجعله من هذه الأمة فاستجاب الله دعاه". (تفسير بحر العلوم للسمرقندي: ۱/۲۷۲، آل عمران: ۵۵، دارالكتب العلمية بيروت)

(۱) "أن أبا هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : كيف أنتم إذا نزل ابن مريم فيكم وإمامكم منكم". (صحيح البخاري، كتاب الأنبياء، باب نزول عيسىٰ ابن مريم عليه السلام: ۱/۴۹۰، قديمي)

"عن أبي هريرة (رضي الله تعالىٰ عنه) قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : والله لينزلن ابن مريم حكما عادلا، وليكسرن الصليب......". (مشكاة المصابيح، كتاب الفتن، باب نزول عيسىٰ عليه الصلوة والسلام، الفصل الأول: ۲/۴۷۹، قديمي)

(۲) "فإن قيل: قد ورد في الحديث نزول عيسىٰ بعده؟ قلنا: نعم! لكنه يتابع محمدا عليه السلام؛ لأن شريعته قد نسخت، فلا يكون إليه وحي ونصب الأحكام، بل يكون خليفة رسول الله عليه السلام". (شرح عقائد النسفية للتفتازاني، ص: ۱۰۱، طبع فرنگی محل)

"إن عيسىٰ عليه الصلاة والسلام مع بقائه على نبوته معدود في أمة النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، وداخل في زمرة الصحابة رضي الله تعالىٰ عنهم، فإنه اجتمع بالنبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وهو حيّ مؤمنا به ومصدقا ...... إنما يحكم عيسىٰ بشريعة نبينا صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بالقرآن والسنة، عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : ألا! إن ابن مريم ليس بيني وبينه نبي ولا رسول، إلا أنه خليفتي في أمتي من بعدي". (الحاوي للفتاوىٰ، كتاب الأعلام بحكم عيسىٰ =

الحدیث مذکلہ کا مقصد یہ نہیں کہ ان کی نبوت سلب ہو جائے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۵/۱۴۰۰ھ۔

نبوت اور حیاتِ خضر علیہ السلام

سوال[۹۹۰۸]: حضرت خضر علیہ السلام نبی تھے؟ کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام والے حضرت خضر ابھی تک حیات ہیں؟ قرآن وحدیث سے اگر کوئی ثبوت ہو تو مطلع کریں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

راجح یہ ہے کہ حضرت خضر ولی تھے(۱)، ان کا واقعہ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ قرآن کریم میں مذکور

= عليه السلام: ۱۸۸/۲، ۱۹۵، دار الفكر)

"أن سعيد بن المسيب سمع أباهريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "والذي نفسي بيده ليوشكن أن ينزل فيكم ابن مريم حكما". الحديث ..... قوله: (حكما) أي: حاكما، والمعنى أنه ينزل حاكما بهذه الشريعة، فإن هذه الشريعة باقية لا تنسخ، بل يكون حاكما من حكام هذه الأمة الخ". (فتح الباري، كتاب أحاديث الأنبياء، باب نزول عيسى بن مريم عليهما السلام: ۶/۴۹۰، ۴۹۱، دار المعرفة)

(۱) "وذهب كثيرون إلى أنه لم يكن نبيا بل كان وليا، فالله أعلم". (تفسير ابن كثير، كهف: ۸۲: ۱۳۵/۳، دار الفيحاء)

یہ ایک جماعت کی رائے ہے، البتہ اکثر مفسرین اور شراحِ حدیث آپ کے نبی ہونے کے قائل ہیں۔ اور اسی کو انہوں نے جمہور کا مذہب قرار دیا ہے۔ اور یہی رائے معاصر اربابِ فتاویٰ کی بھی ہے۔

"فالجمهور على أنه عليه السلام نبي وليس برسول، وقيل هو رسول، وقيل هو ولي، وعليه القشيري وجماعة، والمنصور ماعليه الجمهور، وشواهده من الايات والأخبار كثيرة وبمجموعها يكاد يحصل اليقين". (روح المعاني، الكهف: ۶۵: ۳۲۰/۱۵، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"والخضر نبي عند الجمهور، وقيل: هو عبد صالح غير نبي، والآية تشهد بنبوته؛ لأن بواطن الأفعال لاتكون إلا بوحي ... والأول صحيح، والله أعلم". (الجامع لأحكام القرآن للقرطبي، الكهف: ۶۵: ۱۵/۱۱، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"وحكى ابن عطية البغوي عن أكثر أهل العلم أنه نبي ..... وقالت طائفة منهم القشيري: هو =

ہے(۱)۔محدثین ان کے حیات ہونے کے قائل نہیں،صوفیہ قائل ہیں(۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند،۸/۴/۹۵ھ۔

حضرت عائشہ وفاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے درمیان تفاضل کا حکم

سوال[۹۹۰۹]:

جناب فاطمہ اور عائشہ میں فرق ہے اتنا کہ

یہ جنت کی شہزادی تو وہ فردوس کی رانی

= ولي". (فتح الباري، كتاب أحاديث الأنبياء، باب حديث الخضر مع موسىٰ عليه السلام، رقم الحديث: ٣٤٠٢: ٦/٥٣٦، قديمى)

"فالجمهور على أنه نبي، وهو الصحيح؛ لأن أشياء في قصته تدل على نبوته، وروى مجاهد عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنه أنه كان نبياً". (عمدة القارئ، كتاب أحاديث الأنبياء، باب حديث الخضر مع موسىٰ عليه السلام، رقم الحديث: ٣٤٠٢: ١٥/ ٤١٢، دار الكتب العلمية بيروت)

"قال الحميري المفسر وأبو عمرو: هو نبي -واختلفوا في كونه مرسلاً- وقال القشيري وكثيرون: هو ولي واحتج من قال بنبوته بقوله: ﴿ما فعلته عن أمري﴾ (الكهف: ٨٢) فدل على أنه أوحي إليه ... ". (مرقاة المفاتيح، كتاب أحوال القيامة وبدء الخلق، باب بدء الخلق وذكر الأنبياء عليهم الصلاة والسلام، الفصل الأول، رقم الحديث: ٥٧١١: ١٠/٣٨٣، رشيديه)

(وكذا في فتاوى حقانية: ١/١٤٨، جامعه دار العلوم حقانيه)

(وكذا في خير الفتاوى: ١/٣٢٤، ٣٢٥)

(وكذا في آپ کے مسائل اور ان کا حل: ١/٩٩)

(١) (الكهف: ٦٠-٨٢)

(٢) "وقال ابن الصلاح: هو حيّ عند جمهور العلماء، والعامة معهم في ذلك، وإنما شذ بانكاره بعض المحدثين وتبعه النووي، وزاد أن ذلك متفق عليه بين الصوفية وأهل الصلاح، وحكاياتهم في رؤيته، والاجتماع به أكثر من أن تحصى الخ". (فتح الباري، كتاب أحاديث الأنبياء، باب حديث الخضر مع موسى عليهما الصلاة و السلام: ٦/٥٣٦، قديمى)

(وكذا في شرح صحيح مسلم للنووي، كتاب الفضائل، باب من فضائل الخضر عليه الصلاة والسلام: ٢/٢٦٩، قديمى)=

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت عائشہ وحضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے درمیان تفاضل کی کیا ضرورت پیش آئی؟ اس سے سکوت چاہیے(۱)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/ ۸/ ۹۵ھ۔

کیا امام مہدی پہلے سے موجود ہیں؟

سوال[۱۰۹۹۱]: بہشتی زیور میں یہ لکھا ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام قیامت کے قریب ظاہر ہوں گے، تو کیا ان کا وجود پہلے سے ہے؟ ظاہر ہونے سے شبہ ہوتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

نہیں، پہلے سے نہیں، کتاب المہدی کے عنوان پر امام ابوداؤد - رحمہ اللہ تعالیٰ - نے اپنی سنن میں

= (وكذا في روح المعاني، الكهف: ٢٥: ١٥/ ٣٢١، ٣٢٢، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۱) "وقيل: إن فاطمة رضي الله تعالىٰ عنها أفضل، ويمكن إرجاعه إلى الأول وقيل: بالتوقف لتعارض الأدلة، واختاره الأستروشي من الحنفية وبعض الشافعية". (ردالمحتار، كتاب النكاح، باب الكفاءة: ٣/ ٩٣، سعيد)

"قال السبكي الكبير كما تقدم: لعائشة من الفضائل مالا يحصى، ولكن الذي نختاره وندين الله به أن فاطمة رضي الله تعالى عنها أفضل، ثم خديجة رضي الله تعالىٰ عنها، ثم عائشة رضي الله تعالىٰ عنها، واستدل لفضل فاطمة رضي الله تعالىٰ عنها بما تقدم في ترجمتها أنها سيدة نساء المؤمنين، قلت: وقال بعض من أدركناه، الذي يظهر أن الجمع بين الحديثين أولىٰ، وأن لا تفضل إحدى هما على الأخرى". (فتح الباري، كتاب مناقب الأنصار، باب تزويج النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم خديجة رضي الله تعالىٰ عنها .....: ٧/ ١٧٤، قديمي)

"وقال السيوطي في النقاية: نعتقد أن أفضل النساء مريم وفاطمة، وأفضل أمهات المؤمنين خديجة وعائشة، وفي التفضيل بينهما أقوال: ثالثها: التوقف، أقول: التوقف في حق الكل أولىٰ؛ إذ ليس في الأفضلية دليل قطعي، والظنيات متعارضة غير مفيدة للعقائد المبنية على اليقينيات (ق)". (التعليق الصبيح، كتاب الفتن، باب مناقب أزواج النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، الفصل الأول: ٧/ ٣٦٩، رشيديه)

احادیث بھی سند کے ساتھ بیان فرمائی ہیں، جن میں ان کی علامات اور کچھ حالات درج ہیں کہ وہ ایسے ایسے ہوں گے اور یہ کام کریں گے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۱۰/۱۳۹۹ھ۔

حضرت میکائیل علیہ السلام کے شانہ کی مسافت

سوال[۹۹۱۱]: ایک شخص کہتا ہے کہ حضرت میکائیل علیہ السلام کے شانہ سے سر تک آٹھ سو برس کی مسافت ہے، کیا یہ صحیح ہے؟

محمد سلمان متعلم اشرف العلوم گنگوہ سہارنپور

---

(۱) "عن علي رضي الله تعالیٰ عنه عن النبي صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: "لولم یبق من الدهر إلا یوم، لبعث الله رجلاً من أهل بیتي، یملأها عدلاً كما ملئت جوراً".

"عن أم سلمة رضي الله تعالیٰ عنها قالت: سمعت رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یقول: "المهدي من عِترتي من ولد فاطمة".

"عن أبي سعید الخدري رضي الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "المهدي مني، أجلی الجبهة، أقنی الأنف، یملأ الأرض قسطا وعدلاً كما ملئت ظلماً وجوراً، ویملک سبع سنین".

"عن أم سلمة رضي الله تعالیٰ عنها زوج النبي صلی الله تعالیٰ علیه وسلم، عن النبي صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: یکون اختلاف عند موت خلیفة، فیخرج رجل من أهل المدینة هارباً إلی مکة، فیأتیه ناس من أهل مکة، فیخرجونه وهو کاره، فیبایعونه بین الرکن والمقام، ویبعث إلیه بعث من الشام، فیخسف بهم بالبیداء بین مکة والمدینة، فإذا رأی الناس ذلک أتاه أبدال الشام، وعصائب أهل العراق فیبایعونه، ثم ینشأ رجل من قریش أخواله کلب، فیبعث إلیهم بعثا فیظهرون علیهم، وذلک بعث کلب، والخیبة لمن لم یشهد غنیمة کلب، فیقسم المال، ویعمل في الناس بسنة نبیهم صلی الله تعالیٰ علیه وسلم، ویلقي الإسلام بِجرانه إلی الأرض، فیلبث سبع سنین، ثم یتوفی، ویصلي علیه المسلمون". (سنن أبي داود، باب ذکر المهدي: ۲/ ۲۳۹، إمدادیه ملتان)

الجواب حامداً ومصلیاً:

عظم جثہ کا بتانا مقصود ہے، تحدید مقصود نہیں (١)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ٦/٣/٩٥ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

(١) حضرت میکائیل علیہ السلام کے بارے میں یہ روایت نہ مل سکی، البتہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے بارے میں ایک روایت میں موجود ہے کہ شانہ سے سر تک پانچ سو اور دوسری روایت میں سات سو برس تک کی مسافت ہے:

"وأخرج أبو الشيخ، عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما، عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "ما بين منكبَي جبريل مسيرة خمس مائة عام للطائر السريع الطيران".

وأخرج أبو الشيخ، عن وهب بن منبه أنه سئل عن خلق جبريل؟ فذكر أن مابين منكبيه من زي إلى زي خفق الطير سبع مائة عام". (الدر المنثور، البقرة: ٩٧، ٩٨: ١/١٨٧، دار الكتب العلمية بيروت)

مایتعلق بعلم الغیب

(علم غیب کا بیان)

ہاتھ دیکھ کر قسمت بتانا

سوال[۹۹۱۲]: کیا فرمائیں گے علمائے کرام اس بارے میں کہ ایک مولوی صاحب ہاتھ دیکھ کر دولہا دولہن کا جوڑا اچھا بُرا نصیب اور بیماری بتلاتے ہیں؟ یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسا کرنا درست نہیں، اس سے پرہیز اور توبہ کریں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۴/۴/۱۶ھ۔

تعمیر مکان سے پہلے نجومی کو زمین دکھلانا

سوال[۹۹۱۳]: ہمارے یہاں لوگوں کا دستور ہے کہ جب گھر بنوانا چاہتے ہیں تو پہلے نجومی کو زمین

---

(۱) "من أتى كاهنا أو عرافاً، فصدقه بما يقول: فقد كفر بما أنزل على محمد. أخرجه أصحاب السنن الأربعة، وصححه الحاكم عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه". (ردالمحتار، باب المرتد، مطلب في الكاهن والعراف: ۲۴۲/۴، سعيد)

"عن بعض أزواج النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: من أتىٰ عرافا، فسأله عن شيء لم تقبل له صلوة أربعين ليلة". (صحيح مسلم، باب تحريم الكهانة وإتيان الكهان: ۲۳۲/۲، قديمي)

"قال النووي: العراف من جملة الكهان، وقال الخطابي وغيره: العراف هو الذي يتعاطى معرفة مكان المسروق، ومكان الضالة، ونحوهما". (شرح النووي على صحيح مسلم، باب تحريم الكهانة وإتيان الكهان: ۲۳۲/۲، قديمي)

یا سفلی والے کو دکھاتے ہیں، وہ اس جگہ بیٹھ کر کچھ پڑھتا ہے، پھر زمین کی اچھی بری کی خبر دیتا ہے یا کہتا ہے کہ بعض حصہ میں نقصان دینے والی اشیاء مدفون ہیں، ان کو نکالتا ہے، جب گھر بنایا جاتا ہے، بعض حضرات اپنا تجربہ بتاتے ہیں کہ اگر ایسا نہ کیا جائے تو گھر والوں کو نقصان ہوتا ہے، تو حکم شرع سے مطلع فرمائیں کیا کیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ طریقہ تعلیماتِ اسلام کے خلاف ہے(۱)، اس سے توبہ کریں اور آئندہ بالکل ایسا نہ کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

☆......☆......☆......☆......☆

---

(۱) "عن بعض أزواج النبي صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم، عن النبي صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم قال: "من أتى عرافاً، فسأله عن شيء لم تقبل له صلاة أربعين ليلة". (صحيح مسلم، باب تحريم الكهانة وإتيان الكهان: ۲/۲۳۳، قديمي)

"عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه، أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: من أتى كاهنا فصدقه بما يقول ... فقد برئ بما أنزل على محمد". (سنن أبي داود، كتاب الطب، باب في الكهان: ۲/۱۸۹، رحمانيه)

"من أتى كاهنا أو عرافاً، فصدقه بما يقول، فقد كفر بما أنزل على محمد". أخرجه أصحاب السنن الأربعة، وصححه الحاكم عن أبي هريرة". (ردالمحتار، كتاب السير، باب المرتد، مطلب في الكاهن والعراف: ۴/۲۴۲، سعيد)

مایتعلق بالحاضر والناظر والنور والبشر

(حاضروناظراورنوروبشرکابیان)

حضورصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کوحاضروناظرجاننا

سوال[۹۹۱۴]: حضوراکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضروناظر ہیں یانہیں؟ کہنے والا کہتا ہے کہ تشہد میں بھی حاضر کا صیغہ ہے، یہ مجہول ہے، کیا حضور دورانِ نماز حاضر ہیں؟ اگر نہیں تو غائب کا صیغہ کیوں نہیں ہے؟ میں نے کہا کہ یہ شب معراج کی یادگار کے طور پر ہے، اس میں یاءحرف نداءمحذوف بھی ہے۔"یا أیها النبي" تھا یہ اللہ کا کلام ہے، جسے ہم لوگ صرف دہراتے ہیں، اس کے جواب میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے "السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین" کہا تھا۔ انہوں نے جواب دیا کہ اللہ کے علم میں معاذ اللہ یہ نہ تھا کہ اس کے بعد والے پڑھیں گے اور اتنا ماننے میں کیا حرج ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اور اللہ کے حاضروناظر ہونے میں بڑا فرق ہے، مگر میری سمجھ میں یہ نہ آسکا کہ آپ کو حاضروناظر کیسے مانا جائے؟

میرا خیال ہے کہ روح کو حسی اشارہ سے متعین نہیں کیا جاسکتا، حقائق محمد یہ وہ روح اعظم ہے جس کا تعلق (کنکشن) ساری ارواح سے ہے، لہٰذا ہوسکتا ہے کہ اس بناء پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضروناظر ہوں، مگر بقول حضرت شاہ صاحب اسماعیل شہید رحمہ اللہ تعالیٰ نماز میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تصور کرنا یا خیال آجانا گدھے کے خیال آنے سے بدتر ہے، کیوں کہ گدھے کی تحقیر دل میں ہوتی ہے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر دل میں ہوتی ہے، لہٰذا وہ مشرک ہوجاتا ہے(۱)۔ مگر پھر یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ تشہد میں حاضر کا

---

(۱) ہاں بمقتضائے "ظلمت بعضها فوق بعض" از وسوسۂ زنا، خیالِ مجامعتِ زوجہ خود بہتر است، وصرفِ ہمت بسوئے شیخ وامثال آں از معظمین گو جنابِ رسالت مآب باشند بچندیں مرتبہ بدتر از استغراق درصورت گاؤ وخر است، کہ خیال آں با تعظیم واجلال بسویدائے قلب انسان می چسپد، بخلاف خیال گاؤ وخر کہ نہ آں قدر چسپیدگی مے بود ونہ تعظیم، بلکہ مہان ومحقر مے بود۔ وایں تعظیم واجلال غیر کہ در نماز ملحوظ ومقصود مے شود بشرک میکشد"۔ (صراط مستقیم فارسی، ص:۸۶، بحوالہ عبارات اکابر، چوتھا اعتراض، ص:۸۶، مکتبہ صفدریہ)

صیغہ ذہن کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف مائل کردیتا ہے اور حاضر ہونے کا ہر کوئی دعویٰ کرسکتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

قرآن کریم میں بہت سی چیزیں ایسی ہیں جن کو بحیثیت نقل پڑھا جاتا ہے، جیسے ﴿وأنا أول المسلمين﴾(۱) اس کو کوئی شخص بھی یہ سمجھ کر نہیں پڑھتا کہ وہ سب سے پہلا مسلمان ہے، لیکن قرآن پاک میں یہ لفظ جس طرح وارد ہوا ہے، اسی طرح پڑھا جاتا ہے، اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے والد سے مکالمہ (۲) اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون سے مکالمہ (۳) وغیرہ وغیرہ یہ سب چیزیں بطور نقل ہی پڑھی جاتی ہیں۔

التحیات کے متعلق امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تحریر کیا ہے کہ ''روح مبارک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے قلب وذہن میں تصور کر کے بحیثیت خطاب پڑھا جائے، درود شریف پڑھتے وقت یہ تصور کیا جائے کہ ملائکہ کے ذریعہ یہ خدمت اقدس میں پیش کیا جائے گا'' (۴)۔ کسی کو ذہن میں تصور کرنا اور چیز ہے، مثلاً: میں آپ کو خط لکھ رہا ہوں، اس وقت آپ کا تصور میرے ذہن میں ہے، آپ ہی کو خطاب کر رہا ہوں، مگر آپ میرے پاس خارج میں موجود نہیں، آپ حاضر وناظر نہیں، مسئلہ بہت صاف ہے، مگر یار لوگوں نے اسے الجھا دیا ہے۔

حضرت مولانا اسماعیل صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ فرمایا ہے، اس کی تعبیر بھی غلط کی ہے، ''صرفِ ہمت'' ایک اصطلاحی لفظ ہے، اس کا ترجمہ ''خیال'' سے کر کے عوام کو حد درجہ متوحش کردیا گیا ہے، حالانکہ ''صرفِ ہمت'' صرف خیال کا نام نہیں اور محض خیالات آنے سے مشرک نہیں ہوجاتا، البتہ ''صرفِ

---

(۱) (الأنعام: ۱۶۳)

(۲) (مريم: ۴۱-۴۸)

(۳) (طه: ۴۷-۵۴)

(والشعراء: ۱۶-۳۳)

(والأعراف: ۱۰۴-۱۲۶) وغیرہ

(۴) "وأحضر في قلبك النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، وشخصه الكريم وقل: "سلام عليك أيها النبي ورحمة الله وبركاته" وليصدق أملك في أنه يبلغه ويرد عليك ما هو أوفىٰ منه". (إحياء علوم الدين، كتاب أسرار الصلاة ومهمّاتها، الباب الثالث في الشروط الباطنة من أعمال القلب الخ، بيان تفصيل ماينبغي أن يحضر في القلب: ۱/۲۲۱، دار إحياء التراث العربي بيروت)

ہمت'' سے مشرک ہوجاتا ہے۔

''صرفِ ہمت'' کا حاصل یہ ہے کہ قلب میں کسی تصور کو اس طرح قائم کرلینا اور جمالینا کہ وہ تمام قلب کا احاطہ کرلے، کسی اور تصور کی گنجائش نہ رہے، جیسے کسی آئینہ پر سیاہ کپڑا ڈال دیا جائے کہ اس کپڑے کے عکس نے تمام آئینہ کو گھیر لیا، اب کسی اور کے عکس کے اس میں گنجائش نہیں رہی، تو یہ ''صرفِ ہمت'' انتہائی محبت وعظمت کے ساتھ ہوگا اور کسی اور کی گنجائش نہیں رہے گی، یہ آدمی جب نماز میں "إیاك نعبد وإیاك نستعین" پڑھے گا تو اس کا خطاب بھی اس کو ہوگا، جس کی طرف یہ ''صرفِ ہمت'' ہے، رکوع سجدہ بھی اسی کے لئے ہوگا۔

غرض! تمام نماز اسی کے لئے ہوجائے گی، حالانکہ نماز تو اللہ کے لئے ہے، حاضر وناظر کے لئے تمام اشیاء کا علم لازم ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے، قرآن پاک میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حکم ہوا ہے کہ آپ فرمادیں اور اعلان کردیں ﴿قل لا أقول لكم عندی خزائن اللّٰه ولا أعلم الغیب﴾(۱) نیز ارشاد ہے: ﴿وعنده مفاتیح الغیب﴾(۲) اور بھی متعدد آیات ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ علم غیب ذاتی اور کلی حق تعالیٰ کا خاصہ ہے اور تو اور بریلی کے اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں صاحب نے فرمایا ہے کہ ''جو شخص ایک ذرہ بھی علم ذاتی، اللہ کے سوا کسی کے لئے مانے وہ اسلام سے خارج ہے''(۳)۔

نیز لکھا ہے کہ ''علم محیط حق تعالیٰ کا خاصہ ہے''، نیز لکھا ہے کہ ''اللہ کے سوا کسی کو عالم الغیب کہنا منع ہے''۔ تو پھر جو لوگ حاضر وناظر مانتے ہیں، وہ کس بنیاد پر مانتے ہیں؟ احادیث میں تو بے شمار واقعات ہیں، جن سے حاضر وناظر ہونے کی نفی ہوتی ہے اور اس مسئلہ پر مستقل رسائل بھی لکھے گئے ہیں۔ حقائق علیہ کی بحث یہ عقول عامہ کے سمجھنے سے بالاتر ہے، یہ تو عرفاء کا حق ہے، ان کی ہی اصطلاح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۶/۱۴۰۶ھ۔

کیا ''یا'' کے معنی حاضر وناظر کے ہیں؟

سوال[۹۹۱۵]: ''یا'' کے معنی حاضر وناظر کے کہتے ہو، تو لکھ کردو کہ ''یا'' کے معنی حاضر وناظر ہوتا ہے۔

---

(۱) (الأنعام: ۵۰)

(۲) (الأنعام: ۵۹)

(۳) (ملفوظات اعلیٰ حضرت بریلوی: ۲۸۴/۳، محمد علی کارخانہ، اسلامی کتب خانہ کراچی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

کلمہ یا حرف ندا ہے، جس کے ذریعہ کسی کو پکارا جاتا ہے(۱)، جو کہ اس کو سنتا ہے اور ہر ندا کو سنتا وہی ہے جو حاضر ہو، جو حاضر نہ ہو، غائب ہو، دور ہو، وہ خود اس ندا کو نہیں سنتا، اس کو اگر "یا" کے ذریعہ ندا کی جاتی ہے تو اس کے ذریعہ سے کی جاتی ہے کہ خدائے پاک وہاں تک ہماری ندا کو پہنچا دے گا، اس کے تصور کو ذہن میں حاضر کر کے اس کو ندا کی جاتی ہے، جیسے: کوئی شخص اپنے کسی بڑے کو خط لکھتا ہے، اس میں اس کو خطاب کرتا ہے تو اس کا یہ عقیدہ نہیں ہوتا ہے کہ وہ حاضر ہے، جس کو وہ خطاب کرر ہا ہے، بلکہ وہ جانتا ہے کہ میرا یہ خط اس کے پاس ڈاک سے پہنچے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند۔

تشہد میں بوقت سلام حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاضر وناظر سمجھنا

سوال[۹۹۱۶]: التحیات میں سلام کے وقت یہ خیال کرنا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضر اور ناظر ہے اور سلام سن رہے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً: دارالافتاء جامعہ نعیمیہ مراد آباد

مفتیان کرام نے تصریح فرمائی کہ التحیات مبارکہ بقصد انشاء پڑھے اخبار کے ارادے سے نہیں۔ در مختار، ص:۳۴۲، میں ہے:

"بألفاظ التشهد الإنشاء لا الإخبار"(۲) (ملخصاً).

مراقی الفلاح، مصری، ص:۲۳۱ میں ہے:

"فيقصد المصلي إنشاء هذه الألفاظ مرادة له قاصداً معناها الموضوعة له من عنده، كأنه يحي الله تعالى سبحانه، ويسلم على النبي صلى

(۱) "حرف النداء سبعة: وهي: أ، أيْ، يا ...... الخ ...... وتتعين "يا" في نداء اسم الله تعالى". (جامع الدروس العربية، الباب التاسع منصوبات الأسماء، المنادى: ۱۰۹/۳، قديمي)

(۲) (الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۵۱۰/۱، سعيد)

اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم "(۱) (ملخصاً).

اور حضرات عرفاء محدثین نے کتنے پیارے کلمات لکھے، جن سے اہل ایمان کے ذوقِ عرفان میں نکھار پیدا ہوا اور مخالفین کے حلقوم پر نشتر چلے، حضرت امام غزالی احیاء العلوم میں تحریر فرماتے ہیں:

"وأحضِر في قلبك النبي صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم، وشخصه الكريم(۲).

حضرت شیخ محدث دہلوی مکتوبات میں تحریر فرماتے ہیں:

"اور بعض از ارباب تحقیق گفته اند که آنحضرت صلی الله تعالیٰ علیه وسلم باعتبار سریان حقیقت در ذرهائے موجودات واحاطه بابرکات وی بسائر ممکنات در ذات مصلی حاضر است ودرود بصیغه خطاب درحقیقت بملاحظه آن حضور وشهودست صلی الله علیک یا رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم".

عبارت مذکور مسئلہ حاضر وناظر پر مصرح ہے۔ واللہ اعلم۔

الجواب وبيده الحق والصواب (دارالعلوم ديوبند):

التحیات میں لفظ "السلام" پر پہونچ کر صرف نقل واخبار پر کفایت نہ کرے، بلکہ بقصد انشاء ان کلمات کو ادا کرے(۳)، جب کوئی شخص کسی اپنے محترم، مکرم، شیخ، استاذ، والد وغیرہ کو خط لکھتا ہے یا اپنے عزیز، مرید،

---

(۱) (مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في كيفية ترتيب أفعال الصلاة، ص: ۲۸۵، قديمي)

(۲) (إحياء علوم الدين، كتاب أسرار الصلاة ومهماتها، الباب الثالث في شروط الباطنة من أعمال القلب: ۱/۲۲۱، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۳) "ويقصد بألفاظ التشهد معانيها مرادة له على وجه الإنشاء، كأنه يحي الله تعالىٰ ويسلم على نبيه، وعلى نفسه، وأوليائه، لا الإخبار". (الدرالمختار، كتاب الصلاة، فصل في بيان تأليف الصلاة إلى انتهائها: ۱/۵۱۰، سعيد)

"فيقصد المصلي إنشاء هذه الألفاظ مرادة له قاصدا معناها الموضوعة له من عنده، كأنه يحي الله سبحانه وتعالىٰ، ويسلم على النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وعلى نفسه، وأولياء الله تعالىٰ.....". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في كيفية ترتيب أفعال الصلاة، ص: ۲۸۵، قديمي)=

شاگرد، بیٹے وغیرہ کو خط لکھتا ہے اور اس میں صیغۂ خطاب استعمال کرتا ہے، وہاں مقصود نقل واخبار نہیں ہوتا، بلکہ بسااوقات مکتوب الیہ کی صورت کو ذہن میں حاضر کر کے وہی محاورات استعمال کرتا ہے، جو اس کے سامنے کرتا اور جانتا ہے کہ یہ خط وہاں پہونچے گا، یہ عقیدہ نہیں ہوتا کہ مکتوب الیہ ہر جگہ ہر وقت حاضر اور ناظر ہے۔

حضرت سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (فداہ ابی وامی) کو اللہ عزوجل نے اپنی ذات وصفات سے متعلق شانِ نبوت کے لائق اتنا علم عطا فرمایا ہے کہ دیگر تمام انبیاء علیہم السلام واولیاء کرام وملائکہ عظام کا مجموعی علم ایک قطرہ کے برابر ہے، ناپیدا کنار سمندر کے مقابلہ میں اور خدائے قادر مطلق علیم وخبیر کے علم کے مقابلہ میں سب کے علوم کو وہ نسبت نہیں جو سمندر اور قطرہ میں ہوتی ہے، متناہی اور غیر متناہی کے درمیان کیا نسبت (۱)۔

جو شخص اللہ پاک اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم برابر مانے، ملاعلی قاری نے اس کی تکفیر کی ہے (۲)۔ ہر جگہ پر حاضر وناظر ہونا کسی آیت وحدیث سے ثابت نہیں۔ مسئلہ عقیدہ دلیل قطعی سے ثابت ہوتا ہے (۳)، پھر اگر کوئی خبر واحد یا کسی بزرگ کا مقولہ بظاہر دلیل قطعی کے خلاف معلوم ہوتا ہے، تو حسن ظن کے تحت اس کے ایسے معنی کئے جائیں گے جو دلیل قطعی کے خلاف نہ ہوں، نہ کہ اس کو اصل دلیل قرار دے کر دلیل قطعی کو ترک کر دیا جائے، ایسا کرنا کسی کے نزدیک بھی جائز نہیں، عالم الغیب والشہادہ اللہ تعالیٰ کی خصوصیت

= (وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/۵۲۷، رشيديه)

(۱) "إن الله جعل للعقول في إدراكها حدّ اتنتهي إليه لا تتعداه، ولم يجعل لها سبيلاً إلى الإدراك في كل مطلوب، ولو كانت كذلك لاستوت مع الباري تعالىٰ في إدراك جميع ماكان ومايكون ومالا يكون؛ إذ لو كان، كيف كان يكون؟ فمعلومات الله لا تتناهي، ومعلومات العبد متناهية، والمتناهي لا يساوي مالا يتناهي". (الاعتصام للشاطبي، الباب العاشر في معنى الصراط المستقيم الخ، فصل النوع الثالث، ص: ۵۲۲، دار المعرفة بيروت)

(۲) (الموضوعات الكبرىٰ، فصل: ومنها مخالفة الحديث لصريح القرآن، ص: ۳۲۴، قديمى)

(۳) "ومعرفة العقائد عن أدلتها بالكلام. وقيد الجمهور الأدلة بالقطعية؛ لأن اتباع الظن في العقائد مذموم". (النبراس، الأدلة الشرعية أربعة، ص: ۱۷، مكتبه حقانيه ملتان)

"والاكتفاء بالظن إنما يجوز في العمليات لا في الاعتقاديات". (النبراس بيان الخلفاء الراشدين، ص: ۳۰۱، مكتبه حقانيه ملتان)

ہے۔اس میں اس کا کوئی شریک نہیں، علم الغیب پر مستقل رسائل تصنیف کئے گئے ہیں، مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے بھی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہنے کی اجازت نہیں دی، بلکہ منع کیا ہے، جیسا کہ صمصام میں تصریح ہے(۱)، ملفوظات میں بھی یہ بحث موجود ہے(۲)، خدائے پاک نے حکم فرمایا:

﴿قل لا أقول لكم عندی خزائن الله ولا أعلم الغيب﴾ الآية(٣).

﴿قل ماكنت بدعا من الرسل وما أدری ما يفعل بی ولا بكم﴾ الآية (٤).

﴿وعنده مفاتيح الغيب لا يعلمها إلا هو﴾ الآية(٥).

﴿قل لا يعلم من فی السموات والارض الغيب إلا الله﴾ الآية (٦).

﴿عالم الغيب والشهادة﴾ الآية(٧).

غیب کی باتوں کا جس قدر علم حق تعالیٰ نے عطا فرمایا، عطا ہو گیا، یہ بات نہیں ہے کہ غیب کی بات پر جب چاہیں مطلع ہو جائیں۔

"ثم اعلم أن الأنبياء لم يعلموا المغيبات من الأشياء إلا ما أعلمهم الله تعالیٰ أحياناً، ذكر الحنفية تصريحاً بالتكفير باعتقاد أن النبي عليه السلام يعلم الغيب لمعارضة قوله تعالى ﴿قل لايعلم من فی السمٰوٰت والأرض الغيبْ إلا الله﴾" كذا في المسايرة، ص: ١٨٥، شرح فقه اكبر(٨).

---

(۱) (صمصام، ص: ۲۷، مطبع اهل سنت والجماعت بریلی محله سوداگران)

(۲) "جو شخص ذرہ برابر غیر خدا کے لئے علم بلا واسطہ مانے، کافر ہے"۔ (ملفوظات بریلوی: ۳/۲۸۴، کارخانہ اسلامی کتب خانہ)

(۳) (الأنعام: ۵۰)

(۴) (الأحقاف: ۹)

(۵) (الأنعام: ۵۹)

(۶) (النمل: ۶۵)

(۷) (التغابن: ۱۸)

(۸) (شرح الفقه الأكبر للملا علي القاريؒ، ص: ۱۵۱، قديمي)

"وحاصله: أن دعوى الغيب معارضة لنص القرآن، فيكفر بها". (ردالمحتار، باب المرتد، =

"ومن اعتقد تسوية علم الله ورسوله يكفر إجماعاً". ملا علي قارئ في الموضوعات، ص: ۱٦۲(۱).

ملفوظ حصہ اول میں حضرات اکابر دیوبند کی طرف غلط باتیں حسب عادت منسوب کرنے کے بعد خاں صاحب نے جو کچھ اپنا مسلک لکھا ہے، وہ یہ ہے، "برابری تو درکنار میں نے اپنے کتابوں میں تصریح کردی ہے کہ اگر تمام اولین وآخرین کا علم جمع کیا جائے تو اس علم کو علم وحی سے وہ نسبت ہرگز نہیں ہوسکتی، جو ایک قطرہ کے کروڑویں حصے کو سمندر سے ہے کہ یہ نسبت متناہی کی متناہی سے ہے اور وہ غیر متناہی ہے، متناہی کو غیر متناہی سے کیا نسبت ہوسکتی ہے"(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۹/۹۷ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

= مطلب في دعویٰ علم الغيب: ۴/۲۴۳، سعيد)

"وبالجمله فالعلم بالغيب أمر تفرد به الله تعالىٰ، لا سبيل للعباد إليه، إلا بإعلام منه بالوحي، أو إلهام بطريق المعجزة، أو الكرامة، أو إرشاد ......". (النبراس شرحُ شرح العقائد، ص: ۳۴۳، مكتبه حقانيه ملتان)

(۱) (الموضوعات الكبرى، فصل: ومنها مخالفة الحديث لصريح القرآن، ص: ۳۲۴، قديمى)

(۲) (ملفوظات اعلیٰ حضرت بریلوی: ۱/۵۹، محمد علی کارخانہ اسلامی کتب خانہ کراچی)

مایتعلق بحیاۃ الأنبیاء وسماع الموتیٰ

(حیات انبیاء اور سماع موتی کا بیان)

مسئلہ حیات النبی

سوال[۹۹۱۷]: ۱.....حیات النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں علماء اہل سنت کا کیا نقطہ نظر ہے؟ اگر اہل سنت والجماعت کے نزدیک رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حیات ہیں، تو اس حیات کی کیا نوعیت ہے؟

۲.....منکرینِ حیات النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مستدل یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کے بعد خلیفہ اول سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے پہلے خطبہ میں فرمایا تھا:

"من کان یعبد محمداً فإن محمداً قد مات، ومن کان یعبد اللّٰہ، فإن اللّٰہ حيّ لایموت"(۱).

اس عبارت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زندہ نہیں ہیں، وفات پاچکے، اب حیات کا کوئی سوال نہیں پیدا ہوتا ہے، اس کا کیا جواب ہے؟

۳.....علماء دیوبند نے مسئلہ مجوزہ میں کیا طریقہ اختیار کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر موت کا طاری ہونا قرآن کریم اور حدیث شریف سے ثابت ہے(۲)۔

---

(۱) (البدایة والنهایة، احتضاره ووفاته صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: ۲۴۸/۵، حقانیه پشاور)

(۲) "عن عائشة رضي الله تعالیٰ عنها قالت: کان رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یقول في مرضه الذي مات: "یا عائشة! ما أزال أجد ألم الطعام الذي أکلت بخیبر، وهذا أوانُ وجدت انقطاعَ أبهري من ذلک السم". (مشکاة المصابیح، کتاب الفتن، باب وفاة النبي صلی الله تعالیٰ علیه وسلم، الفصل الثالث: ۵۴۸/۲، قدیمي) ....=

ارشادِ باری ہے:﴿إنك میت وإنهم میتون﴾(۱) اگر موت طاری نہ ہوتی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ وہ معاملہ نہ کیا جاتا جو میت کے ساتھ کیا جاتا ہے، یعنی غسل، کفن، صلوۃ جنازہ، دفن اور پھر خلیفہ کی تجویز وغیرہ، لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی موت دوسروں کی موت سے خاص امتیاز رکھتی ہے، آپ کی میراث تقسیم نہیں ہوئی، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات سے کسی کا نکاح درست نہیں (۲)، بعض اس کے قائل

= "عن عائشة رضي الله تعالیٰ عنها قالت: لما قبض رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم اختلفوا في دفنه، فقال أبوبكر رضي الله تعالیٰ عنه: سمعت من رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم شیئاً، قال: ما قبض الله نبیاً إلا في الموضع الذي یجب أن یدفن فیه". ادفنوه في موضع فراشه". (جامع الترمذي، كتاب الجنائز، باب: ۱/۱۹۷، ۱۹۸، سعید)

"عن أنس رضي الله تعالیٰ عنه، لما ثقل النبي صلی الله تعالیٰ علیه وسلم جعل یتغشاه الكرب، فقالت فاطمة: واكرب أباه! فقال لها: "لیس علی أبیک كرب بعد الیوم" فلما مات قالت: یا أبتاه! أجاب رباً دعاه، من جنة الفردوس ماواه، یا أبتاه! إلی جبریل ننعاه. فلما دفن قالت فاطمة: یا أنس! أطابت أنفسكم أن تحثوا علی رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم التراب". (صحیح البخاري، كتاب المغازي، باب مرض النبي صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ووفاته: ۲/۶۴۱، قدیمی)

(۱) (الزمر: ۳۰)

(۲) "فذهب جماعة من العلماء إلی أن هذه الحیاة مختصة بالشهداء، والحق عندي عدم اختصاصها بهم، بل حیاة الأنبیاء أقوی منهم، وأشد ظهوراً آثارها في الخارج، حتی لایجوز النكاح بأزواج النبي صلی الله تعالیٰ علیه وسلم بعد وفاته، بخلاف الشهید، والصدیقون أیضاً أعلی درجة من الشهداء". (التفسیر المظهری، البقرة: ۱۵۴): ۱/۱۵۲، حافظ كتب خانه كوئٹه)

"عن ابن عباس رضي الله تعالیٰ عنهما في قوله: ﴿وما كان لكم أن تؤذوا رسول الله﴾ قال: "نزلت في رجل همّ أن یتزوج بعض نساء النبي صلی الله تعالیٰ علیه وسلم بعده، قال رجل لسفیان: أهي عائشة؟ قال: قد ذكروا ذلک ...... (قال الحافظ ابن كثیر) ولهذا اجتمع العلماء قاطبة علی أن من توفي عنها رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم من أزواجه أنه یحرم علی غیره تزوجها من بعده؛ لأنهن أزواجه في الدنیا والآخرة، وأمهات المؤمنین". (تفسیر ابن كثیر، الأحزاب: ۵۳): ۳/۶۲۸، دارالسلام)

"عن عائشة رضي الله تعالیٰ عنها: أن فاطمة بنت النبي صلی الله تعالیٰ علیه وسلم أرسلت إلی =

ہیں کہ محض کچھ وقفہ کے لئے روح اطہر، جسم مبارک سے جدا ہوئی، پھر وہیں لوٹا دی گئی (۱)۔ جو احساسات سمع، بصر وغیرہ کے قبل از موت حاصل تھے، وہ اب قوی تر ہو گئے۔

بعض اس کے قائل ہیں کہ روح مبارک، جسم اطہر سے جدا نہیں کی گئی، بلکہ پھیلاؤ کے اعتبار سے اس کے اوقات کو محدود کر دیا گیا اور کیفیت کے اعتبار سے اس میں بہت اضافہ ہو گیا ہے، جیسے ایک چراغ ہو کہ اس کی روشنی بہت دور تک پھیلتی ہے، مگر جس قدر دوری ہوتی جاتی ہے، روشنی دھیمی اور ہلکی ہوتی جاتی ہے، اگر اس چراغ پر ایک طشت ڈھانک دیا جائے، تو روشنی طشت سے باہر نہیں نکلتی، دور تک نہیں پہونچتی، صرف طشت کے اندر رہتی ہے، لیکن کیفیت کے اعتبار سے بہت قوی ہو جاتی ہے (۲)۔ کچھ ایسی حالت یہاں بھی ہے، مگر برزخ کے حالات کو عالم مشاہدہ کے حالات پر قیاس نہیں کیا جا سکتا، قیاس الغائب علی الشاہد ناجائز ہے (۳)، کم از کم دو سو

= أبي بكر تسئله ميراثها من رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم مما أفاء الله عليه بالمدينة، وفدك، وما بقي من خمس خيبر، فقال أبوبكر: إن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "لا نورث، ما تركنا صدقة". (صحيح البخاري، كتاب المغازي، باب غزوة خيبر: ۲/ ۶۰۹، قديمي)

(۱) "قال البيهقي في كتاب الاعتقاد: الأنبياء بعد ما قبضوا ردت إليهم أرواحهم، فهم أحياء عند ربهم كالشهداء". (الحاوي للفتاوى، كتاب البعث، أنباء الأذكياء بحياة الأنبياء: ۲/ ۱۸۰، دار الفكر)

(۲) "اور ارواحِ انبیاء کو بدن کے ساتھ علاقہ بدستور رکھتا ہے پر اطراف وجوانب سے سمٹ آتی ہے اور اس لئے حیاتِ جسمانی کو بہ نسبت سابق ایسی طرح قوت ہو جاتی ہے جیسے ظرفِ مذکور کے رکھ دینے کے بعد چراغ کے شعلہ میں نورانیت بڑھ جاتی ہے..... بہرحال ارواح انبیاء کرام کو بدستور اپنے ابدان کے ساتھ تعلق رہتا ہے، بلکہ کیفیت حیات بعد بوجہ اجتماع مدت اور بھی قوت آ جاتی ہے اور مثلِ نورِ چراغ وظلمتِ ظرفِ محیط حیت وموت دونوں مجتمع ہو جاتے ہیں"۔ (نادر مجموعہ رسائل، مولانا محمد قاسم نانوتوی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ، رسالہ جمال قاسمی، ص: ۱۱، ۱۲، میر محمد کتب خانہ)

(۳) "وقياس الغائب على الشاهد فاسد". (شرح العقائد النسفية، مبحث رؤية الله تعالىٰ والدليل عليها، ص: ۷۵، قديمي)

"ومنعه من قياس الغائب على الشاهد". (روح المعاني البقرة: ۱۴: ۱/ ۱۵۸، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"وبأن أصل ما ذكروه قياس الغائب على الشاهد وهو أصل كل خبط". (فتح الباري، كتاب التوحيد، باب مايذكر في الذات والنعوت....، رقم الحديث: ۷۴۰۲: ۱۳/ ۴۷۳، قديمي)

جگہ اس کو امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تفسیر کبیر میں لکھا ہے جس کے ذریعہ سے برزخ، جنت، دوزخ، لوح، عرش وغیرہ پر وارد ہونے والے اعتراضات کو رد کیا ہے۔ واللہ اعلم۔ بحقیقۃ الحال، حضرت نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ''آب حیات'' میں یہ مسئلہ مذکور ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند، ۲۳/۱۱/۱۴۰۰ھ۔

انبیاء کی خدمت میں ازواج مطہرات کا پیش کیا جانا

سوال[۹۹۱۸]: بعض لوگ کہتے ہیں کہ انبیاء علیہ السلام کی قبور مطہرہ میں ازواج مطہرات پیش کی جاتی ہیں، وہ ان کے ساتھ شب باشی فرماتے ہیں، کیا یہ قول صحیح ہے؟ نیز کیا مرنے کے بعد سمع وبصر وادراک بڑھ جاتا ہے؟ عام لوگوں کا حتیٰ کہ کفار کے بھی سمع بصر وادراک بڑھ جاتے ہیں، کیا یہ صحیح ہے یا نہیں؟ نیز "ولایۃ النبي أفضل من نبوتہ" جو مقولہ ہے، اس کا کیا مطلب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

انبیاء علیہم السلام کی حیات اُن کی قبور میں برزخی حیات ہے، جو کہ اس عالم کی حیات سے قوی ہے(۱)، جیسے کہ چراغ ہے، اس کی روشنی سارے کمرے میں پھیل رہی ہے، لیکن اس کے اوپر جب طشت ڈھانک دیا جائے، جس سے اس کی روشنی محدود ہو جائے گی، مگر پہلے سے زیادہ قوی ہو جائے گی، جو چیز احادیث سے ثابت ہو، اس کا تو اعتراف کیا جائے گا اور جس چیز کی احادیث میں نفی کردی گئی ہو، اس کا انکار کردیا جائے گا(۲)۔ اور

(۱) "فأقول: حیاۃ النبي صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم في قبرہ ھو وسائر الأنبیاء معلومۃ قطعاً..... فمن الأخبار الدالۃ في ذلک ما أخرجہ مسلم، عن أنس: أن النبي صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لیلۃ أسري بہ مر بموسی علیہ الصلاۃ والسلام، وھو یصلي في قبرہ اھـ". (الحاوي للفتاویٰ، أنباء الأذکیاء بحیاۃ الأنبیاء: ۱۷۸/۲، دار الفکر)

(وکذا في تفسیر ابن کثیر، آل عمران: ۱۶۹: ۵۲۵/۱، دار الفیحاء)

(وکذا في التفسیر المظھري، البقرۃ: ۱۵۴: ۱۵۲/۱، حافظ کتب خانہ)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وما آتکم الرسول فخذوہ ومانھکم عنہ فانتھوا﴾ (الحشر: ۷)

"قولہ تعالیٰ: ﴿وما آتکم الرسول فخذوہ﴾ وإن جاء بلفظ الإیتاء، وھو المناولۃ، فإن معناہ الأمر؛ بدلیل قولہ تعالیٰ: ﴿وما نھکم عنہ فانتھوا﴾ فقابلہ بالنھي، ولا یقابل النھي إلا بالأمر؛ والدلیل =

جس چیز سے احادیث ساکت ہو اس میں توقف کیا جائے گا، اپنی قیاس اور رائے سے کوئی بات نہیں کہی جائے گی، میں نے یہ کہیں کسی احادیث میں نہیں دیکھا کہ انبیاء علیہم السلام کی قبور مطہرہ میں ازواجِ مطہرات پیش کی جاتی ہیں اور وہ ان کے ساتھ شب باشی کرتے ہیں۔ کفار کو عذاب کا ادراک واحساس بہت بڑھ جاتا ہے، لذائذ اور نعمتوں سے بالکل محروم ہو جاتے ہیں، کوئی ادراک باقی نہیں رہتا، اس کا مطلب یہ ہے کہ نبی کی دو صفتیں ہیں:

۱- نبوت، جس میں مخلوق کی طرف رخ ہوتا ہے، احکام پہنچانے کے لئے۔

۲- دوسرا وصف ولایت، اس میں حق تعالیٰ کی طرف رخ ہوتا ہے کمالات حاصل کرنے کے لئے، تو جس حالت میں حق تعالیٰ کی طرف رخ ہو، وہ اعلیٰ ہے، اس حالت سے جس میں مخلوق کی طرف رخ ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند۔

میت کا قبر میں نماز اور قرآن کریم کی تلاوت کرنا

سوال [۹۹۱۹]: ایک معتبر کتاب میں بزرگوں کے اقوال اس طرح درج کئے گئے ہیں:

بعض اشخاص اس دنیائے فانی سے کوچ کرنے کے بعد قبروں میں نماز کی پابندی کرتے تھے، ایسے واقعات بزرگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے، ایسے واقعات اعتبار کرنے کے قابل ہیں یا نہیں؟ اور بعض لوگ قرآن شریف کی تلاوت بھی کرتے تھے اور ان کا جسم بھی اچھی حالت میں تھا، یہ کہاں تک صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس قسم کے متعدد واقعات شرح الصدور میں مذکور ہیں (۱)، اللہ رب العزت کی حفاظت واجازت سے

= علی فهم ما ذكرناه قبل مع قوله عليه السلام: "إذا أمرتكم بأمر فأتوا منه ما استطعتم، وإذا نهيتكم عن شيء فاجتنبوه". (الجامع لأحكام القرآن للقرطبي، الحشر: ۷: ۱۸/ ۱٦، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"وقوله تعالى: ﴿وما آتاكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا﴾ أي: مهما أمركم به فافعلوه، ومهما نهاكم عنه فاجتنبوه، فإنه إنما يأمر بخير وإنما ينهى عن الشر". (تفسير ابن كثير، الحشر: ۷: ۴/ ۴۳۱، دار السلام)

(۱) (ملاحظہ فرمائیں، شرح الصدور في أحوال الموتى والقبور، باب أحوال الموتى في قبورهم وأنسهم فيها=

ایسا ہونا بعید نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: العبد نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۸/۳/۹۱ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

= وهل يصلون فيها ويقرؤون ويتزاورون ويتنعمون ويلبسون؟، ص:۱۸۷-۱۹۱، دارالمعرفة بيروت)

مایتعلق بالتوسل في الدعاء

(دعامیں توسل کا بیان)

دعامیں توسل

سوال[۹۹۲۰]: دعابلاواسطے افضل ہے یابواسطے؟ اس طرح کہ رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل میں صدقہ میں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

دعاعامۃً بلاواسطے ہی ہے(۱)، گاہے بلواسطے بھی ہے(۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمودغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۳/۸۷ھ۔

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿وقال ربكم ادعوني استجب لكم﴾ (المؤمن: ۶۰)

وقال الله تعالیٰ: ﴿وإذا سألک عبادی عني فإني قريب أجيب دعوة الداع إذا دعان فليستجيبوا لي وليؤمنوا بي لعلهم يرشدون﴾ (البقرة: ۱۸۶)

"عن ابن عباس رضي الله تعالیٰ عنهما قال: كنت خلف رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم يوماً فقال: يا غلام! احفظ الله، يحفظک، احفظ الله تجده تجاهک، وإذا سألت فسأل الله، وإذا استعنت فاستعن بالله ...... الخ". (جامع الترمذي، أبواب الزهد عن رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم، باب: ۲/۷۸، سعيد)

(۲) "أن عمر بن الخطاب رضي الله تعالیٰ عنه كان إذا قحطوا، استسقی بالعباس بن عبدالمطلب رضي الله تعالیٰ عنه فقال: "اللهم إنا كنا نتوسل إليک بنبينا فتسقينا، وإنا نتوسل إليک بعم نبينا فاسقنا".

(صحيح البخاري، أبواب الاستسقاء، باب سؤال الناس الإمام إذا قحطوا: ۱/۱۳۹، قديمي)

"وقال الحافظ رحمه الله تعالیٰ في شرحه: ويستفاد من قصة العباس استحباب الاستشفاع بأهل الخير والصلاح وأهل بيت النبوة". (فتح الباري، كتاب الاستسقاء، باب سؤال الناس الإمام الاستسقاء إذا قحطوا: ۲/۶۳۲، قديمي) .... =

قبولیت دعا کے لئے ضعفاء کا وسیلہ

سوال[۱۰۹۹۲]: خود رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کفار پر فتح پانے کے لئے دعا کے وقت خدا کے آگے فقراء صحابہ کا واسطہ پیش کیا تھا، کیا یہ بات شرع سے ثابت ہے؟ مجھے اس بات پر حوالہ چاہیے کہ یہ کس کتاب اور صفحہ پر درج ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

فقراء صحابہ کے لئے غزوہ بدر میں دعا کی تھی اور یہ بھی بارگاہ خداوندی میں عرض کیا تھا کہ "اے اللہ! اگر یہ ختم ہوگئے تو تیری عبادت کرنے والا کوئی نہیں رہے گا"۔ یہ بخاری شریف، کتاب المغازی میں ہے: ۲/۵۱۴(۱)۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۵/۹۶ھ۔

= "وقال السبكي: يحسن التوسل بالنبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم إلى ربه ولم ينكر أحد من السلف ولا الخلف إلا ابن تيمية، وابتدع مالم يقله عالم قبله، ونازع العلامة ابن امير الحاج في دعوى الخصوصية وأطال الكلام على ذلك في الفصل الثالث عشر اخر شرحه على المنية فراجعه". (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة: ۶/۳۹۷، سعيد)

"عندنا وعند مشائخنا يجوز التوسل في الدعوات بالأنبياء والصالحين من الأولياء والصديقين والشهداء في حياتهم وبعد وفاتهم". (المهند على المفند، ص: ۸، قديمى)

(۱) "عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما قال: قال النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يوم بدر: اللهم أنشدك عهدك ووعدك اللهم إن شئت لم تعبد" فأخذ أبوبكر بيده، فقال: "حسبك" فخرج، وهو يقول: "سيهزم الجمع ويولون الدبر". (صحيح البخاري، كتاب المغازي، باب قول الله تعالىٰ ......: ۲/۵۶۴، قديمى)

"عن عمر بن الخطاب رضي الله تعالىٰ عنه قال: لما كان يوم بدر، نظر رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم إلى المشركين وهم ألف، وأصحابه ثلا ثمائة وتسعة عشر رجلاً، فاستقبل نبي الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم القبلة، ثم مديديه، فجعل يهتف بربه: "اللهم أنجزلي ما وعدتني! اللهم إن تهلك هذه العصابة من أهل الإسلام لا تعبد في الأرض". الخ. (صحيح مسلم، كتاب الجهاد، باب الإمداد بالملئكة في غزوة بدر وإباحة الغنائم: ۲/۹۳، قديمى)

(وكذا في مسند الإمام أحمد بن حنبل، مسند عمر بن الخطاب رضي الله تعالىٰ عنه، رقم الحديث: ۲۲۱: ۱/۵۴، دار إحياء التراث العربي بيروت)

مایتعلق بأحوال القبور والأرواح

(روح اور قبر کے احوال کا بیان)

مرنے کے بعد عذاب وثواب کا محل اور روح کا جسم سے تعلق

سوال[۹۹۲۲]: الحمد للہ کسی شک میں مبتلا نہیں ہوں، مگر یہ جاننا چاہتا ہوں کہ مرنے کے بعد منکر نکیر کے سوالات کے وقت جسم میں روح لوٹائی جائے گی جو ذکر ہے اسی دنیاوی جسم میں یا کسی دوسرے مثالی جسم میں؟ اور قبر سے مراد یہی گڑھا ہے، جس میں ہم دفن کرتے ہیں، یا عالم برزخ کے مقام کا نام ہے اور روح کو عذاب قبر اس دنیاوی جسم پر محسوس ہوتا ہے، جب کہ وہ عموماً سڑ گل کر مٹی ہو جاتا ہے یا کوئی اور جسم ہے؟ اور بعض مخصوص گنہ گاروں کے قبروں میں آ جانے پر اس کے سڑے، گلے عبرتناک عذابوں کے مشاہدات معتبر لوگوں نے بیان کئے، مگر اکثر اعلانیہ کبائر میں مبتلا حتیٰ کہ کافر ومشرکین کی کھودی ہوئی قبروں میں صرف بوسیدہ ہڈیوں کا ہونا خود اپنا مشاہدہ ہے، ایسے بعض بزرگوں میں قبر میں مدتوں بعد تازہ نعش مع کفن کے پایا جانا بہت مشہور ہے، ایسے ہی بعض نیکوکاروں کی قبر میں جانے پر چند بوسیدہ ہڈیوں کا پایا جانا بھی مشاہدہ میں ہے، اب تک میں یہی سمجھتا رہا ہوں کہ عذابِ قبر عالمِ برزخ کے مثالی جسم پر ہوتا ہے اور یہ قبر بھی عالمِ برزخ کا مقام ہے۔

سوالات نکیرین اسی قبر میں ہوتے ہیں، البتہ جس کی دنیاوی قبر موجود ہے، اس کے عذاب وثواب کے اثرات اس دنیاوی قبر پر بھی محسوس ہوتے ہیں، اس قبر اور اس قبر میں قریبی تعلق ہوتا ہے، چنانچہ اس قبر پر کیا گیا سلام مؤمن بندہ اس قبر میں براہ راست سنتا ہے۔ یہ ساری باتیں میں نے ایک بزرگ کی صحبت سے حاصل کی تھیں، اب وہ مرحوم ہو چکے، ان باتوں کو بعض کتابوں میں تلاش کیا، نہ پایا تو آپ سے رجوع کیا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ظاہر تو یہی ہے کہ اس دنیاوی جسم میں روح لوٹائی جاتی ہے(۱)، مرنے کے بعد قیامت کو دوبارہ زندہ

---

(۱) ’’(وإعادة الروح) أي: ردها أو تعلقها (إلى العبد) أي جسده بجميع أجزائه أو بعضها مجتمعة أو =

ہونے سے پہلے درمیانی وقفہ عالم برزخ ہے(۱)، عذاب وثواب قبر کا محل وہی برزخ ہے، مگر قبر میں عامۂ مردہ کو دفن کیا جاتا ہے، اسی میں اسی جسم میں روح داخل کی جاتی ہے(۲)۔ چنانچہ روایات میں ہے کہ مردہ کو دفن کر کے

= متفرقة (في قبره حق)". (شرح الفقه الأكبر، ص: ۱۰۰، قديمى)

"وعن البراء بن عازب رضي الله تعالىٰ عنه، عن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: يأتيه ملكان فيلجسانه، فيقولون له من ربک؟ فيقول ربي الله ..... وأما الكافر فذكر موته قال: ويعاد روحه في جسده ويأتيه ملكان، فيلجسانه فيقولان: "من ربک"؟ فيقول: هاه هاه، لا أدري!! .....". (مشكاة المصابيح، كتاب الإيمان، باب إثبات عذاب القبر، الفصل الثاني: ۱/۲۵، ۲۶، قديمى)

"أخرج ابن أبي الدنيا وأبونعيم عن جابر بن عبدالله رضي الله تعالىٰ عنهما قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول: "إن ابن آدم لفي غفلة عما خلق له ..... فإذا حضره الموت، ارتفع ذلک الملكان، وجاء ملک الموت ليقبض روحه، فإذا دخل قبره ردّت الروح إلى جسده ..... الخ". (شرح الصدور، باب فتنة القبر وسؤال الملكين، ص: ۱۲۳، دارالمعرفة بيروت)

(۱) "قال الجوهري: البرزخ الحاجز بين الشيئين، والبرزخ مابين الدنيا والأخرة من وقت الموت إلى البعث، فمن مات فقد دخل في البرزخ". (الجامع لأحكام القرآن للقرطبي، مؤمنون: ۱۰۰: ۱۲/۱۰۰، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"قال مجاهد: البرزخ الحاجز مابين الدنيا والأخرة. وقال محمد بن كعب: البرزخ مابين الدنيا والأخرة ليسوا مع أهل الدنيا يأكلون ويشربون ولامع أهل الأخرة يجازون بأعمالهم، وقال أبوصخر: البرزخ المقابر لاهم في الدنيا ولاهم في الأخرة، فهم مقيمون إلى يوم يبعثون". (تفسير ابن كثير، المؤمنون: ۱۰۰: ۳/۳۴۳، مكتبه دارالسلام رياض)

"وعن ابن زيد: أن المراد من ورائهم حاجز بين الموت والبعث في القيامة من القبور باق إلى يوم يبعثون". (روح المعاني، المومنون: ۱۰۰: ۱۷/۶۴، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۲) "وما ينبغي أن يعلم أن عذاب القبر هو عذاب البرزخ، فكل من مات وهو مستحق العذاب، ناله نصيب منه، قبر أولم يقبر". (كتاب الروح، المسئلة السادسة، ص: ۷۸، فاروقيه، پشاور)

"واعلم أن عذاب القبر هو عذاب البرزخ فكل من مات وهو مستحق للعذاب ناله نصيب منه، قبرأولم يقبر". (شرح العقيدة الطحاوية، ص: ۳۱۹، جامعه ستاريه)

"واعلم أنه لما كان أحوال القبر مما هو متوسط بين أمر الدنيا والآخرة ولذا تسمى أحوال =

جب اس کے اصحاب لوٹتے ہیں تو وہ قرع نعال کو سنتا ہے(۱)۔ نیز روایات میں ہے کہ اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ تم لوگ مردوں کو دفن کرنا ترک کردوگے، تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا کہ وہ عذاب قبر تم پر منکشف فرمادے(۲)، نیز روایات میں ہے کہ دو قبروں کے قریب سے گزر ہوا تو آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی سواری کا جانور بھڑکا، اس پر ارشاد فرمایا کہ ان دو قبروں کے مردوں پر عذاب ہورہا ہے(۳)۔

نیز روایات میں ہے کہ جب مردہ پر عذاب ہوتا ہے، جس سے وہ چیختا ہے، تو اس کی آواز کو جن وانس کے علاوہ اور جانور وغیرہ سنتے ہیں الی غیر ذلک (۴)۔ کبھی کبھی عبرت کے لئے بعض آدمیوں پر بھی عذاب قبر ظاہر

= البرزخ". (نبراس عذاب القبر وثوابه، ص: ۲۱۰، حقانیه ملتان)

(۱) "عن أنس رضي الله تعالیٰ عنه، عن النبي صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: "العبد إذا وضع في قبره وتولیٰ، وذهب أصحابه حتی أنه يسمع قرع نعالهم". (صحيح البخاري، كتاب الجنائز، باب الميت يسمع خفق النعال: ۱۷۸/۱، قديمی)

(وسنن أبي داود، كتاب الجنائز، باب المشي في النعل بين القبور: ۱۰۴/۲، سعيد)

(وسنن النسائي، كتاب الجنائز، باب التسهيل في غير السبتية: ۲۸۸/۱، قديمی)

(۲) "عن أنس رضي الله تعالیٰ عنه أن النبي صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: "لو لا أن لا تدافنوا لدعوت الله أن يسمعكم من عذاب القبر". (صحيح مسلم، كتاب الجنة وصفة نعيمها، وأهلها، باب عرض مقعد الميت من الجنة والنار عليه......: ۳۸۶/۲، قديمی)

(وسنن النسائي، كتاب الجنائز، باب عذاب القبر: ۲۹۰/۱، قديمی)

(ومصنف ابن أبي شيبة، كتاب الجنائز، باب في عذاب القبر ومم هو، رقم الحديث: ۱۲۱۵۳: ۴۴۹/۷، المجلس العلمي)

(۳) "عن ابن عباس رضي الله تعالیٰ عنه قال: مرّ رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم علی قبرين". فقال: إنهما يعذبان ومايعذبان في كبير. أما هذا: فكان لا يستنزه من البول، وأما هذا: فكان يمشي بالنميمة، ثم دعا بعسيب رطب فشقّه باثنين، ثم غرس علی هذا واحداً وعلی هذا واحداً، وقال: "لعلّه يخفف عنهما مالم ييبسا". (سنن أبي داود، كتاب الطهارة، باب الاستبراء من البول: ۱۴/۱، رحمانيه)

(وجامع الترمذي، كتاب الطهارة، باب ماجاء في التشديد في البول: ۲۵/۱، سعيد)

(وسنن النسائي، كتاب الطهارة، باب التنزه عن البول: ۱۲/۱، قديمی)

(۴) "عن أنس رضي الله تعالیٰ عنه، عن النبي صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: العبد إذا وضع في قبره =

کردیا جاتا ہے، ان سب آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی جسم پر اسی (گڑھے) میں عموماً یہ عذاب ہوتا ہے، ثواب کے آثار بھی بعض قبور میں دیکھے گئے ہیں، جن لوگوں کو قبر (گڑھے) میں دفن نہ کیا جائے، مثلاً: درندہ کھالے تو ان کا معاملہ دوسرا ہے (۱)۔ تفصیل کے لئے علامہ ابن قیم رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ''الروح'' اور علامہ سیوطی رحمہ اللہ کی شرح الصدور ملاحظہ کریں، ان میں احادیث نقل کی گئی ہیں (۲)۔ واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۱۴/۳/۸۷ھ۔ الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ۔

= وتولى ..... ثم يضرب بمطرقة من حديد بين أذنيه، فيصيح صيحة يسمعها من يليه إلا الثقلين".

(صحيح البخاري، كتاب الجنائز، باب الميت يسمع خفق النعال: ۱/۱۷۸، قديمي)

(وسنن أبي داود، كتاب السنة، باب المسألة في القبر وعذاب القبر: ۲/۳۰۵، إمداديه)

(وسنن النسائي، كتاب الجنائز، باب مسألة الكافر: ۱/۲۸۸، قديمي)

(۱) "ولا يستلزم أن يتحرك ويضطرب من الألم، أو يرى أثر العذاب عليه من إحراق، أو ضرب حتى أن الغريق في الماء، أو الماكول في بطون الحيوانات، أو المصلوب في الهواء يعذب وإن لم نطلع عليه". (نبراس، عذاب القبر، ص: ۲۱۰، حقانيه ملتان)

"(إذا أقبر الميت) أي: دفن وهو قيد غالبي وإلا فالسؤال يشمل الأموات جميعها، حتى أن من مات وأكلته السباع، فإن الله تبارك وتعالىٰ يعلق روحه الذي فارقه بجزئه الأصلي الباقي من أول عمره إلى آخره المستمر على حاله حالتي النمول والذبول الذي تتعلق به أولا فيحيا ويحيا بحياته سائر أجزاء البدن؛ ليسأل فيثاب أو يعذب، ولا يستبعد ذلك فإن الله تعالىٰ عالم بالجزئيات والكليات كلها حسب ماهي عليها، فيعلم الأجزاء بتفاصيلها ويعلم مواقعها ومحالها ويميز بين ماهو أصل وفصل، ويقدر على تعليق الروح بالجزء الأصلي منها حالة الانفراد، وتعليقه به حالة الاجتماع ..... الخ". (مرقاة المفاتيح، كتاب الإيمان، باب إثبات عذاب القبر، رقم الحديث: ۱۳۰: ۱/۳۴۷، رشيديه)

"أنه غير ممتنع أن ترد الروح إلى المصلوب والغريق والحريق ونحن لانشعر بها؛ لأن ذلك الرد نوع آخر غير المعهود، فهذا المغمى عليه، والمسكوت والمبهوت أحياء، وأرواحهم معهم، ولا نشعر بحياتهم، ومن تفرقت أجزاؤه لا يمتنع على من هو على كل شيء قدير، أن يجعل للروح إتصالا بتلك الأجزاء على تباعد ما بينها وقربه ويكون في تلك الأجزاء شعور بنوع من الألم واللذة ..... الخ". (التعليق الصبيح، كتاب الإيمان، باب إثبات عذاب القبر: ۱/۱۲۶، رشيديه)

(۲) (شرح الصدور في أحوال الموتىٰ والقبور، باب عذاب القبر، ص: ۱۶۱، دار المعرفة) =

عذابِ قبر روح کو ہوتا ہے یا جسم کو؟

سوال[۹۹۲۳]: کتابوں میں پڑھا ہے کہ مشرکوں کی روح کو قبر کے اندر تا قیامت عذاب ہوتا رہے گا، تو اب روح پر عذاب ہوتا ہے یا جسم پر؟ جب کہ روح تو جسم میں قید ہوجاتی ہے اور بدن، جسم گل سڑ جاتا ہے، تو عذاب قبر کس چیز پر ہوتا ہے؟

الجواب حامداًومصلياً:

یہ عذاب برزخ میں ہوتا ہے(۱)، جس طرح برزخ ہماری نظروں سے مخفی ہے، اسی طرح یہ عذاب بھی مخفی ہے، روح کا تعلق جسم سے بھی رہتا ہے اور قبر سے بھی رہتا ہے(۲)، اس وجہ سے جس قبر میں عذاب ہوتا ہے اور مردہ اس سے چیختا ہے، تو اس کے قریب جانور گھاس نہیں کھاتے، ڈر کر بھاگ جاتے ہیں، جن وانس کے سوا اس کی آواز کو

= (وكتاب الروح، المسألة السادسة، هل تعاد إلى الميت في قبره ..... فصل: أحاديث عذاب القبر، ص: ۱۵۵، دار ابن كثير)

(۱) "وما ينبغي أن يعلم أن عذاب القبر هو عذاب البرزخ، فكل من مات وهو مستحق العذاب، ناله نصيب منه، قبر أو لم يقبر". (كتاب الروح، المسئلة السادسة، ص: ۷۸، مكتبه فاروقيه پشاور)

"واعلم أن عذاب القبر هو عذاب البرزخ، فكل من مات وهو مستحق العذاب، ناله نصيب منه، قبر أو لم يقبر". (شرح العقيدة الطحاوية لابن أبي العز، ص: ۳۱۹، المكتبة الستارية)

"واعلم أنه لما كان أحوال القبر مما هو متوسط بين أمر الدنيا والآخرة ولذا تسمى أحوال البرزخ". (نبراس، عذاب القبر وثوابه، قبيل والبعث حق، ص: ۲۱۰، مكتبه حقانيه ملتان)

(۲) "ولا تظن أن بين الآثار الصحيحة في هذا الباب تعارضاً، فإنها كلها حق يصدق بعضها بعضاً، لكن الشأن في فهمها ومعرفة النفس أحكامها، وأن لها شأناً غير شأن البدن، وأنها مع كونها في الجنة فهي في السماء، وتتصل بفناء القبر وبالبدن فيه ..... الخ". (كتاب الروح، المسألة الخامسة عشر، أين مستقر الأرواح مابين الموت إلى يوم القيامة، ص: ۱۵۰، ۱۵۱، مكتبه فاروقيه پشاور)

"وبهذا يجمع بين ماورد أن مقرّها في عليين أو سجين، وبين مانقله ابن عبدالبر عن الجمهور أيضاً: أنها عند أفنية قبورها. قال: ومع ذلك فهي مأذون لها في التصرف وتأوي إلى محلها من عليين أو سجين قال: "وإذا نقل الميت من قبر إلى قبر، فالإتصال المذكور مستمر، وكذا لو تفرقت الأجزاء". (شرح الصدور، باب مقر الأرواح، ص: ۲۳۹، دار المعرفة)

سنتے ہیں(۱)۔ یہ چیزیں اپنی عقل سے معلوم کرنے کی نہیں، بلکہ حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو بات جس طرح فرمائی، اس کو اسی طرح مان لینا لازم ہے(۲)۔ اور احادیث میں عذابِ قبر کا تذکرہ موجود ہے(۳)،

---

(۱) "عن أنس رضي الله تعالىٰ عنه، عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، قال: العبد إذا وضع في قبره وتولىٰ ..... ثم يضرب بمطرقة من حديد بين أذنيه، فيصيح صيحة يسمعها من يليه إلا الثقلين". (صحيح البخاري، كتاب الجنائز، باب الميت يسمع خفق النعال: ۱/۱۷۸، قديمى)

(وسنن النسائي، كتاب الجنائز، باب مسألة الكافر: ۲/۱۸۸، قديمى)

(وسنن أبي داود، كتاب السنة، باب المسألة في القبر وعذاب القبر: ۲/۳۰۵، إمداديه)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿وما اٰتكم الرسول فخذوه ومانهكم عنه فانتهوا﴾ (الحشر: ۷)

"قوله تعالىٰ: ﴿وما اٰتكم الرسول فخذوه﴾ وإن جاء بلفظ الإيتاء وهو المناولة، فإن معناه الأمر؛ بدليل قوله تعالىٰ: ﴿وما نهٰكم عنه فانتهوا﴾ فقابله بالنهي، ولا يقابل النهي إلا بالأمر؛ والدليل على فهم ما ذكرناه قبل مع قوله عليه السلام: "إذا أمرتكم بأمر فأتوا منه ما استطعتم، وإذا نهيتكم عن شيء فاجتنبوه".

(الجامع لأحكام القرآن للقرطبي، الحشر: ۷: ۱۸/۱۶، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"أي: مهما أمركم به فافعلوه ومهمانهاكم عنه فاجتنبوه، فإنه إنما يأمر بخير وإنما ينهى عن الشر". (تفسير ابن كثير، الحشر: ۷: ۴/۴۳۱، دارالسلام)

(۳) "عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها، أن يهودية دخلت عليها، فذكرت عذاب القبر، فقالت لها: أعاذك الله من عذاب القبر، فسألت عائشة رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عن عذاب القبر، فقال: "نعم! عذاب القبر حق". قالت عائشة رضي الله تعالىٰ عنها: فما رأيت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بعدُ صلى صلاة إلا تعوّذ بالله من عذاب القبر". (صحيح البخاري، كتاب الجنائز، باب ماجاء في عذاب القبر: ۱/۱۸۳، قديمى)

"عن زيد بن ثابت رضي الله تعالىٰ عنه، قال: بينا رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ..... فقال: إن هذه الأمة تبتلى في قبورها، فلو لا أن لا تدافنوا لدعوت الله أن يسمعكم من عذاب القبر الذي أسمع منه، ثم أقبل علينا بوجهه علينا، فقال: تعوّذوا بالله من عذاب القبر ..... الخ". (صحيح مسلم، كتاب الجنة، وصفة نعيمها وأهلها، باب عرض المقعد من الميت من الجنة والنار .....: ۲/۳۸۶، قديمى)

(ومسند الإمام أحمد بن حنبل، مسند أبي سعيد الخدري رضي الله تعالى عنه، رقم: ۱۰۹۴۱: =

ہمارے لئے وہی کافی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

☆......☆......☆......☆......☆

= ۳/۴۲۸، دار إحياء التراث العربي بيروت)

مایتعلق بالجزاء والعقوبة

(جزاءاورسزاکابیان)

قیامت کاایک دن دنیاکےاعتبارسےکتنےدنوں کاہے؟

سوال[۹۹۲۴]: قیامت کاایک دن دنیاکےدنوں کےحساب سےکتنےبرس کاہوگا؟ایک ہزار برس کایاپچاس ہزاربرس کا؟

الجواب حامداًومصلیاً:

بعضوں کےحق میں وہ دن ایک ہزاربرس کاہوگااوربعضوں کےحق میں پچاس ہزاربرس کاہوگا(۱)۔
واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمودغفرلہ،دارالعلوم دیوبند،۱۱/۲/۹۶ھ۔

---

(۱) "والمراد بيوم مقداره كذا يوم القيامة ولا ينافي هذا قوله تعالىٰ: ﴿كان مقداره خمسين ألف سنة﴾ بناء على أحد الوجهين فيه لتفاوت الاستطالة على حسب الشدة، أو لأن ثم خمسين موطنا، كل موطن ألف سنة". (روح المعاني، السجدة: ۵: ۱۲۱/۲۱، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما في قوله تعالىٰ: ﴿تعرج الملئكة والروح إليه في يوم كان مقداره خمسين ألف سنة﴾ قال: هو يوم القيمة جعله الله تعالىٰ على الكافرين مقدار خمسين ألف سنة وقد وردت أحاديث في معنى ذلك ..... عن أبي سعيد رضي الله تعالىٰ عنه قال: قيل لرسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ﴿في يوم كان مقداره خمسين ألف سنة﴾ ما أطول هذا اليوم! فقال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "والذي نفسي بيده إنه ليخفف على المؤمن حتى يكون أخف عليه من صلاة مكتوبة يصليها في الدنيا". (تفسير ابن كثير، المعارج: ۴: ۵۳۹/۴، دارالسلام)

(وكذا في الجامع لأحكام القرآن للقرطبي، المعارج: ۱۸۰/۱۸، دار إحياء التراث العربي بيروت)

میدانِ حشر میں باپ کے نام سے پکارا جائے گا یا ماں کے نام سے؟

سوال[۹۹۲۵]: سائل کا بیان ہے کہ کیا قبر میں یا حشر میں میت کو ماں کے نام سے پکارا جائے گا یا باپ کے نام سے پکارا جائے گا؟ حدیث وقرآن سے ثبوت مطلوب ہے، اگر کتاب کا حوالہ دیں، تو زیادہ بہتر ہوگا، نیز سنن ابوداود شریف میں حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث نقل کی گئی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے نام اچھے رکھو، کیونکہ حشر میں اپنے باپ داداؤں کے نام سے پکارے جاؤ گے۔ کیا اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آدمی کو قیامت کے میدان میں باپ کے نام سے پکارا جائے گا؟ اور اکثر علماء کرام سے سنا گیا کہ قیامت کے میدان میں ماں کے نام سے پکارا جائے گا، تاکہ بندے بندی کی پردہ پوشی ہو، یہ کہاں تک درست ہے؟ اگر یہ صحیح ہے تو حدیث اور کتاب کا حوالہ دیں۔

الجواب حامداًومصلیاً:

حشر میں ماں کی طرف منسوب کرکے پکارنے کے متعلق کوئی روایت متون حدیث میں میری نظر سے نہیں گزری، البتہ بذل المجہود شرح ابی داود: ۵/ ۲۶۷، میں نقل کیا ہے:

"قد جاء في بعض الروايات: أنه يدعى الناس يوم القيامة بأسماء أمهاتهم، فقيل: الحكمة فيه ستر حال أولاد الزناء لئلا يفتضحوا. وقيل: ذلك لرعاية عيسى بن مريم عليه الصلاة والسلام. وقيل غير ذلك. فإن ثبت هذا الرواية حمل الاباء على التغليب كما في الأبوين، لو يحمل أنهم يدعون تارة بالاباء وأخرى بالأمهات أو البعض بالاباء، والبعض بالأمهات أو في بعض المواطن بهم، وفي بعضها بهن"(۱). فقط واللّٰه تعالىٰ اعلم.

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/ ۳/ ۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/ ۳/ ۸۹ھ۔

---

(۱) (بذل المجهود، كتاب الأدب، باب في تغيير الأسماء: ۵/ ۲۶۷، معهد الخليل)

''دربعضے روایات آمدہ کہ روز قیامت مردم را بنام مادران خوانند، وگفتہ اند کہ حکمت دریں آن است کہ تا اولاد زنا شرمندہ ورسوا نشوند، وجہت رعایت حال عیسیٰ بن مریم علیہا السلام پدر ندراد''۔ (اشعة اللمعات، كتاب الآداب، باب =

کیا گنہگار جہنمیوں کی خلاصی ایک ہی وقت میں ہوگی؟

سوال[۹۹۲۶]: جوکوئی فاسق جہنم میں داخل ہوگا، اپنے کئے کی سزا پاکر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت سے خلاصی پاکر جہنم سے آزاد ہوکر جنت میں داخل ہوگا، تو یہاں یہ پوچھنا مقصود ہے کہ تمام گنہگار ایک ہی وقت میں جہنم سے شفاعت کے ذریعہ نکلیں گے، مثلاً: کسی نے پچیس سال گناہ میں گزارے ہوں گے، کسی نے چالیس سال گناہ میں گزارے ہوں گے، تو دونوں کی خلاصی ایک ہی وقت میں ہوگی یا دونوں کی سزا کی مدت جب بھی پوری ہوگی، تب ہی رہائی ہوگی؟

الجواب حامداًومصلیاً:

سب کی خلاصی ایک ساتھ نہیں ہوگی (۱)، یہاں تک کہ جس شخص کو سب سے آخر میں جہنم سے نکالا

= الأسامي: ۴/۵۰، مکتبہ نوریہ سکھر)

(وکذا في روح المعاني، الإسراء: ۷۱: ۱۵/۱۲۱، دار إحیاء التراث العربي بیروت)

(وکذا في الجامع لأحکام القرآن للقرطبي: ۱۰/۱۹۳، دارالکتب العلمیة بیروت)

(۱) "حدثنا أنس بن مالک، أن النبي صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم قال: یخرج من النار من قال لا إله إلا الله وکان في قلبه من الخیر مایزن شعیرة، ثم یخرج من النار من قال لا إله إلا الله وکان في قلبه من الخیر مایزن برة، ثم یخرج من النار من قال لا إله إلا الله وکان في قلبه من الخیر مایزن ذرة ......". (صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب إثبات الشفاعة وإخراج الموحدین من النار: ۱/۱۰۹، قدیمی)

"(وهم) أي: أهل الکبار المتقدم ذکرهم (في مشیئته) تعالیٰ (وحکمه) فهو سبحانه تعالیٰ (إن شاء غفرلهم وعفا عنهم) وذلک (بفضله) ورحمته (کما قال تعالیٰ في کتابه العزیز ﴿إن الله لا یغفر أن یشرک به ویغفر مادون ذلک لمن یشآء﴾ (النساء: ۴۸)، ﴿وکان فضل الله علیک عظیماً﴾ (النساء: ۱۱۳) وإن شاء عذبهم في النار) المعدة لتطهیر الأقذار (بقدر جنایتهم) وظلمهم لأنفسهم ذلک (بعدله) وحکمه (ثم یخرجهم منها برحمته) التي وسعت کل شيء من بریته (وشفاعة الشافعین من أهل طاعته) کأنبیائه ورسله وملائکته وأهل معرفته". (شرح العقیدة الطحاویة، ص: ۱۰۷، زمزم پبلشرز)

(وصحیح البخاري، کتاب الإیمان، باب زیادة الإیمان ونقصانه ......: ۱/۱۱، قدیمی)

جائے گا، اس کا تذکرہ حدیث میں موجود ہے(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۱۱/۹۹ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

---

(۱) "عن عبدالله بن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: إني لأعلم آخر أهل النار خروجاً منها وآخر أهل الجنة دخولاً الجنة رجل يخرج من النار حبواً، فيقول الله تعالىٰ له: "إذهب فادخل الجنة "قال" فيأتيها فيخيل إليه أنها ملأى فيرجع، فيقول: "يا رب! وجدتها ملأى، فيقول الله تعالىٰ: إذهب فادخل الجنة، فإن لك مثل الدنيا وعشرة أمثالها، أو إن لك عشرة أمثال الدنيا، قال: فيقول: أتسخر بي!؟ أو تضحك بي وأنت الملك؟!". قال: "لقد رأيت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ضحك حتى بدت نواجذه، قال: فكان يقال ذاك أدنى أهل الجنة منزلاً".

(صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب إثبات الشفاعة وإخراج الموحدين من النار: ۱/۱۰۵، قديمي)

(ومشكاة المصابيح، كتاب أحوال القيامة وبدء الخلق، باب الحوض والشفاعة، الفصل الأول، رقم الحديث: ۵۵۸۲: ۲/۴۹۱، قديمي)

(وكذا في مسند الإمام أحمد بن حنبل، مسند عبدالله بن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه، رقم الحديث: ۳۷۰۶: ۱/۶۴۷، دار إحياء التراث العربي بيروت)

باب الفِرَق

مایتعلق بالروافض

(شیعوں کے عقائد کا بیان)

خلفائے ثلثہ رضی اللہ عنہم کو منافق کہنے والے روافض کا حکم

سوال[۱۰۹۹۲]: ۱......اس بارے میں شرع کیا ہے کہ جو روافض قرآن پاک کو محرف نہیں سمجھتے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحبت سے انکار نہیں کرتے اور نہ قائلِ افک ہو، لیکن بعض تاویلات فاسدہ اور روایات کتب شیعہ کی بناء پر خلفائے ثلثہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو منافق سمجھتے ہیں اور نصوص وفضائل خلفائے ثلثہ میں تاویل کرتے ہیں، تو ایسے رافضی کو خلفائے ثلثہ کو منافق کہنے کی بناء پر محقق علماء اہل سنت کے نزدیک کفر وارتداد کا حکم دیا جائے گا یا نہیں؟

۲......زید کہتا ہے کہ خلفائے ثلثہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو منافق کہنے والا کافر اور مرتد ہے اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے، اس لئے کہ محقق اہل سنت کے نزدیک بھی نص قطعی کا منکر کافر مرتد ہے اور خلفائے ثلثہ کا ایمان نص قطعی سے ثابت ہے، اس لئے خلفائے ثلثہ کے ایمان کا منکر اور ان کے نفاق کا قائل بالاتفاق کافر ومرتد ہے، اس کی زوجہ کو بدون طلاق لئے دوسرے فرد سے نکاح کرنا جائز ہے اور اس کا ذبیحہ حرام ہے، کیا یہ قول زید کا درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صحابی تسلیم کرنے کے باوجود ان کو منافق سمجھنا، یہ صریح تضاد اور انتہائی تلبیس ہے، اس قسم کے شیعہ ایمان سے خارج ہیں (۱)۔

---

(۱) "أن الرافضي إن كان ممن يعتقد الألوهية في علي رضي الله تعالى عنه ، أو أن جبرئيل غلط في =

۲...... یہ شیعہ ایمان سے خارج ہیں، اگر اس نے ایمان صحیح اختیار کرنے کے بعد یہ مذہب اختیار کیا ہے، تو اس کی سابقہ بیوی کا نکاح فسخ ہوگیا اور وہ دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے، طلاق کی ضرورت نہیں اور اس کا ذبیحہ درست نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۷/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۸/۸۹ھ۔

کیا تعزیہ شعائر اسلام میں سے ہے؟

سوال[۹۹۲۸]: معلوم باید شد که رسم تعزیه داری اگرچه حرام است، لیکن درهندوستان این رسم شرعی صورت گرفته است که هنود این را شعائر اسلامیان فهمیده بود، بغض باطن گاهے عملاً باقناع آں سعی می کنند، وجائیکه موقع غنیمت می شمرند ومسلمان را ضعیف می یابند، بنائے فساد پیدا می کنند واگر قدرت نمی یا بند در خاطر خود این را خاصه مسلمان دانسته مبغوض می دارند. پس جائیکه این رسم قبیح بزمانهٔ

= الوحي، أو كان ينكر صحبة الصديق، أو يقذف السيدة الصديقة فهو كافر". (ردالمحتار، كتاب الجهاد، مطلب مهم في سب الشيخين: ۲۳۷/۴، سعيد)

"الرافضي إذا كان يسب الشيخين ويلعنهما والعياذ بالله فهو كافر، ..... ومن أنكر إمامة أبي بكر الصديق رضي الله تعالىٰ عنه فهو كافر، وعلى قول بعضهم هو مبتدع وليس بكافر، والصحيح أنه كافر". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب السير، الباب التاسع في أحكام المرتدين: ۲۶۴/۲، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب السير، باب أحكام المرتدين: ۲۰۴/۵، رشيديه)

(۱) "وشرط كون الذابح مسلماً حلالاً خارج الحرم إن كان صيداً". (الدرالمختار، كتاب الذبائح: ۲۹۷/۶، سعيد)

"لا تحل ذبيحة غير كتابي من وثني ومجوسي مرتد". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الذبائح: ۲۹۸/۶، سعيد)

"ومنها: أن يكون مسلماً أو كتابياً، فلا تؤكل ذبيحة أهل الشرك والمجوسي والوثني وذبيحة المرتد". (بدائع الصنائع، كتاب الصيد والذبائح: ۲۲۴/۶، دارالكتب العلمية بيروت)

قدیم رائج است، برائے تعزیہ او در شرع شریف گنجائش هست یا نیست؟

الجواب حامداًومصلیاً:

رسم تعزیہ از شعار اسلام شمردن جهالت وضلالت است، او را هیچ تعلق با اسلام نیست، هرکه غور وتدبر را بکار برد، هویدا خواهد شد که این رسم برائے اسلام وشهدائے اسلام چه ننگ وعار است وطریقه دشمنان اهل بیت است که بر مصاب ووفات ایشاں طاشه وطبل در بر گرفته وعلم بر دست نهاده وتعزیہ بر دوش گرفته کوچه کوچه نوحه کناں گشت می کنند وبرنگ غم شادی می نمایند. از اینها کدام حرکت است که برآں در حدیث زجرو توبیخ وارد شده، از علمائے اسلام باید پرسید که کرا شعار اسلام گویند، دیگر اقوام اگر ایں حرکات را شعار اسلام تصور نمایند، ازیں تصور باطل ایں جهالت وضلالت را اسلام گردانیدن کجا روا است؟! حضرت شاه ولی الله وپسر وجانشین ایشاں حضرت شاه عبدالعزیز رد بلیغ نموده اند، فتاویٰ عزیزی وتحفۂ اثنا عشریہ مطالعه باید نمود.

چوں در هندوستاں بادشاه همایوں شکست خورده راه فرار گرفت ودر ایران رسید وبعد ازاں بمدد اهل ایران باز حمله آورد وظفریافت، ایرانیاں دخل عظیم یافتند وهمه مراسم شیعت را رفته رفته رواج دادند، ازاں وقت ایں بلا اینجا شیوع یافت، علما دراں زماں رد بلیغ نمودند وچوں نوبت باکبر رسید، شیعه سعی نمودند که دین اسلام را بکلی مسخ نمایند، ودین اکبری نام نهاده رواج دهند، خدائے پاک حضرت مجدد الف ثانی رحمه الله تعالیٰ را پیدا فرمود برائے قلع این شجر خبیث قائم فرمود، مکتوباتِ ایشان از دلائل بر بطلان این حرکات پُر اند، جائیکه هیچ از شعار اسلام باقی نباشد ومسلمان آنجا اذان، نماز، جماعت را ترک نمودن واز دین کلیتاً جاهل اند وبجز تعزیہ هیچ چیز ندانند ودیگر ساکنان آنجا نیز در مسلم وغیر مسلم فرق بنا بر تعزیہ نمایند، در آنجا اگر اختلاف وجنگ مابین برتعزیہ واقع شود، وعلماء برآں سکوت کنند وگویند اینجا

جنگ کفر واسلام است، وتعزیہ را در کار ساختہ شد، ممکن کہ گنجائش باشد وبر اعانت اہل اسلام عوام را برانگیختہ شدہ باشد، وبس، بیش ازیں نیست خواہ مقابل مہابیری چھنڈا باشد خواہ غیر۔

اگر بر مسلمان وکافر مسئلہ را واضح نمودہ شود کہ این شعار اسلام نیست، بلکہ خلاف اسلام است، ازیں روز این را دور باید کرد، کار آسان شود، نیز غور باید کرد کہ چیز ہائے کہ واقعتاً شعار اسلام اند، یک یک بند کردہ شدند وروزانہ بندمی شوند، واین سلسلہ را اختتامے نیست، بر آن حمیت مسلمانان در جوش نمی آید وخاموش شدہ بہ زبان ہم تذکرہ نمی نمایند کہ مبادا آتش فتنہ سرزند وبر باطل چناں سرفروش می شوند. فقط واللہ تعالیٰ اعلم(۱).

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) **ترجمۂ سوال**: معلوم ہونا چاہیے کہ تعزیہ کی رسم اگرچہ حرام ہے، لیکن ہندوستان میں اس رسم نے شرعی صورت اختیار کرلی ہے، کیونکہ ہندولوگ اس کو شعارِ اسلام سمجھتے ہیں، دل میں بغض رکھتے ہوئے کبھی بظاہر عملاً اس کی حوصلہ افزائی کی کوشش کرتے ہیں اور جہاں کہیں موقع غنیمت جانتے ہیں اور مسلمانوں کو کمزور پاتے ہیں، فساد بپا کرتے ہیں اور اگر اس کی قدرت نہ ملے تو دل میں اس کو مسلمانوں کا خاصہ جان کر مبغوض رکھتے ہیں، لہٰذا جس جگہ یہ رسم قبیح زمانۂ قدیم سے رائج ہو، وہاں تعزیہ کرنے کی شریعت مطہرہ میں گنجائش ہے یا نہیں؟

ترجمۂ جواب: تعزیہ کی رسم کو شعارِ اسلام سمجھنا جہالت اور گمراہی ہے، اسلام کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں، جو شخص غور وفکر سے کام لے تو اس پر یہ بات عیاں ہوگی کہ یہ رسم اسلام اور شہدائے اسلام کے لئے ننگ وعار کا باعث ہے اور یہ اہلِ بیت کے دشمنوں کا طریقہ ہے کہ ان کے مصائب اور ان کی وفات پر ڈھول وطبلہ بغل میں لئے ہوئے، جھنڈے ہاتھوں میں تھامے ہوئے، تعزیہ کاندھے پر اٹھا کر گلی گلی نوحہ کرتے پھرتے ہیں اور غم کی صورت بنائے خوشی مناتے ہیں، علمائے کرام سے پوچھنا چاہیے کہ ان میں سے کون سی حرکت ہے جس پر حدیث میں زجر وتوبیخ وارد ہوا ہے اور کون سی حرکت کو شعارِ اسلام کہتے ہیں؟ دوسری اقوام اگر ان حرکات کو شعارِ اسلام خیال کرتے ہیں تو ان کے اس باطل تصور سے اس جہالت اور گمراہی کو اسلام قرار دینا کہاں روا ہوگا؟!

حضرت شاہ ولی اللہ اور ان کے فرزند وجانشین حضرت شاہ عبدالعزیز نے اس کی سخت تردید فرمائی ہے، فتاویٰ عزیزی اور تحفۂ اثنا عشریہ کا مطالعہ کرنا چاہیے، جب ہندوستان میں ہمایوں بادشاہ شکست کھا کر راہِ فرار اختیار کرتے ہوئے ایران پہنچا، =

شیعہ کے سنی ہونے کا طریقہ

سوال[۹۹۲۹]: میں بنام ذہانت رضا ایک مسلم شیعہ گھرانے کا ہوں، میری عمر قریب ۲۲ سال ہے اور میں بغیر کسی ڈر وخوف یا دباؤ کے اپنی مرضی سے سنی ہونا چاہتا ہوں، کیونکہ سنی مذہب ہی مذہب ہے اور شیعہ مذہب اور اس کے طور طریق صحیح نہیں ہیں۔ میرا اپنا پکا عقیدہ، ایمان خداوند کریم اور ان کے بھیجے ہوئے نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اور حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چار صحابی حضرت عمر فاروق اعظم، حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عثمان غنی، حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور قرآن، پانچوں وقت کی نماز، روزے، زکوۃ وحج پر پورا پختہ ایمان ہے اور اللہ ایک ہے اور اللہ کی بنائی ہوئی زمین، آسمان روز اول سے آخر تک اور نبی کریم اور ان کے چار اصحاب ہر ایک پر مفصل ایمان کامل ہے، لہٰذا بزرگانِ دین سے التماس ہے کہ اس حالت میں میں سنی ہوا یا نہیں؟ اور اگر میں سنی نہ ہوا تو مجھے سنی بنالیا جائے۔

= پھر ایرانیوں کی مدد سے حملہ کرتے ہوئے فتح یاب ہوا تو ہندوستان میں ایرانیوں کی مداخلت بڑھ گئی اور انہوں نے وہاں شیعوں کے مراسم کو آہستہ آہستہ رواج دیا، اس وقت یہ مصیبت یہاں پھیل گئی۔

اس وقت کے علماء نے اس کی سخت تردید کی، جب اکبر کا زمانہ آیا تو شیعوں نے دین اسلام کو بالکلیہ مسخ کرنے کی کوشش کرتے ہوئے نام نہاد دین اکبری کو رائج کیا، اس شجرۂ خبیثہ کو جڑ سے اکھیڑنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کو پیدا فرمایا، ان کی مکتوبات مذکورہ حرکات کے بطلان پر دیئے گئے دلائل سے بھری پڑی ہیں۔

البتہ جہاں کہیں شعار اسلام میں سے کچھ نہ رہا ہو، وہاں کے مسلمان اذان، نماز، جماعت کو ترک کئے ہوں، دین سے کلیۃً غافل ہوا اور بغیر تعزیہ کے کچھ بھی نہ جانتے ہوں اور وہاں کے رہنے والے بھی مسلم وغیر مسلم کے درمیان تعزیہ ہی کو فرق جانتے ہوں، وہاں اگر تعزیہ پر اختلاف اور جنگ واقع ہوجائے اور وہاں کے علماء اس پر سکوت کو اختیار کریں اور یہ کہیں کہ یہاں کفر واسلام کی جنگ ہے اور تعزیہ کو اس کام میں لائے ممکن ہے وہاں گنجائش باقی رکھی جائے اور اہل اسلام کی اعانت کے لئے عوام کو برانگیختہ کیا جاسکے اور بس، اس سے زیادہ گنجائش نہیں خواہ مقابلے میں مہابیری جھنڈا ہو یا کوئی اور، اگر مسلمان وکافر پر اس مسئلہ کو واضح کیا جائے کہ یہ شعار اسلام نہیں، بلکہ اسلام کے خلاف ہے اسی دن اس کو دور کردیا جائے، معاملہ سنبھل جائے گا۔ نیز غور کرنا چاہیے کہ بہت سی چیزیں جو کہ واقعتاً شعائر اسلام ہوں، ایک ایک کرکے بند کئے گئے اور روزانہ بند ہوتے جارہے ہیں اور اس سلسلے کا کوئی اہتمام نہیں وہاں مسلمانوں کی حمیت کو جوش نہیں آتا اور خاموش ہیں زبان سے بھی اس کا تذکرہ نہیں کرتے کہ ایسا نہ ہو کہ فتنہ برپا ہوجائے، جب کہ باطل کے لئے اتنے سرفروش ہوجاتے ہیں۔ فقط۔

الجواب حامداًومصلیاً:

قرآن کریم، حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، خلفائے راشدین (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلق شیعوں کے جو غلط عقائد ہیں، ان سے برأت اور توبہ کر کے اہل سنت والجماعت کے عقائد کو اختیار کر لینے سے اور ان کے مطابق عمل کرنے سے آدمی سنی ہوجاتا ہے(۱)، آپ نے جو عقائد سوال میں تحریر کئے ہیں وہ اہل سنت والجماعت کے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۱۲/۱۴۰۰ھ۔

تعزیہ کے سامنے تلوار چلانا و کھیلنا

سوال[۹۹۳۰]: لاٹھی وتلوار چلانا سیکھنا کتنا اہم ہے اور مخفی ہنر ہے، ان علاقوں میں جہاں ہندو مسلمان کے درمیان باہمی کشمکش ہے، اس کی اہمیت اور بڑھ جاتی ہے، مگر اجتماعی شکل میں لوگوں کا جمع ہو کر کھیلنا اور سیکھنا حکومت کی طرف سے ممنوع ہے، خصوصاً ان خطرناک علاقوں میں تلوار نکالنا لڑائی کی دعوت ہے، تعزیہ محرم کو تہوار سمجھتے ہیں، اس میں لاٹھی، تلوار وغیرہ کھیلنے میں نہ تو حکومت کی جانب سے کوئی پابندی ہے نہ ہندو غلط اثر لیتے ہیں۔

اگر تعزیہ نہ بنائے جائیں تو حکومت کی جانب سے بھی پابندی ہے اور ہندو عوام کی جانب سے بھی خطرہ ہے، نیز یہ ایک ذوقی چیز ہے، جس میں وقت کا بہت دخل ہے، اس لئے محرم پر ایک خاص قسم کا شوق اور جوش پیدا

---

(۱) "وفي الخامس بهما مع التبري عن كل دين يخالف دين الإسلام الخ".

"وفي الرد تحته: "ثم إن الذي في البدائع: لو أتى بالشهادتين لايحكم بإسلامه حتى يتبرأ عن الدين الذي هو عليه". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الجهاد، مطلب في أن الكفار خمسة ......: ۴/۲۲۷، سعيد)

"وإسلامه أن يأتي بكلمة الشهادة، ويتبرأ عن الأديان كلها سوى دين الإسلام، فإن تمام الإسلام من اليهودي بالتبري عن دينه، ومن النصراني بالتبري عن دينه". (المحيط البرهاني، كتاب السير، فصل في مسائل المرتدين وأحكامهم: ۵/۵۸۸، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب السير، فصل في أحكام المرتدين: ۹/۱۳۵، دارالكتب العلمية بيروت)

ہوجاتا ہے اور ہندوؤں پر رعب طاری ہوجاتا ہے، تو کیا مندرجہ بالا عذروں کو مدنظر رکھتے ہوئے تعزیہ بنانے کی اجازت دی جاسکتی ہے جب کہ تعزیہ کے متعلق ان باطل عقائد کو الگ کردیا جائے، جو عوام میں مشہور ہیں اور عوام کے ذہنوں کو ان سے پاک کردیا جائے، تعزیہ کی حقیقت محض بانس و کاغذ کا مجموعہ سمجھا جائے اور اس کو اس فن تلوار سیکھنے کا ذریعہ سمجھا جائے۔

اگر بنانا جائز نہیں تو پھر بنوانے والا کون سے گناہ کا مرتکب ہوگا؟ اور اگر نہ بنانے والے دوسری جگہ لاٹھی تلوار سیکھیں تو کیا ان کو بھی گناہ ہوگا اور اس کھیل کا جو تعزیہ میں کھیلا جاتا ہے، مسلمانوں کے لئے دیکھنا درست ہے۔

الجواب حامداً ومصلياً:

حدیث پاک میں ہے کہ جس کے دل میں خدا کا ڈر ہوتا ہے اس کے دل میں مخلوق کا ڈر نہیں ہوتا اور جس کے دل میں خدا کا ڈر نہ ہو، تو اس کے دل میں مخلوق کا ڈر ہوتا ہے(۱)۔ نیز حدیث شریف میں ہے کہ میری نصرت رعب کے ذریعہ سے کی گئی ہے(۲)۔ اپنے دشمنوں پر رعب ڈالنے کے لئے اصل چیز خدا کا ڈر ہے۔ وہ

---

(۱) "من خاف الله خوف الله منه كل شيء" الحديث. أبوالشيخ في الثواب، والديلمي والقضاعي عن واثلة، والعسكري عن الحسين بن علي، كلاهما به مرفوعاً، لفظ العسكري: "من خاف الله أخاف الله منه كل شيء" وهو عنده عن ابن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه من قوله بزيادة الشق الأخر، وقال المنذري في ترغيبه: "رفعه منكر. وفي الباب عن علي وبعضها يقوي بعضها. وقد قال عمر بن عبدالعزيز: من خاف الله أخاف منه كل شيء، ومن لم يخف خاف من كل شيء. وقال الفضيل بن عياض: من خاف الله لم يضره أحد ومن خاف غير الله لم ينفعه أحد". (المقاصد الحسنة، حرف الميم، ص: ۴۷۴، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) "قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "أعطيت خمساً لم يعطهن أحد من الأنبياء قبل، نصرت بالرعب مسيرة شهر......". (صحيح البخاري، أبواب المساجد، باب قول النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم جعلت لي الأرض مسجداً وطهوراً، ص: ۷۶، دارالسلام)

(وصحيح مسلم، كتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب المساجد ومواضع الصلاة، ص: ۲۱۲، دارالسلام)

(ومشكاة المصابيح، كتاب أحوال القيامة وبدء الخلق، باب فضائل سيد المرسلين: ۲/۳۵۴، دارالكتب العلمية بيروت)

مسلمانوں کے دلوں میں پیدا کیا جائے، جب اس سے تعلق ہوگا اور اس کی نافرمانی سے بچیں گے، احکام کی اطاعت کریں گے اور گناہ کو ایسا سمجھیں گے، جیسے بہت بڑا پہاڑ سر پر گرنے والا ہے، اس سے بچ کر آدمی نکل جاتا ہے، اس طرح گناہ سے بچنے کی فکر ہوگی تو خود بخود ہی دشمن پر اثر پڑے گا اور ہوشیاری کام دے گی۔

اگر یہ چیز نہیں، دل میں خدا کا ڈر نہیں، تو مسلمان کے حق میں ہوشیاری بے کار، نیز ان کو استعمال کرنے کی نوبت ہی نہیں آئے گی یا وہ ضائع کر دیئے جائیں گے یا ان پر دشمن قابو پالے گا اور مسلمانوں کی ہلاکت کے لئے استعمال کرے گا، یہ کتنے لوگوں کا تجربہ ومشاہدہ ہے، اس لئے حیلوں سے تعزیہ بنانے یا اس کے سامنے لاٹھی تلوار کھیلنے کے جواز کی تاویل کرنا بے سود ہے۔

۴۷ء تک تو دھوم دھام سے تعزیہ نکلتا تھا، اس کے سامنے لاٹھی تلوار کا کھیل بھی ہوتا تھا، دشمن پر کتنا رعب پڑا، فتنۂ تاتار کے وقت سوسو مسلح فوجوں کو ایک ایک تاتاری مرد عورت نے ذبح کر ڈالا (۱)۔ تعزیہ بہر حال حرام ہے (۲)۔ اس کے سامنے جو کچھ لاٹھی تلوار کھیل ہوتا ہے، وہ ناجائز ہے، اس کو جہاد کا نام دینا یا اس کو جہاد کی مشق

---

(۱) ''ولقد حكي لي عنهم حكايات يكاد سامعها يكذب بها من الخوف الذي ألقا ها الله سبحانه وتعالىٰ في قلوب الناس منهم، حتى قيل: إن الرجل الواحد منهم كان يدخل القرية أو الدرب وبه جمع كثير من الناس فلا يزال يقتلهم واحد بعد واحد لا يتاجسر أحد يمديده إلى ذلك الفارس. ولقد بلغني أن إنساناً منهم أخذ رجلا ولم يكن مع التتري ما يقتله به، فقال له: ضع رأسك على الأرض ولا تبرح فوضع رأسه على الأرض، ومضى التتري أحضر سيفا فقتله به، وحكى لي رجل قال: كنت أنا ومعي سبعة عشر رجلا في طريق فجاء نا فارس من التتر، وقال: لنا حتى يكتف بعضنا بعضا، فشرع أصحابي يفعلون ما أمرهم، فقلت لهم: هذا واحد فلم لا نقتله ونهرب؟ فقالوا: نخاف، فقلت: هذا يريد قتلكم الساعة فنحن نقتله فلعل الله يخلصنا فوالله ماجسر أحد يفعل ذلك، فأخذت سكينا وقتلته وهربنا فنجونا، وأمثال هذا كثير''. (الكامل في التاريخ لابن الأثير، ذكر ملك التتر مراغة، ذكر دخول التتر ديار بكر والجزيرة وما فعلوه في البلاد من الفساد: ۹/ ۳۸۵، دار الكتاب العربي بيروت)

(۲) ''تعزیہ داری درعشرہ محرم وساختن ضرائح وصورت وغیرہ درست نیست، این ہمہ بدعت است، بلکہ بدعت سیئہ است''۔ (فتاویٰ عزیزی، مسئلہ تعزیہ داری محرم: ۱/ ۷۵، کتب خانہ رحیمیہ)

''تعزیہ داری درعشرہ وغیرہ آن وساختن وصورت قبور... وغیرذلک این ہمہ بدعت است، نہ درقرن اول بود، نہ درقرن ثانی، نہ درقرن ثالث''۔ (مجموعة الفتاوىٰ على هامش خلاصة الفتاوىٰ، كتاب الكراهية: ۴/ ۳۴۴، رشيديه)

اور تیاری قرار دینا غلط ہے اور جہاد کو رسوا کرنا ہے۔

تعزیہ کے متعلق یہ تو ممکن ہے کہ ایک دو آدمی کا ذہن صاف کر دیا جائے، لیکن عمومی ذہنیت کو بدل دینا کسی کے قابو میں نہیں ہے، صاف رہنے والے اگر اقتصادی خرابیوں سے بچ کر بھی رہے، ناجائز چیز کا ارتکاب کریں گے تو عملی خرابی تو بہر حال اس میں موجود ہے، لوگ تعزیہ کے ساتھ شریک ہو کر رسوم بجالاتے ہیں، ان کی تقویت و تائید ہی ہوگی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۴/ ۸۷ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

= (وكذا في كفايت المفتي، كتاب العقائد: ۱/ ۲۴۰، دار الاشاعت)

(۱) "من كثر سواد قوم فهو منهم، ومن رضي عمل قوم كان شريكاً في عمله". (كنز العمال، كتاب الصحبة من قسم الأقوال: ۹/ ۲۲، رقم الحديث: ۲۴۷۳۵، مكتبة التراث الإسلامي)

"من خرج إلى السدة أي: مجتمع أهل الكفر في يوم النيروز كفر". (شرح الفقه الأكبر، فصل في الكفر صريحاً أو كناية، ص: ۱۸۲، قديمي)

(وكذا في الفتاوىٰ البزازية على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب ألفاظ تكون إسلاماً أو كفراً، الفصل السادس: ۶/ ۳۳۳، رشيديه)

(حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور یزید کے اختلافات)

کربلا کی لڑائی کو دنیوی معاملہ قرار دینا

سوال[۹۹۳۱]: ایک شخص تاریخ پر غور کر کے اس نتیجہ پر پہنچا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور یزید کا، جو کربلا کا معاملہ ہے، یہ لڑائی دنیاوی ہے، آیا یہ شخص مسلمان ہے یا نہیں؟ وہ شخص صوم وصلوۃ کا پابند بھی ہے اور آل رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرات اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین، ائمہ سے بھی محبت کرتا ہے، آیا اس کا یہ خیال درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

عامۂ تاریخ کی کتابوں میں صحیح اور غلط دونوں قسم کی باتیں ہوتی ہیں، ان کا مطالعہ کر کے ایسا نتیجہ نکالنا، جس سے کہ حدیث شریف کی مخالفت ہوتی ہو، یہ صحیح نہیں، حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ دنیاوی معاملہ یعنی حکومت کے لالچ میں کربلا تشریف نہیں لے گئے۔ بلکہ مظلومین کی امداد کے لئے تشریف لے گئے تھے، نتیجہ میں خود ہی مظلوم ہو کر شہید ہو گئے (۱)۔ حدیث پاک میں ان کو اہل جنت کی ایک جماعت کا سردار

(۱) "فلما مات معاوية رضي الله تعالىٰ عنه سنة ستين وبويع ليزيد، بايع ابن عمر وابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهم، وصمم على المخالفة الحسين وابن الزبير رضي الله تعالىٰ عنهم ...... وقد كثر ورود الكتب عليه من بلاد العراق يدعونهم اليهم. وذلك حين بلغهم موت معاوية وولاية يزيد، ومصير الحسين إلى مكة فراراً من بيعة يزيد ... لما تواترت الكتب إلى الحسين رضي الله تعالىٰ عنه من جهة أهل العراق وتكررت الرسل بينهم وبينه، وجاء ه كتاب مسلم بن عقيل بالقدوم عليه بأهله، ثم وقع في غبون ذلك ما وقع من قتل مسلم بن عقيل، والحسين لا يعلم بشيء من ذلك، بل قد عزم على المسير إليهم والقدوم عليهم، فاتفق خروجه من مكة أيام التروية قبل مقتل مسلم بيوم واحد". (البداية والنهاية، قصة الحسين بن علي رضي الله تعالىٰ عنهما، وسبب خروجه من مكة في طلب الأمارة وكيفية مقتله: ۴، الجزء الثامن: ۵۴۷/۸-۵۵۵، المكتبة الحقانيه پشاور) .... =

فرمایا گیا ہے(۱)۔شخص مذکورکو اپنے خیالات کی اصلاح لازم ہے،اس کو اسلام سے خارج نہیں کہا جائے گا۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ،دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح:بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ،دارالعلوم دیوبند۔

☆......☆......☆......☆......☆

= (وكذا في تاريخ الطبري، ذكر الخبر عن مراسلة الكوفيين الحسين رضي الله تعالىٰ عنه للمصير إلى ماقبلهم وأمر مسلم بن عقيل رضي الله تعالىٰ عنه: ۴/۳۵۷، منشورات مؤسسة الأعلمي للمطبوعات، بيروت)

(۱) "عن أبي سعيد، قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : الحسن والحسين سيداشباب أهل الجنة". (جامع الترمذي، أبواب المناقب، مناقب أبي محمد الحسن بن علي بن ابي طالب: ۲/۲۱۷، سعيد)

(وابن ماجة، فضل علي ابن أبي طالب رضي الله تعالىٰ عنه: ۱/۱۳۵، دارالجيل)

(وكذا في الإصابة، حرف الحاء: ۲/۶۳، دارالكتب العلمية بيروت)

مایتعلق بالقادیانیة

(قادیانی فرقے کا بیان)

قادیانی کادعوائے نبوت

سوال[۹۹۳۲]: میرے پاس جماعت احمدیہ کی پچاس کتابیں ہیں۔ میں نے سب کا بغور مطالعہ کیا ہے۔ ان کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام کے ارکان خمسہ سے (جو اسلام کی بنیاد ہیں) مرزا غلام احمد قادیانی کو کلی طور پر اتفاق ہے اور مرزا صاحب کا مقصد ومنشاء اسلام کی ترقی اور دنیا والوں میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اعلیٰ وارفع شان کو ثابت کرنا ہے، جو حضرت امام مہدی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام (کے ظہور ونزول کے بعد) کا کام ہے، رہا شریعت کا سوال تو جہاں تک میں نے اس جماعت کی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے، ان کتابوں سے پتہ چلتا ہے کہ مرزا صاحب کا دعویٰ نبی ہونے کا نہیں، بلکہ امتی ہونے کا دعویٰ تھا اور ایسی نبوت کے ہم سب خود قائل ہیں کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے، تو نبی بھی ہوں گے اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے امتی بھی ہوں گے۔

مرزا غلام احمد قادیانی قرآن وحدیث سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت کرتے ہیں اور ان احادیث نبوی کا مصداق خود کو قرار دیتے ہیں، جن میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول اور حضرت امام مہدی کے ظہور کی پیشن گوئی فرمائی ہے، جو بہت حد تک میری عقل وسمجھ کے مطابق معقول معلوم ہوتا ہے، میں نے ملنے جلنے والے علماء کو یہ کتابیں دکھائیں اور ان سے غلط ثابت کرنے کی درخواست کی، لیکن یہ کتراجاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اوپر کے علماء کو لکھئے، کچھ اداروں سے درخواست کی، لیکن جواب نہیں ملا۔

الجواب حامداًومصلیاً:

محترمی زید احترامہ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

اس سے مسرت ہوئی کہ حق تعالیٰ نے آپ کو حق وباطل کی تحقیق وتمیز کا شوق عطا فرمایا اور اس سلسلے میں

آپ نے کتابوں کا مطالعہ بھی کیا ہے، مہربانی فرما کر وہ کتابیں بھیج دیں، جس میں آپ نے دیکھا کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے نبی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا، بلکہ امتی ہونے کا دعویٰ کیا اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کی اشاعت اس کا مقصود ہے، اگر کتابیں نہ بھیج سکیں، تو وہ عبارتیں ان کتابوں سے مع حوالہ صفحہ وطباعت نقل کر کے بھیج دیں تاکہ پھر آپ کو بتایا جاسکے کہ قرآن وحدیث کے خلاف کیا کیا مرزا غلام احمد نے لکھا ہے، کیا قرآن کریم میں کہیں یہ بھی مذکور ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا انتقال کشمیر میں ہوا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تین دادیاں اور تین نانیاں زانیہ تھیں (نعوذ باللہ) کیا قرآن کریم میں کہیں یہ بھی مذکور ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اپنے باپ یوسف کے ساتھ نجاری کا کام سیکھتے تھے اور پھر کیاں بنا کر اڑا دیتے تھے، غلام احمد کی خرافات اور اباطیل اتنی کثرت سے ہیں کہ کوئی سلیم الفطرت، صحیح العقیدہ اس کو تسلیم نہیں کرسکتا، بلکہ ایمان کے خلاف سمجھتا ہے، آپ نے یہ نہیں بتلایا کہ قادیانی کی تردید میں جو کتابیں لکھی گئی ہیں، وہ بھی آپ کے مطالعہ سے گزری ہیں یا نہیں؟

نوٹ: آئندہ خط بھیجیں اور یہ خط بھی ساتھ ساتھ بھیجیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، مفتی دارالعلوم دیوبند، ۱۸/ ۵/ ۱۴ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

مایتعلق بالبریلویة
(بریلوی فرقے کا بیان)

رضاخانی مذہب

سوال[۹۹۳۳]: مذہب رضاخانی کون سامذہب ہے؟اورمذہب رضاخانی کاخداکون ہے؟اور اس کاخیال کیاہے؟اوران لوگوں کاقرآن شریف کون ساہے؟مطلع فرمادیں۔

الجواب حامداًومصلیاً:

اس کے لئے آپ ''رضاخانی مذہب''اور''اعلیٰ حضرت کے دین'' کامطالعہ کریں۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمودغفرلہ،دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح:نظام الدین،دارالعلوم دیوبند،۸۸/۹/۶ھ۔

بریلی اوردیوبند کے علماء میں امتیاز کی صورت

سوال[۹۹۳۴]: عمریہ کہتاہے کہ یہ علمائے بریلی اورعلمائے دیوبنددونوں طرف کےعلمائے دین ہیں اوردونوں فرقوں میں کشمکش ہے،ہرفرقہ یہ کہتاہے کہ ہم حق پرہیں اورہرطرف سے کتابیں تصنیف کی گئی ہیں اورہرکتاب میں دونوں طرف سے کلام اللہ شریف پیش کیاگیاہے،آیات وحدیث شریف کاترجمہ وسندمعتبر کتابوں کے حوالے درج فرمائے ہیں اورجب تقریرکرتے ہیں جب بھی دونوں طرف سے کتابوں کے نام اور حدیث شریف سے بیان فرماتے ہیں،اب عوام کیاکریں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

اس سب تفصیل کےمعلوم کرنے کے بعدآپ خودہی غورکیجئے،جواب خودبخودسامنےآجائےگا،وہ یہ کہ جب آپ علمائے دیوبندسے دریافت کررہے ہیں اوروہ اپنے طریق کوحق سمجھتے ہیں تووہ یہی جواب دیں گے

کہ آپ بھی اسی طریق کو اختیار کیجئے، یہ جواب کیسے دے سکتے ہیں، کہ غیر حق کو اختیار کریں، اصل یہ ہے کہ طالب حق کے پاس اگر دلائل کو پرکھنے کی کسوٹی موجود نہیں ہے تو وہ کچھ وقت ہفتہ دو ہفتہ ایک جماعت کے بڑے مقتداء کے پاس جا کر رہے اور بہت غور سے اس کی عبادات، معاملات، معاشرت، اپنوں سے تعلق، غیروں سے تعلق، تنہائی کے اوقات، لوگوں کے سامنے کے اوقات کو دیکھے، پھر اسی طرح دوسری جماعت کے مقتدا کے پاس رہے اور حق تعالیٰ سے دعا کرتا رہے، اللہ پاک اس کو ہدایت دیں گے اور اس کے دل میں بات آ جائے گی کہ فلاں شخص میں اخلاص ہے، دوسروں کی ہمدردی ہے، اتباعِ سنت ہے، خدا کا خوف ہے، خدمتِ دین کا جذبہ ہے، صبر و تحمل ہے، تواضع ہے، سخاوت ہے وغیرہ وغیرہ۔ غرض خوفِ خدا اور رسولِ مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اخلاقِ فاضلہ ہیں اور فلاں شخص میں ریاکاری ہے، نفس پروری ہے، خواہشِ نفسانی کا اتباع ہے، بجائے خوفِ خدا کے دنیا والوں کا خوف ہے، بجائے خدمتِ دین کے جاہ اور مال مطلوب ہے، بے صبری ہے، بے قراری ہے، تکبر ہے، بخل ہے وغیرہ وغیرہ، جس میں پہلی قسم کی صفاتِ عالیہ ہوں، وہ اس قابل ہے کہ اس کی صحبت اختیار کی جائے اور اس کی بتائی ہوئی بات پر عمل کیا جائے، جس میں دوسری قسم کی صفات ہوں، اس سے دوری اختیار کی جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۱/۸۹ھ۔

کیا اہلِ بدعت کو مناظرہ کا چیلنج دینا چاہیے

سوال [۹۹۳۵]: آکولہ میں رضاخانیوں نے علماءِ دیوبند پر کافی کیچڑ اچھالا اور ان کو بدنام کرنے کے لئے تقریباً پانچ اشتہار نکالے، ہم نے صبر سے کام لیا، جب شہر کی فضا خراب ہونے لگی، تو ہم نے بھی اشتہار نکالا، اس اشتہار کی ایک عبارت محلِ اعتراض بنی ہوئی ہے، وہ یہ ہے کہ (ہر دو فریق دس دس ہزار روپے پیشگی رقم بطورِ ضمانت گورنمنٹ کے پاس جمع کردے، اس رقم سے صرف ججوں کے اخراجات ادا کئے جائیں گے اور بقیہ رقم غالب فریق اپنی صوابدید پر دینی امور میں خرچ کرے گا) قوسین کی عبارت میں شرط کی شکل ہے یا نہیں؟ یہ جائز ہے یا نہیں؟ (پوسٹر مطبوعہ سوال کے ساتھ ہے) مناظرہ کی آمادگی کے لئے رضاخانیوں کو ایک ماہ کی مہلت دی گئی ہے۔ فقط۔

الجواب حامداًومصلیاً:

ان کا تو سرمایۂ زندگی ہی اکابر دیو بند کو گالیاں دے کر اپنا ایمان تباہ کرنا اور مخلوق کو گمراہ کرنا ہے، ابتداءً مناظرہ کا چیلنج روپیہ فراہم کرنے کا ذریعہ ہے، پھر جلسہ اسٹیج اشتہار، مناظرین کے مصارف، کتابوں کی فراہمی وغیرہ وغیرہ۔ غرض بہت بڑا ابل بن جاتا ہے اور اچھے خاصے وقت کے لئے گزارہ کا، بلکہ عیش وعشرت کا انتظام ہوجاتا ہے، اگر مناسب طریقہ پر مناظرہ کو ٹلا دیا جائے، تو درحقیقت یہی ان کی بڑی شکست ہے، ورنہ مناظرہ کرنے سے پہلے ہی وہ اپنی فتح کے اشتہارات چھپوالیتے ہیں اور مناظرہ کے بعد ہی مختلف مقامات پر ان کی خوب اشاعت کرتے ہیں، اخبارات میں بھی اشاعت ہوتی ہے، جو لوگ اصل حقیقت سے واقف نہیں ہوتے، وہ متاثر ہوجاتے ہیں، بقیہ رقم کا جو مصرف تجویز کیا گیا ہے وہ صحیح نہیں، بلکہ بقیہ رقم ہر فریق کو واپس دی جائے، یعنی اخراجات اگر مشترک ہوتے تو بقیہ رقم نصف نصف ہر فریق کو مل جائے، ججوں کے متعلق کوئی شرط نہیں لگائی کہ وہ کیسے ہیں مثلاً: قادیانی، شیعہ، رضاخانی، عیسائی، ہندو کیا ان کا فیصلہ بھی معتبر ہوگا؟ ایک ماہ بعد کی حد نہیں بیان کی گئی، اگر ججوں کی تعیین پر اتفاق نہ ہوسکا، تو کیا ہوگا؟ مطلوبہ رقم کے متعلق کوئی تصریح نہیں کہ وہ کہاں جمع کی جائے گی؟ یعنی بینک میں، ڈاک خانہ میں یا تھانہ میں یا کچہری میں؟ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند، ۱۶/۵/۱۴۰۱ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

متفرقات الفرق

بہتّر فرقے

سوال[۹۹۳۲]: ترمذی شریف کی حدیث شریف ہے کہ قیامت تک اسلام میں ۷۲ فرقے نمودار ہوں گے(۱)، برائے مہربانی مطلع فرمادیں کہ اب تک عالم اسلام میں کتنے فرقے نمودار ہو چکے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بہتر فرقوں کی تفصیل بہت طویل ہے۔غیاث اللغات (۲) کا مطالعہ کریں۔غنیۃ الطالبین (۳) اور الشافعیۃ (۴) وغیرہ میں بھی ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

☆......☆......☆......☆......☆

(۱) "عن عبدالله بن عمرو رضي الله تعالىٰ عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ليأتين على أمتي ... وإن بني إسرائيل تفرقت على ثنتين وسبعين ملة، وتفترق أمتي على ثلاث وسبعين ملة كلهم في النار إلا ملة واحدة". قالوا: ومن هي يا رسول الله؟ قال: ما أنا عليه وأصحابي". (جامع الترمذي، كتاب الإيمان، باب ماجاء في افتراق هذه الأمة: ۹۳/۲، سعيد)

(۲) (غياث اللغات، فصل هامع فا، هفتاد دوملت، ص: ۵۵۰، سعيد)

(۳) غنية الطالبين، القسم الثاني: العقائد والفرق الإسلامية، فصل فأصل ثلاث وسبعين فرقة: ۱۷۵/۱ - ۱۹۲، قديمي)

(۴) "طبقات الشافعیہ الکبری میں بہتر فرقوں کی تفصیل تو نہیں ملی، البتہ محمد بن احمد بن نصر الترمذی کے ترجمے میں لکھا ہے کہ "ان کی مقالات پر مشتمل ایک کتاب ہے، جس کا نام "كتاب اختلاف أهل الصلاة" ہے، اس کتاب کی ابتداء حضرت نے "تفترق أمتي على ثلاث وسبعين فرقة" سے کی ہے اور اس میں مبتدعین وفرق باطلہ کا رد بلیغ فرمایا ہے"۔(طبقات الشافعية الكبرى، الطبقة الثانيه: محمد بن احمد بن نصر أبوجعفر الترمذي: ۲۰۲/۱، دارالكتب العلمية بيروت)

باب الکفریات

(کفریات کا بیان)

کافر، مجاہر وغیر مجاہر کی تعریف

سوال[۹۹۳۷]: کافر اصلی اور غیر اصلی مجاہر اور غیر مجاہر کسے کہتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کافر کی تقسیم (اصلی اور غیر اصلی) اور دونوں کے درمیان فرق اور ہر ایک کی تعریف مجھے محفوظ نہیں، کافر مجاہر جو کھلا کافر ہو اور اپنے کو مسلمان نہ کہتا ہو۔ غیر مجاہر جو کہ اسلام کا مدعی ہو مگر اس میں کفر مخفی موجود ہو، جیسے منافقین کا حال تھا۔

﴿ومن الناس من يقول آمنا بالله وباليوم الآخر وما هم بمؤمنين﴾(۱).

﴿يقولون بأفواههم ماليس في قلوبهم﴾(۲). فقط والله تعالى اعلم.

قرآن کریم کو جلادینا

سوال[۹۹۳۸]: ایک مسلمان شرابی، جواری، زناکار ہے، اس کا غلط عورت سے تعلق ہے، جس سے وہ حرام کاری کرتا ہے، اس کی بیوی نے منع کرنے کے لئے قرآن شریف کا واسطہ دیا، تو اس نے (معاذ اللہ) قرآن شریف جلادیا، شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس شخص کا حال نہایت خطرناک ہے، ایمان پر سلامت رہنا نہایت دشوار ہے، اللہ تعالیٰ ہدایت دے،

---

(۱) (البقرة: ۸)

(۲) (الفتح: ۱۱)

اصلاح فرمادے،قرآن پاک کا جلانا اگر اہانت کے لئے ہو،تو کفر ہے(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ،دارالعلوم دیوبند،۵/۶/۱۴۰۰ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

(۱) "وتتمة الفتاوى: من استخف بالقران أو بنحوه مما يعظم في الشرع، كفر". (شرح الفقه الأكبر، فصل في القراءة والصلاة، ص: ۲۶۷، قديمي)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب السير، باب المرتد، ثم إن الفاظ الكفر أنواع، النوع الثالث في القرآن: ۱/ ۹۲، ۹۳، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب السير، باب أحكام المرتدين: ۵/ ۲۰۵، رشيديه)

مایتعلق بألفاظ الکفر

(الفاظِ کفر کا بیان)

شریعت کے منکر کا حکم

سوال[۹۹۳۹]: ایک شخص کسی نکاح کے معاملہ میں پہلے خود کہتا ہے کہ جو شریعت فیصلہ کرے گی، میں ماننے کے لئے تیار ہوں، لیکن جب اس کی اس بات پر اعتماد کرنے کے لئے کہا گیا کہ قرآن کریم پر ہاتھ رکھ کر کہو، جو شرعی فیصلہ ہوگا میں مان لوں گا، لیکن اس نے ہاتھ رکھنے سے انکار کر دیا، کسی نے کہا کہ جب کہ تم قرآن پر ہاتھ نہیں رکھتا، تو شریعت کا انکار ہی بنتا ہے، اس نے جواب دیا کہ "میں شریعت کو نہیں مانتا"، اس کی اس بات پر تین گواہ بھی گواہی دینے پر تیار ہیں۔ ایسے شخص کے متعلق کیا کہا جائے، یہ شخص مسلمان باقی ہے اور زوجین کا نکاح باقی ہے یا بوجہ ارتداد نکاح ٹوٹ گیا؟ اس آدمی کی عمر تقریباً ۷۰ سال ہے، اس کی عورت کی عمر ۶۹ سال ہے۔

الجواب حامداًومصلیاً:

جب وہ شریعت کا حکم ماننے کا وعدہ کر چکا تھا، تو پھر قرآن شریف پر ہاتھ رکھنے کے لئے اصرار کرنا غلط اور بے محل تھا، جن لوگوں نے اصرار کیا، ابتداءً غلطی ان لوگوں کی ہے، پھر اس کے بعد یہ کہنا کہ جب تو قرآن پر ہاتھ نہیں رکھتا تو شریعت کا انکار لازم آتا ہے، یہ زیادتی ہے، تو گویا ان لوگوں نے از خود ہی اس کو شریعت کا منکر قرار دے دیا اور اس سے پہلے اس کی زبان سے کوئی غلط لفظ نکلتا اس کو اسلام سے خارج اور مرتد تصور کر لیا، بلکہ اس پر الزام لگا دیا، تو اسی کے جواب میں اس نے وہ لفظ کہا جس پر اب فتویٰ طلب کیا جا رہا ہے، ان لوگوں کو اپنے متعلق بھی فتویٰ طلب کرنا چاہیے کہ کسی مسلمان کے مرتد اور خارج از اسلام کہنا شرعاً کیسا ہے؟ اور ایسے لوگ مسلمان باقی رہے یا نہیں (۱) اور ان کا نکاح باقی رہا یا ٹوٹ گیا، غرض ان لوگوں نے بھی سخت غلطی کی کہ اس کو

(۱) "عن أبي ذر رضي الله تعالىٰ عنه، أنه سمع النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول: لا يرمي رجل =

ایسے الفاظ کہے، جس سے متأثر ہوکر اس نے بھی سخت لفظ کہا اور اس نے جو لفظ کہا، وہ بھی شریعت کے نزدیک بہت سخت ہے، دونوں کو توبہ لازم ہے، اپنی اپنی غلطی پر نادم ہوکر سچے دل سے توبہ کریں، کلمہ پڑھیں احتیاطاً تجدید نکاح بھی کرلیں (۲)۔ اور کوئی کسی کو نہ مرتد کہے، نہ اسلام سے خارج کہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۳/۲۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۳/۲۹ھ۔

غصہ میں کلمۂ کفر کہنا

سوال[۹۹۴۰]: زید نے عمر سے ایک جھگڑے میں غصہ میں پوچھا کہ ''کیا تم بندوں کو مسبب

= رجلا بالفسوق، ولا یرمیہ بالکفر، إلا ارتدت علیہ إن لم یکن صاحبہ کذلک''. (صحیح البخاري، کتاب الأدب، باب ماینھی عن السباب واللعن: ۸۹۳/۲، قدیمی)

(وصحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان حال إیمان من قال لأخیہ المسلم ''یاکافر'': ۵۷/۱، قدیمی)

''سمعت ابن عمر رضي اللہ تعالیٰ عنھما یقول: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ''من قال لأخیہ ''یاکافر'' فقد باء بھا أحدھما''. (مسند الإمام أحمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عمر رضي اللہ تعالیٰ عنھما، رقم الحدیث: ۵۸۲۸: ۲۵۲/۲، دار إحیاء التراث العربي بیروت)

(۱) ''إذا قال الرجل لغیرہ: حکم الشرع في الحادثۃ کذا'' فقال ذلک الغیر، ''من برسم کاری کنم، نہ بشرع: یکفر عند بعض المشائخ''. (الفتاویٰ العالمکیریۃ، کتاب السیر، موجبات الکفر أنواع، ومنھا مایتعلق بالعلم والعلماء: ۲۷۳/۲، رشیدیہ)

(وکذا في الفتاویٰ البزازیۃ، کتاب ألفاظ تکون إسلاماً وکفراً، النوع الثامن في الاستخفاف بالعلم: ۳۳۸/۶، رشیدیہ)

(وکذا في المحیط البرھاني، کتاب السیر، فصل في مسائل المرتدین، نوع في العلم والعلماء: ۵۷/۵، مکتبہ غفاریہ کوئٹہ)

(۲) ''ماکان في کون کفرہ اختلاف، فإنہ یؤمر بتجدید النکاح وبالتوبۃ، والرجوع عن ذلک بطریق الاحتیاط''. (الفتاویٰ العالمکیریۃ، کتاب السیر، الباب العاشر: ۲۸۳/۲، رشیدیہ)

(وکذا في الدرالمختار، کتاب السیر، باب المرتد: ۲۴۶/۴، ۲۴۷، سعید)

(وکذا في الفتاویٰ التاتارخانیۃ، کتاب أحکام المرتدین، فصل في إجراء کلمۃ الکفر: ۴۵۸/۵، إدارۃ القرآن کراچی)

الا سباب سمجھتے ہو کہ اگر رسوم میں شرکت کرے تو وہ نوکری سے علیحدہ کردیں گے؟'' عمر نے ایک دم کہہ دیا کہ ''ہاں! ایسا ہی سمجھتا ہوں''۔ اب عمر پچھتاتا ہے کہ کلمۂ کفر ہو گیا، توبہ تو اسی وقت کرلی، اس کو ندامت بھی بہت ہے، اب کیا کرنا چاہیے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

توبہ واستغفار اور آئندہ کے لئے احتیاط کرے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۱/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین، ۱۲/۱/۸۸ھ۔

شرع محمدی کو نہ ماننے والے کا حکم

سوال [۱۰۹۴۱]: جو شخص حج کرتا ہو اور نماز پنجگانہ با جماعت ادا کرتا ہو، وہ تین مرتبہ اقرار کرے کہ میں شرع محمدی کو نہیں مانتا، اس کے بارے میں حکم شرع کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

وہ شرعی احکام کی پابندی کرتا ہے، پنجگانہ نماز جمعہ ادا کرتا ہے، پھر اس کا کیا مطلب ہے کہ شرع محمدی کو نہیں مانتا؟ کلمہ تو یہ بہت سخت ہے، ایمان کے خلاف ہے (۲)، مگر جب تک کچھ تفصیل معلوم نہ ہو، اس پر کیا حکم

(۱) "ثم إن كانت نية القائل ...... الوجه الذي يوجب التكفير، لاتنفعه فتوى المفتي، ويؤمر بالتوبة والرجوع عن ذلك، وبتجديد النكاح بينه، وبين امرأته". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب السير، موجبات الكفر أنواع: ۲/۲۸۳، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب أحكام المرتدين، فصل في إجراء كلمة الكفر: ۵/۴۵۸، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في المحيط البرهاني، كتاب السير، فصل في مسائل المرتدين، النوع الأول في إجراء كلمة الكفر: ۵/۵۵۰، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(۲) "إذا قال الرجل لغيره: حكم الشرع في الحادثة كذا، فقال ذلك الغير: من برسم كار مى كنم، نه بشرع". يكفر عند بعض المشايخ". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب السير، موجبات الكفر أنواع، منها =

لگایا جاسکتا ہے؟ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۱/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند۔

''اگر ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر بھی ایک بات کہیں گے تو نہیں مانوں گا'' کا حکم

سوال[۹۹۴۲]: خالد اور حامد دونوں کے جھگڑے کے درمیان ماجد پہنچا اور اس سے کہا کہ صلح کرلو، تو حامد بولا کہ ''اگر ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر بھی آکر منع کریں گے، تو بھی نہیں مانوں گا''۔ اب ایسے شخص کو گنہ گار کہا جائے گا یا کافر؟ بینوا وتوجروا.

الجواب حامداًومصلیاً:

یہ جملہ نہایت سخت ہے، حسبِ تصریح فقہاء ایسے شخص کا اسلام سلامت رہنا دشوار ہے(۱)، تجدیدِ ایمان

= مایتعلق بالعلم والعلماء: ۲/۲۷۳، رشیدیه)

(وكذا في الفتاوى البزازية، كتاب ألفاظ تكون إسلاماً وكفراً، النوع الثامن في الاستخفاف بالعلم: ۲/۳۳۸، رشيديه)

(وكذا في المحيط البرهاني، كتاب السير، فصل في مسائل المرتدين، نوع في العلم والعلماء: ۵/۵۷، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(۱) "وفي الفتاوى العتابية: ثم الأصل أن جحود أمر الله تعالىٰ أو أمر رسوله كفر". (الفتاوى التاتارخانية، كتاب أحكام المرتدين، فصل في رد الأوامر الشرعية: ۵/۳۳۰، قديمى)

"رجل أراد أن يضرب عبده، فقال له رجل: "لا تضربه"، فقال: "اگر محمد مصطفىٰ گويد مزن: نهلم ... يلزمه الكفر". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب السير، موجبات الكفر أنواع، منها ما يتعلق بالأنبياء عليهم السلام: ۲/۲۶۲، رشيديه)

"رجل قال لامرأته: "مرا سيم نيست"، فقالت امرأته، إنک تكذب، فقال الرجل: لو شهد الأنبياء، والملائكة عندک "كه مرا سيم نيست" لا تصدقينهم، فقال: "نعم لا أصدقهم"، ذكر في مجموع النوازل أنها تكفر". (المحيط البرهاني، كتاب السير، فصل في مسائل المرتدين وأحكامهم، نوع فيما يعود إلى الأنبياء: ۵/۵۶۰، مكتبه غفاريه كوئٹه)

ونکاح کیا جائے(۱)، توبہ کرکے خدا سے پختہ عہد کیا جائے کہ اس قسم کا کوئی لفظ بلکہ کوئی بھی حرکت خدائے پاک کے نبی کے خلاف سرزد نہ ہونے پائے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۶/۱۴۰۰ھ۔

"نحن عباد محمد(صلى الله تعالىٰ عليه وسلم)" کا مطلب

سوال[۹۹۴۳] : رضاخانیوں کا کلمہ کون سا ہے اور یہ عبارت کیا ہے:

"الله رب محمد صلى الله تعالى عليه وسلم، نحن عباد محمد صلى الله تعالى عليه وسلم" یہ کلمہ ہے یا درود شریف ہے؟ اس کو پڑھنے سے آدمی گنہگار رہوگا یا اس کو ثواب ملے گا اور اس کو پڑھنے والا مؤمن رہتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلياً:

یہ عبارت حدیث شریف یا فقہ کی کسی کتاب میں نہیں دیکھی، جن کی یہ عبارت ہے ان سے ہی دریافت کرنا چاہیے کہ یہ کلمہ ہے یا درود شریف؟ البتہ اس میں "نحن عباد محمد صلى الله تعالىٰ عليه وسلم" جو کہا گیا ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ (نعوذ باللہ) ہم محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بندے ہیں، جو شخص حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معبود مانے، وہ اسلام سے خارج ہے(۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۶/۹/۸۸ھ۔

---

(۱) "ثم إن كانت نية القائل ..... الوجه الذي يوجب التكفير، لا تنفعه فتوى المفتي، ويؤمر بالتوبة والرجوع عن ذلك، وبتجديد النكاح بينه وبين امرأته". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب السير، موجبات الكفر أنواع: ۲/۲۸۳، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانيه، كتاب أحكام المرتدين، فصل في إجراء كلمة الكفر: ۵/۴۵۸، إدارة القرآن كراچى)

(وكذا في المحيط البرهاني، كتاب السير، فصل في مسائل المرتدين، النوع الأول في إجراء كلمة الكفر: ۵/۵۵۰، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿واعبدوا الله ولا تشركوا به شيئا﴾ (النساء: ۳۶) ....=

داڑھی کوزیرِ ناف کے بالوں سے تشبیہ دینا

سوال[۹۹۴۴]: زید نے بکر کو کہا کہ ''داڑھی رکھ لو'' بکر نے جواب دیا کہ ''ناف کے نیچے کے بال رکھ لوں''، ایسی صورت میں بکر کی شرعی کیا سزا تجویز کی جاسکتی ہے؟ اور اہل برادری کیا سزا کفارہ مقرر کر سکتے ہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

بکر کا جواب بہت سخت ہے، یعنی داڑھی کو زیرناف کے بالوں سے تشبیہ دیتا ہے اور منہ کو شرمگاہ سے تشبیہ دے رہا ہے، پس جس طرح زیرناف کے بالوں کو رکھا نہیں جاتا، بلکہ صاف کردیا جاتا ہے، اسی طرح ڈاڑھی کو نہیں رکھا جائے، بلکہ صاف کردینا چاہیے، ڈاڑھی رکھنا ایسا قبیح وناپسند ہے(۱)، حالانکہ ڈاڑھی رکھنے بلکہ بڑھانے کا حکم حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیا ہے، جیسا کہ احادیث میں موجود ہے اور زیرِ ناف کے بالوں کو صاف کرنے کا حکم ہے، دونوں چیزوں کا حکم الگ الگ تھا، بکر نے دونوں کا حکم ایک کردیا، جو کہ بڑی جسارت ہے، ممکن ہے کہ بکر نے اس تفصیل پر غور نہیں کیا ہو، ایسے ہی بے پرواہی سے جواب دے دیا ہو، تاہم

= "وقال الله تعالیٰ: ﴿وقضیٰ ربک ألا تعبدوا إلا إیاه......﴾ (بني إسرائیل: ٢٣)

"عن عمر رضي الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "لا تطروني كما أطرت النصاریٰ ابن مریم، فإنما أنا عبده، فقولوا: عبدالله ورسوله". (صحیح البخاري، كتاب أحادیث الأنبیاء، باب قول الله تعالیٰ: ﴿واذكر في الكتاب مریم......﴾: ١/٤٩٠، قدیمی)

وكذا في مسند الإمام أحمد بن حنبل، مسند عمر بن الخطاب رضي الله تعالیٰ عنه، رقم الحدیث: ١٦٥: ١/٤٢، دار إحیاء التراث العربي بیروت)

(١) "من استخف بسنة أو حدیث من أحادیثه علیه السلام ...... كفر". (مجمع الأنهر، كتاب السیر، باب المرتد، ثم إن ألفاظ الكفر أنواع، الثاني في الأنبیاء علیهم السلام: ١/٦٩٢، دار إحیاء التراث العربي بیروت)

"وفي الیتیمة: من أهان الشریعة أو المسائل التي لا بد منها، كفر". (شرح الفقه الأكبر، فصل في العلم والعلماء، ص: ١٧٤، قدیمی)

(وكذا في الفتاویٰ البزازیة علی هامش الفتاویٰ العالمكیریة، كتاب ألفاظ تكون إسلاماً أو كفراً، الفصل الثاني، النوع الرابع في الإیمان دارالإسلام: ٦/٣٢٨، رشیدیه)

اس کو اپنے اس جواب پر نادم ہوکر توبہ کرنا لازم ہے(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/ ۷/ ۱۴۰۱ھ۔

غیر عالم باپ کا عالم بیٹوں کو گالیاں دینا

سوال[۹۹۴۵]: زید حاجی ہے اور اس کے دولڑکے عالم دین ہیں، ایک دن لڑائی میں زید نے اپنے عالم لڑکوں کو خوب گالیاں دیں اور کہا ''اے کافر عالم تم قرآن وحدیث کا مطلب کیا سمجھوگے، تم تو کتا ہو، تمہارے عالم ہونے کے لئے کیا ثبوت ہے؟ ایک حرامی چمار اگر علم حدیث پڑھے، تو کیا وہ عالم دین ہوجائے گا؟ ہرگز نہیں ارے شیطانو! ہم تو حاجی ہیں، اس لئے ہم نائب رسول ہیں اور ہمارے لئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وعدہ کیا ہے کہ جو مکہ معظمہ پہونچ گیا وہ جنت میں جائے گا، اگر کوئی بھی حرامی چمار مکہ معظمہ پہونچ گیا، تو وہ ضروری حاجی ہوجائے گا'' اور اس کے بعد یہ جملہ بھی کہا کہ ''عالم ہی سب سے پہلے جہنم میں جائے گا اور حاجی سب سے پہلے جنت میں جائے گا''، اس صورت میں زید کو تجدیدِ ایمان ونکاح ضروری ہے یا نہیں؟ اور زید کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

زید کا ایسا کہنا اگر علم دین کی توہین وتحقیر کے لئے ہے، تو یہ کفر ہے(۲)، کوئی ذلیل قسم کا کافر اگر اسلام

---

(۱) ''ثم إن کانت نیة القائل ..... الوجه الذي یوجب التکفیر، لا تنفعه فتوی المفتي، ویؤمر بالتوبة والرجوع عن ذلک''. (الفتاوی التاتارخانیة، کتاب أحکام المرتدین، فصل في إجراء کلمة الکفر: ۴۵۸/۵، إدارة القرآن کراچی)

(وکذا في الفتاوی العالمکیریة، کتاب السیر، موجبات الکفر أنواع: ۲۸۳/۲، رشیدیه)

(وکذا في المحیط البرهاني، کتاب السیر، فصل في مسائل المرتدین، النوع الأول في إجراء کلمة الکفر: ۵۵۰/۵، مکتبه غفاریه کوئٹه)

(۲) ''رجل رجع عن مجلس العلم فقال له رجل اٰخر: ''از کنشت آمده'' یکفر، وکذا لو قال ''مرا به مجلس علم چه کار''، أو قال: ''من یقدر علی أداء مایقولون''، أو ألقی الفتوی علی الأرض وقال: ''چه شرع است این'' أو ''چه بازنامه فتوی آوردی'' یکفر''. (خلاصة الفتاوی، کتاب ألفاظ الکفر، الفصل الثاني، الجنس الثامن في استخفاف العلم والعلماء: ۳۸۸/۴، رشیدیه)

(وکذا في الفتاوی البزازیة علی هامش الفتاوی العالمکیریه، کتاب ألفاظ تکون إسلاماً أو کفراً، الفصل =

قبول کرکے علم دین حاصل کرے اور علم وعمل اس کا صحیح ہوجائے، تو وہ یقیناً عالم دین اور مستحق جنت ہے۔ یہ صحیح ہے کہ حج سے گناہ معاف ہوجاتے ہیں (۱)، لیکن اگر حج کے بعد گناہ کرے، تو وہ گزشتہ حج کی وجہ سے معاف نہیں ہوتے، ان گناہوں کی وجہ سے وہ حاجی جہنم کا مستحق بھی ہوسکتا ہے کہ اس کو دوزخ میں ڈال کر سزا دی جاسکتی ہے اور توبہ کے ذریعے سے یا حق تعالیٰ کے معاف فرمادینے کی وجہ سے دوزخ سے بری بھی ہوسکتا ہے، اگر کوئی غیر مسلم مکہ شریف پہونچ جائے، تو وہ جنت کا مستحق نہیں ہوگا، بلکہ وہ ہمیشہ کے لئے جہنم ہی میں رہے گا۔ جیسے ابوجہل وابولہب مکہ معظمہ میں رہتے تھے اور حج بھی کرتے تھے، مگر وہ مستحق جنت نہیں ہوئے، جو عالم بدعمل ہو، وہ اپنے گناہوں کی وجہ سے دوزخ میں جائے گا، ان میں وہ عالم بھی ہے جس میں اخلاص نہیں تھا، ریاکاری تھی (۲)۔

یہ بھی ممکن ہے کہ زید کے بیٹوں کا عمل زید کی نظر میں خلافِ شرع ہو، جس کی وجہ سے وہ ان کو اس طرح برا کہتا

= الثاني، النوع الثامن في الاستخفاف بالعلم: ۲/۳۳۷، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانيه، كتاب ألفاظ الكفر، فصل من العلم والعلماء: ۵/۵۰۷، ۵۰۹، إدارة القرآن كراچى)

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: من حج لله فلم يرفث ولم يفسق رجع كيوم ولدته أمه". (صحيح البخاري، كتاب الحج، باب فضل الحج المبرور: ۱/۲۰۶، قديمى)

(وصحيح مسلم، كتاب الحج، باب فضل الحج والعمرة: ۱/۴۳۶، قديمى)

(وفي رواية الترمذي: غفرله ما تقدم من ذنبه". (أبواب الحج، باب ماجاء في ثواب الحج والعمرة: ۱/۱۶۷، سعيد)

(۲) "إن أول الناس يقضىٰ يوم القيامة عليه رجل استشهد ..... ورجل تعلم العلم وعلمه، وقرأ القرآن، فأتي به، فعرّفه نعمه، فعرفها، قال: فما عملت فيها؟ قال: تعلمت العلم وعلمته وقرأت فيك القرآن، قال: كذبت ولكنك تعلمت العلم ليقال عالم، وقرأت القرآن ليقال هو قارئ، فقد قيل، ثم أمر به فسحب على وجهه حتى ألقي في النار ..... الخ". (صحيح مسلم، كتاب الإمارة، باب من قاتل للرياء والسمعة، استحق النار: ۲/۱۴۰، قديمى)

(وسنن النسائي، كتاب الجهاد، باب من قاتل ليقال: "فلان جريء": ۲/۵۷، قديمى)

(وكذا في مسند الإمام أحمد بن حنبل، مسند أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه، رقم الحديث: ۸۰۷۸: ۲/۲۱۷، ۲۱۸، دار إحياء التراث العربي بيروت)

ہے اور گالیاں دیتا ہے اور اس کا مقصود علمِ دین کی توہین وتحقیر نہ ہو، جیسا کہ سوال سے بھی معلوم ہوتا ہے، کہ وہ قرآن وحدیث کو برا نہیں کہتا، بلکہ ان کو برا کہتا ہے کہ تم قرآن وحدیث کا مطلب کیا سمجھو گے، تم تو کتا ہو، تمہارے عالم ہونے کے لئے کیا ثبوت ہے، مطلب صاف ہے کہ تم کو کتا شیطان اس لئے کہا جاتا ہے کہ تم عالم دین نہیں ہو، قرآن وحدیث کو نہیں سمجھتے ہو، ورنہ تم کو ایسا نہ کہا جاتا، بلکہ تمہارا احترام کیا جاتا، عالم دین حقیقت میں وہ ہے جو اس علم پر عمل بھی کرتا ہو(۱)۔ اگر کوئی صاحبِ علمِ حدیث پڑھے اور اس پر عمل نہ کرے، تو وہ واقعۃً عالم دین کہہ دینے کا مستحق نہیں، تاہم زید کو ایسے سخت الفاظ کا استعمال کرنا درست نہیں، خاص کر کافر کہنا اور اپنے ہی لئے نائب رسول کا منصب تجویز کرنا، اس کی انتہائی ناواقفیت اور جہالت کی دلیل ہے، اس کو توبہ لازم ہے، مگر اس کی تکفیر سے بھی احتیاط لازم ہے۔

"ویخاف علیه الکفر إذا شتم عالماً أو فقیها من غیر سبب اهـ ویخاف علیه الکفر إذ قال لفقیه: أي دانشمندك! أو قال: أي علویك! لایکفر إن لم یکن قصده الاستخفاف بالدین اهـ". فتاویٰ عالمگیری: ۲/۲۴۱(۲).

تاہم احتیاطاً اس کو تجدید ایمان وتجدید نکاح بھی کر لینا چاہیے(۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۶/۵/۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۶/۵/۹ھ۔

---

(۱) "أن عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه قال لکعب: "من أرباب العلم؟" قال: الذین یعملون بما یعلمون" قال: "فما أخرج العلم من قلوب العلماء؟ قال: "الطمع". (مشکاة المصابیح، کتاب العلم، الفصل الثالث: ۱/۳۷، قدیمی)

(وکذا في سنن الدارمي، باب صیانة العلم، رقم الحدیث: ۵۸۴: ۱/۱۵۲، قدیمی)

(وکذا في الدر المنثور، البقرة: ۲۸۲: ۱/۲۵۸، دارالکتب العلمیة بیروت)

(۲) (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب السیر، موجبات الکفر أنواع، منها مایتعلق بالعلم والعلماء: ۲/۲۷۱، رشیدیه)

(وکذا في الفتاویٰ البزازیة، کتاب ألفاظ تکون إسلاماً أو کفراً، الفصل الثاني، النوع الثامن في الاستخفاف بالعلم: ۶/۳۳۶، رشیدیه)

(وکذا في خلاصة الفتاوی، کتاب ألفاظ الکفر، الفصل الثاني، الجنس الثامن في استخفاف العلم: ۴/۳۸۸، رشیدیه)

(۳) "ماکان في کون کفره اختلاف، فإنه یؤمر بتجدید النکاح وبالتوبة، والرجوع عن ذلک بطریق =

خلافِ شرع کلمات سے رجوع کرنا

سوال[۹۹۴۲]: ۱...... زید اور بکر کی بیوی کے مابین کسی بات پہ جھگڑا ہوا، طول کلامی بڑھتی گئی، زید کی اہلیہ نے بکر پر ایک جرم عائد کیا ہے، زید اور اہلیہ زید کے قول کے مطابق بکر کی بیوی کہتی ہے کہ "میں قرآن وحدیث کو نہیں مانتی" عورت کا کہنا ہے کہ میں نے یہ کہا کہ ایسے قسم کو نہیں مانتی ہوں، مجھ کو دو گواہ چاہیے۔ میں نے یہ نہیں کہا ہے کہ قرآن وحدیث کو نہیں مانتی، اہلیہ بکر کے ان کلمات کو اپنی برادرانہ پنچائیت میں پیش کیا، پنچائیت نے اس مسئلہ کو قلم بند کر کے اس تحریر پر چار گواہ کے دستخط لے کر ایک مفتی صاحب سے فتویٰ طلب کیا، واضح رہے کہ مذکورہ چاروں گواہان جھگڑے کے وقت موجود نہیں تھے اور نہ ہی انہوں نے اپنے کانوں سے اہلیہ بکر کے نازیبا کلمات سنے ہیں، مفتی صاحب نے اہلیہ بکر کے متعلق یہ فتویٰ صادر فرمایا ہے کہ وہ تجدید کلمہ اور تجدید نکاح کرے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسے گواہوں کی شہادت، جو بروقتِ واقعات کے موجود نہ ہو اور جنہوں نے اپنے کانوں سے نہ کچھ سنا ہو اور نہ آنکھوں سے دیکھا ہو، ان کی گواہی شریعت کی نظر میں قابل قبول ہے؟ نیز یہ کہ ایسے گواہوں کے متعلق شریعت کیا حکم دیتی ہے؟

۲...... زید کی اہلیہ نے بکر پر جو جرم عائد کیا ہے، اس جرم سے اہلیہ بکر نفی کرتی ہے، اس کا کہنا ہے کہ میں نے ایسے نازیبا کلمات نہیں کہے ہیں، حلف لینے کے لئے تیار ہوں، دوسری جانب زید اپنے دعوے کے ثبوت میں حلف لینے کے لئے تیار ہے اور مزید اپنی بیوی کو بھی گواہی میں پیش کر رہا ہے، ایسی صورت میں مسئلہ کا حل کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... جس معاملہ میں چشم دید گواہوں کی ضرورت ہو، وہاں ایسی گواہی پر کوئی حکم نہیں لگایا جا سکتا، کیونکہ وہ گواہی قابل قبول نہیں (۱)۔

= الاحتياط". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب السير، قبيل الباب العاشر في البغاة: ۲/۲۸۳، رشيديه)

(وكذا في الدرالمختار، كتاب السير، باب المرتد: ۴/۲۲۹، ۲۴۷، سعيد)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب أحكام المرتدين، فصل في إجراء كلمة الكفر: ۵/۴۵۸، إدارة القرآن كراچى)

(۱) "(ولا) يشهد أحد (بمالم يعاينه) بالإجماع ..... الخ". (الدرالمختار، كتاب الشهادات: ۵/۴۷۰، سعيد) =

۲..... بات کوطول نہ دیا جائے، جب اہلیہ بکر ان کلمات کو خلافِ شرع سمجھ کر ان سے اپنی برات کرتی ہے تو اس کی بات تسلیم کرلی جائے، زید کو چاہیے کہ وہ درگزر کرے، اپنی بات پر ضد نہ کرے، گویا کہ اہلیہ بکر رجوع کررہی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

پیر کو مولا اور ہادی کہنا

سوال[۹۹۴۷]: مرید کو اپنے پیر کی شان میں مندرجہ ذیل شعر کہنا درست ہے یا نہیں؟

خدا ان کا مربی تھا، وہ مربی تھے خلائق کے

میرے مولا، میرے ہادی تھے، بے شک ربانی

الجواب حامداًومصلياً:

بظاہر تو اس شعر میں کوئی خرابی نہیں، جو اعتراض ہو، وہ بیان کیا جائے، تاکہ اس پر غور کیا جاسکے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

''ہم بے شرع ہی رہیں گے'' اور ''ہم فتویٰ کو نہیں مانتے'' کہنے والے کا حکم

سوال[۹۹۴۸]: ایک گاؤں میں دو پارٹی ہے، دونوں مسلم حنفی المسلک ہیں، ایک پارٹی کا ایک شخص اپنی اکثریت دولت اور نفسانیت کی بناء پر اگر یہ جملہ کہے کہ ''ہم بے شرع ہی رہیں گے'' اور ایک نے اسی بنیاد پر یہ جملہ کہا کہ ''ہم فتویٰ کو نہیں مانتے''۔ اور ایک شخص نے یہ جملہ کہا کہ ''ہم دس حرام سور کھا چکے ہیں، ایک اور کھائیں گے''۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ ان مذکورہ تینوں اشخاص کے اس جملہ پر شریعت کا کیا حکم ہے؟ کیا یہ لوگ

= "ولا يشهد بما لم يعاينه إلا في النسب والموت والنكاح والدخول وولاية القاضي وأصل الوقف ... الخ". (البحر الرائق، كتاب الشهادات: ۱۲۲/۷، رشيديه)

(وكذا في الهداية، كتاب الشهادات، فصل: ۱۵۹/۳، شركت علميه ملتان)

اسلام سے خارج ہوجائیں گے، پھر سے تجدید ایمان ونکاح کرنا ضروری ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

جہالت اورنفسانیت کی بناء پر یہ جملہ کہے گئے ہیں، اگران کوشرعی حکم معلوم ہوتا اورنفس پر قابو ہوتا تو ہرگز اس کی نوبت نہ آتی، اب یعنی ایسا کہنے والوں کوحکمِ شرعی بتایا جائے گا، تو اندیشہ ہے کہ پھر جہالت اورنفسانیت جوش میں نہ آجائے اورزیادہ خطرناک جملے نہ زبان سے نکل جائیں، اس لئے بہتر یہ ہے کہ ان کا کوئی خیرخواہ قابلِ اعتماد ان کوسمجھائے کہ وہ خود ہی حکم دریافت کرلیں، تاکہ ان کو بتادیا جائے کہ پہلے دو جملے ایسے ہیں کہ ان سے ایمان سلامت رہنا دشوار ہے(۱)۔ تیسرا جملہ بھی بڑی جرأت کا ہے، اللہ سے نادم ہوکر سچے دل سے توبہ کرلیں اورکلمہ پڑھ کردوگواہوں کے سامنے ایجاب وقبول دوبارہ کرلیں (۲)۔ فتاویٰ عالمگیری، البحرالرائق وغیرہ کتبِ فقہ میں ایسا ہی مذکور ہے (۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۸/۳/۱۴۰۱ھ۔

---

(۱) "وإذا قال الرجل لغيره: حكم الشرع في الحادثة كذا، فقال ذلك الغير: "من برسم كار كنم، نه بشرع، يكفر عند بعض المشايخ" رجل عرض عليه خصمه فتوى الأئمة، فردها وقال: "چه بارمه فتوى آورده" قيل: يكفر؛ لأنه رد حكم الشرع، وكذا لولم يقل شيئاً لكن ألقى الفتوىٰ على الأرض، وقال: اين چه شرع است، كفر ...... ماكان في كونه كفرا اختلاف، فإن قائله يؤمر بتجديد النكاح وبالتوبة، والرجوع عن ذلك بطريق الاحتياط". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب السير، الباب التاسع في أحكام المرتدين، مطلب: موجبات الكفر أنواع، ومنها مايتعلق بالعلم والعلماء: ۲/۲۷۲، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب السير، باب أحكام المرتدين: ۵/۲۰۷، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانية، كتاب أحكام المرتدين، فصل في أحكام إجراء كلمة الكفر الخ: ۵/۴۵۸، إدارة القرآن كراچی)

(۲) "ماكان في كونه كفراً اختلاف، فإن قائله يؤمر بتجديد النكاح وبالتوبة، والرجوع عن ذلك بطريق الاحتياط اهـ". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب السير، الباب التاسع في أحكام المرتدين: ۲/۲۷۱، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ البزازية على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب ألفاظ تكون إسلاماً وكفراً، الفصل الثامن في الاستخفاف بالعلم: ۶/۳۳۸، رشيديه)

(۳) راجع رقم الحاشية: ۱

مایتعلق بتکفیر المسلم

(تکفیر مسلم کا بیان)

علمائے دیوبند پر کفر کا فتویٰ لگانے والے کا حکم

سوال[۹۹۴۹]: ایک شخص کا کہنا ہے کہ مولوی حشمت علی حنفی مذہب کے بہت بڑے عالم اور مفتی ہیں۔ اور اگر کسی شخص کا اعتقاد ایسا ہو (ایک دیوبندی عقیدہ والے آدمی کی طرف اشارہ کرکے) وہ کافر ہے اور جتنے بھی ایسے عقیدے والے ہیں، وہ سب کافر ہیں۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا دراصل سب دیوبندی عقیدے والے کافر ہیں (نعوذ باللہ) اور یہ حشمت علی کون ہے؟ اس سے فتنہ اور فساد کا اندیشہ ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

دیوبند میں ایک مدرسہ دارالعلوم ہے۔ جو اکابر اہل اللہ عرفاء واہلِ علم نے قائم فرمایا ہے، اس میں قرآن پاک، حدیث شریف، تفسیر، فقہ وغیرہ دینی علوم کی تعلیم ہوتی ہے، جس کو ایک سو سال سے زائد مدت گزر چکی ہے، یہاں سے پڑھ کر بے شمار علماء دنیا بھر میں دینی خدمات انجام دے رہے ہیں، یہاں اکابر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم، تابعین رحمہ اللہ تعالیٰ، ائمہ مجتہدین کے مذاہب پڑھائے جاتے ہیں اور یہ سب خود حنفی ہیں اور حضرات صوفیاء اولیائے کرام چشتی، نقشبندی، قادری، سہروردی کے طرز پر سلوک طے کرکے نسبت حاصل کرتے ہیں اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مقلد ہیں اور اپنی پوری زندگی کو حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہدایت کے موافق اتباعِ سنت میں گزارنا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات وتعلیمات کو عام کرنا اس مدرسہ کا اصل مقصد ہے، ان کے عقائد بالکل وہی ہیں، جو قرآن پاک اور حدیث شریف سے ثابت ہیں، جن پر قائم رہنے کی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی ہے اور فرمایا ہے کہ وہی لوگ نجات پائیں گے جو اس

طریق پر رہیں گے(۱)۔

ایسے لوگوں کو جو لوگ کافر کہتے ہیں، وہ خود اپنے ایمان کی خیر منائیں، کیونکہ حدیث میں ہے کہ جو شخص کسی کو کافر کہے، حالانکہ وہ کافر نہ ہو تو وہ کفر خود اس کافر کہنے والے پر لوٹ کر آتا ہے(۲)۔ اس تفصیل وتشریح کے بعد اب آپ خود ہی فیصلہ کیجئے کہ علماء دیو بند اور ان کے ہم عقیدہ حضرات جب اللہ تعالیٰ اور رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عین مرضی کے موافق ہیں، تو ان کو کافر کہنے والا کون ہوگا؟! واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند، ۲۳/۱۰/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیو بند، ۲۴/۱۰/۸۷ھ۔

ازواجِ مطہرات کو انبیائے کرام کی قبروں میں پیش کرنے اور ان سے شب باشی کرنے کا عقیدہ رکھنا

سوال[۹۹۵۰]: مولانا احمد رضا خاں صاحب نے اپنی کتاب ''الملفوظ، حصہ سوم، ص: ۳۰۰'' پر یہ عبارت لکھی ہے:

''ازواج مطہرات انبیاء علیہم السلام کے قبور میں پیش کی جاتی ہیں اور وہ ان سے

---

(۱) "قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : ..... "وإن بني إسرائيل تفرقت ثنتين وسبعين ملة كلهم في النار إلا ملة واحدة" قالوا: من هي يارسول الله؟ قال: ما أنا عليه وأصحابي". (مشكاة المصابيح، كتاب الإيمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، ص: ۳۰، قديمي)

(۲) "عن أبي ذر رضي الله تعالىٰ عنه ، أنه سمع النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول: لا يرمي رجل رجلا بالفسوق، ولا يرميه بالكفر، إلا ارتدت عليه إن لم يكن صاحبه كذلك". (صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب ماينهى عن السباب واللعن: ۲/۸۹۳، قديمي)

(وصحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان حال إيمان من قال لأخيه المسلم "ياكافر": ۱/۵۷، قديمي)

"سمعت ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما يقول: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : "من قال لأخيه "ياكافر" فقد باء بها أحدهما". (مسند الإمام أحمد بن حنبل، مسند عبدالله بن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما، رقم الحديث: ۵۸۷۸: ۲/۲۵۶، دار إحياء التراث العربي بيروت)

شب باشی فرماتے ہیں‘‘۔

کیا یہ عبارت حضور علیہ السلام کی شان میں گستاخی ہے؟ ایسا لکھنے والے اور ایسا کہنے والے کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟

کیا یہ عبارت علامہ زرقانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی شرح ’’مواہب لدنیہ‘‘ میں چھٹی جلد، ص:۱۶۹ پر لکھی ہے؟

کیا علماء دیوبند نے مولانا احمد رضا خاں کو بھی گستاخِ رسول اور کافر یا بددین ہونے کا فتویٰ دیا ہے؟ یہ رضا خانی کون سا فرقہ ہے؟ کیا حقیقت ہے کہ مولانا احمد رضا خاں نے مذہب اسلام میں رضا خانی فرقہ کی بنیاد ڈالی ہے؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بریلی کے اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں کے ملفوظ میں یہ بات اس طرح موجود ہے، زرقانی رحمہ اللہ تعالیٰ مواہب لدنیہ میں لفظ ’’یبیت‘‘ ہے، خاں صاحب نے لفظ شب باشی لکھا ہے، جس کا مطلب عرف عام میں شوہر بیوی کے تعلقات خصوصی کو انجام دینا ہوتا ہے، اس وجہ سے ان پر اعتراض ہے، خاں صاحب نے وصیت کی ہے کہ میرے دین ومذہب پر عمل کرنے کو، جو کہ میری کتابوں میں موجود ہے، ایک فرض سے اہم فرض سمجھیں اور اتباع شریعت کو حتی الامکان لازم کہتے ہیں، خود اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت ایک چیز ہے اور احمد رضا خاں صاحب کا دین ومذہب ایک مستقل چیز ہے، جو کہ ان کی کتابوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اکابر اولیاء اللہ کی تکفیر کرتے ہیں، جو شخص تکفیر نہ کرے یا کفر میں شک کرے، اس کو بھی کافر جانتے ہیں اور آگے کو اس کی اولاد کو ثابت النسب تسلیم نہیں کرتے، جس کی وجہ سے بے شمار علماء، اتقیاء اور ان کے متبعین خان صاحب کے نزدیک اسلام سے خارج ہیں۔

العیاذ باللہ حدیث شریف میں موجود ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کو کافر کہے اور وہ (دلیل شرعیہ) کی روشنی میں کافر نہ ہو تو یہ کلمہ کفر اس کافر کہنے والے کی طرف لوٹتا ہے(۱)۔ تو ان کے فتوے سے اولیاء اللہ تبارک وتعالیٰ

(۱) ’’عن أبي ذر رضي الله تعالىٰ عنه، أنه سمع النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول: لا يرمي رجل رجلاً بالفسوق، ولا يرميه بالكفر، إلا ارتدت عليه إن لم يكن صاحبه كذلك‘‘. (صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب ماينهى عن السباب واللعن: ۸۹۳/۲، قديمي) ...... =

عزوجل شانہ وعم نوالہ کیا کافر ہوتے، خودخاں صاحب کا ایمان سلامت رہنا دشوار ہو گیا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۶/۱۴۰۱ھ۔

کیا عبدالوہاب نجدی پر فتویٰ کفر ہے؟

سوال [۱۰۰۵۱]: عبدالوہاب نجدی کے عقائد جن کو حضرت شیخ الاسلام رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''الشہاب الثاقب'' میں بیان فرمایا ہے، ان عقائد کی وجہ سے کافر کہا جائے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان عقائد کی وجہ سے کافر نہیں کہا جائے گا، کسی چیز کا غلط ہونا اور ہے اور اس کا کفر ہونا اور ہے، ہر غلط چیز کفر نہیں ہوتی ہے، اگر کوئی شخص کسی کو کافر کہے اور شرعی دلائل کی وجہ سے وہ کافر نہ ہو، تو یہ کلمہ خود کہنے والے پر لوٹتا ہے، اس لئے کسی کو کافر کہنا معمولی بات نہیں ہے۔

''عن أبي ذر رضي الله تعالى عنه، أنه سمع النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: ''لا يرمي رجل رجلاً بالفسوق، ولا يرميه بالكفر إلا ارتدت عليه إن لم يكن صاحبه كذلك'. رواه البخاري، ص: ۷۹۳(۱).

نیز کسی مومن کو کافر کہنا اس کو قتل کر دینے کے مانند ہے۔

= (وصحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان حال إيمان من قال لأخيه المسلم ''ياكافر'': ۱/۵۷، قديمي)

''سمعت ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنه يقول: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ''من قال لأخيه ''ياكافر'' فقد باء بها أحدهما''. (مسند الإمام أحمد بن حنبل، مسند عبدالله بن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما، رقم الحديث: ۵۸۷۸: ۲/۲۵۶، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۱) (صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب ماينهى عن السباب واللعن: ۲/۸۹۳، قديمي)

(وصحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان حال إيمان من قال لأخيه المسلم ''ياكافر'': ۱/۵۷، قديمي)

(وكذا في مسند الإمام أحمد بن حنبل رحمه الله تعالىٰ، حديث أبي ذر الغفاري رضي الله تعالىٰ عنه، رقم الحديث: ۲۱۰۶۱: ۶/۲۳۰، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"من قذف مومناً بالکفر فهو کقتله". رواه البخاري، باب مانهي عن السباب، ص: ۸۹۳(۱).

☆......☆......☆......☆......☆

(۱) (صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب ماينهى عن السباب واللعن: ۲/۸۹۳، قديمى)

(وجامع الترمذي، أبواب الإيمان، باب ماجاء فيمن رمى أخاه بكفر: ۲/۹۲، سعيد)

(وكذا في مسند الإمام أحمد بن حنبل بلفظ "ومن رمى مؤمنا بكفر، فهو كقتله"، حديث ثابت بن ضحاك الأنصاري رضي الله تعالىٰ عنه، رقم الحديث: ۱۵۹۵۰ : ۴/۲۱۷، دار إحياء التراث العربي بيروت)

مایتعلق بالاستخفاف باللہ تعالیٰ وشعائرہ

(اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی اور شعائر کی توہین)

نبوت اور وحی کا مذاق بنانا

سوال[۹۹۵۲]: ۱......ایک شخص نے جب دوسرے شخص کو نماز کے لئے بلایا اور سمجھایا تو اس نے یہ کہا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس تو وحی آتی تھی، اگر میرے پاس بھی آنے لگے، تو چھ ماہ کے بعد تبلیغ کے لئے چلا جاؤں، پھر بعد کو اللہ سے معذرت بھی چاہی، بتایئے اس شخص پر کیا لازم ہے؟

۲......پھر تیسرے شخص نے کہا وحی مجھ پر آتی ہے، تو اسلام کا دشمن ہے، اس شخص پر کیا لازم ہے؟ کیا کفر عائد ہوا اور نکاح بھی ٹوٹ جاتا ہے؟ شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

وحی اور نبوت کا مذاق بنانا اور ایسے کلمات کہنا بہت غلط طریقہ ہے(۱)، ایسی باتوں سے نادم ہو کر توبہ کریں، آئندہ کبھی بھی ایسا مذاق نہ کریں، توبہ کی تکمیل کے لئے احتیاطاً کلمہ پڑھ کر تجدیدِ ایمان بھی کرلیں اور بہتر یہ ہے کہ وہ دو گواہوں کے سامنے اپنے نکاح کا دوبارہ ایجاب وقبول بھی کرلیں (۲) تاکہ آئندہ پھر کبھی ایسی

---

(۱) "وإذا قال لمن يقرأ القرآن ولا يتذكر كلمة "التفت الساق بالساق" أو ملأقدحا وجاء به وقال: "وكأساً دهاقاً"، أو قال: "وكانت سرابا" بطريق المزاح ...... فهذا كله كفر". (الفتاوىٰ التاتارخانية، كتاب أحكام المرتدين، فصل فيما يتعلق بالقران: ۵/۳۴۴، قديمي)

"ولو قال: لوكان فلان نبيا لم أو من به كفر، كذا في المحيط". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب السير، موجبات الكفر أنواع، منها ما يتعلق بالأنبياء عليهم السلام: ۲/۲۶۳، رشيديه)

"إذا عاب الرجل النبي عليه السلام في شيء كان كافراً". (فتاوىٰ قاضي خان، كتاب السير، باب مايكون كفراً من المسلم ومالايكون: ۳/۵۷۴، رشيديه)

(۲) "ثم إن كانت نية القائل ...... الوجه الذي يوجب التكفير، لا تنفعه فتوىٰ المفتي، ويؤمر بالتوبة =

نوبت نہ آئے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند،۱۲/ ۷/ ۱۴۰۰ھ۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے لفظ ''ملا'' کا استعمال

سوال[۹۹۵۳]: ۱۶فروری ۱۹۸۰ء کو سورج گرہن ہوا تھا، ایک صاحب مسجد میں کھڑے ہوکر سورج گرہن کے متعلق تقریر کرنے لگے اور دورانِ تقریر میں یہ کہا ''ملا کی دوڑ مسجد تک، وہ بڑا ملا رسول اللہ ہمارے بڑے ملا نے نماز پڑھی ہے، ہم لوگوں کو بھی نماز پڑھنی چاہیے''۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ''بڑا ملا رسول اللہ'' کا لفظ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں استعمال کرنا درست ہے یا نہیں؟ ایسے شخص پر اور سامعین پر توبہ واستغفار وتجدیدِ ایمان لازم ہے کہ نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل جواب عنایت کریں۔

الجواب حامداًومصلیاً:

ملا (مَلا) بہت بڑا تعظیمی لفظ ہے، جید عالم اور مقتدیٰ کے لئے یہ لفظ وضع کیا گیا تھا(۱)۔ چنانچہ افغانستان، فرات، بخاریٰ وغیرہ کے اونچے علماء کے لئے یہ لفظ بولا جاتا ہے اور کتابوں میں بھی موجود ہے، جیسے ملا علی قاری وغیرہ اور ظاہر ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام عالموں سے بڑے عالم اور تمام

= والرجوع عن ذلک، وبتجديد النكاح بينه وبين امرأته". (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب السير، موجبات الكفر أنواع: ۲/ ۲۸۳، رشيديه)

(وكذا في الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب أحكام المرتدين، فصل في إجراء كلمة الكفر: ۵/ ۴۵۸، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في المحيط البرهاني، كتاب السير، فصل في مسائل المرتدين، النوع الأول في إجراء كلمة الكفر: ۵/ ۵۵۰، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(۱) "والنسبة إلى المولیٰ: "مولوي" ومنه استعمال العجم "المولوي" للعالم الكبير، ولكنهم ينطقون به "ملا" وهو قبيح". (تاج العروس: ۲۰/ ۳۱۵، دار الفكر)

''ملا: (عربی ''مولیٰ یا مولوی'' کی تخریب) نہایت عمدہ لکھنے والا، عالم، فاضل، مسجد میں نماز پڑھانے والا، بچوں کو پڑھانے والا''۔ (فیروز اللغات، ص:۱۳۴۲، فیروز سنز لاہور)

مقتداؤں سے بڑے مقتدی ہیں(۱)۔ اگر اسی مقصد کے تحت یہ لفظ کہا گیا ہے، تو اس کی وجہ سے تجدید ایمان وتجدید نکاح کا حکم نہیں کیا جائے گا اور اگر کوئی اور مقصد تھا تو کہنے والے سے دریافت کر کے حکم معلوم کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۵/۱۴۰۰ھ۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قدمِ مبارک حضرت پیرانِ پیر کے کندھے پر

سوال[۹۹۵۴]: اگر کوئی حافظ یا مولوی یہ کہے: ”حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قدم حضرت عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے کندھے پر ہونا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی ہے، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام وہاں تھک گئے تھے“۔ اس نے یہ بھی کہا کہ ”میں اس حدیث کو مانتا ہوں، صرف اس معاملہ میں فقہ کی کتابوں کو نہیں مانتا“، لہٰذا ایسے مولوی صاحب کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قدم مبارک کا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے کندھے پر ہونا بے اصل ہے، غلط ہے، جھوٹ ہے، نہ کسی حدیث شریف سے ثابت ہے، ان کی پیدائش حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات سے صدیوں بعد ہوئی (۲)، وہ معراج کے وقت کہاں تھے، ایسی لغو باتیں کہنا ہرگز اہلِ علم اور اہلِ عقل کی شان نہیں،

---

(۱) "قال عليه السلام: "أنا مدينة العلم وعلي بابها". (فيض القدير، رقم الحديث: ۲۸۰۵: ۵/۲۳۰، بيروت)

"عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها قالت: كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: إذا أمرهم أمرهم من الأعمال بما يطيقون ..... ثم يقول: إن أتقاكم وأعلمكم بالله أنا". (صحيح البخاري، كتاب الإيمان: ۱/۷، قديمي)

"إن سيدنا وشفيعنا محمداً صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أعلم الخلق وأفضلهم جميعا". (إمداد الفتاوىٰ، كتاب العقائد والكلام، استفتاء بعض علماء مصر، سوال نمبر۵۲۲: ۶/۳۲۷، (قديم) : ۲/۳۱۲ (جديد)، مكتبه دارالعلوم كراچى)

(۲) "الشيخ عبدالقادر الجيلي، ابن أبي صالح أبو محمد الجيلي، ولد سنة سبعين وأربع مائة، ودخل بغداد، فسمع الحديث ..... الخ". (البداية والنهاية: ۶/۷۶۸، مكتبه حقانيه پشاور)

اس سے توبہ کی جائے (۱)، جو شخص ایسی بات کو تسلیم نہیں کرتا، صحیح راستہ پر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: العبد نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

قرآن پاک قصداً زمین پر پھینکنے کا حکم

سوال [۹۹۵۵]: ایک عورت بے وقوف بے عقل ہے، اس نے قصداً قرآن شریف کو اٹھا کر ہاتھوں میں لے کر زمین پر گرادیا ہے، اس کا مسئلہ کیا ہے؟ اور اس عورت کو گھر میں رکھنے کا کیا مسئلہ ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

جس عورت نے قصداً قرآن کریم کی یہ بے ادبی کی ہے، اس کو کلمہ شریف پڑھا کر توبہ کرائی جائے اور اس کا نکاح بھی دوبارہ کرایا جائے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۱۰/۱۱ھ۔

---

(۱) "وعن علي بن الحسين رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من حسن إسلام المرء تركه مالا يعنيه". رواه مالک وأحمد. (مشكاة المصابيح، كتاب الأدب، باب حفظ اللسان والغيبة والشتم، الفصل الثاني: ۲/۴۱۳، قديمي)

(وسنن ابن ماجة، أبواب الفتن، باب كف اللسان في الفتنة: ۲/۲۸۶، قديمي)

"(تركه مالا يعنيه) أي: مالا يهمه ولا يليق به قولاً وفعلاً ونظراً وفكراً، فحسن الإسلام عبارة عن كماله ...... وحقيقة مالا يعنيه مالا يحتاج إليه في ضرورة دينه ودنياه، ولا ينفعه في مرضاة مولاه بأن يكون عيشه بدونه ممكنا، وهو في استحاله بغيره متمكنا، وذلک يشمل الأفعال الزائدة والأقوال الفاضلة ......". (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب حفظ اللسان والغيبة والشتم، الفصل الثاني، رقم الحديث: ۴۸۴۰: ۸/۵۸۵، رشيديه)

(۲) "ومن وضع رجله على المصحف حالفاً استخفافاً كفر". (شرح الفقه الأكبر، فصل: في القراءة والصلاة، ص: ۱۶۷، قديمي)

"يكفر بوضع الرجل على المصحف مستخفاً". (ردالمحتار، كتاب الأيمان: ۳/۷۱۹، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانية، كتاب أحكام المرتدين، فصل فيما يتعلق بالقران: ۵/۴۹۱، إدارة القرآن كراچي)

نماز پڑھنے سے انکار کرنے والے شخص کا حکم

سوال[۹۹۵۶]: عمداً تارک صلوۃ کے حق میں اور حق میں اس شخص کے جس کو نماز پڑھنے کے لئے بلایا جائے اور وہ شخص نماز پڑھنے سے صاف انکار کردے یا اس سے اعراض ظاہر کرے، مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے امداد الفتاویٰ جلد اول میں، ص:۵۳۴(۱) پر جو ادارہ اشرف العلوم کراچی نمبر ا، میں چھپا ہے، تارک صلوۃ عمداً کے سلسلہ میں مختلف اقوال ثلثہ ذکر کرنے کے بعد یوں تحریر فرمایا ہے:

''اور اگر نماز سے تنفر یا اعراض ظاہر کیا یا تحقیر واستہزاء سے پیش آیا تو کافر ہو جائے گا، کیونکہ اہانت حکم شرعی کی کفر ہے''۔

اس پر مختلف علماء کرام کے دستخط موجود ہیں، دریافت طلب بات یہ ہے کہ موجودہ زمانہ میں اس تحریر کے لحاظ سے سینکڑوں ہزاروں کافر ہو جائیں گے، آپ اس سلسلہ میں حدیث وقرآن اور فقہ کی روشنی میں وضاحت کیجئے، آیا یہ شخص ایسی ہی زجر وتوبیخ کا مستحق ہے یا کیا؟

الجواب حامداًومصلیاً:

جو شخص قصداً بلا کسی عذر نماز فرض کو ترک کرتا ہے اور قضاء کرنے کی بھی نیت نہیں رکھتا اور اپنی اس بات پر خدا کے عقاب کا بھی خوف نہیں کرتا، اس کے متعلق فقہاء کرام نے لکھا ہے:

"(یکفر) بترک الصلاۃ متعمداً غیر نا وللقضاء وغیر خائف من العقاب"(بحر: ۱۲۲/۵)(۲).

---

(۱) (إمداد الفتاویٰ، کتاب الصلاۃ، مسائل منثورہ متعلقہ بکتاب الصلاۃ حکم تارک صلاۃ عمداً: ۲۳۳/۱، ۲۳۴، مکتبہ دارالعلوم کراچی)

(۲) (البحر الرائق، کتاب السیر، باب أحکام المرتدین: ۲۰۶/۵، رشیدیہ)

(وکذا في مجمع الأنهر، کتاب السیر والجهاد، ثم إن ألفاظ الکفر أنواع، الثالث في القرآن والأذکار والصلاۃ: ۵۰۸/۲، مکتبہ غفاریہ کوئٹہ)

(وکذا في الفتاویٰ التاتارخانیة، کتاب أحکام المرتدین، فصل فیما یتعلق بالصلاۃ والزکاۃ والصوم: ۳۳۷/۵، قدیمی)

جوشخص نماز پڑھنے سے انکار کرے، اس کے متعلق یہ تفصیل ہے:

"وقول الرجل: لا أصلي يحتمل أربعة أوجه، أحدها: لا أصلي لأني صليت، والثاني: لا أصلي بأمرك فقد أمرني بها من هو خير منك، والثالث: لا أصلي فسقا ومجانة، فهذه الثلثة ليست بكفر، والرابع: لا أصلي؛ إذ ليس بواجب علي الصلاة ولم أومر بها"(۱).

فقہاء کے تحریر کردہ احکام کو حالات پر منطبق کیجئے، پھر جو اشکال ہو، اُسے دریافت کرلیا جائے، جو شخص خود ہی کفر کی راہ اختیار کرلے، اس کے متعلق جو حکم ہوگا، وہ خود ہی اس پر جاری ہوگا۔ اگر وہ اس حکم کو برداشت نہیں کرسکتا، تو دوسری راہ اختیار کرے، یعنی جو شخص جہنم کی راہ پر جارہا ہے، وہ اگر جہنم نہیں جانا چاہتا ہے تو اس راہ پر نہ چلے، اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص ریل کی لائن پر چل رہا ہے، کسی نے اس کو منع بھی کیا، اس پر مت چلو، ریل آئی تو کچلے جاؤ گے، اس نے استہزاء و مذاق کرکے اس کی بات نہیں مانی، پھر ریل آ بھی گئی اور وہ لائن سے نہیں ہٹتا تو اس کا انجام معلوم ہے، جس نے لائن پر چلنے سے منع کیا تھا اور کچل جانے سے ڈرایا تھا، اس پر کیا الزام ہے؟ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۲/۸۷ھ۔

"مجھے تو نماز پڑھنی ہی نہیں" کہنے والے کا حکم

سوال [۹۹۵۷]: زید سے نماز پڑھنے کے لئے کہا، اس نے جواب دیا: "مجھے تو نماز پڑھنی ہی نہیں اور نہ اس کو نماز پڑھتے دیکھا ہے"، تو اس قول سے اس کے ایمان کے بارے میں کیا حکم ہے؟ اور اس کی نمازِ جنازہ پڑھائی جاوے یا نہیں؟

---

(۱) (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب السير، موجبات الكفر أنواع، منها مايتعلق بالقرآن الخ: ۲/۲۶۸، رشيديه)

(وكذا في الفتاویٰ البزازية على هامش الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب ألفاظ تكون إسلاماً أو كفراً، الفصل الثاني، النوع التاسع فيما يقال في القرآن والأذكار والصلاة: ۶/۳۴۰، رشيديه)

(وكذا في الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب أحكام المرتدين، فصل فيما يتعلق بالصلاة والزكاة والصوم: ۵/۳۳۵، ۳۳۶، قديمي)

الجواب حامداًومصلیاً:

یہ قول تو نہایت خطرناک ہے، ممکن ہے کہ اس کا مطلب یہ ہو کہ مجھے نماز پڑھنی نہیں آتی اس لئے اس کی تکفیر سے احتیاط کی جائے (۱)۔ جب کہ اس کا شمار مسلمانوں میں تھا تو اس کی نماز جنازہ بھی پڑھی جائے۔"صلوا علی کل بر وفاجر"(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۶/۱۴۰۰ھ۔

کسی مسئلہ پر اہل علم کی توہین کرنا

سوال[۹۹۵۸]: ایک مسئلہ کے بارے میں جھگڑا ہوا تھا مولویوں کا آپس میں، ایک دن بستیوں کے مولوی اور مفتی کے سامنے فیصلہ کرلیا گیا تھا، وہ فیصلہ شرعی اعتبار سے کیا گیا تھا، پھر کچھ دن کے بعد کچھ مولویوں نے دوبارہ فیصلہ کرنے کا پروگرام بنایا، کچھ لوگوں کے سامنے بے عزتی کرنے کے ارادے سے ایک

---

(۱) "وقول الرجل: لا أصلي يحتمل أربعة أوجه، أحدها: لا أصلي لأني صليت، والثاني: لا أصلي بأمرك فقد أمرني بها من هو خير منك، والثالث: لا أصلي فسقا ومجانة، فهذه الثلثة ليست بكفر، والرابع: لا أصلي إذ ليس بواجب علي الصلاة ولم أومر بها". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب السير، موجبات الكفر أنواع، منها مايتعلق بالقران الخ: ۲/۲۶۸، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ البزازية على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب ألفاظ تكون إسلاماً أو كفراً، الفصل الثاني، النوع التاسع فيما يقال في القران والأذكار والصلاة: ۶/۳۴۰، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانية، كتاب أحكام المرتدين، فصل فيما يتعلق بالصلاة والزكاة والصوم: ۵/۳۴۷، قديمى)

(۲) (السنن الكبرىٰ للبيهقي، كتاب الجنائز، باب الصلاة على من قتل نفسه غير مستحل لقتلها، رقم الحديث: ۶۸۳۲: ۴/۲۹، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في سنن الدارقطني، كتاب العيدين، باب صفة من تجوز الصلاة معه والصلاة عليه، رقم الحديث: ۱۷۵۰: ۲/۴۴، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة، مطلب في صلاة الجنازة: ۲/۲۰۷، سعيد)

فیصلہ کردہ مسئلہ کو پھر دوبارہ کروانا اور بے عزتی کی نیت سے ایسا کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

اگر پہلا فیصلہ شریعت کے مطابق تھا، تو اس کے توڑنے کا کسی کو حق نہیں، خاص کر ان کی توہین کی غرض سے کسی مسلمان کی توہین درست نہیں، خاص کر اہل علم کی توہین بہت خطرناک ہے(۱)، خدا نفسانیت کے شر سے بچائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۷/۱۴۰۱ھ۔

ڈرامہ کے ذریعہ علماء کی توہین کرنے والوں کا حکم

سوال[۹۹۵۹]: ہمارے محلّہ میں کچھ مسلمانوں نے ڈرامہ کرایا۔ تماشہ بین کی حیثیت سے مسلمان مرد وعورت، بوڑھے بچے شریک ہوئے، ڈرامہ میں سب سے پہلے یہ دکھایا گیا کہ بڑے نواب کے نام سے ایک بچہ کرسی پر بیٹھا تھا، تھوڑی دیر میں ایک بچہ عالمانہ وضع قطع بنا کر آیا، وہ لڑکا خصی کی دم کی ڈاڑھی لگائے ہوئے تھا، عالم نما بچہ کی آمد پر بڑے نواب نے کرسی چھوڑی اور عالم صاحب کو یہ کہہ کر بٹھا دیا کہ میں چھوٹے نواب کو پڑھنے کے لئے بھیج رہا ہوں، تھوڑی دیر میں چھوٹے نواب بحیثیت متعلم مولوی صاحب کے پاس آئے، انہوں نے چھوٹے نواب (شاگرد) کو پڑھنے کے لئے کہا، نواب نے کہا کہ آج پڑھنے کا خیال نہیں ہے، استاذ نے پڑھنے پر آمادہ کیا، لیکن شاگرد نے نہ پڑھنے کا بہانہ بنایا، شاگرد نے استاد کو پان وغیرہ پیش کیا اور ناشتہ کے لئے کباب اپنے نوکر کی معرفت منگایا، نوکر نے کباب یہ کہہ کر دیا کہ یہ کباب کتے کا جھوٹا ہے، شاگرد کو یہ سن کر افسوس ہوا کہ

---

(۱) "وفي البزازية: والاستخفاف بالعلماء لكونهم علماء استخفاف بالعلم، والعلم صفة الله تعالىٰ منحه فضلا على خيار عباده، ليدلوا خلقه على شريعته نيابة عن رسله، فالاستخفاف بهذا يعلم أنه يعود إليه، ومن أبغض عالماً من غير سبب ظاهر خيف عليه الكفر". (مجمع الأنهر، كتاب السير، باب المرتد، ثم إن ألفاظ الكفر أنواع: النوع الرابع في الاستخفاف بالعلم: ۱/۶۹۵، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في الفتاوىٰ البزازية، كتاب ألفاظ تكون إسلاماً وكفراً، الفصل الثاني، النوع الثاني في الاستخفاف بالعلم: ۶/۳۳۲، رشيديه)

(وكذا في شرح الفقه الأكبر، فصل في العلم والعلماء، ص: ۱۷۳، قديمى)

استاذ کے شایانِ شان ناشتہ سے خاطر سے نہ کرسکا، شاگرد افسوس کرتے ہوئے چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد نوکر بھی کباب عالم کے سامنے ہی چھوڑ کر چلا گیا، عالم نے ادھر ادھر دیکھا، جب اپنے آپ کو تنہا پایا تو اس کتے کے جھوٹے کباب کو کھانا شروع کیا اور جو بچا جیب میں رکھ کر جانے لگا، اتنے میں نوکر آیا اور عالم صاحب کی جیب دیکھ کر پوچھا کہ جیب میں کیا رکھالیا، کتاب ہے یا وہی کتے کا جھوٹا کباب ہے، اسی پر ڈرامہ ختم ہوا۔

مطلق ڈرامہ کی خبر محلّہ کے چند علماء کو ہوئی، اپنے ساتھ چند نمازیوں کو لے کر اس بُری حرکت سے روکنے کے لئے گئے، یہ لوگ عین اس وقت پہونچے جب کہ ڈرامہ ہو رہا تھا، علماء اور نمازی حضرات نے دین کا واسطہ دے کر روکنے کی درخواست کی، کسی نے بجلی بجھا دی، اس پر ایک عالم نے نعرہ لگایا، مجمع میں انتشار پیدا ہوگیا، اسی انتشار میں ریکارڈ کی تھالی اور دوسرا سامان ضائع ہوگیا، ان بچوں کی امداد واعانت کرنے والے اور جن لوگوں نے ڈرامہ کے لئے سامان دیا تھا، یہ سمجھ کر کہ اپنے علماء کی بدولت سامان ضائع ہوا، ان میں سے ایک عالم کے پاس ضائع شدہ سامانِ لہولعب کا تاوان مانگنے آئے، عالم صاحب نے اس معاملہ کو پنچایت کے فیصلہ پر معلق کردیا کہ اگر محلّہ کی پنچایت فیصلہ کرے گی، تو مجھے تاوان دینے میں انکار نہ ہوگا، اس عالم کو چیلنج کیا کہ ہم لوگ سامان کی قیمت وصول کرکے رہیں گے۔

اس کے بعد بچوں نے کالی جھنڈی اور بکرے کی دم کی ڈاڑھی لگا کر محلّہ میں گشت کیا، اس عالم کو رسوا کرنے کی ہر ممکن کوشش کی، ان کے گھر میں آگ لگانے کی دھمکی دی، اس کے مکان کا محاصرہ کرلیا، ان بڑے چھوٹوں نے جب عالم صاحب سے تاوان کا غیر معمولی مطالبہ کیا، تو عالم نے کہا کہ صرف مجھ سے مطالبہ کیوں کرتے ہو، میرے ساتھ تو اور نمازی بھی تھے، اس صورت حال کے بعد دیکھنے والے اور امداد واعانت کرنے والوں میں دوطرح کے لوگ ہوگئے، کچھ لوگوں نے اہانتِ علماء اور ڈاڑھی کی بے حرمتی کا ڈرامہ دیکھ کر نفرت اور بیزاری کا اظہار کیا اور کچھ لوگوں نے اس کے بعد بھی ان غلط کاموں کی حمایت وپشت پناہی میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔

محلّہ کے علماء حضرات کو جب توہینِ علماء اور ڈاڑھی کی بے حرمتی کا حال معلوم ہوا، تو معاملہ کی نزاکت کو سامنے رکھتے ہوئے تقریباً ستائیس علماء پر مشتمل ایک میٹنگ مسئلہ پر غور کرنے بیٹھی، طے یہ ہوا کہ کسی ذمہ دار دارالافتاء سے جواب منگایا جائے، مزید علماء نے اس بات کا بھی احساس کیا کہ معاملہ نازک ہے، ہوسکتا ہے کہ کفر کا فتویٰ آجائے، اس لئے ان تمام دلچسپی لینے والے حضرات کو پوری جماعتِ علماء کی طرف سے یہ حکم سنا دیا جائے

کہ جواب آنے تک وہ لوگ اپنی اپنی بیویوں سے علیحدہ ہو جائیں۔

حسبِ پروگرام یہ حکم جمعہ کے بعد پڑھ کر سنایا گیا، یہ حکم سن کر ندامت تو کیا ہوتی، ان میں بعض حضرات محلّہ کے مدرسہ اصلاح المسلمین کے مہتمم کے پاس قربانی کی دی ہوئی کھال کی رقم یہ کہہ کر مانگنے آئے کہ ہم لوگ کافر ہو ہی چکے، اس لئے ہماری دی ہوئی کھال کی رقم واپس کردی جائے، ان میں سے بعض آدمی یہ پوچھنے لگے کہ ہم لوگ کافر ہو ہی چکے ہیں، اس کے بعد بھی ہم لوگ نماز پڑھ سکتے ہیں؟

بتائیے! کیا ان باتوں سے رضا بالکفر مفہوم نہیں ہوتا اور اس سے پہلے کے واقعات پر توہینِ دین کا پہلو مفہوم نہیں ہوتا؟ ڈرامہ اور اس کے بعد کے حالات آپ کے سامنے ہیں، دیکھنے والے اور سامان وغیرہ سے امداد واعانت کرنے والوں میں حقیقتِ حال ظاہر ہونے کے بعد کچھ لوگ حامی اور کچھ لوگ متنفر ہوئے، آپ سے دریافت طلب امر یہ ہے کہ ہر فریق کے بارے میں شریعت کیا حکم لگاتی ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

کسی عالم کا بے عمل ہونا یقیناً بڑا جرم اور قابلِ مذمت ہے(۱)، مگر اس کی وجہ سے مطلقاً سب علماء کی اہانت واستخفاف ہرگز مذہب اسلام میں برداشت نہیں اور ایسی صورت ڈرامہ وغیرہ کے ذریعہ اختیار کرنا، جس سے علم دین اور علماء کی تحقیر واہانت ہوتی ہو، اتنا خطرناک ہے کہ اس سے ایمان سلامت رہنا دشوار ہو جائے گا، ایسی دلیری کرنا، جس سے معلوم ہو کہ کفر پر راضی ہے، یہ تو اپنے ایمان کی ناقدری بلکہ ایمان سے بیزاری کی کھلی دلیل ہو جائے گی، اس سے ہر مسلمان کو پناہ مانگنا لازم ہے، شرعی فتویٰ کا احترام سب کو ضروری ہے، اگر کم علمی کی وجہ سے، یا نفس وشیطان کے بہکانے سے کوئی ایسی حرکت صادر ہو جائے، جس سے تجدیدِ ایمان اور تجدیدِ نکاح کا حکم عائد ہوتا ہو تو ایسی حرکت پر نادم ہو کر تجدیدِ ایمان وتجدیدِ نکاح کے لئے پوری طرح آمادہ رہنا چاہیے کہ یہی سلامتی، ہدایت اور نجات کا راستہ ہے اور اس کے خلاف چلنے میں تباہی، ضلالت اور ہلاکت ہے۔

---

(۱) "عن أبي الدرداء رضي الله تعالیٰ عنه قال: إن من أشر الناس عندالله منزلة يوم القيامة عالم لا ينتفع بعلمه". (مشكاة المصابيح، كتاب العلم، الفصل الثالث: ۱/۳۷، قديمی)

"عن الحسن رضي الله تعالیٰ عنه قال: "العلم علمان؛ علم في القلب، فذاک علم نافع، وعلم على اللسان، فذاک حجة الله عزوجل على ابن آدم". (سنن الدارمي، باب التوبيخ لمن يطلب العلم لغير الله، رقم الحديث: ۳۶۴: ۱/۱۱۴، قديمی)

"ویخاف علیه الکفر إذا شتم عالماً، أو فقیها من غیر سبب. ویکفر بقوله لعالم: ذکر الحمار في است علمك مریداً به علم الدین، وبجلوسه علی مکان مرتفع، والتشبه بالمذکرین، ومعه جماعة یسئلون منه المسائل، ویضحکون منه، ثم یضربون بالمحراق وکذا یکفر الجمیع لاستخفافهم بالشرع، وکذا لو لم یجلس علی مکان مرتفع، ولکن یستهزئ بالمذکرین ویتمشی والقوم یضحکون. وبإلقاء الفتوی علی الأرض حین أتیٰ بها خصمه ...... وبقوله کفرت حین تکلم بکلمة زعم القوم أنها کفر ولیست بکفر فقیل له کفرت وطلقت زوجتك اه" (البحر الرائق: ۵/۱۲۳)(۱).

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ جو لوگ بھی اس ڈرامہ میں شریک ہوئے اور اس سے راضی رہے، سب کو احتیاطاً تجدیدِ ایمان اور تجدیدِ نکاح کر لینا چاہیے، مگر علماء کو لازم ہے کہ پہلے عوام کے قلب ودماغ میں دین اور علمِ دین کو قائم فرمائیں، عذابِ آخرت اور اس کی تصدیق سے دلوں کو پُر کریں، حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کی اشاعت کریں، جب ہر چیز کا درجہ ان کے اندر پیدا ہو جائے اس وقت فتویٰ کا بھی ان پر اثر ہوگا، ورنہ وہ دیدہ دلیری سے اور آزاد ہو کر دین سے ہی دست بردار ہو جائیں گے، اشتعال انگیز اقدامات سے بھی علماء کو اجتناب لازم ہے، ضائع شدہ سامان کا ضمان اس سے لیا جا سکتا ہے، جس نے ضائع کیا ہو، جس نے ضائع نہیں کیا، اس سے لینا درست نہیں اور یہ کہنا کہ فلاں شخص کی وجہ سے ضائع ہوا ہے، لہٰذا اسی سے ضمان لیا جائے، یہ غلط اور خلافِ قاعدہ ہے۔

"لأن الضمان علی المباشر دون المتسبب"(۲). فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۸۷/۱۲/۲۳ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دار العلوم دیوبند، ۸۷/۱۲/۲۶ھ۔

---

(۱) (البحر الرائق، کتاب السیر، باب أحکام المرتدین: ۵/۲۰۷، ۲۰۸، رشیدیه)

(وکذا في الفتاویٰ التاتارخانیه، کتاب ألفاظ الکفر، فصل في العلم والعلماء: ۵/۵۰۸، إدارة القرآن کراچی)

(وکذا في الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب السیر، الباب التاسع في أحکام المرتدین، مطلب موجبات الکفر، ومنها مایتعلق بالعلم والعلماء: ۲/۲۷۰، رشیدیه)

(۲) "إذا اجتمع المباشر والمتسبب، أضیف الحکم إلی المباشر". (الأشباه والنظائر، الفن الأول في =

دینی مسائل کا مذاق اڑانا

سوال[۹۹۲۰]: ایک شخص علمائے اکابر کے بتلائے مسائل کا مذاق بنائے اور علمائے کرام کو فحش کلامی اور برا بھلا کہتا ہو، حتیٰ کہ گدھا، اُلّو اور جان سے مار ڈالنے کی دھمکی دیتا ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو شخص مسائل حقہ کا مذاق اڑائے، اس کا ایمان خطرہ میں ہے(۱)، گالی اور فحش کلامی علمائے حق کی شان میں تباہ کن ہے(۲)، اس کو باز آنا اور توبہ کرنا اور معافی مانگنا ضروری ہے(۳)۔ فقط۔

= القواعد الكلية، النوع الثاني، القاعدة التاسعة عشر، ص: ١٩٠، دارالفكر بيروت)

(وكذا في شرح المجلة لسليم رستم باز، المادة: ٩٠: ١/٥٩، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في القواعد الفقه لعلي أحمد الندوي، القسم الثاني، الفصل الثالث، المبحث الثالث، ص: ٣٨٥، دارالقلم)

(١) "رجل رجع من مجلس العلم، فقال له رجل آخر: "از كنشت آمده" يكفر، وكذا لو قال: "مرا به مجلس علم چه كار" أو قال: "من يقدر على أداء مايقولون"، أو ألقى الفتوىٰ على الأرض، وقال: "چه شرع است اين"، أو "چه بازنامه فتوى آوردى" يكفر". (خلاصة الفتاوىٰ، كتاب ألفاظ الكفر، الفصل الثاني، الجنس الثامن في استخفاف العلم والعلماء: ٣٨٨/٤، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ البزازية على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب ألفاظ تكون إسلاماً أو كفراً، الفصل الثاني، النوع الثامن في الاستخفاف بالعلم: ٣٣٧/٦، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانية، كتاب ألفاظ الكفر، فصل في العلم والعلماء: ٥٠٧/٥، ٥٠٩، إدارة القرآن كراچى)

(٢) "إهانة أهل العلم كفر". (ردالمحتار، كتاب الحدود، باب التحرير: ٧٢/٤، سعيد)

"وفي البزازية: فالاستخفاف بالعلماء لكونهم علماء استخفاف بالعلم، والعلم صفة الله تعالىٰ منحه فضلا على خيار عباده، ليدلوا خلقه على شريعته نيابة عن رسله، فالاستخفاف بهذا يعلم أنه يعود إليه". (مجمع الأنهر، كتاب السير، باب المرتد، ثم إن ألفاظ الكفر أنواع: النوع الرابع في الاستخفاف بالعلم: ٦٩٥/١، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"من أبغض عالماً من غير سبب ظاهر خيف عليه الكفر، ويخاف عليه الكفر إذا شتم عالماً أو فقيها من غير سبب". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب السير، الباب التاسع في أحكام المرتدين، ومنها مايتعلق بالعلم والعلماء: ٢٧٠/٢، رشيديه)

(٣) "ثم إن كانت نية القائل ...... الوجه الذي يوجب التكفير، لاتنفعه فتوى المفتي، ويؤمر بالتوبة =

مسئلہ پر عمل کرنے والے کو ذلیل وحقیر سمجھنا

سوال[۱۰۰۶۱]: اگر کوئی شخص شریعت کے مسئلہ پر عمل کرتا ہے تو لوگ اس کو ذلیل وحقیر سمجھتے ہیں، آیا اس مسئلہ پر عمل کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

شریعت کے مسئلہ پر عمل کرنے سے کم علم اور کم دین والے حقیر سمجھتے ہیں اپنا نقصان خود کرتے ہیں(۱)، اللہ پاک اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے یہاں اس کی عزت ہوگی، دنیا والوں کی نظروں میں عزت حاصل کرنے کے لئے احکام شرع کو ہرگز ترک نہ کیا جائے۔

﴿أيبتغون عندهم العزة فإن العزة لله جميعاً﴾ الآية(۲).

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۱۱/۲۶ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

= والرجوع عن ذلك". (الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب أحكام المرتدين، فصل في إجراء كلمة الكفر: ۴۵۸/۵، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب السير، موجبات الكفر أنواع: ۲۸۳/۲، رشيديه)

(وكذا في المحيط البرهاني، كتاب السير، فصل في مسائل المرتدين، النوع الأول في إجراء كلمة الكفر: ۵۵۰/۵، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(۱) "عن أبي ذر رضي الله تعالیٰ عنه قال: قال لي النبي صلى الله تعالیٰ عليه وسلم: "لا تحقرن من المعروف شيئاً....". (صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب استحباب طلاقة الوجه عند اللقاء، ص: ۱۱۴۵، دارالسلام)

(وكذا في السنن الكبرى للبيهقي، كتاب الزكاة، باب وجوه الصدقة: ۳۱۶/۴، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في تفسير ابن كثير، البقرة: ۱۲۰/۱، قديمی)

(۲) (النسا: ۱۳۹)

باب التقلید

(تقلید کا بیان)

تقلید کا مطلب

سوال[۹۹۶۲]: زید کہتا ہے کہ مسلمان جب تک تقلید کا قائل رہتا ہے، اس وقت تک اس میں ایمان ہی نہیں آسکتا، کیا زید کا یہ کہنا درست ہے؟ کیا واقعی مقلدین بے دین ہوتے ہیں، جب کہ ان لوگوں کے اندر بڑے بڑے عابد، زاہد، صوفی، متقی، پرہیزگار، عالم، محدث، مفسر، مبلغ، دین کے داعی سبھی کچھ پائے جاتے ہیں، مختلف خطابوں سے کروڑوں مسلمان مؤدبانہ طریق پر کسی صاحب کو شیخ الاسلام، کسی کو امام ربانی، کسی کو شیخ الحدیث کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

دوسرے ان لوگوں کے ہزاروں مدارس اسلامیہ جاری ہیں، جن کے اندر لاکھوں مسلمان علمِ حدیث وعلمِ دین حاصل کرتے ہیں، کیا یہ سب پڑھنے پڑھانے والے بے دینی ہی سیکھتے سکھاتے ہیں؟ مثال کے طور پر صحیح سند سے بتایا جاتا ہے کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک دفع لاہور کی طرف سفر کیا، لاکھوں انسانوں کو مشرف بہ اسلام کیا، کیا وہ دعوت آپ کی بے دینی سے تعلق رکھتی تھی؟

الجواب حامداً ومصلياً:

تقلید کے معنی ہیں کہ جو شخص مجتہد نہ ہو وہ حکمِ دین کے بارے میں مجتہد کے قول کو تسلیم کرلے اس اعتماد پر کہ اس نے یہ حکم دلیلِ شرعی (کتاب، سنت، اجماع وقیاس شرعی) سے بتایا ہے، اس کے پاس اس حکم کی دلیل موجود ہے اور خود اس سے دلیل کا مطالبہ نہ کرے(۱)، یہ تقلید صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں بھی تھی کہ ایک صحابی

---

(۱) "التقليد: مصدر، في عرف الفقهاء: "هو قبول قول الغير بلا حجة ولا دليل". (القاموس الفقهي، ص: ۳۰۸، إدارة القرآن كراچی)

"التقليد: عبارة عن اتباع الإنسان غيره فيما يقول، أو يفعل معتقداً للحقية فيه من غير نظر =

دوسرے صحابی سے دینی مسئلہ پوچھتے تھے اور دلیل کا مطالبہ نہیں کرتے تھے(۱)، صحابہ کے بعد برابر یہ سلسلہ چلتا رہا ہے، اگر زید خدانخواستہ ان سب کو ایمان سے خالی اور بے دین کہتا ہے تو اس کو اپنے ایمان کی فکر لازم ہے(۲)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱۰/۹۵ھ۔

= وتامل في الدليل كان هذا المتبع، جعل قول الغير أو فعله قلادة في عنقه، وعبارة عن قبول قول الغير بلا حجة ولا دليل". (التعريفات للجرجاني، ص: ۴۷، قديمي)

(۱) "وأما غير أهل الاجتهاد فليس له إلا تقليد أهل العلم، فثبت أن أمر الاجتهاد والتقليد أمر متوارث من خير القرون، وقال ابن القيم في كتابه "أعلام الموقعين" (۱-۷) قال الشعبي: من سره أن يأخذ بالوثيقة في القضاء فليأخذ بقول عمر رضي الله تعالىٰ عنه. وقال مجاهد: إذا اختلف الناس في شيء فانظروا ما صنع عمر، فخذوا به. فهذه النصوص يدل على أن طريق التقليد كان شائعاً في الصحابة والتابعين حتى كان بعض المجتهدين يقلد بعضا منهم فضلاً عن غير أهل الاجتهاد بل أرشدهم النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم إلى التقليد حيث أمرهم باتباع سنة الخلفاء الراشدين، بل أرشدهم الله إلى التقليد حيث قال: "فاسئلوا أهل الذكر إن كنتم لاتعلمون". (مقدمة إعلاء السنن، شرائط الإفتاء: ۲/۶، ۷، إدارة القرآن كراچی)

"وكان الصحابة ومن تبعهم من المسلمين مع أنهم كانوا في خير القرون، وكانوا على منزلة عالية من التقى والورع والعفاف كانوا لايسئلون إلا العلماء والأحبار، وإذا أفتوهم كانوا لا يطالبونهم بالدليل من القرآن والسنة على ذلك بل كانوا يثقون بعلمهم وتقواهم". (التقليد الشرعي وأهميته في الإسلام للفقهه الجليل للمفتي عبدالرحيم لاجپوری، ص: ۹۲، مكتبة الحرمين دبي)

(وكذا في أعلام الموقعين، فصل فضل عمر بن الخطاب رضي الله عنه: ۱/۲۷، دار الجيل)

(۲) "عن أبي ذر رضي الله تعالىٰ عنه، أنه سمع النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول: لا يرمي رجل رجلا بالفسوق، ولا يرميه بالكفر، إلا ارتدت عليه إن لم يكن صاحبه كذلك". (صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب ماينهى عن السباب واللعن: ۲/۸۹۳، قديمي)

(وصحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان حال إيمان من قال لأخيه المسلم "ياكافر": ۱/۵۷، قديمي)

"سمعت ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما يقول: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من قال لأخيه "يا كافر" فقد باء بها أحدهما". (مسند الإمام أحمد بن حنبل، مسند عبدالله بن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما، رقم الحديث: ۵۸۷۸: ۲/۲۵۲، دار إحياء التراث العربي بيروت)

ثبوتِ تقلید

سوال[۹۹۶۳]: ۱......اگر کوئی مسلمان قرآن وحدیث کے موافق عمل کرتا ہے، لیکن ائمہ اربعہ میں سے کسی کے مذہب کی تقلید نہیں کرتا ہے، کیا وہ شخص بہشتی ہے یا دوزخی یا گمراہ؟

ایضاً

سوال[۹۹۶۴]: ۲......کیا حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے انتقال کے چار سو سال تک مسلمان مذاہب اربعہ میں سے کوئی ایک مذہب کی تقلید کرتا تھا یا نہیں؟

غیر مقلد کی امامت

سوال[۹۹۶۵]: ۳......کیا غیر مقلد ولا مذہبی اشخاص کے پیچھے نماز درست ہو جائے گی یا نہیں، یا گناہ گار ہوگا؟

ائمہ اربعہ کی سنِ ولادت ووفات اوران کے مذاہب کی ترویج

سوال[۹۹۶۶]: ۴......حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کتنے روز کے بعد مذاہب اربعہ کا ظہور ہوا؟

اور کس نے اظہار کیا اوران ائمہ اربعہ کی سنِ ولادت، وفات کی کیا تاریخ ہے؟ تحریر فرمایئے۔

ائمہ اربعہ کی تقلید کرنا

سوال[۹۹۶۷]: ۵......چاروں امام کی پیدائش سے پہلے اسلام مکمل تھا یا نہیں؟ اگر مکمل تھا تو ان کی تقلید واجب کیوں ہے؟

ائمہ اربعہ کو گالی دینے والے کی امامت

سوال[۹۹۶۸]: ۶......جو لا مذہبی واہلِ حدیث بانیانِ مذاہب اربعہ کو دشنام وطعن وتشنیع کرتے ہیں، ان کی اقتداء نماز میں درست ہے یا نہیں؟ تقلید شخصی کے وجوب کی مفصل دلیل تحریر کیجئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ا۔۔۔۔قال اللّٰہ تبارك وتعالیٰ: ﴿فاسئلوا أهل الذكر إن كنتم لاتعلمون﴾(۱) وقال: ﴿واتبع سبیل من أناب إلیّ﴾(۲).

ان دونوں آیتوں سے معلوم ہوا کہ جس مسئلہ ضروریہ کا علم نہ ہو، تو اہلِ علم سے دریافت کرنا ضروری ہے اور جو شخص خداوند تعالیٰ کی طرف انابت کرتا ہو، اس کا اتباع ضروری ہے۔

قرآنِ کریم میں نہ تو مسئلہ دریافت کرنے کے لئے کسی عالم کا نام مذکور ہے اور نہ اتباع کرنے کے لئے کسی متبوع کا نام مذکور ہے۔ جس شخص کو مجموعہ احوال سے کسی عالم کا منیب الی اللہ ہونا متحقق ہو جائے، اسی سے مسئلہ دریافت کرنا ضروری ہے اور اسی کا اتباع لازم ہے، اسی کا نام تقلید ہے۔

اتباع کے لئے مسلک کا معلوم ہونا ضروری ہے، ورنہ اتباع کیسے کرے گا اور ائمہ اربعہ کا مسلک ومذہب معلوم ومدون ہے، کسی اور کا مسلک ومذہب اس تفصیل کے ساتھ معلوم ومدون نہیں (۳)۔

لہٰذا ائمہ اربعہ میں سے کسی کی تقلید لازم اور ضروری ہوئی، نماز، روزہ، قطعی الثبوت وقطعی الدلالت ہیں

---

(۱) (الأنبیاء: ۷)

(۲) (اللقمان: ۱۵)

(۳) "ولیس للعامي التمذهب بمذهب أحد من أئمة الصحابة رضي اللّٰه تعالیٰ عنهم وغیرهم من الأولین وإن كانوا أعلم وأعلی درجة ممن بعدهم؛ لأنهم لم یتفرغوا لتدوین العلم وضبط أصوله وفروعه، فلیس لأحد منهم مذهب مهذب محرز مقرر، وإنما قام بذلک من جاء بعدهم من الأئمة الناحلین لمذاهب الصحابة والتابعین، القائمین بتمهید الأحكام الوقائع قبل وقوعها، الناهضین بإیضاح أصولها وفروعها، كمالک وأبي حنیفة وغیرهما رحمهم اللّٰه تعالیٰ". (مقدمة إعلاء السنن، القاعدة الحادیة عشر: ۲۲۳/۳، إدارة القرآن كراچی)

"لا بد في الاستنباط أن یعرف مذاهب المتقدمین؛ لأن لایخرج من أقوالهم فیخرق الإجماع ویبني علیها ویستعین في ذلک بمن سبقه ..... ولیس مذهب في هذه الأزمنة المتأخرة بهذه الصفة إلا هذه المذاهب الأربعة". (التقلید الشرعي وأهمیته للاجفوري، ص: ۹۲، مكتبة الحرمین، دبي)

(وكذا في حجة اللّٰه البالغه، فصل في مسائل ضلت فیها الأفهام: ۱/۳۵۰، قدیمی)

اورتقلید ائمہ اربعہ کی یہ شان نہیں، کیونکہ ان کے نام ہی مطلوب نہیں۔ پس تقلید واجب کے درجہ میں رہ گئی۔

۲......اگر وہ مسلمان خاص، عام، مطلق، مقید، مشترک، مؤل، ظاہر، نص، مفسر، محکم، خفی، مشکل، مجمل، متشابہ، صحیح، حسن، ضعیف، غریب، معلول، شاذ، منکر، ناسخ، منسوخ وغیرہ اقسام کتبِ حدیث پر پوری طرح حاوی ہیں اور ائمہ اربعہ کی طرح روایت ودرایت میں کامل ہیں، تو تقلید نہ کرنے میں اس پر کوئی اعتراض نہیں۔

اور خوب ظاہر ہے کہ اس زمانہ میں ایسے آدمی کا روئے زمین پر موجود ہونا عنقا سے کچھ کم نہیں۔

۳......اس مدت میں جو حضرات صفاتِ مذکورہ کے ساتھ متصف تھے، وہ تقلید نہیں کرتے تھے، بلکہ خود مجتہد تھے اور جو متصف نہ تھے، وہ کسی کی تقلید کرتے تھے، بعض تو ائمہ اربعہ میں سے کسی کی تقلید کرتے تھے اور بعض دوسرے ایسے اکابر کی تقلید کرتے تھے، جن کو عالم اور منیب الی اللہ سمجھتے تھے اور ان کے مسلک سے واقف تھے، جیسا کہ حدیث کے طلباء پر مخفی نہیں اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود حکم فرمایا:

"عن حذيفة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "إني لا أدري ما بقائي فيكم، فاقتدوا بالذين من بعدي أبي بكر وعمر (رضي الله تعالىٰ عنهما)" (رواه الترمذي، ص: ٥٦)(١).

۴......لامذہب تو بددین اور دہریہ کو کہتے ہیں، جب وہ کسی مذہب کا قائل ہی نہیں، تو وہ نماز کیا پڑھے اور کیا پڑھائے گا؟! غیر مقلد کے متعلق تفصیل ہے، اگر وہ ائمہ دین کو سب وشتم ولعن طعن کرتا ہے تو اس کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے، وہ فاسق ہے(۲)۔ اگر ایسا نہیں کرتا تو پھر دیکھنا چاہیے کہ مقتدی کے مذہب کی رعایت کرکے پڑھتا

---

(١) (الجامع للترمذي، كتاب المناقب، باب في مناقب أبي بكر وعمر رضي الله تعالىٰ عنهما كليهما: ٢/٧ ٢٠، سعيد)

(٢) "عن عبدالله بن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "سباب المسلم فسوق وقتاله كفر". (صحيح البخاري، كتاب الإيمان، باب خوف المؤمن من أن يحبط عمله: ١/ ١٢، قديمي)

"ويكره إمامة عبد وأعرابي وفاسق وأعمى". (الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب الأمامة: ١/ ٥٥٩، سعيد)

(وكذا في الهداية، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ١/ ١٢٢، شركة علميه)

ہے یعنی فرائض وواجبات سب کی رعایت کرتا ہے، تب تو اس کی امامت مکروہ نہیں اور اگر ان سب کی رعایت نہیں کرتا تو اس کے پیچھے نماز درست نہیں اور اگر رعایت وعدمِ رعایت کا کچھ علم نہ ہو تو اس کو امام بنانا مکروہ ہے۔

اگر فرائض میں تو رعایت کرتا ہے اور واجبات اور سنن کو ترک کرتا ہے یا واجبات میں رعایت کرتا ہے، تو ان دونوں صورتوں میں بھی امامت مکروہ ہے۔ پہلی صورت میں زیادہ، دوسری میں کم۔

"إن علم تركها في الثلاثة، لم يصح، وإن لم يدر شيئاً كره؛ لأن بعض مايجب تركه عندنا ليس فعله عنده، فالظاهر أنه يفعله وإن علم تركها في الأخيرين فقط ينبغي أن يكره؛ لأنه إذا كره عند احتمال ترك الواجب فعند تحققه بالأولىٰ، وإن علم تركها في الثالث فقط ينبغي أن يقتدى به؛ لأن الجماعة واجبة فتقدم على كراهة التنزيه". (ردالمحتار: ۱/۵۸۸)(۱).

جب اپنا ہم عقیدہ وہم مذہب صالح امام موجود ہو تو کسی غیر کو امام بنانے کی کیا ضرورت ہے؟

۵.....حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی ولادت کے متعلق علماء کے تین قول ہیں، ایک یہ کہ ۶۰ھ میں ولادت ہوئی، دوم یہ کہ ۶۱ھ میں، سوم یہ کہ ۸۰ھ میں یہی راجح ہے۔ وفات ایک سو پچاس ۱۵۰ھ میں ہوئی (۲)۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کی ولادت میں چند قول ہیں، ۹۰ھ، ۹۳ھ، ۹۴ھ، ۹۵ھ اور وفات

---

(۱) (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب في الاقتداء بشافعي ونحوه هل يكره أم لا: ۱/۵۶۳، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۶۱۳، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانية، كتاب الصلاة، الفصل السادس في بيان من هو أحق بالإمامة: ۱/۶۰۲، إدارة القرآن كراچی)

(۲) "قال أبويعقوب: "وسمعت القاضي أبا الحسين أحمد بن محمد النيسابوري يملي، قال: "أما أبوحنيفة، فلا اختلاف في مولده إنه ولد سنة ثمانين من الهجرة، ومات ليلة النصف من شعبان سنة خمسين ومائة".

قال الشيخ عبدالفتاح أبو غدة رحمه الله تعالىٰ في تعليقه على هذا القول:

"في هذا القول نظر، فقد وجد الاختلاف في مولده، فقيل: سنة ۶۱، وقيل: سنة ۷۰، وقيل: =

۱۷۵ھ میں ہوئی(۱)۔حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ولادت ۱۵۰ھ میں ہوئی۔ وفات دوسو چار ۲۰۴ھ

= سنة ٨٠، وهو الذي عليه الأكثر". (الانتقاء في فضائل الأئمة الثلاثة الفقهاء، باب ذكر مولد أبي حنيفة ونسبه وسنه، ص: ١٩٢، المكتبة الغفورية العاصمية)

"الصحيح أنه ولد سنة ثمانين وقيل: إحدى وستين وقيل: ثلاث وستين". (الجواهر المضيئة، ص: ٢١، دارالكتب العلمية بيروت)

(١) "ثم ولادته، فمختلف عند أهل النقل، وذكر اليافعي في طبقات الفقهاء: أنه ولد سنة أربع وتسعين، وذكر ابن خلكان وغيره: أنه ولد سنة خمس وتسعين وقيل: سنة تسعين، قال الذهبي في التذكرة: "أما يحيى بن بكير فقال: سمعته، يقول: ولدت سنة ثلث وتسعين فهذا أصح الأقوال. انتهى. واختاره السمعاني في الأنساب ...... (مقدمة أوجز المسالك: ١٢/١، مكتبة إمداديه)

امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات ۱۷۵ھ میں لکھنا، بظاہر کاتب کا سہو ہے،اس لئے کہ کتب تراجم کا تقریباً اتفاق ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات ۱۷۹ھ میں ہوئی۔جیسا کہ شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ "مقدمہ أوجز المسالک" میں تحریر فرماتے ہیں:

> "وأما وفاته، فقال الحافظان السيوطي والزرقاني: مرض مالك يوم الأحد ...... وقال سحنون عن عبدالله بن نافع: "توفي مالك ...... وقال الواقدي: بلغ تسعين سنة ...... وفي التذكرة، قال أبومصعب: لعشر خلت من ربيع الأول وكذلك قال ابن وهب، وقال ابن سحنون: في حادى عشر ربيع الأول وقال ابن أبي أويس: في بكرة أربع عشرة منه وقال مصعب الزبيرى: في صفر، وكلهم قالوا: في سنة تسع وسبعين ومائة، انتهى". (أوجز المسالك، مقدمة أوجز المسالك، الباب الثاني، الفائدة الأولىٰ في ترجمته: ١٢/١، مكتبه إمداديه ملتان)
>
> اورعلامہ ابن عبدالبر تحریر فرماتے ہیں:

"ولم يختلف أصحاب التواريخ من أهل العلم بالخبر والسير، أن مالكا رحمه الله تعالىٰ توفي سنة تسع وسبعين ومائة". (الانتقاء، باب ذكر مولد مالك بن أنس، ونسبه، ص: ٣٧، المكتبة الغفورية العاصمية، كراتشي)

(وكذا في منازل الأئمة الثلاثة، فصل في ذكر مالك، ص: ٩١، دار ابن حزم)

(وكذا في تهذيب الأسماء واللغات للنووي، ترجمة الإمام مالك رضي الله تعالىٰ عنه: ٧٩/١، دارالكتب العلمية بيروت) ....=

میں ہوئی (۱)۔ حضرت امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی ولادت ۱۶۴ھ میں ہوئی اور وفات ۲۴۱ھ میں ہوئی (۲)۔

ان ائمہ اربعہ کے تلامذہ نے ان کے مذاہب کو شائع کیا۔

۶......اسلام مکمل تھا اور اب بھی مکمل ہے اور ان کی تقلید واجب ہونے کی وجہ نمبر ۱، ۲، ۳ میں بیان کردی گئی۔

۷......ایسے لوگوں کی امامت مکروہ تحریمی ہے، ایسے لوگ فاسق ہیں۔

لقوله عليه السلام: "سباب المؤمن فسوق وقتاله كفر" (رواه الشيخان والترمذي والنسائي)(۳)۔

یہ دشنام اور طعن سب کچھ ان غیر مقلدین ہی کی طرف لوٹتا ہے، کیونکہ ائمہ اربعہ کی شان بہت بلند ہے، وہ ہرگز اس کے مستحق نہیں۔ جو شخص اللہ کے کسی ولی سے عداوت رکھتا ہے اللہ پاک اس سے عداوت رکھتے ہیں (۴)۔ نفسِ تقلید کا وجوب اوپر ثابت ہوگیا اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ آج اس بسط اور تفصیل سے کسی کا مذہب

= (وكذا في شذرات الذهب، سنة تسع وسبعين ومائة: ۱/۲۶۵، دارالكتب العلمية بيروت)

(۱) "وكذلك لا خلاف أن الشافعي رحمه الله تعالىٰ ولد سنة خمسين ومائة من الهجرة، وهو العام الذي توفي فيه أبوحنيفة رحمه الله تعالىٰ ...... الربيع بن سليمان المؤذن قال: قدم علينا الشافعي مصر سنة مئتين، ومات يوم الخميس ليلا، وهو ابن خمس وخمسين سنة في آخر يوم من رجب، من سنة أربع ومائتين". (الانتقاء في فضائل الأئمة الثلاثة الفقهاء، ص: ۱۱۵، ۱۲۰، المكتبة الغفورية العاصمية)

(۲) "قال عبدالله بن أحمد: قال أبي: ولدت سنة أربع وستين ومائة، وقال عبدالله: ومات في ربيع الأخر سنة إحدى وأربعين ومائتين وله سبع وسبعون سنة". (المغني والشرح الكبير: ۱/۳۱، دارالفكر)

(۳) (صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب ماينهى من السباب واللعن: ۲/۸۹۳، قديمي)

(وصحيح مسلم، كتاب الإيمان، بيان قول النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، سباب المسلم فسوق وقتاله كفر: ۱/۵۸، قديمي)

(وسنن الترمذي، كتاب البر والصلة، باب ماجاء في الشتم: ۲/۱۹، سعيد)

(وسنن النسائي، كتاب المحاربة، باب قتال المسلم: ۲/۱۷۴، قديمي)

(۴) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: إن الله تعالىٰ قال: ﴿من عادى لي وليا فقد اذنته بالحرب......﴾". (صحيح البخاري، كتاب الرقاق، باب التواضع: ۲/۹۶۳، قديمي) .... =

مدون نہیں جس تفصیل سے ائمہ اربعہ کا مذہب مدون ہے، تو اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ ائمہ اربعہ ہی میں سے کسی کی تقلید واجب ہوگی۔

تقلید شخصی کی دلیل یہ ہے کہ مسائل دو قسم کے ہیں: اول متفقہ، دوم مختلفہ۔ اول میں سب کی تقلید ہوئی، دوم میں سب کا اتباع تو ہو نہیں سکتا، بعض کا ہوگا بعض کا نہیں۔ لہٰذا ضروری ہے کہ کوئی وجہ ترجیح کی ہو، سو اللہ تعالیٰ نے اتباع کو انابت پر معلق فرمایا ہے۔ جس کی انابت الی اللہ زیادہ متحقق ہوگی، اس کا اتباع کیا جائے گا۔

اب زیادہ انابت کی تحقیق یا اجمالاً کی جائے یا تفصیلاً۔ تفصیلاً تو یہ ہے کہ ہر مسئلہ مختلف فیہ میں دیکھا جائے کہ حق کس کی جانب ہے، اس میں حرج اور تکلیف مالا یطاق کے علاوہ مقلد مقلد نہ رہا، بلکہ اپنی تحقیق کا متبع ہوا نہ دوسرے کے سبیل کا "وھو خلاف المفروض"۔ اجمالاً یہ ہے کہ ہر امام کی مجموعی حالت پر نظر کی جائے کہ غالباً کون حق پر ہوگا اور کس کی انابت زائد ہے، پس یہی صورت متعین ہے۔

اب جس کو ائمہ اربعہ میں سے جس کے مجموعی احوال پر نظرِ غائر ڈالنے سے معلوم ہو جائے کہ یہ زائد منیب ہے، وہ انہیں کی تقلید کرے گا، یہی تقلید شخصی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۴/۶/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲/ج/۵۹ھ۔

ائمہ اربعہ کو حق تسلیم کرنا کہاں سے ثابت ہے؟

سوال [۹۹۶۹]: چار امام امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ، امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کو برحق ماننا یہ چار نام چاروں کو برحق ماننا، قرآن وحدیث پاک سے ثبوت دو، پارہ نمبر، رکوع نمبر آیت یا بخاری شریف، مسلم شریف، صحاح ستہ کی کوئی بھی حدیث سے ثبوت دو۔

= (وكذا في سنن الكبرى للبيهقي، كتاب صلاة الاستسقاء باب الخروج من المظالم والتقرب إلى الله تعالىٰ بالصدقة ونوافل الخير رجاء الإجابة، رقم الحديث: ۶۳۹۵: ۳/۴۸۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في صحيح ابن حبان بترتيب ابن بلبان الفارسي، كتاب البر والإيمان، باب ماجاء في الطاعات وثوابها، ذكر الأخبار عما يجب على المرء من الثقة بالله في أحواله ..... رقم الحديث: ۷۴۳: ۲/۵۸، مؤسسة الرسالة بيروت)

الجواب حامداً ومصلیاً:

قرآن کریم میں ارشاد ہے:﴿فاسئلوا أهل الذكر إن كنتم لاتعلمون﴾ (پارہ: ٤، رکوع: ١)(١) جو شخص دین کی بات سے ناواقف ہے، اس کو حکم ہے کہ وہ واقف سے دریافت کرے اور چاروں امام ہی دین سے واقف گزرے ہیں، اس لئے ان سے دریافت کیا گیا ہے اور کرتے ہیں، صحاح ستہ کے مصنفین بھی حدیث کے اعلیٰ درجہ کے جاننے والے گزرے، اس لئے ان سے علم حدیث کو حاصل کیا جاتا ہے، چنانچہ آپ نے بھی سوال کیا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

ائمہ اربعہ کے مذاہب کی وجہ

سوال[۹۹۷۰]: ہم لوگوں کو بتلائے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب کا سچا دین یا مذہب پکا تھا اور ہم لوگ کا کیا ہونا چاہیے؟ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کلام مجید میں فرماتا ہے:﴿یا أیها الذین امنوا اتقوا الله وكونوا مع الصادقین﴾(٢).

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگوں سے مراد محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اصحاب محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں، لہٰذا ہم لوگوں کو جب تک ان لوگوں کا طریقہ یا مذہب نہیں معلوم ہوگا، تو ہم کیسے شامل ہو سکتے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا جتنے نبی دنیا میں آئے، وہ ایک ہی دین ومذہب کو جاری کرنے آئے اور ہمارے علماء نے وارثِ انبیاء ہو کر کعبہ شریف میں جہاں سے توحید، ایک راستہ یا ایک مذہب نکلا، وہیں چار مذہب کے چار مصلے بچھا دیئے اور اس کے بعد ابھی تک مذہب کی زیادتی ہوتی چلی جارہی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ کی پیشن گوئی کے مطابق تہتر فرقے ہو کر رہیں گے۔ مگر امام لوگوں کا کیا مذہب تھا اور ان لوگوں کے امام کون تھے اور کس کے مقلد تھے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور ائمہ مجتہدین امام ابوحنیفہ

---

(١) (النحل: ٤٣)

(٢) (التوبة: ١١٩)

وشافعی و مالک واحمد رحمہم اللہ تعالیٰ سب کا دین اسلام ہے۔ جو کہ اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اور یہ دین کامل ہے اور اللہ پاک کی بہت بڑی نعمت ہے۔

﴿اليوم أكملت لكم دينكم وأتممت عليكم نعمتي ورضيت لكم الإسلام دينا﴾(۱).

چاروں اماموں کا مذہب بھی یہی دینِ اسلام ہے، اس سے باہر نہیں، ان میں جو کچھ تصرف ہے وہ فروعی ہے، حق وباطل کا اختلاف نہیں، ایسا نہیں ہے کہ ایک نے دوسرے کو نعوذ باللہ اسلام سے خارج یا جہنمی قرار دیا ہو، یہ چاروں مذہب حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی احادیث کے تابع ہیں مخالف نہیں، جیسا کہ بخاری شریف اور ترمذی شریف وغیرہ کتب حدیث میں مختلف حدیثیں ہیں اور ایک محدث کا مذہب دوسرے محدث کے خلاف ہے، لیکن اسلام سے باہر کوئی نہیں اور جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے آثار مختلف ہیں، جو کہ ان کے مذاہب ہیں اور ایک دوسرے کے خلاف ہیں، مگر اسلام سے کوئی خارج نہیں، نہ ان پر کسی کو اعتراض کا حق حاصل ہے۔

حدیث شریف میں ہے: "أصحابي كالنجوم بأيهم اقتديتم اهتديتم" (۲). یعنی: "میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں، جس کا بھی اقتداء یعنی تقلید کرلوگے، ہدایت پاجاوگے"۔ اور جیسے احادیث مختلف ہیں، مثلاً: کسی میں آمین بالجہر، کسی میں آمین بالسر ہے، کسی میں رفع یدین ہے، کسی میں ترک رفع ہے، جن کی وجہ سے صحابہ کے مذاہب مختلف ہوئے، کسی کو اسلام کا مخالف یا اسلام سے خارج یا حدیث کا مخالف کہنے کا کوئی حق نہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے دین ومذہب کو جس طرح ائمہ مجتہدین اور محدثین جانتے اور دلائل کی روشنی میں سمجھتے اور دلائل کی قوت وضعف کو پرکھتے تھے، آج کل کے لوگ اس کا عشر عشیر بھی نہیں جانتے اور نہیں سمجھتے اور جلیل القدر محدثین سب کے سب بالواسطہ یا بلاواسطہ ائمہ مجتہدین کے شاگرد ہیں، لہٰذا ان حضرات کے اختلاف کو ایسا نہیں سمجھنا چاہیے، جیسا کہ کفر واسلام کا اختلاف ہے، یہ سب ناجی ہیں، کوئی

---

(۱) (المائدة: ۳)

(۲) (مشكاة المصابيح، كتاب المناقب، باب مناقب الصحابة، الفصل الثالث، ص: ۵۵۴، قديمي)

(وكذا في جامع الأصول في أحاديث الرسول، كتاب الفضائل، الباب الرابع، الفصل الأول، نوع الثالث، رقم الحديث: ۶۳۵۹: ۹/۴۰۹، دار إحيا التراث العربي بيروت)

جہنمی نہیں، بنیادی مسائل جن پر مدارنجات ہے، ان سے ائمہ اربعہ کا کوئی اختلاف نہیں۔ سب کے سب خدا کو ایک مانتے ہیں، کوئی مشرک نہیں۔ سب رسول پر ایمان رکھتے ہیں، کوئی منکر رسالت نہیں۔ سب خدا کی کتابوں، فرشتوں، جنت، دوزخ، تقدیر کو برحق سمجھتے ہیں اور ارکانِ اسلام کو بہتر فرقوں میں شامل کر کے اسلام سے خارج قرار دینا درحقیقت اپنے لئے اسلام سے خارج ہونے کا اقرار کرنا ہے(۱)۔

ان حضرات کا اختلاف درحقیقت بڑی رحمت ہے کہ دین میں اس سے بہت وسعت حاصل ہے، جو کہ احادیث سے ثابت ہے۔"إن هذه أمتكم أمة واحدة"(۲)۔ اگر غور کرلیا جائے تو صاف صاف سمجھ میں آتا ہے کہ ائمہ اربعہ کے اختلاف کی ہرگز اس سے ممانعت ثابت نہیں ہوتی، اس لئے کہ سب خدا ہی کو رب مانتے اور اس کی عبادت کرتے ہیں، جو فرقے خدا کے سوا کسی اور کو رب مانتے اور کسی دوسرے کی عبادت کرتے ہیں، ان پر ضرور اس سے رد ہوتا ہے، یہ حضرات اپنے اس فروعی اختلاف کے باوجود ایک ہی امت ہیں۔ ایسا نہیں جیسا کہ

---

(۱) "عن ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : أيما رجل قال لأخيه: "يا كافر" فقد باء بها أحدهما". (صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب من أكفر أخاه بغير تأويل فهو كما قال: ۹۰۱/۲، قديمي)

(وصحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان حال إيمان من قال لأخيه المسلم "يا كافر": ۵۷/۱، قديمي)

"عن أبي ذر رضي الله تعالىٰ عنه ، أنه سمع النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول: لا يرمي رجل رجلا بالفسوق، ولا يرميه بالكفر، إلا ارتدت عليه إن لم يكن صاحبه كذلك". (صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب ماينهى عن السباب واللعن: ۸۹۳/۲، قديمي)

(۲) (الأنبياء: ۹۱)

"(إن هذه امتكم﴾ الخ أي: هذه الملة التي كررتها عليكم ملة واحدة، أختارها لكم لتتمكسوا بها، وبعبادة الله تعالىٰ، والقول بالتوحيد وهي التي أدعوكم إليها لتعضوا عليها بالنواجذ؛ لأن سائر الكتب، نازلة في شأنها والأنبياء كلهم مبعوثون للدعوة إليها ومتفقون عليها". (روح المعاني، الأنبياء: ۹۱: ۸۹/۱۷، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"ومن حديث قتادة، أن عمر بن عبدالعزيز كان يقول: ماسرني لو أن أصحاب محمد صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لم يختلفوا؛ لأنهم لولم يختلفوا لم تكن رخصة". (المقاصد الحسنة، ص: ۲۶، دارالكتب العلمية بيروت)

یہود ونصاریٰ میں اختلاف تھا کہ ﴿قالت الیهود لیست النصاری علی شيء وقالت النصاری لیست الیهود علی شيء﴾(۱) جو شخص خود مجتہد نہ ہو اس کو تقلید لازم ہے(۲)، ائمہ اربعہ خود مجتہد تھے(۳)۔ ان کو کسی کی تقلید لازم نہیں تھی، مسئلہ تقلید پر چھوٹی بڑی کتابیں مختلف زبانوں میں لکھی گئی ہیں، ان کا مطالعہ انشاء اللہ تعالیٰ نافع ہوگا۔ واللہ یهدی من یشاء إلی صراط مستقیم.

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۲/۲/۲ھ۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

جو شخص فقہ کو نہ مانے، اس کا حکم

سوال[۱۷۹۹۱]: ایک شخص اپنے کو عالم اور حافظ کہتے ہیں، ایک فتویٰ کے متعلق ان کا کہنا ہے کہ فقہ کی کتابوں سے جواب دیا گیا ہے، اس لئے جواب درست نہیں ہے، اس لئے کہ فقہ کوئی چیز نہیں ہے، اس کو میں

---

(۱) (البقرة: ۱۱۳)

(۲) قال الله تعالیٰ: ﴿فاسئلوا أهل الذكر إن كنتم لاتعلمون﴾ (الأنبياء: ۷)

وقال الله تعالیٰ: ﴿واتبع سبيل من أناب إليّ﴾ (اللقمان: ۱۵)

"مثل هذا التقليد لابد منه لكل أحد، بل ولاسلامة للدين بدونه ...... ومن ترک هذا التقليد وأنكر اتباع السلف، وجعل نفسه مجتهداً، أو محدثاً واستشعر من نفسه أنه يصلح لاستنباط الأحكام، وأجوبة المسائل من القرآن والحديث في هذا الزمان، فقد خلع ربقة الإسلام من عنقه، أو كاد أن يخلع، ولقد صدق أحد زعمائهم حيث قال بعد تجربة طويلة: إن ترک التقليد أصل الإلحاد والزندقة في حق العامة". (مقدمة اعلاء السنن، قواعد في علوم الحديث: ۲۸۵/۱، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في التقليد الشرعي وأهميته، ص: ۹۲، مكتبة الحرمين دبي)

(۳) "طبقة المجتهدين في الشرع كالأئمة الأربعة ومن سلک مسلكهم في تأسيس قواعد الأصول واستنباط أحكام الفروع عن الأدلة الأربعة من غير تقليد لأحد لا في الفروع ولا في الأصول". (شرح عقود رسم المفتي لابن عابدين الشامي، ص: ۱۵، مکتبہ بیت القلم اسلام آباد)

(وكذا في مجمع البحرين، قسم الدراسة، ص: ۲۶، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في مقدمة ردالمحتار: ۷۷/۱، سعيد)

نہیں مانتا، کیا ان کا قول درست ہے، اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

فقہ کا انکار کرنا غیر مقلدین کا کام ہے، ہرگز ایسا نہیں کہنا چاہیے، فقہ بھی قرآن پاک اور حدیث شریف اور آثار صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ثابت ہے(۱)۔ فقہ کے انکار سے ان سب چیزوں کا انکار لازم آئے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۲/۲۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۲/۲۵ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

---

(۱) "وقد روى الشيخ محي الدين في: "الفتوحات المكية" بسنده إلى الإمام أبو حنيفة أنه كان يقول: "إياكم والقول في دين الله تعالىٰ بالرأي، وعليكم باتباع السنة، فمن خرج عنها ضل، ...... وكان يقول: "عليكم بالآثار من سلف، وإياكم وآراء الرجال اهـ ...... وكان يقول: لم تزل الناس في صلاح مادام فيهم من يطلب الحديث، فإذا طلبوا العلم بلا حديث فسدوا ...... وقال أيضا (أي في الفتوحات) وقد تتبعت بحمد الله أقواله وأقوال أصحابه لما ألفت كتاب: "أدلة المذاهب" فلم أجد قولا من أقواله وأقوال أتباع إلا وهو مستند إلى آية، أو حديث، أو أثر، أو إلى مفهوم ذلك. أو حديث ضعيف كثرت طرقه، أو إلى قياس صحيح على أصل صحيح". (إعلاء السنن، أبو حنيفة وأصحابه المحدثون: ۴۹/۳، إدارة القرآن)

(وكذا في الميزان للشعراني: ۱/۶-۹، ۱۱-۸۱، ۱۸۵، ۲۰۷، ۲۰۸، عالم الكتب بيروت)

(وكذا في عقد الجيد، باب تأكيد الأخذ بهذه المذاهب الأربعة والتشديد في تركها والخروج عنها، ص: ۵۲، ۵۲، سعيد)

(وكذا في تاريخ المذاهب الإسلامية للإمام أبي زهرة، الكتاب الثاني في تاريخ المذاهب الفقهية، فقه أبي حنيفة، ص: ۳۷۰، ۳۷۱، مكتبة الشيخ كراتشي)

باب البدعات والرسوم

(مروجہ فاتحہ خوانی اور ختم کا بیان)

قرآن کی سالگرہ کے موقع پر ختم کا اہتمام کرنا

سوال[۹۹۷۲]: آج کل اخباروں میں اور ریڈیو پر آتا رہتا ہے کہ قرآن شریف کے نزول کو چودہ سو سال ختم ہوکر پندرہ سو کے آغاز پر پر ختم قرآن جابجا کیا جارہا ہے، بلکہ بعض نے تو آئندہ رمضان تک کا اور بعض نے عید الضحیٰ تک کا وقت اس تقریب کے لئے دیا ہے کہ ان میں ضرور کرلینا چاہیے، تو ہم محض پورے شہر والوں کو دعوت دے کر بلائیں اور قرآن خوانی کرائیں، پچاس سے زائد قرآن ختم ہوجائیں گے اور ہر خاص وعام نزول قرآن اور قرآن کی اہمیت کے متعلق علماء کرام سے بیانات سنیں گے، جو مفید ہوں گے، شرعی طور پر جائز ہے یا نہیں یا کرنے میں حرج ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قرآن پاک اللہ جل جلالہ عم نوالہ کا بابرکت کلام ہے، جو کہ اس امت کے لئے مستقل لائحہ عمل ہے، اس کی تلاوت پر بہت بڑا اجر وثواب ہے(۱)، اس پر یقین رکھنا اصل ایمان ہے، اس پر عمل کرنا پروانہ نجات ہے،

(۱) "عن عقبة بن عامر رضي الله تعالیٰ عنه قال: خرج رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ونحن في الصفة، فقال: أیکم یحب أن یغدو کل یوم إلی بطحان، أو إلی العقیق فیأتي بناقتین کوماوین في غیر إثم ولا قطع رحم؟ فقلنا: یا رسول الله! نحب ذلک، فقال: "أفلا یغدو أحدکم إلی المسجد فیعلم أو یقرأ آیتین من کتاب الله خیرله من ناقتین، وثلاث خیر له من ثلاث، وأربع خیر له من أربع، ومن أعدادهن من الإبل". (صحیح مسلم، کتاب فضائل القرآن ومایتعلق به، باب فضل قراء ة القرآن في الصلاة وتعلمه: ۱/۲۷۰، قدیمی)

"عن أبي سعید رضي الله تعالیٰ عنه، قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: یقول الرب تبارک وتعالیٰ: "من شغله القرآن عن ذکري ومسألتي أعطیته أفضل ما أعطي السائلین، وفضل =

نزولِ قرآن سے ایک سو ل سال گزرنے پر اکابر امت اور سلف صالحین نے اس قسم کی کوئی جوبلی، تقریب یا سالگرہ نہیں منائی، درآنحالیکہ اس وقت کے حضرات کے لئے خیر ہونے کی بشارت احادیث میں موجود ہے اور وہ حضرات ایمان بہت قوی رکھتے تھے، اور ان میں اعمالِ صالحہ تلاوت وغیرہ کا جذبہ آج کے لوگوں سے کہیں زیادہ تھا اور قرآن کریم کے حقوق کو بہت زیادہ پہچانتے تھے، یہ تقریب ایک محدث چیز ہے، جو دین کے نام پر اب دیگر اقوام وملل کی حرص میں پیدا کی جارہی ہے، اس لئے اس کو ہرگز اختیار نہ کیا جائے۔

"من أحدث في ديننا هذا ماليس منه فهو رد"(۱). متفق عليه.

فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۷/۱۱/۲۶ھ۔

فجر کی نماز کے بعد سورہ یٰسین شریف کا اہتمام

سوال[۹۹۷۳]: ہمارے یہاں صبح بعد نماز فجر پابندی سے اسی جگہ سورہ یٰسین ایک شخص پڑھتا ہے اور سب سنتے ہیں، تو عالی جناب فرمائیے! یہ عمل ٹھیک ہے کہ نہیں؟ بلا ناغہ ہونا چاہیے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

سورہ یٰسین شریف کے فضائل حدیث پاک میں وارد ہیں، ایک مرتبہ پڑھنے سے دس قرآن پاک کا ثواب ملتا ہے(۲)،

= كلام الله على سائر الكلام كفضل الله على خلقه". (جامع الترمذي، كتاب فضائل القرآن، باب بلا ترجمة، قبيل أبواب القراءات: ۲/۱۲۰، سعيد)

"عن ابن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه، قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: من قرأ حرفاً من كتاب الله فله به حسنة، والحسنة بعشر أمثالها، لا أقول: ﴿الم﴾ حرف: ألف حرف، ولام حرف، وميم حرف". (سنن الدارمي، كتاب فضائل القرآن، باب فضل من قرأ القرآن: ۲/۵۲۱، رقم الحديث: ۳۳۰۸، قديمي)

(۱) (صحيح البخاري، كتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا على صلح جور فهو مردود: ۱/۳۷۰، قديمي)

(۲) "عن أنس رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "إن لكل شيء قلباً، وقلب القرآن ﴿يسٓ﴾ ومن قرأ ﴿يسٓ﴾ كتب الله له بقراءتها قراءة القرآن عشر مرات". (سنن الترمذي، أبواب فضائل القرآن، باب ماجاء في يسٓ: ۲/۱۱۶، سعيد)

پریشانی اور مصائب کا دفعیہ بھی اس سے ہوتا ہے(۱) وغیرہ وغیرہ، لہٰذا اگر کوئی شخص پڑھے اور دوسرے لوگ سنیں، تب بھی مضائقہ نہیں، لیکن اگر کوئی شخص شریک نہ ہو، تو اس کو زبان سے برا کہنا یا دل سے برا سمجھنا درست نہیں، کہ اس سے التزام اور اصرار کی شان پیدا ہوتی ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۶/۱۴۰۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۶/۱۴۰۰ھ۔

تیجہ وچہلم کا کھانا

سوال [۹۹۷۴]: امسال رمضان المبارک میں بنیتِ ایصالِ ثواب طعام پکا کر روزہ داران کی دعوت کی گئی، جس میں اغنیاء صاحب نصاب حضرات بھی مدعو کئے گئے، لیکن فتاویٰ دارالعلوم دیوبند میں ہے کہ اغنیاء کو ایصالِ ثواب کا کھانا جائز نہیں۔

دن جمعہ کا تھا، بعد جمعہ قرآن خوانی کا اعلان ہوا، قرآن پڑھا گیا، بعد مغرب دعوتی حضرات فارغ ہوئے، معلوم ہوا کہ برسی کا کھانا یہاں پر کھانے کا نام افطاری رکھا گیا، یہ سلسلہ کئی برس چہلم کے تحت چند مکانوں پر چلتا رہا، دیگر یہ کہ ۲۷/ رمضان المبارک کو ایک صاحب کا انتقال ہوا، ان کے فرزند واعزاء ایک عالم صاحب کے پاس گئے کہ رواج تیجہ کے دن بھی کھانا کھلانے کا ہے، شرعی حکم کے تحت کھانا ہم کھلانا چاہتے ہیں، تیسرے دن

---

(۱) "عن عطاء بن أبي رباح رحمه الله تعالیٰ قال: بلغني أن رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: "من قرأ ﴿یٰسٓ﴾ في صدر النهار، قضیت حوائجه". (مشکاة المصابیح، کتاب فضائل القرآن، الفصل الثالث: ۱/۱۸۹، قدیمی)

"قال بعض العلماء: "من خصائص هذه السورة أنها لا تقرأ عند أمر عسیر إلا یسره الله تعالیٰ، وکأن قراء تها عند المیت لتنزل الرحمة والبرکة: ویسهل علیه خروج الروح". (تفسیر ابن کثیر، بداءة سورة یٰس: ۳/۷۴۳، دارالسلام)

(۲) "الإصرار علی المندوب تبلغه إلی حد الکراهة". (السعایة، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۲/۲۶۵، سهیل اکیڈمی لاهور)

(وکذا في فتح الباري، کتاب الصلاة، باب الانفتال والانصراف عن الیمین: ۲/۴۳۰، قدیمی)

(وکذا في التعلیق الصبیح، کتاب الصلاة، باب الدعاء في التشهد: ۱/۵۴۹، رشیدیه)

کی شب میں کچھ رات گزرنے پر عالم صاحب کو بیدار کیا گیا تو عالم صاحب نے فرمایا ''تیجہ وچہلم کرنا جائز ہے، میں ذمہ دار ہوں''، یہ سنا گیا، چنانچہ یہ عالم خود شریک طعام رہے، اس سے قبل بھی جو دعوتیں ہوئیں، ہر ایک میں کلی طور پر شرکت فرمائی، بلکہ نذر ونیاز کے کھانے میں بھی شرکت فرماتے ہیں، ان کا یہ عمل کیا ہے؟ عوام بھی چاہتے ہی ہیں، لیکن شرعی حکم جو بھی ہو ارقام فرمائیں۔ احقر اور احباب ان کھانوں سے اجتناب کرتے ہیں تو مطعون ہوتے ہیں کہ آپ عالم نہیں، یہ عالم ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہاں کے فتویٰ پوچھنے کے بجائے بہتر یہ ہے کہ فتاویٰ دارالعلوم ان عالم کے سامنے پیش کردیا جائے، کہ اس کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے، اس کے بعد ممکن ہے کہ ان کا مسلک واضح ہوجائے، ایصالِ ثواب کے کھانے کی بحث ردالمحتار، کتاب الجنائز میں ہے(۱) اور شفاء العلیل (۲) مستقل اسی مسئلہ پر تصنیف ہے۔ الطریقة المحمدیة میں بھی اس کو خوب بیان کیا ہے، امید ہے کہ یہ چیزیں ان عالم صاحب کی نظر میں بھی ہوں گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۱۰/۹۹ھ۔

کیا نیاز وفاتحہ کا کھانا مردہ کو پہونچتا ہے؟

سوال[۹۹۷۵]: نیاز فاتحہ کی شرطیں کیا ہیں؟ کیا فاتحہ کی ہوئی مٹھائی یا مرغ مسلم مردہ تک پہونچتا ہے؟

---

(۱) "وفي البزازية: "ويكره اتخاذ الطعام في يوم الأول، والثالث، وبعد الأسبوع، ونقل الطعام إلى القبر في المواسم، واتخاذ الدعوة لقراءة القرآن، وجمع الصلحاء، والقراء للختم، أو لقراءة سورة الأنعام، أو الإخلاص ...... وقال: وهذه الأفعال كلها للرياء والسمعة فيحترز عنها لأنهم لايريدون بها وجه الله تعالى".

(ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الجنائز، مطلب في كراهة الضيافة من أهل الميت: ۲/۲۴۰، ۲۴۱، سعيد)

(وكذا في البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، قبيل الفصل السادس والعشرون في حكم المسجد: ۴/۸۱، رشيديه)

(۲) (شفاء العليل وبل الغليل في حكم الوصية بالختمات والتهاليل، في مجموعة رسائل ابن عابدين، ص: ۱۵۲، سهيل اكيڈمی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

کوئی بھی نیک کام کرکے بغیر کسی ایسی پابندی کے جس کا شرعاً ثبوت نہ ہو، ثواب پہونچا دینا درست ہے۔ شرعی طریقہ پر صدقہ کرنے سے جو ثواب حاصل ہو، وہ مردہ کو پہونچتا ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

درگاہ میں آئے ہوئے ایصالِ ثواب کے پیسے کا مصرف

سوال[۹۹۷۶]: ہمارے اَلال میں بہت بڑا درگاہ ہے، جو بہت مشہور ہے، جس کی روزانہ آمدنی کے طور پر نیاز وغیرہ سے بہت جمع ہوتا ہے، کچھ فلوس فراہم کئے ہیں، جو نیاز کے طور پر آتے ہیں، اس فراہم کئے ہوئے پیسے کو کیا کہتے ہیں؟ فراہم کئے ہوئے پیسے کس طور پر استعمال کر سکتے ہیں؟ کیا اس پیسے کو دین سکھانے والے اسکولوں کو یا دنیاوی سکھانے والے اسکولوں پر خرچ کر سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اللہ کے نام پر غرباء کو کچھ دے کر ایصالِ ثواب کر دینا شرعاً درست ہے(۲)، اس قسم کا جو روپیہ درگاہ

---

(۱) "الأصل في هذا الباب أن الإنسان له أن يجعل ثواب عمله لغيره صلاة أو صوماً أو صدقة أو غيرها عند أهل السنة والجماعة". (الهداية، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۲۹٦/۱، مكتبه شركت علميه ملتان)

"(ولهذا اختاروا) أي: الشافعية في الدعاء: أللهم أوصل مثل ثواب ماقرأته إلى فلان، أما عندنا (أي: الحنفية) فالواصل إليه نفس الثواب. وفي البحر: من صام أو صلى أو تصدق وجعل ثوابه لغيره من الأموات والأحياء جاز، ويصل ثوابها إليهم عند أهل السنة والجماعة كذا في البدائع". (ردالمحتار، باب الجنائز، مطلب في القراءة للميت وإهداء ثوابها له: ۲۴۳/۲، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۱۰۵/۳، رشيديه)

(۲) "الأصل ان كل من أتى بعبادة ما له جعل ثوابها لغيره وإن نواها عند الفعل لنفسه". (الدرالمختار، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۱۴/۴، مكتبه غفاريه كوئٹه)

"فللإنسان أن يجعل ثواب عمله لغيره عند أهل السنة والجماعة صلاة كان أو صوماً أو حجاً أو صدقة أو قرأة للقرآن أو الأذكار أو غير ذلك من أنواع البر، ويصل ذلك إلى الميت وينفعه". =

کے ذمہ دار صاحب کو دیا گیا ہو، وہ غرباء کو بھی دے سکتے ہیں اور دین کے دوسرے کاموں میں بھی صَرف کر سکتے ہیں اور جو چیز غیر اللہ کے نام پر دی جائے، اس کا لینا اور خرچ کرنا درست نہیں، اس واسطے مناسب یہ ہے کہ دینے والوں کو پوری تفصیل کے ساتھ مسئلہ بتایا جائے کہ وہ اللہ کے نام پر دیں اور اس کا ثواب صاحب درگاہ مرحوم کو پہنچا دیں اور اس روپیہ کا اختیار درگاہ کے ذمہ دار کو دے دیں کہ وہ ثواب کے لئے دین کے جس کام میں چاہیں، صَرف کیا کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۸/۱۰/۹۹ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

= (مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، كتاب الصلاة، فصل في زيارة القبور، ص: ٦٢١، ٦٢٢، قديمي)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ٣/١٠٥، رشيديه)

(١) قال الله تعالىٰ: ﴿إنما حرم عليكم الميتة والدم ولحم الخنزير وما أهل به لغير الله﴾ (البقرة: ١٧٣)

"اعلم أن النذر الذي يقع للأموات من أكثر العوام، ومايؤخذ من الدراهم والشمع والزيت ونحوها إلى ضرائح الأولياء الكرام تقرباً إليهم فهو باطل وحرام ...... قال في البحر: ولا يجوز لخادم الشيخ أخذه ولا أكله ولا التصرف فيه بوجه من الوجوه". (حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الصوم، باب مايفسد الصوم ومالا يفسد: ١/٤٧١، دار المعرفة بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصوم، فصل في النذر: ٢/٥٢١، رشيدية)

(مروجہ صلوۃ وسلام کا بیان)

سلام پڑھنے کا طریقہ

سوال[۹۹۷۷]: سلام پڑھنے کا حکم ہے تو شرطیں کیا ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جیسا کہ نماز میں تشہد کے بعد پڑھا جاتا ہے یا بہت ہی دل جمعی سے درود وسلام تنہائی میں بیٹھ کر پڑھتا رہے، اس نیت کے ساتھ کہ یہ صلوۃ وسلام بذریعہ ملائکہ خدمتِ اقدس میں پیش کیا جائے گا، جو شخص روضۂ اقدس پر حاضر ہو، وہ اس امید سے پڑھے کہ خود نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سنتے ہیں۔ احادیث سے ایسا ہی ثابت ہے(۱)۔ فقط۔

درود شریف کے لئے مجلس منعقد کرنا

سوال[۹۹۷۸]: ہفتہ واری یا ہفتہ میں دو یوم مجلس درود شریف قائم کرنا کیسا ہے؟ اور اس میں خود شریک ہوکر درود خوانی کرنا کیسا ہے؟ اور صاف الفاظ میں جواب سے مطلع کیجئے گا۔

---

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه، قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من صلى علي عند قبري سمعته، ومن صلى علي نائيا أبلغته". (شعب الإيمان، الخامس عشر، باب في تعظيم النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وإجلاله وتوقيره: ۲/۲۱۸، رقم الحديث: ۱۵۸۳، دارالكتب العلمية بيروت)

"عن ابن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: إن لله ملائكة سياحين في الأرض يبلغوني من أمتي السلام". (سنن النسائي، كتاب السهو، باب التسليم على النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ۱/۱۸۹، قديمى)

(وكذا في سنن الدارمي، كتاب الرقاق، باب في فضل الصلاة على النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ۲/۴۰۹، قديمى)

الجواب حامداً ومصلیاً:

درود شریف اعلیٰ درجہ کی قربت اور بے شمار اجر وثواب کی چیز ہے، نیز امتی کے ذمہ حق لازم ہے(۱)، مگر اس کے لئے مستقلاً مجالس کا منعقد کرنا ثابت نہیں، اپنے اپنے طور پر شب وروز میں جس سے جس قدر ہوسکے، درود شریف کا ہدیہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کیا کرے اور اس سعادت کو حاصل کرنے کی زیادہ سے زیادہ کوشش میں لگا رہے، اس کے لئے مجلس منعقد کرنے کا ثبوت نہ حدیث شریف میں ہے، نہ آثار صحابہ میں ہے، نہ ائمہ اربعہ سے ثابت ہے، پس یہ کوئی شرعی چیز نہیں، جس طرح ایک سیاسی جلوس اور جھنڈے مختلف پارٹیاں مختلف مواقع پر نکالتی ہیں، اسی طرح یہ جلوس اور جھنڈا بھی شروع کر دیا گیا، کتب حدیث وفقہ میں یہ کہیں نہیں، اس کو ثواب اور قربت کی چیز سمجھنا غلط اور ممنوع ہے۔

لکھنؤ میں روافض محرم کے موقع پر اپنا جلوس نکالتے ہیں، جس میں حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن پر سب وشتم وتبرا کرتے تھے، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی مدح کرنے پر فساد ہوتا تھا، ایک دفعہ ایک شخص نے آیت ﴿محمد رسول الله والذين معه أشداء على الكفار رحماء بينهم﴾(۲) پڑھ دی، جس پر زبردست ہنگامہ ہوا حتیٰ کہ اس آیت پر تقریر کرنا ممنوع ہو گیا تھا۔

اس پر حضرت مولانا عبدالشکور رحمہ اللہ تعالیٰ نے قانونی چارہ جوئی کی، جس کی وجہ سے ان کو جیل بھی جانا پڑا، ان کا کہنا تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تعریف قرآن پاک میں مذکور ہے اور وہ واجب الاحترام ہیں، ان کی تعریف تو جرم ہو جائے اور ان کو گالیاں دینے کی عام اجازت ہو، یہ کتنا بڑا ظلم ہے، اللہ پاک نے

---

(۱) "في القول البديع للإمام السخاوي رحمه الله:

"من أوجب شعب الإيمان الصلاة على النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم محبة له، وأداءً لحقه، وتوقيراً له، وتعظيما، والمواظبة عليها من باب أداء شكره صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وشكره واجب لما عظم منه الإنعام ...... الخ". (محل الصلاة على النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، ص: ۸۳، مؤسسة الريان)

"عن أنس رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "أولى الناس بي يوم القيامة أكثرهم علي صلاة". (سنن الترمذي، أبواب الوتر، باب ماجاء في فضل الصلاة على النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ۱/۱۱۰، سعيد)

(۲) (الفتح: ۲۹)

مولانا رحمہ اللہ تعالیٰ کو مقصد میں کامیابی دی اور محرم کے غالباً پندرہ روز تک جلسہ کرنے، جلوس نکالنے، مدح صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کرنے کی اجازت ہوگئی، ان کی اس جدوجہد کو مسئولہ جلوس اور جھنڈے سے کیا نسبت اور جہاں مدح صحابہ کی مخالفت نہ ہو اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے خلاف گالیاں سے بھرے ہوئے جلوس نہ نکلتے ہوں، تو وہاں جلوس ممنوع ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۲/۸۹ھ۔

نماز کے بعد کھڑے ہوکر صلوۃ وسلام پڑھنا

سوال[۹۹۷۹]: کھڑے ہوکر بیک وقت دس بیس آدمیوں کا سلام پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ طریقہ سلف صالحین سے منقول نہیں، نہ کسی شرعی دلیل سے ثابت ہے، یہ بدعتی کا طریقہ ہے(۱)۔ فقط۔

نماز کے بعد اجتماعاً صلوۃ وسلام پڑھنا

سوال[۹۹۸۰]: مسلمان فرض اور سنت کی پابندی اور عمل آوری کو چھوڑ کر یوم الجمعہ کو بعد نماز جمعہ مسجد میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر صلوۃ وسلام کی ادائیگی باجماعت بلند آواز پڑھنے کو فرض عین کا درجہ دیتے ہیں، صلوۃ وسلام پڑھنے پر اگر منع کیا جائے تو ہنگامہ کرتے ہیں، اس صورت میں اس کا حاصل جواب کیا ہے؟

---

(۱) "عن عائشة رضي الله تعالیٰ عنها قالت: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: من أحدث في أمرنا هذا مالیس منه فهو رد". (صحیح البخاري، کتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا علی صلح جور فهو مردود: ۱/۳۷۰، قدیمی)

"قال العلامة المناوي رحمه الله تعالیٰ في شرح هذا الحدیث: أي: أنشأ واخترع وأتی بأمر حدیث من قبل نفسه ...... (مالیس منه) أي: رأیا لیس له في الکتاب أو السنة عاضد ظاهر أوخفي، ملفوظ أو مستنبط (فهو رد) أي: مردود علی فاعله لبطلانه". (فیض القدیر: ۱۱/۵۵۹۴، رقم الحدیث: ۸۳۳۳، مکتبه نزار مصطفیٰ الباز ریاض)

(وکذا في مرقاة المفاتیح، کتاب الإیمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، الفصل الأول: ۱/۳۶۵، ۳۶۶، رقم الحدیث: ۱۴۰، رشیدیه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر صلوۃ وسلام پڑھنا بہت بڑی سعادت ہے، تقاضا ایمان ہے، ادائے حق کا ذریعہ ہے(۱)، لیکن فرائض وسنن مؤکدہ کو چھوڑنا بہت بڑا جرم ہے، صلوۃ وسلام کے ذریعہ سے ترک فرائض کی ہرگز ہرگز مکافات نہیں ہوگی، اس کا وبال دنیا وآخرت میں نہایت سخت ہے، نہ اللہ اس سے خوش، نہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس سے خوش ہوں گے۔ پہلے فرائض کی پابندی کرے اور سنت مؤکدہ کو اختیار کرے اور حضرت اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا لایا ہوا دین سیکھے، اس کو پوری زندگی میں نافذ وجاری کرے، تب تو صلوۃ وسلام کے کثرت نور علیٰ نور ہے، لیکن صلوۃ وسلام کے لئے بھی اعلیٰ طریقہ یہ ہے کہ باوضو قبلہ رو بیٹھ کر پوری توجہ واخلاص سے اس تصور سے پڑھا جائے کہ میری طرف سے ملائکہ تنہائی میں اس صلوۃ وسلام کو لے جا کر خدمت اقدس میں پیش کرتے ہیں اور دربارِ عالی سے جواب بھی ملتا ہے(۲)۔

---

(۱) "عن أنس رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: أولىٰ الناس بي يوم القيامة أكثرهم علي صلوة". (سنن الترمذي، أبواب الوتر، باب ماجاء في فضل الصلاة على النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ۱/۱۱۰، سعيد)

"وعن حسين بن علي رضي الله تعالىٰ عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "البخيل الذي من ذكرت عنده فلم يصل علي". (مسند الإمام أحمد بن حنبل، حديث الحسين بن علي رضي الله تعالىٰ عنهما: ۱/۳۳۱، رقم الحديث: ۱۷۳۸، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"عن أبي طلحة رضي الله تعالىٰ عنه: أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم جاء ذات يوم والبشر في وجهه، فقال: إنه جاء ني جبريل، فقال: إن ربك يقول: أما يرضيك يامحمد! أن لايصلي عليك أحد من أمتك إلا صليت عليه عشراً، ولا يسلم عليك أحد من أمتك إلا سلمت عليه عشراً". (سنن الدارمي، كتاب الرقائق، باب في فضل الصلاة على النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ۲/۴۰۷، رقم الحديث: ۲۷۷۳، قديمي)

(۲) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "ما من أحد يسلم علي إلا رد الله علي روحي، حتى أرد عليه السلام". (سنن أبي داود، كتاب المناسك، باب زيارة القبور: ۱/۲۸۶، إمداديه)

"عن ابن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: إن لله =

اور بلند آواز سے جماعت کا صلوۃ وسلام پڑھنا صحابہ کرام، محدثین ومتاخرین، مجتہدین اور اولیاءِ کاملین سے ثابت نہیں، اس طریقہ کو بند کیا جائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۲/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: العبد نظام الدین، ۱۰/۲/۹۲ھ۔

روضۂ اقدس کے پاس عشاء کے بعد درود وسلام پڑھنا

سوال[۹۹۸۱]: بعد نماز عشاء روضۂ اقدس کے پاس درود شریف پڑھنا سلام پڑھنا ممنوع ہے، ایسا کیوں ہے؟ بعد نماز عشاء حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آرام فرماتے ہیں۔ صلوۃ وسلام سے آپ کو تکلیف ہوتی ہے، یہ کہاں تک قرآن وحدیث سے تعلق رکھتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

صلوۃ وسلام روضۂ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قریب ہر وقت جائز اور موجب قرب وسعادت ہے، یہ کسی وقت ممنوع نہیں، عشاء کے بعد ممنوع کہنا بے دلیل ہے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

= ملئكة سياحين في الأرض يبلغوني من أمتي السلام". (سنن النسائي، كتاب السهو، باب التسليم على النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ۱/۱۸۹، قديمي)

"عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: من صلى علي عند قبري سمعته، ومن صلى علي نائياً أبلغته". (شعب الإيمان: ۲/۱۵۸۳، دار الكتب العلمية بيروت)

(۱) "(لحديث: من ذكرت عنده" فليحفظ) وإزعاج الأعضاء برفع الصوت جهل اهـ قال في الهندية: رفع الصوت عند سماع القرآن والوعظ مكروه، ومايفعله الذين يدعون الوجد والمحبة لا أصل له: ويمنع الصوفية من رفع الصوت وتخريق الثياب". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، آداب الصلاة: ۱/۵۱۹، سعيد)

"عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها قالت: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من أحدث في أمرنا هذا ماليس منه فهو رد". (صحيح البخاري، كتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا على صلح جور فهو مردود: ۱/۳۷۰، قديمي)

(۲) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه، قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من صلى علي =

ریڈیو پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسم مبارک سن کر درود شریف پڑھنا

سوال [۹۹۸۲]: کیا ریڈیو اور ٹیپ ریکارڈ میں جو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسم مبارک آتا ہے، اس اسم مبارک پر درود شریف پڑھنا ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ٹیپ ریکارڈ میں تو ایک آواز کو بھر دیا گیا، پھر جب چاہیں اس کو سن لیں، اصل آواز ایک تھی، باقی جب جب سنیں گے، اس کی نقل ہوگی، ریڈیو میں بعینہ وہی آواز ہوتی ہے، اصلی آواز پر اسم مبارک سن کر درود شریف پڑھنا چاہیے(۱)، نقل

= عند قبري سمعته ومن صلى علي نائياً أبلغته". (مشكاة المصابيح، كتاب الصلاة، باب الصلاة على النبي، الفصل الثالث: ۱/۱۹۰، دارالكتب العلمية بيروت)

"عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها قالت: كان النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يذكر الله عزوجل على كل أحيانه". (مشكاة المصابيح، كتاب الطهارة، باب مخالطة الجنب، الفصل الأول: ۱/۱۰۰، دارالكتب العلمية بيروت)

"فأكثر من ذكر نبيك بإحسان. وأدم الصلاة عليه بالجنان واللسان، فإن صلاتك تبلغه وهو في صريحه، واسمك معروض على روحه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم". (القول البديع، الباب الرابع، ص: ۳۳۳، مؤسسة الريان)

(۱) "قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "رغم أنف رجل ذكرت عنده فلم يصل علي ....". (سنن الترمذي، كتاب الدعوات، باب قول رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: رغم أنف رجل: ۲/۱۹۴، قديمي)

"قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "البخيل الذي من ذكرت عنده فلم يصل علي". (سنن الترمذي، كتاب الدعوات، باب قول رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: رغم أنف رجل: ۲/۱۹۴، قديمي)

"وقد جزم بهذا القول أيضاً المحقق ابن الهمام في زاد الفقير فقال: مقتضى الدليل افتراضها في العمرمرة وإيجابها كلما ذكر إلا أن يتحد المجلس فيستحب التكرار بالتكرار". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب هل نفع الصلاة عائد للمصلي: ۱/۵۱۶، سعيد) .... =

پر لازم نہیں، تاہم بہتر ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۶/ ۷/ ۱۴۰۱ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

= (وكذا في التعليق الصبيح، كتاب الصلاة، باب الصلاة على النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وفضلها: ۱/ ۴۳۰، رشيديه)

(۱) "بخلاف السماع عن الببغاء، والصدى فإن ذلک ليس بتلاوة، وكذا إذا سمع من المجنون؛ لأن ذلک ليس بتلاوة صحيحة لعدم أهليته لانعدام التمييز". (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل في بيان من تجب عليه: ۱/ ۴۴۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، باب سجود التلاوة: ۲/ ۱۰۸، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الثالث عشر في سجود التلاوة: ۱/ ۱۳۲، رشيديه)

(فرائض اورعیدین کے بعد مصافحہ کا بیان)

نماز کے بعد مصافحہ

سوال[۹۹۸۳]: نمازختم ہونے پرامام سے کھڑے ہوکرلوگوں کاہاتھ ملانا،کہاں تک درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

علامہ شامی نے اس کوبدعت قبیحہ لکھا ہے،اس لئے کہ قرونِ مشہودلہا بالخیر سے ثابت نہیں اورروافض کا شعار ہے(۱)۔فقط۔

عید کے بعد مصافحہ

سوال[۹۹۸۴]: اگرکہیں پرفتنہ کا خوف ہوتو وہاں عیدمیں مصافحہ گلےمل سکتے ہیں یانہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

فتنہ کا خوف کیا ہے؟ کیا ماریں گے یا جیل بھیجیں گے؟ بہت سے بہت دوچار فقرے کہہ دیں گے،سووہ

---

(۱) "ونقل في تبيين المحارم عن الملتقط: أنه تكره المصافحة بعد أداء الصلاة بكل حال؛ لأن الصحابة رضي الله تعالىٰ عنهم ماصافحوا بعد أداء الصلاة، ولأنها من سنن الروافض، ثم نقل عن ابن حجر رحمه الله تعالىٰ عن الشافعية: أنها بدعة مكروهة، لا أصل له في الشرع". (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء: ۶/۳۸۱، سعيد)

"فإن محل المصافحة المشروعة أول الملاقاة، وقد يكون جماعة يتلاقون من غير مصافحة، ويتصاحبون بالكلام، ومذاكرة العلم وغيره مدة مديدة، ثم إذا صلوا، يتصافحون، فأين هذا من السنة المشروعة؟ ولهذا صرح بعض علمائنا: بأنها مكروهة حينئذ، وأنها من البدع المذمومة". (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب المصافحة والمعانقة: ۸/۴۵۸، رشيديه)

(وكذا في السعاية على شرح الوقاية، باب صفة الصلاة، قبيل فصل في القراءة: ۲/۲۶۴، ۲۶۵، سهيل اكيڈمی لاهور)

اب بھی کہتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۱/۸۹ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

(اذان کے وقت انگوٹھے چومنے کا بیان)

نام مبارک پر انگوٹھے چوم کر آنکھوں کو لگانا

سوال[۹۹۸۵]: کیا پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام لینے پر انگلیوں کو چومنے کا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس مسئلہ کے لئے کوئی حدیث مرفوع ثابت نہیں، جیسا کہ ردالمحتار میں بطور خلاصہ بحث نقل کیا ہے(۱)۔

☆......☆......☆......☆......☆

---

(۱) "ولم يصح في المرفوع من كل هذا شيء". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۱/۳۹۸، سعيد)

"وحكى الخطاب في شرح مختصره "خليل" حكاية أخرى غيرما هنا، وتوسع في ذلک ولا يصح شيء من هذا في المرفوع كماقال المؤلف بل كله موضوع.

وكذا قال السخاوي في المقاصد الحسنة: ولا يصح في المرفوع من كل هذا شيء". (المقاصد الحسنة مع هامشه، حرف الميم، رقم الحديث: ۱۰۱۹، ص: ۴۴۱-۴۴۲، دارالكتب العلمية بيروت)

"این تقبیل را در بعض کتب فقہ مستحب نوشتہ اند، نہ واجب ونہ سنت، مثل کنز العباد، وخزانۃ الروایات وجامع الرموز، وفتاویٰ صوفیہ وغیرہ، مگر در اکثر کتب فقہ معتبرہ متداولہ نشان آن نیست، ودرآن کتب کہ درانہا این مسئلہ مذکوراست غیر معتبر اند۔ چنانکہ جامع الرموز وفتاویٰ صوفیہ وکنز العباد وغیرہ وایں وجہ کہ درین کتب رطب ویابس بلا تنقیح مجتمع است، تفصیل آن دررسالہ من "النافع الكبير لمن يطالع الجامع الصغير" موجود است۔ دریں باب فقہاء نقل میکنند آنہا بتحقیق محدثین صحیح نیستند...... الخ"۔ (مجموعة الفتاوىٰ، كتاب الكراهية: ۴/۳۲۵، رشيديه)

(میلاد وسیرت کی محافل اورعرس کا بیان)

مروجہ میلاد کا حکم

سوال[۹۹۸۶] : اگر ہم جناب رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت میں آپ کے تذکرہ کے لئے ایک محفل منعقد کریں، جس میں آپ کے اور دیگر اولیاء کے حالات بیان کئے جائیں، خصوصاً آپ کے مولود کے وقت کے حالات کو بیان کریں اور اسے باعثِ برکت سمجھیں اور مولود کے بعد آپ کی تشریف آوری کا اعتقاد رکھیں، تو ایسی مجلس کا منعقد کرنا کیسا ہے؟ اور اگر ہم آپ کی تشریف آوری کا اعتقاد نہ رکھتے ہوئے بھی محض آپ کے اسم گرامی کو بھی باعث برکت سمجھتے ہوئے ادب سے کھڑے ہوکر سلام اور درود بھیجیں، تو ایسا کرنا کیسا ہے؟ باہم مجلس کے منعقد کرنے کا اہتمام نہ کریں، بلکہ بے اہتمام لوگ جمع ہو جائیں اور ہم جناب رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تذکرہ مبارکہ کرنے لگیں، تو یہ کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر مبارک، خواہ آپ کی عبادات، نماز، روزہ، حج وغیرہ کا ذکر ہو، خواہ عبادت، سونے، جاگنے، چلنے، بیٹھنے، حضر وسفر وغیرہ کا ذکر ہو، خواہ دشمنوں سے صلح و جنگ کا ذکر ہو، بلکہ آپ کی بکری، اونٹنی، کمان، زرہ وغیرہا، غرض ذات اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تعلق رکھنے والی کسی چیز کا ذکر ہو، بلاشبہ باعثِ خیر وبرکت اور موجبِ اجر وثواب ہے(۱)۔ جب تک اس میں کوئی غیر ثابت چیز داخل ولازم نہ کی جائے اور دیگر خلافِ شرع عوارض سے پاک صاف ہو۔ درود شریف اور سلام کے فضائل بے شمار احادیث میں مذکور ہیں (۲)۔

(۱) ''نفس ذکر میلاد فخر عالم علیہ السلام کو کوئی منع نہیں کرتا، بلکہ ذکر ولادت آپ کا مثل دیگر سیر وحالات کے مندوب ہے''۔ (براهين قاطعه، ص: ۴، دار الاشاعت)

(۲) ''عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه، أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "من صلى عليّ واحدة، صلى الله عليه عشراً"۔ (صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب الصلاة على النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ۱/۱۷۵، قديمي)

قرآن پاک میں بھی یہی حکم ہے(۱)۔

آج کل محفل میلاد شریف کا بعض جگہ رواج ہے، اس میں بہت سی غیر مشروع چیزیں داخل ولازم ہوگئی ہیں اور اس نام سے جو مجلس کی جاتی ہے، اس کی ابتداء۶۰۰ھ کے بعد شروع ہوئی (۲)، اس سے پہلے نہیں ہوتی تھی، اسی وقت سے علماءِ حق نے اس کو منع کیا ہے، چنانچہ علامہ محدث ابن الحاج رحمہ اللہ تعالیٰ نے مدخل میں بتیس صفحات میں اس کے شرعی قبائح بیان فرمائے ہیں (۳)۔

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا عقیدہ بھی بے اصل اور بلا دلیل ہے، احادیث میں مذکور ہے کہ ”صحابۂ کرام بیٹھے ہوئے تھے کہ حجرۂ مبارکہ سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے، تو صحابۂ کرام تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے، اس پر فرمایا کہ میرے لئے قیام نہ کرو“ (۴)۔ جب ظاہری آنکھوں سے دیکھنے کے باوجود قیام سے منع فرما دیا گیا تو پھر ایسی محفلوں میں قیام کی کہاں گنجائش ہے، صحابۂ کرام کی نظروں میں

= ”عن أنس بن مالک رضي الله تعالیٰ عنه قال: رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: ”من صلی عليّ صلاة واحدة، صلی الله علیه عشر صلوات، وحطت عنه عشر خطيئات، ورفعت له عشر درجات“.

(سنن النسائي، كتاب السهو، باب الفضل في الصلاة على النبي: ۱/۱۹۱، قديمي)

(وسنن ابن ماجة، إقامة الصلاة، باب الصلاة على النبي صلى الله تعالیٰ عليه وسلم: ۱/۶۵، قديمي)

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿إن الله وملائكته يصلون على النبي يا أيها الذين امنوا صلوا عليه وسلموا تسليما﴾ (الأحزاب: ۵۶)

(۲) (الحاوي للفتاویٰ، حسن المقصد في عمل المولد، ص: ۲۰۰، رشيديه)

(۳) (المدخل لابن الحاج المكي، فصل في المولد: ۳/۲، مصطفیٰ البابي الحلبي مصر)

(۴) ”عن أبي أمامة رضي الله تعالیٰ عنه قال: خرج رسول الله صلى الله تعالیٰ عليه وسلم متكئا على عصا، فقمنا له، فقال: ”لا تقوموا كما يقوم الأعاجم يعظم بعضها بعضاً“. (سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب الرجل يقوم للرجل يعظمه بذلک: ۲/۷۱۰، مكتبه دار الحديث ملتان)

(وكذا في جمع الفوائد، باب العطاس والتثاؤب والمجالسة: ۳/۳۵۲، رقم الحديث: ۷۷۸۰، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في مسند الإمام أحمد بن حنبل، حديث أبي أمامة الباهلي: ۲/۳۳۷، رقم الحديث: ۲۱۶۷۷، دار إحياء التراث العربي بيروت)

بلکہ دلوں میں کوئی بھی حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ محبوب نہیں تھا، مگر جب آپ کو دیکھتے تھے تو قیام نہیں کرتے تھے (۱)۔ کیونکہ یہ قیام ناگوار تھا البتہ وعظ اور قرآن پاک وحدیث شریف کی ہدایات سنانے کے لئے لوگوں کو جمع کیا جائے، پھر صحیح حالات وکمالات اور ہدایات بیان کیا کریں اور زیادہ سے زیادہ اصلاح کی فکر میں لگ جائیں۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۶/۸۷ھ۔

میلادِ مروجہ اور ختنہ کی دعوت

سوال[۹۹۸۷]: لوگ میلاد کرتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ شب میں ختنہ کراتے ہیں، گویا کھانے میں میلاد اور ختنہ دونوں کی نیت ظاہر ہورہی ہے، ایسی صورت میں مولوی صاحب جو میلاد پڑھانے کے لئے مدعو ہیں کا کھانا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ختنہ پر لوگوں کو بلانا اور دعوت کرنا شرعاً ثابت نہیں (۲)، میلادِ مروجہ میں بھی چند خرابیاں ہیں۔ مثلاً: اس میں جو روایات سنائی جاتی ہیں وہ اکثر محدثین کے نزدیک موضوع یعنی غلط ہیں، حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف جو شخص ایسی بات منسوب کرتا ہے، جو کہ آپ نے نہیں فرمائیں، اس کا ٹھکانا جہنم میں ہے (۳)۔ اس لئے ایسی مجلس نہ کی جائے، البتہ کسی محقق متبع سنت عالم کا وعظ کرایا جائے۔ جس میں ولادت

---

(۱) "عن أنس بن مالک رضي الله تعالیٰ عنه قال: لم یکن شخص أحب إلیهم من رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم، وکانوا إذا رأوه لم یقوموا، لما یعلمون من کراهیته لذلک". (مشکاة المصابیح، کتاب الآداب، باب القیام، الفصل الثاني: ۲/۴۰۳، قدیمی)

(وجامع الترمذي، أبواب الاستیئذان والأدب، باب ماجاء في کراهیة قیام الرجل للرجل: ۲/۱۰۴، سعید)

(۲) "فأما الدعوة في حق فاعلها، فلیست لها فضیلة تختص بها لعدم ورود الشرع بها". (المغني لابن قدامة، کتاب الولیمة، حکم الدعوة إلی الختان والإجابة إلیها: ۸/۱۱۸، دارالفکر)

(۳) "عن أبي هریرة رضي الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "من کذب علی متعمداً فلیتبوأ مقعده من النار". (صحیح البخاري، کتاب العلم، باب إثم من کذب علی النبي صلی الله =

شریف کا بھی ذکر ہو اور اخلاق، اعمال، اقوال، عبادات، معاملات کا بھی ذکر ہو تو بہتر۔ اس سے اتباع سنت کی توفیق ہوگی اور خلاف چیزوں سے بچنے اور اپنی زندگی کو سدھارنے کی بھی روشنی ملے گی۔ فقط واللہ اعلم۔

العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۱/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۱/۸۹ھ۔

دعوت ومیلاد

سوال[۹۹۸۸]: زید ایک مولوی صاحب کی دعوت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ ہمارے یہاں شام کا یا صبح کا کھانا کھالینا، چنانچہ مولوی صاحب جاتے ہیں اور کھانا کھاتے ہیں اور زید کھلانے کے بعد بطیب خاطر مولوی صاحب کو کچھ پیسے دیتا ہے، مگر زید اپنی خوشی سے دیتا ہے، مگر ایسے مواقع کے اندر مولوی صاحب کو کچھ دینے کا رواج ضرور ہے اور اس کے بعد رخصت کے وقت کچھ روپیہ پیسہ دے کر مولوی صاحب کو خوش کرتا ہے، ان صورتوں کا صحیح طریقہ کیا ہے؟ اور میلاد النبی کا جائز طریقہ کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

محض خوشی یا ثواب کے لئے دعوت کرنا یا کچھ رقم دینا درست ہے، مگر وعظ کرا کے اس کا معاوضہ دینا شرعاً درست نہیں، اگر وعظ کے لئے مستقل طور پر وعظ کی تشکیل اور ماہانہ تنخواہ مقرر کر کے ملازم رکھا جائے، تو یہ جائز ہے(۱)،

= تعالیٰ علیه وسلم: ۱/۲، قدیمی)

(وصحیح مسلم، مقدمة، باب تغلیظ الکذب علی رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: ۱/۷، قدیمی)

(وکذا في جامع الترمذي، أبواب العلم، باب ماجاء في تعظیم الکذب علی رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: ۲/۹۴، سعید)

(۱) "الاستئجار علی الطاعات کتعلیم القرآن، والفقه، والتدریس، والوعظ لایجوز أي: لایجب الأجر قال الإمام الفضلي: والمتأخرون علی جوازه ... والحیلة أن یستأجر المعلم مدة معلومة ثم یأمره بتعلیم ولده". (الفتاوی البزازیة علی هامش الفتاوی العالمکیریة، کتاب الإجارة، نوع في تعلیم القرآن والحرف: ۵/۳۷، ۳۸، رشیدیه)

(وکذا في تنقیح الفتاوی الحامدیة، کتاب الإجارة، مطلب: استأجره لیؤم الناس: ۲/۱۱۲، مکتبه میمنیه مصر) .... =

طریقہ مروجہ پر مجلسِ مولود منعقد کرنا اور اس میں مولودخوانی کرانا شرعاً ممنوع ہے(۱) اور فی نفسہ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکرِ مبارک جو کہ معتبر حدیثوں میں موجود ہے، بلاتعیین تاریخ اور التزامِ ہیئت، و بلاانضمامِ منکراتِ شرعیہ و بدون فسادِ عقائد، خواہ وہ ذکرِ ولادت ہو یا عبادات ومعاملات، جہاد، نکاح وغیرہ کا ذکر ہو، بلاتردد، درست وباعثِ ثواب اور موجبِ خیر وبرکت ہے، تفصیل کے لئے دیکھئے: ''تبلیغ الحق''(۲) ''مدخل''(۳)، ''براہین قاطعہ''(۴)۔ واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/۷/۶۰ھ۔

میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں چراغاں کرنا

سوال[۹۹۸۹]: جولوگ بارہ ربیع الاول، حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیدائش کے دن

= (وكذا في رسائل ابن عابدين، رساله: شفاء العليل: ۱/ ۱۶۱، سهيل اكيڈمي لاهور)

(۱) "والموالد والأذكار التي تفعل عندنا أكثرها مشتمل على خير، كصدقة، وذكر، وصلوة وسلام على رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ومدحه، وعلى شر بل شرور لو لم يكن منها إلا رؤية النساء للرجال الأجانب، وبعضها ليس فيها شر، لكنها قليل نادر. ولا شك أن القسم الأول ممنوع للقاعدة المقررة المشهورة أن درء المفاسد مقدم على جلب المصالح. فمن علم وقوع الشر فيما يفعله من ذلك فهو عاص اثم". (الفتاوىٰ الحديثية، مطلب الاجتماع للموالد والأذكار وصلوات التراويح مطلوب مالم يترتب عليه شر وإلا فيمنع منه، ص: ۲۰۲، قديمي)

"فصل في المولد: ومن جملة ما أحدثوه من البدع مع اعتقادهم أن ذلك من أكبر العبادات، وإظهار الشعائر مايفعلونه في شهر ربيع الأول من المولد، وقد احتوى على بدع ومحرمات جمة ..... الخ". (المدخل، فصل في المولد: ۲/۳، مصطفىٰ البابي الحلبي مصر)

"وأقبح منه النذر بقراءة المولد في المناير، ومع اشتماله على الغناء واللعب ..... الخ". (ردالمحتار، كتاب الصوم، قبيل باب الاعتكاف: ۲/۴۴۰، سعيد)

(۲) (تبليغ الحق، ص: ۸۹۷، بحواله فتاوىٰ محموديه: ۲/۲۲۵، إدارة الفاروق كراچي)

(۳) (المدخل لابن الحاج المكي، فصل في المولد: ۲/۲-۱۲، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۴) (براهين قاطعه بجواب أنوار ساطعه، مؤلفه: مولانا خليل احمد سهارنپوری رحمه الله تعالىٰ، مقيد میں حکم قید کی طرف راجع ہوتا ہے: اس قاعدے کا مطلب، ص: ۴۹، دارالاشاعت)

مسجدوں اور گھروں میں روشنی کرتے ہیں اور شیرینی تقسیم کرتے ہیں، کیا شرعاً درست ہے یا کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ طریقہ قرآن کریم، حدیث شریف، اکابر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم، ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ علیہم سے ثابت نہیں، اس سے پورا اجتناب کیا جائے (۱)، اپنی پیدائش کے دن حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے روزہ رکھا ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سبیل ونذر اور شہادت کی محافل منعقد کرنا

سوال [۹۹۹۰]: امام عالی مقام امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقدس نام لے کر اگر کوئی یہ کہے کہ نذرِ

---

(۱) "عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها قالت: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: من أحدث في أمرنا هذا ماليس منه فهو رد". (صحيح البخاري، كتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا على صلح جور فهو مردود: ۱/۳۷۰، قديمى)

"قال العلامة المناوي رحمه الله تعالىٰ: أي: أنشأ واخترع، وأتى بأمر حديث من قبل نفسه ...... (ماليس منه) أي: رأيا ليس له في الكتاب أو السنة عاضد ظاهر أو خفي، ملفوظ أو مستنبط (فهو رد) أي: مردود على فاعله لبطلانه". (فيض القدير: ۱۱/۵۵۹۴، رقم الحديث: ۸۳۳۳، مكتبه نزار رياض)

(وكذا في مرقاة المفاتيح، كتاب الإيمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، الفصل الأول: ۱/۳۶۵، ۳۶۶، رقم الحديث: ۱۴۰، رشيديه)

(۲) "عن أبي قتادة رضي الله تعالىٰ عنه قال: سئل رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عن صوم الاثنين، فقال: "فيه ولدت، وفيه أنزل عليّ". (مشكاة المصابيح، كتاب الصوم، باب صيام التطوع، الفصل الأول: ۱/۱۷۹، قديمى)

(وصحيح مسلم، كتاب الصوم، باب استحباب ثلاثة أيام من كل شهر وصوم يوم عرفة وعاشوراء، والإثنين والخميس: ۱/۳۶۸، قديمى)

(وكذا في مسند الإمام أحمد بن حنبل، حديث أبي قتادة الأنصاري رضي الله تعالىٰ عنه: ۶/۳۰۵، رقم الحديث: ۲۲۰۴۳، دار إحياء التراث العربي بيروت)

حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سبیل ہے اور نذرِ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لنگر ہے، تو اغنیاء وفقراء سب ہی مسلمان اس طعام اور سبیل کو، جس کو امام عالی مقام کے مقدس نام سے منسوب کیا گیا ہے، بخیال تبرک استعمال کر سکتے ہیں اور ذکرِ حسین کی محفل اور شہادتِ حسین کی محفل منعقد کرنا اور ان کا غم کرنا اور ان کے علو مرتبت کو یاد کرکے اور ان کا ذکر سن کر خوش ہونا اور فخر کرنا اور خوشنودی اللہ ورسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر اور ان کے محامد بیان کرنے کے لئے اگر محفل منعقد کی جائے، تو پہلے خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے محامد بیان کئے جائیں، پھر حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کمالات عالیہ صحیح روایات سے بیان کئے جائیں تاکہ ان کی حق گوئی وحق پسندی کی دوسروں کو بھی رغبت ہو اور جرأت پیدا ہو، شرح فقہ اکبر میں ایسا ہی لکھا ہے(۱)، اس طریق کو اختیار کرنے سے تشبہ بالروافض نہیں ہوگا، ایسی مجلس کو ماتم اور نوحہ سے بھی پاک صاف رکھا جائے کہ شرعاً ماتم اور نوحہ سے سخت ممانعت ہے(۲)، غیر اللہ کے

---

(۱) "وأفضل الناس بعد النبيين عليهم الصلاة والسلام أبوبكر الصديق، ثم عمر بن الخطاب، ثم عثمان بن عفان ذوالنورين، ثم علي بن ابی طالب المرتضى رضوان الله عليهم أجمعين، عابدين ثابتين على الحق ومع الحق نتولاهم جميعاً، ولا نذكر أحداً من أصحاب رسول الله إلا بخير.

وقال الملا علي القاري في شرحه: "وفي شرح العقائد: "على هذا الترتيب وجدنا السلف، والظاهر أنه لولم يكن لهم دليل هناك لما حكموا بذلک، وكأن السلف كانوا متوقفين في تفضيل عثمان على عليّ رضي الله تعالىٰ عنه حيث جعلوا من علامات السنة والجماعة تفضيل الشيخين ومحبة الحسنين". (الفقه الأكبر مع شرحه، ص: ۶۱، ۶۲، قديمی)

(۲) "عن عبدالله بن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ليس منا من ضرب الخدود، وشق الجيوب، ودعا بدعوى الجاهلية". (صحيح البخاري، كتاب الجنائز، باب ليس منا من شق الجيوب: ۱/۱۷۲، قديمی)

"أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "النياحة إذا لم تتب قبل موتها، تقام يوم القيامة وعليها سربال من قطران ودرع من جرب". (صحيح مسلم، كتاب الجنائز، باب التشديد في النياحة: ۱/۳۰۳، قديمی)

"عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالىٰ عنه قال: لعن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم النائحة والمستمعة". (سنن أبي داود، كتاب الجنائز، باب في النوح: ۲/۹۰، إمداديه)

نام کی نذر کا عامۃً مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس سے غیر اللہ کا تقرب حاصل کیا جائے، شرعاً اس کی اجازت نہیں، غیر اللہ کے نام پر کوئی چیز دی جائے یا نذر مانی جائے، یہ سخت معصیت اور ایک قسم کا شرک ہے۔

بحر(۱) شامی (۲) وغیرہ میں اس کی تصریح ہے، لہٰذا اس سے پورا اجتناب کیا جائے، حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایصالِ ثواب مقصود ہو تو دین کا کوئی بھی کام کر کے ثواب پہنچا دینا بہتر ہے (۳)۔ مثلاً: مسجد بنوا دی جائے، مسجد میں چٹائی بچھا دی جائے، پانی کا انتظام کر دیا جائے، مدرسہ بنوا دیا جائے، قرآن پاک اور دینی کتابیں مدرسہ میں وقف کر دی جائیں، یا پڑھنے والوں کو دے دی جائیں، حج کرا دیا جائے، غریب حاجت مند کے کھانے کپڑے اور دیگر ضروریات کا انتظام کر دیا جائے، قرآن، تسبیح نماز پڑھ کر بھی ثواب پہنچایا جا سکتا ہے۔

غرض جس قدر بھی اخلاص سے ہو، زیادہ فائدہ مند ہے۔ مروجہ سبیل تو رسمی طریق پر کی جاتی ہے کہ اس روز حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیاسے شہید ہوئے، لہٰذا پانی اور شربت پلایا جائے، حالانکہ نہ ان کے پاس یہ پانی پہنچتا ہے نہ شربت، نہ ان کو اس کی حاجت، ان کو جنت کی اعلیٰ سے اعلیٰ نعمتیں ملتی ہیں، جن کے سامنے اس پانی

---

(۱) "وأما النذر الذي ينذره أكثر العوام على ماهو مشاهد كأن يكون لإنسان عائب أو مريض أوله حاجة ضرورية، فيأتي بعض الصلحاء، فيجعل ستره على رأسه فيقول: يا سيدي فلان! إن ردّ غائبي أو عوفي مريضي، أو قضيت حاجتي، فلك من الذهب ومن الفضة كذا، أو من الطعام كذا، أو من الماء أو من الشمع كذا، أو من الزيت كذا، فهذا النذر باطل بالإجماع لوجوه، منها: أنه نذر لمخلوق. والنذر للمخلوق لايجوز؛ لأنه عبادة والعبادة لاتكون للمخلوق. ومنها: أن المنذور له ميت، والميت لا يملك. ومنها: أنه إن ظن أن الميت يتصرف في الأمور دون الله تعالى، واعتقاده ذلك كفر". (البحر الرائق، كتاب الصوم، فصل في النذر: ۲/۵۲۰، رشيديه)

(۲) "اعلم أن النذر الذي يقع للأموات من أكثر العوام إلى ضرائح الأولياء الكرام تقرباً إليهم، فهو بالإجماع باطل وحرام مالم يقصدوا صرفها لفقراء الأنام". (الدرالمختار، كتاب الصوم: ۲/۴۳۹، سعيد)

(۳) "الأصل: أن كل من أتى بعبادة ما، له جعل ثوابها لغيره الخ، سواء كانت صلاة، أو صوماً، أو صدقة، أو قراءة، أو ذكراً، أو طوافاً، أو حجاً، أو عمرة، أو غير ذلك". (ردالمحتار، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۲/۵۹۵، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۳/۱۰۵، سعيد)

(وكذا في الهداية، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۱/۲۹۶، شركت علميه)

اور شربت کی کوئی حیثیت نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/ ۶/ ۸۷ھ۔

۱۲/ ربیع الاول پر عید الاضحیٰ کو ترجیح دینا

سوال [۹۹۹۱]: ۱...... اہل اسلام کے نزدیک قرآن وحدیث شریف میں بارہ ربیع الاول کو زیادہ اہمیت وعظمت وفضیلت حاصل ہے یا یوم عید الاضحیٰ کو کیوں کہ تمام اسلامی تقریبات کا حصول حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وجود باجود کے صدقے اور طفیل میں ہے۔

۲...... اگر کوئی شخص بلا دلیل یوم عید الاضحیٰ یا کسی اور تقریب کو ۱۲/ ربیع الاول پر ترجیح دیتا ہے تو اس کا یہ فعل شرعاً حسن ہے یا قبیح ہے اور وہ قابل تسلیم لائق تعمیل ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... عید الاضحیٰ کے متعلق شریعت نے احکام تجویز فرمائے ہیں، یہ یوم النحر ہے، رات مزدلفہ میں گزار کر صبح کو منیٰ میں پہنچ کر شیطان کے کنکری ماری جاتی ہے، سر منڈایا جاتا ہے، قربانی کی جاتی ہے، طواف زیارت کیا جاتا ہے (۱)، ان مشاغل کی وجہ سے حاجی سے نماز عید بھی ساقط ہے، حج ایسا فریضہ ہے کہ اس کے ادا کرنے سے تمام گناہ معاف ہو کر آدمی ایسا ہو جاتا ہے، جیسا ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو (۲)۔

---

(۱) "إذا غربت الشمس أتى ...... مزدلفة ..... وإذا أسفر جداً أتى منى ...... ورمى جمرة العقبة ...... ثم بعد الرمي ذبح إن شاء؛ لأنه مفرد، ثم قصر ..... وحلقه أفضل ..... ثم طاف للزيارة يوماً من أيام النحر".

(الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الحج، مطلب في الدفع من عرفات: ۲/ ۵۰۸-۵۱۷، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الحج، باب الإحرام: ۲/ ۶۰۰، رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الحج، فصل في الإحرام: ۱/ ۵۰۵، دار المعرفة بيروت)

(۲) "قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من حج هذا البيت فلم يرفث ولم يفسق رجع كما ولدته أمه". (سنن ابن ماجة، المناسك، باب فضل الحج، : ص ۴۱۹، دار السلام)

(وصحيح مسلم، كتاب الحج، باب فضل الحج والعمرة، ص: ۵۶۹، دار السلام)

(ومشكاة المصابيح، كتاب المناسك، الفصل الأول، : ص ۴۶۷، دار الكتب العلمية بيروت)

بارہ ربیع الاول کے متعلق شریعت نے ایسے احکام تجویز نہیں کئے، نفلی روزہ اس دن رکھ لیا جائے تو بہتر ہے، پیر کے روز حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عامۃً روزہ رکھتے تھے(۱)، ارشاد بھی فرمایا تھا کہ اس دن میری ولادت ہوئی ہے(۲)، اس تفصیل سے امید ہے کہ سوال خود بخود حل ہو جائے گا۔

۲..... جواب نمبر ا کے بعد شاید اس سوال کی ضرورت نہ رہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۹/۱۳۹۹ھ۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

---

(۱) "عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها، قالت: كان النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يصوم الاثنين والخميس".

(سنن النسائي، كتاب الصيام، باب صوم النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، ص: ۳۲۵، دار السلام)

(وسنن ابن ماجة، كتاب الصيام، باب صيام يوم الاثنين والخميس، ص: ۲۴۸، دار السلام)

(ومشكاة المصابيح، كتاب الصوم، باب صيام التطوع، الفصل الثاني: ۱/۳۸۸، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم سئل عن صوم الاثنين؟ فقال: "فيه ولدت، وفيه أنزل علي". (صحيح مسلم، كتاب الصيام، باب استحباب صيام ثلاثة أيام، ص: ۴۷۸، دار السلام)

(ومشكاة المصابيح، كتاب الصوم، باب صيام التطوع، الفصل الثاني: ۱/۳۸۶، دار الكتب العلمية بيروت)

(مخصوص ایام کی مروجہ بدعات کا بیان)

شبِ ولادت میں رات بھر جاگ کر عبادت کرنا

سوال[۹۹۹۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ بعض علاقوں میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے یوم پیدائش اور شب معراج میں رات بھر مسجدوں میں گزارتے ہیں اور عبادت ودعا میں پوری رات بیدار رہتے ہیں، حتیٰ کہ کبھی بھی مسجدوں کا رخ نہیں کرتے اور ان دنوں میں پورے عابد بن جاتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ ان راتوں سے پوری رات کی عبادت کا ثبوت قرآن وحدیث سے ہے یا نہیں؟ نیز اس خصوصی عبادت کا حکم کیا ہے؟ براہین قاطعہ میں بخاری شریف کی یہ روایت مکمل ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے چاشت کی نماز کو بدعت قرار دیا، جب لوگوں نے اجتماعی حالت میں کثرت سے ادا کرنا شروع کیا، تو اس حالت میں عبادت کرنا کہیں بدعت میں تو داخل نہیں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

محترمی زید احترامہ!

السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ!

یوم پیدائش یا شب پیدائش میں یا شب معراج میں بیدار رہ کر تمام رات خصوصیت سے عبادت کرنا، حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین وائمہ مجتہدین سے ثابت نہیں، جن راتوں میں مثلاً: شبِ برات وشبِ عید وغیرہ میں بیدار رہ کر عبادت کرنا ثابت بھی ہے، ان میں بھی مسجد میں اجتماعی طور پر شب بیداری کرنے کو فقہاء نے ممنوع وبدعت قرار دیا ہے، جیسا کہ مراقی الفلاح، ص:۲۴۱(۱) پر

(۱) "ویکره الاجتماع علی إحیاء لیلة من اللیالي في المساجد وغیرها؛ لأنه لم یفعله النبي صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ولا أصحابه. فأنکره أکثر العلماء من أهل الحجاز، منهم عطاء وابن ملکیة وفقهاء أهل المدینة وأصحاب مالک وغیرهم وقالوا: ذلک کله بدعة اهـ". (مراقي الفلاح، کتاب الصلاة، فصل=

تصریح ہے،لہٰذا طریق مذکورہ کو بند کیا جائے، اپنی اپنی جگہ پر جس کو جب بھی توفیق ہو، بلا کسی قید کے جتنی عبادت کرلے، عین سعادت ہے۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند،۱۲/۳/۹۱ھ۔

شبِ برات وشبِ معراج میں لاؤڈ اسپیکر پر تلاوت کرنا

سوال[۹۹۹۳]: شب برأت وشب معراج کی راتوں کو مسجد کے قریبی مدرسہ میں نماز کے وقتوں کے بعد ساری رات تلاوتِ قرآن لاؤڈ اسپیکر پر کرنا، جس کی آواز ساری بستی میں پہنچتی ہے، از روئے شریعت جائز ہے؟ اور اگر جائز ہے تو اس کی فضیلت کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تلاوت کلامِ پاک خالص باری تعالیٰ کی عبادت ہے، لہٰذا اس میں ریا اور سُمعہ سے بچنا ضروری ہے، نیز قرآن جہراً پڑھنے میں کسی کی نماز وغیرہ میں خلل نہ آوے، اس کا خیال رکھنا بھی نہایت اہم ہے، اگرچہ قرآن شریف کا زور سے پڑھنا افضل ہے، لیکن بلند آواز سے پڑھنے میں ریا کا یا سُمعہ کا خوف ہو یا کسی نماز پڑھنے والے یا وظیفہ پڑھنے والے کو تکلیف ہو، تو آہستہ پڑھنا چاہیے۔

شبِ قدر اور پندرہویں شعبان کو قرآن مکبر الصوت میں پڑھنے سے بہت سے اس شب میں نفل پڑھنے والے، درود شریف پڑھنے والے یا وظائف پڑھنے والے ہوتے ہیں، نیز شب کو سب لوگ بیدار نہیں رہتے اور نہ پوری شب بیدار رہنا ضروری ہے۔ لہٰذا ان کو تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہے اور ان کی نیند میں خلل پیدا ہونے کا قاریٔ القرآن سبب بنتا ہے اور گنہگار ہوتا ہے، نیز بلند آواز سے پڑھنے پر سننا ضروری ہوجاتا ہے اور سماع

= في تحية المسجد وصلاة الضحیٰ وإحياء الليالي، ص: ۴۰۲، قديمي)

"عن عائشة رضي الله تعالیٰ عنها قالت: قال النبي صلى الله تعالیٰ عليه وسلم: من أحدث في أمرنا هذا ماليس منه، فهو رد". (صحيح البخاري، كتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا على صلح جور فهو مردود: ۱/۳۷۰، قديمي)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ۲/۹۳، رشيديه)

(وكذا في غنية المستملي (المعروف الحلبي الكبير)، ص: ۴۳۲، ۴۳۳، سهيل اكيڈمی لاهور)

سے اعراض والا گنہگار ہوجاتا ہے، جس کا سبب قاری القرآن بنتا ہے، لہٰذا ان امور الصدر کے پیش نظر مکبر الصوت پر قرآن پڑھ کر دور تک آواز پہنچانا درست نہیں ہے، نیز شب قدر اور شبِ برأت جیسی راتوں میں اجتماعاً قرآن خوانی کو فقہاء اہلِ سنت والجماعت نے مکروہ لکھا ہے، لہٰذا تنہا پڑھنا افضل ہے اور زیادہ ثواب کا باعث ہے۔ پس اجتماعاً شب بیداری نہیں کرنا چاہیے۔

"لا يقرأ جهراً عند المشتغلين بالأعمال، الأفضل في قرأة القرآن خارج الصلاة الجهر" عالمگیری: ٥/٣١٦(١).

"ولو كان القارئ واحداً في المكتب يجب على المارين الاستماع، صبي يقرأ القرآن في البيت وأهله مشغولون بالعمل يعذرون في ترك الاستماع" عالمگیری: ٥/٣١٧(٢).

"وعلى هذا لو قرأ على السطح والناس نيام يأثم (قارئ) أي: لأنه يكون سبباً لإعراضهم عن استماعه، أو لأنه يؤذيهم بإيقاظهم. ونقل الحموي عن أستاده قاضي القضاة يحيى الشهير عن قاضي زاده أن له رسالة حقق فيها: أن سماع القرآن فرض عين". شامی شرح درمختار: ١/٥٧٠(٣).

"ويكره الاجتماع على إحياء ليلة من هذه الليالي المتقدم ذكرها في المساجد وغيرها؛ لأنه لم يفعل النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وأصحابه

---

(١) (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الكراهية، الباب الرابع من اداب المسجد والتسبيح والقراءة: ٥/٣١٦، رشيديه)

(٢) (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الكراهية، الباب الرابع من اداب المسجد والتسبيح والقراءة: ٥/٣١٧، رشيديه)

(وكذا في الحلبي الكبير، القراءة خارج الصلاة، ص: ٤٩٧، سهيل اكيڈمی لاهور)

(٣) (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل في القراءة، مطلب: الاستماع للقرآن فرض كفاية: ١/٥٤٦، سعيد)

فأنكره أكثر العلماء من أهل الحجاز". مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، ص: ٣٢٦(١). فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۱۱/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند۔

شبِ برأت کو جمع ہوکر عبادت کرنا

سوال[۹۹۹۴]: شبِ برأت میں بعد نمازِ عشاء قرآن خوانی ہوتی ہے اور شیرینی تقسیم ہوتی ہے، تقریر ہوتی ہے، لوگ قبرستان جاتے ہیں، شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

شبِ برأت میں نوافل پڑھنا، تلاوت کرنا، چپکے سے قبرستان جاکر اموات کے لئے دعائے مغفرت کرنا عمدہ بات اور مفید ہے، کارِ ثواب ہے، لیکن اس کے لئے اجتماع کرنا اور اس کو تقریب بنانا غلط ہے(۲)۔ ۱۵/شعبان کو روزہ رکھنا بھی روایت میں ہے(۳)۔

---

(١) (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في تحية المسجد وصلاة الضحىٰ وإحياء الليالي، ص: ٤٠٢، قديمي)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ٩٣/٢، رشيديه)

(٢) "ويكره الاجتماع على إحياء ليلة من الليالي في المساجد وغيرها؛ لأنه لم يفعله النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ولا أصحابه، فأنكره أكثر العلماء....، وقالوا: ذلك كله بدعة اهـ". (مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في تحية المسجد وصلاة الضحىٰ وإحياء الليالي، ص: ٤٠٢، قديمي)

"عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها قالت: قال النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: من أحدث في أمرنا هذا ماليس منه، فهو رد". (صحيح البخاري، كتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا على صلح جور فهو مردود: ٣٧٠/١، قديمي)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ٩٣/٢، رشيديه)

(وكذا في غنية المستملي (المعروف الحلبي الكبير)، ص: ٤٣٢، ٤٣٣، سهيل اكيڈمی لاهور)

(٣) "عن علي رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: إذا كانت ليلة النصف =

شبِ برأت کے اعمال، حلواوغیرہ

سوال[۹۹۹۵]: ۱...... یہاں پرعلاقہ کوہِ کن (چاول کے ملک میں) شعبان کی ۱۵/ تاریخ کوعید سمجھ کرثواب کی نیت سے چاول کا حلوا بنایا جاتا ہے، توایسا حلوا بنانا جائز ہے یانہیں؟

۲...... یہاں ایک عالم صاحب کا قول ہے کہ ۱۵/ تاریخ کوشعبان کوہلکی غذا کھا کراس رات کومسجد میں آنا جائز ہے، یعنی چاول کا حلوا ہلکی غذا ہے، یہ کہنا سچ ہے یاغلط؟

۳...... بہت لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ رسم حلوا ہمارے بڑے بزرگوں کا ہے، اس کوہم ثواب کی نیت سے کرتے ہیں، تو یہ رسم شعبان میں کرسکتے ہیں یانہیں، جائز ہے یاناجائز؟

۴...... اس عالم کا قول یہ ہے کہ خطبہ مواعظ الحسنات اور بہشتی زیوراوردوسری فقہ کی کتابوں میں جولکھا ہے کہ حلواپکا کرکھانا منع ہے، یہ قابل سنت نہیں ہے، یہ اختلافی مسائل ہیں، ایسی کتابوں کوباہر مت نکالو، یعنی مت پڑھو، مجھے قرآن کے ثبوت کی ضرورت ہے، ایسے عالم کے لئے آپ کا کیا کہنا ہے؟ یہ کس عقیدے کا ہے؟

۵...... جوعالم قرآن ہی کوسند مانتا ہےاوردوسری کتابوں کومانتانہیں، اس کے لئے فتویٰ کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

۱...... اس کوعید سمجھ کرثواب کی نیت سے چاول کا حلوابنانا بےاصل اورغلط ہے(۱)۔

= من شعبان، فقوموا ليلها، وصوموا يومها ...... فإن الله تعالىٰ ينزل فيها لغروب الشمس ...... الخ". (سنن ابن ماجة، كتاب إقامة الصلاة، باب ماجاء في قيام شهر رمضان، باب ماجاء في ليلة النصف من شعبان: ۹۹/۱، قديمى)

(ومشكاة المصابيح، كتاب الصلاة، باب قيام شهر رمضان، الفصل الثالث، ص: ۱۱۵، قديمى)

(۱) "عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها: من أحدث في أمرنا ماليس منه فهو رد". (صحيح البخاري، كتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا على صلح جور فهو مردود: ۳۷۰/۱، قديمى)

"كل مباح يؤدي إلى زعم الجهال سنية أمر أو وجوبه، فهو مكروه، كتعيين السورة للصلاة وتعيين القراء ة موقت". (تنقيح الفتاوىٰ الحامدية، مسائل وفوائد شتى من الحظر والإباحة، مطلب: كل مباح يؤدي إلى زعم الجهال: ۳۶۷/۲، المكتبة الميمنة، مصر)

"فكم من مباح يصير بالالتزام من غير لزوم، والتخصيص من غير مخصص مكروه". (سباحة=

۲......اس کوشرعی سمجھنا غلط ہے، البتہ اس رات کونوافل پڑھنا، تلاوت کرنا، دعا کرنا ثابت ہے(۱)۔ وہاں بھی مجمع نہ کیا جائے، قبرستان میں مخفی طور پر جانا بھی ثابت ہے، وہاں بھی مجمع نہ کیا جائے۔

۳......جورسم غلط ہو، اگرچہ بڑوں نے کی ہو، وہ قابل ترک ہے(۲)۔

۴......کسی چیز کوثواب سمجھنے اور بطور عبادت کرنے کے لئے شرعی دلیل کی ضرورت ہے، ان عالم صاحب سے دریافت کیا جائے کہ کون سی دلیل سے ثابت ہے، شرعی دلیل چار ہیں: قرآن پاک، حدیث شریف، اجماع، قیاس مجتہد(۳)۔

جو چیز ان میں سے کسی دلیل سے ثابت نہ ہو، وہ ثواب نہیں، عبادت نہیں، اس کے عبادت نہ ہونے کے لئے دلیل کی ضرورت نہیں۔ ہاں! جوشخص ایسی چیز کوعبادت کہے، اس سے دلیل کا مطالبہ کیا جائے۔

= الفکر في الجهر بالذكر، الباب الأول، تحت الثاني والأربعون، ص: ۳۴، مجموعة رسائل اللكنوى: ۳/ ۴۰۹، إدارة القرآن)

(۱) "عن علي رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : إذا كانت ليلة النصف من شعبان، فقوموا ليلها وصوموا يومها، فإن الله ينزل فيها لغروب الشمس إلى سماء الدنيا، فيقول: ألا من مستغفر فأغفرله؟ ألا مسترزق فأرزقه ...... الخ". (مشكاة المصابيح، كتاب الصلاة، باب قيام شهر رمضان، الفصل الثالث: ۱/۱۱۵، قديمى)

(وسنن ابن ماجة، كتاب الصلاة، باب ماجاء في قيام شهر رمضان، باب ماجاء في ليلة النصف من شعبان، ص: ۹۹، قديمى)

(۲) راجع رقم الحاشية: ۱

(۳) "فإن أصول الفقه أربعة: كتاب الله، وسنة رسوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، وإجماع الأمة، والقياس". (أصول الشاشي، ص: ۵، قديمى)

"(اعلم أن أصول الشرع ثلثة) والأصول جمع أصل ...... والمراد بها ههنا الأدلة والشرع ...... إن كان بمعنى المشروع فاللام فيه للجنس أي: أدلة الأحكام المشروعة ... الكتاب، والسنة، وإجماع الأمة، والأصل الرابع القياس". (نور الأنوار، ص: ۴، ۵، سعيد)

"فان أصول الشرع ثلثة: الكتاب والسنة وإجماع الأمة والأصل الرابع القياس المستنبط من هذه الأصول ......الخ". (الحسامي، ص: ۴، قديمى)

۵.....کیا حدیث شریف کو بھی تسلیم نہیں کرتا اور اجماع کا بھی منکر ہے اور قیاس مجتہد کو بھی نہیں مانتا، اگر ایسا ہے تو وہ شخص اہل سنت والجماعت سے خارج ہے اور گمراہ ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۸/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۱/۹/۸۸ھ۔

شبِ معراج کی رسوم

سوال[۹۹۹۲]: ہمارے یہاں شبِ معراج میں چند باتیں خصوصی طور پر کرتے ہیں، جو مذکور ہیں، اس میں صحیح اور غیر صحیح کو واضح فرمائیں۔

۱.....اس رات مسجد کی طرف سے کوئی شیرینی تقسیم ہوتی ہے اور بتیاں ضرورت سے زائد جلاتے ہیں۔

۲.....اس رات میں امام یا کسی سے تقریر کراتے ہیں، بعد ازاں لوگ نوافل میں مشغول ہوتے ہیں، اس میں ایک غلطی یہ ہوتی ہے کہ لوگ اس رات میں نوافل یا قضائے عمری پڑھتے ہیں، اس میں ثواب کی کثرت سمجھتے ہیں، اگر امام اس رات اس وجہ سے کہ ثواب زیادہ سمجھتے ہیں، لہٰذا وہ تقریر نہ کریں، تو کون سا راستہ صحیح ہے؟ احادیث میں اس رات کو خصوصی طور پر گزارنے کی جیسا کہ شبِ قدر یا شبِ معراج کے متعلق بھی آیا ہے تو وضاحت فرمائیں۔

---

(۱) "وفي الخلاصة: من رد حديثا قال بعض مشايخنا: يكفر، وقال المتأخرون: إن كان متواتراً كفر، أقول: هذا هو الصحيح إلا إذا كان رد حديث الأحاد من الأخبار على وجه الاستخفاف والاستحقار والإنكار". (شرح الفقه الأكبر، قبيل فصل في القراءة والصلاة، ص: ۱۲۶، قديمي)

"فظاهر كلام الحنفية الإكفار بجحده (أي الإجماع)، فإنهم لم يشترطوا سوى القطع في الثبوت، ويجب حمله على ما إذا علم المنكر ثبوته قطعاً؛ لأن مناط التكفير وهو التكذيب أو الاستخفاف عند ذلك يكون، أما إذا لم يعلم فلا، إلا أن يذكر له أهل العلم ذلك فيلج". (ردالمحتار، كتاب الجهاد، باب المرتد، مطلب في منكر الإجماع: ۴/۲۲۳، سعيد)

"(وحكمه في الأصل أن يثبت المراد به شرعاً على سبيل اليقين) يعني أن الإجماع في الأمور الشرعية في الأصل يفيد اليقين والقطعية فيكفر جاحده ..... الخ". (نور الأنوار، باب الإجماع، ص: ۲۲۱، سعيد)

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱، ۲......نوافل کا پڑھنا ہر شب میں درست اور موجبِ ثواب ہے، شبِ معراج میں پڑھنے پر زیادتی ثواب کی کوئی صحیح حدیث موجود نہیں، نہ تقریر کا اہتمام ثابت ہے، زیادہ بتیاں جلانا اسراف ہے، جس کی ممانعت صراحۃً مذکور ہے(۱) تبرک کی تقسیم بھی ثابت نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/ ۸/ ۱۳۹۹ھ۔

۲۷ رجب اور ۱۲ ربیع الاول کو تقریر اور جلسہ

سوال[۹۹۹۷]: ۱......شبِ معراج میں بعد نماز عشاء تقریر ہوتی ہے، معراج شریف کے بیان پر روشنی ڈالی جاتی ہے، کیا یہ صحیح ہے، بدعت تو نہیں ہے؟

۲......۱۲ ربیع الاول کو بھی بعد نماز عشاء تقریر ہوتی ہے اور قرآن کریم ختم کر کے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایصالِ ثواب کرتے ہیں، دودھ بالٹی میں جمع کر کے آگ لگائی جاتی ہے، پھر وہ دودھ سب بچوں کو پلایا

---

(۱) "من البدع المنكرة مايفعل في كثير من البلدان من إيقاد القناديل الكثيرة العظيمة والسرف في ليال معروفة من السنة كليلة النصف من شعبان، فيحصل بذلك مفاسد كثيرة: منها مضاهاة المجوس في الاعتناء بالنار في الإكثار منها. ومنها: إضاعة المال في غير وجهه...... وفي شرح المهذب للإمام النووي رحمه الله تعالىٰ: وصرح أئمتنا الأعلام رضي الله تعالىٰ عنه: بأنه لايجوز أن يزاد على سراج مسجد سواء كان في شهر رمضان أو غيره؛ لأن فيه إسرافاً كما في الذخيرة وغيرها". (تنقيح الفتاوىٰ الحامدية، فوائد ومسائل شتى من الحظر والإباحة، مطلب: من البدع المنكرة إيقاد القناديل الكثيرة: ۲/ ۳۵۹، المكتبة الحقانية)

"ومن المفاسد مايجعل في الجوامع من إيقاد القناديل، وتركها إلى أن تطلع الشمس وترتفع، وهو فعل اليهود في كنائسهم، وأكثر مايفعل ذلك في العيد، وهو حرام". (غمز عيون البصائر، شرح الأشباه والنظائر، القول في أحكام المسجد: ۳/ ۱۹۲، رقم: ۲۱۳۷، إدارة القرآن كراچی)

"الاستفسار: إسراج السرج الكثيرة الزائد عن الحاجة ليلة البراءة أو ليلة القدر في الأسواق والمساجد كما تعارف في أمصارنا، هل يجوز؟ "الاستبشار": هو بدعة كما في خزانة الروايات عن القنية". (نفع المفتي والسائل، كتاب الحظر والإباحة، المتفرقات من مجموعة رسائل عبدالحي اللكنوي: ۴/ ۱۹۸، إدارة القرآن كراچی)

جاتا ہے، یہ بدعت تو نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱.....اس شب میں کوئی مخصوص عمل مسنون نہیں، جیسا کہ اور راتوں کا حال ہے، وہی اس کا حال ہے، اپنی طرف سے کوئی چیز ایجاد نہ کی جائے (۱)۔

۲.....حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک حالات کا بیان کرنا اور سننا عین سعادت ہے اور تقاضائے ایمان ہے، اس شب کے ساتھ اس کو خاص کرنا بڑی کوتاہی ہے، جو صورت سوال میں تحریر ہے، یہ نہ قرآن کریم سے ثابت ہے، نہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نقل کیا، نہ ائمہ مجتہدین کے فقہ میں مذکور ہے، ایسی چیز کو ثواب اور قربت سمجھ کر عمل کرنا غلط ہے، اس میں شرکت نہ کی جائے، نرمی اور شفقت سے سمجھا کر اصلاح کی جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، یکم شعبان/۱۴۰۰ھ۔

کون سی راتیں افضل ہیں؟

سوال[۹۹۹۸]: شبِ بیداری کے لئے کتنی راتوں کی حدیث میں فضیلت آئی ہے، کیا شبِ معراج بھی اس میں داخل ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

رمضان کے اخیر عشرہ کی راتیں خاص کر لیلۃ القدر، عیدین کی راتیں، عشرہ ذی الحجہ کی راتیں، نصف

---

(۱) "ویکره الاجتماع علی إحياء ليلة من الليالي في المساجد وغيرها؛ لأنه لم يفعله النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ولا أصحابه. فأنكره أكثر العلماء..... وقالوا: ذلک كله بدعة اهـ". (مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في تحية المسجد وصلاة الضحىٰ وإحياء الليالي، ص: ۴۰۲، قديمي)

"عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها قالت: قال النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: من أحدث في أمرنا هذا ماليس منه، فهو رد". (صحيح البخاري، كتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا على صلح جور فهو مردود: ۱/۳۷۰، قديمي)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ۲/۹۳، رشيديه)

شعبان کی رات، مگران راتوں میں مسجد میں اجتماعی صورت اختیار نہ کی جائے، نور الایضاح ومراقی الفلاح وطحطاوی میں فصل فی بیان النوافل کے ذیل میں اس کو بیان کیا ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

عیدکارڈ

سوال [۹۹۹۹]: عیدکارڈ بھیجنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

رسم ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۱۱/۹۹ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

---

(۱) "(وندب إحياء ليالي العشر الأخير من رمضان) لما ورد عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها: أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كان إذا دخل العشر الأخير من رمضان أحيا الليل ..... (و) ندب (إحياء ليلتي العيدين) الفطر والأضحى لحديث "من أحيا ليلة العيد أحيا الله قلبه يوم تموت القلوب" ..... (و) ندب إحياء (ليالي عشر ذي الحجة ..... وليلة النصف من شعبان)". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في بيان النوافل، ص: ۳۹۹، ۴۰۰، قديمی)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل، مطلب في إحياء ليالي العيدين والنصف: ۲/ ۲۵، سعيد)

(وكذا في الحلبي الكبير، قيام الليل، ص: ۴۳۲، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۲) قال المفتي رشيد أحمد اللدهيانوي رحمه الله تعالىٰ:

"عیدکارڈ سے اگر فخر ونمود مقصود ہوتو بلا شبہ ناجائز ہے اور اگر اس سے محض زینت اور دوسرے کا دل خوش کرنا مقصود ہو، تو یہ آرائش وزیبائش میں داخل ہے جو بلا شبہ جائز ہے۔ بلکہ إلقاء السرور في قلب المؤمن کے تحت باعث ثواب ہے۔ (احسن الفتاوی، کتاب الحظر والإباحة، رسوم مروجہ، عیدکارڈ کا حکم: ۸/ ۱۴۷، سعید)

کتاب العلم

مایتعلق بطلب العلم

(طلبِ علم کا بیان)

قرآن پاک کی تعلیم کا ثواب

سوال[۱۰۰۰۰]: اگر کوئی کسی کو قرآن پاک پڑھائے اور پڑھنے والا کامیاب ہو، تو پھر اس کو کیا فائدہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تعلیم کا ثواب تو ملے گا ہی، اگر اخلاص ہو(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

کیمیا

سوال[۱۰۰۰۱]: علم کیمیا(۲) کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے، اگر معلوم ہو جاوے، تو کرنا چاہیے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر واقعۃً تانبا سونا بن جائے اور دھوکہ نہ ہو، تو جیسے دوسری صنعتیں جائز ہیں، یہ بھی جائز ہے، مگر ماہرین

---

(۱) "طلب العلم والفقه إذا صحت النية أفضل من جميع أعمال البر. وكذا الاشتغال بزيادة العلم إذا صحت النية؛ لأنه أعم نفعا لكن بشرط أن لايدخل النقصان في فرائضه". (الفتاوىٰ البزازية، كتاب الاستحسان: ۶/۳۷۸، رشيديه)

(۲) "علم کیمیا: چیزوں کے اجزا اور بناوٹ کا علم، رانگ کو چاندی اور تانبے کو سونا بنانا"۔ (فیروز اللغات، ص: ۹۵۵، فیروز سنز لاہور)

سے عامۃً ایسا سنا ہے کہ ایک انچ کی کسر رہ جاتی ہے اور اس شغل میں لگنے والوں کو عموماً پیسے والا نہیں دیکھا، بہت تنگ حال میں دیکھا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۸۷/۴/۲ھ۔

اپنی بیوی سے تعلیم حاصل کرنا

سوال[۱۰۰۰۲]: کسی شخص کی بیوی تعلیم یافتہ ہے، شوہر ان پڑھ ہے، شخص مذکور اپنی بیوی سے تعلیم حاصل کر سکتا ہے یا نہیں؟ کیونکہ استاذ شاگرد کے حقوق کیسے ادا ہوں تحریر فرما دیجئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بیوی سے بھی دین حاصل کر سکتے ہیں، جہاں تک استاذ ہونے کا تعلق ہے، اس کا احترام کریں اور جہاں تک بیوی کا تعلق ہے، دوسرا معاملہ بھی اس کے ساتھ درست ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۳۹۹/۹/۲۷ھ۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

---

(۱) شوہر کا مقام استاد سے بھی بڑھ کر ہے، لہٰذا بیوی استاذ ہونے کی صورت میں اس کے احترام کے ساتھ ساتھ شوہر ان سے منافع زوجیت بھی لے سکتا ہے۔

"وقال الزندويستي حق العالم على الجاهل، وحق الأستاذ على التلميذ واحد على السواء، وهو أن لايفتح الكلام قبله، ولا يجلس مكانه وإن غاب، ولا يرد عليه كلامه، ولا يتقدم عليه في مشيه، وحق الزوج على الزوجة أكثر من هذا، وهو أن تطيعه في كل مباح". (الفتاوىٰ البزازية على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الفصل الأول في العلم: ۳۵۱/۶، رشيديه)

"وحق الزوج على الزوجة أن تطيعه في كل مباح يأمرها به". (البحر الرائق، كتاب النكاح، باب القسم: ۳۸۵/۳، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الوصايا، مسائل شتى: ۷۶۵/۶، سعيد)

(وكذا في الدرالمنتقى على هامش مجمع الأنهر، كتاب النكاح، باب القسم: ۵۵۰/۱، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(علمی اصطلاحات اور عبارات کا حل)

سنن ہدیٰ اور سنن زوائد

سوال[۱۰۰۰۳]: کپڑا وغیرہ یا اور چیزیں داہنی جانب سے شروع کرنا یا اور کام داہنی جانب سے شروع کرنا اور بہت سی سنتیں لکھی ہیں، تو مطلب یہ ہے کہ یہ سنتیں زائدہ ہیں، جیسے نماز وضو وغیرہ میں بتایا ہے، یا سنت مؤکدہ یا مستحب یا زوائد ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ سنن زوائد ہیں، جب کہ ان کا تعلق عادات، معاشرات سے ہو۔ اور سنن ہدیٰ ہیں جب کہ ان کا تعلق عبادات سے ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۴/۳/۷ھ۔

مکروہ تحریمی اور حرام میں فرق

سوال[۱۰۰۰۴]: بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ حرام اور مکروہ تحریمی میں صرف دلیل کے اعتبار سے فرق ہے، یعنی حرام دلیل قطعی سے ثابت ہوتا ہے اور مکروہ تحریمی دلیل ظنی سے، کیا یہ قول صحیح ہے؟

---

(۱) "وهي نوعان: الأول سنة الهدیٰ ..... كالجماعة ..... والثاني الزوائد ..... كسير النبي صلى الله تعالیٰ عليه وسلم في لباسه وقعوده ..... فإن هؤلاء كلها لا تصدر منه صلى الله تعالیٰ عليه وسلم على وجه العبادة ..... بل على سبيل العادة". (نور الأنور، فصل في أحكام المشروعة، بحث سنن الهدیٰ والزوائد الخ، ص: ۱۶۷، سعيد)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الطهارة، مطلب في السنة وتعريفها: ۱/۱۰۳، سعيد)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب الطهارة: ۱/۳۶، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ قول صحیح ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۱۲/۲ھ۔

الجواب صحیح: العبد نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۱۲/۳ھ۔

تأویل

سوال[۱۰۰۰۵]: "کردمی تاویل بکر را خویش را تاویل کن نے ذکر را" اس کا کیا مطلب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

شعر کا حاصل یہ ہے کہ اپنے ذہن اور مذاق کی وجہ سے الفاظ قرآن میں تاویل نہ کرو کہ اصل معنی کو بدل کر دوسرے معنی کو مراد لینے لگے، بلکہ اپنے ذہن اور مذاق میں تاویل کرو، کہ اس کو قرآن کے موافق بناؤ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۴/۳/۷ھ۔

لفظ درست نہیں سے کیا مراد ہے؟

سوال[۱۰۰۰۶]: فقہاء جب لفظ "درست نہیں" بولتے ہیں تو اس سے کیا مراد لیتے ہیں؟ اور مکروہ تحریمی جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس سے مراد یہ ہے کہ اس کی اجازت نہیں، مکروہ تحریمی ناجائز ہی ہے(۲)، یعنی ایسا کرنا جائز نہیں، بعض

---

(۱) "بیان ذلک أن الأدلة السمعية أربعة: الأول قطعي الثبوت والدلالة ..... الثاني: قطعي الثبوت ظني الدلالة ..... الثالث عكسه ..... الرابع ظنيهما ..... فبالأول يثبت الافتراض والتحريم، وبالثاني والثالث الإيجاب وكراهة التحريم". (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة: ۶/۳۳۷، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب الحظر والإباحة: ۴/۱۲۹، دارالمعرفة بيروت)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية: ۵/۳۰۸، رشيديه)

(۲) "كل مكروه حرام عن محمد، وعندهما: إلى الحرام أقرب". (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة: =

چیزیں ایسی ہیں کہ مثلاً: نماز میں کھنکھارنا جائز نہیں، لیکن اگر کوئی کرے تب بھی کہا جائے گا کہ نماز کراہت کے ساتھ ادا ہوگئی، پھر بھی صورتوں میں فرض ادا ہونے کے باوجود اس کا اعادہ لازم ہوتا ہے(۱)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۹۲/۱/۸ھ۔

معذور و مجبور میں فرق

سوال[۱۰۰۰۷]: معذور و مجبور میں کیا فرق ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہمارے عرف میں معذور وہ ہے جس کے لئے حکم پر عمل کرنے میں رکاوٹ من جہۃ العباد نہ ہو، بلکہ سماوی ہو(۲)، جیسے کوئی شخص جنگل میں ہو کہ وہاں پانی موجود نہیں، وہ معذور ہے تیمّم کے لئے۔ مجبور وہ ہے جس کے لئے رکاوٹ من جہۃ العباد ہو، جیسے کسی کو پکڑ کر کوٹھری میں بند کر دیا اور پانی اس کو نہیں دیتے(۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۹۴/۳/۷ھ۔

= ۶/۳۳۷، سعید)

"الاشتغال بعمل آخر مکروہ کراهة تحريم؛ لأنه في رتبته، ويصح إطلاق اسم الحرام عليه".

(البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة: ۲/۲۷۴، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الجمعة: ۲/۱۶۱، سعيد)

(۱) "كل صلاة أديت مع كراهة التحريم تجب إعادتها، والمختار أنه جابر للأول". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/۴۵۷، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/۵۲۳، رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في بيان واجب الصلاة، ص: ۲۴۸، قديمي)

(۲) "العذر: عند الحنفية: ما يتعذر عليه المعنى على موجب الشرع إلا بتحمل ضرر زائد".

في قول ابن حجر: "هو الوصف الطارئ على المكلف المناسب للتسهيل عليه". (القاموس الفقهي، حرف العين، ص: ۲۴۵، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في قواعد الفقه، ص: ۳۷۵، الصدف پبلشرز)

(۳) "قال ثعلب في صحيحه: جبرت الكسر صححته وأجبرت فلانا قهرته جبراً في الأول وإجباراً في =

اباحت اور تملیک

سوال[۱۰۰۰۸]: اباحت اور تملیک میں کیا فرق ہے؟

محمد شمس الحق گجرا کول نہاوج اعظم گڑھ

الجواب حامداً ومصلیاً:

تملیک ایک جنس ہے، جس کے تحت متعدد انواع ہیں، ہبہ، صدقہ، عطیہ، نحلہ، ہدیہ، صلہ وغیرہ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۳/۹۴ھ۔

دور اور تسلسل

سوال[۱۰۰۰۹]: دور اور تسلسل کی تعریف فرمایئے۔

محمد شمس الحق گجرا کول نہاوج اعظم گڑھ

الجواب حامداً ومصلیاً:

"الدور هو توقف كل واحد من الشيئين على الآخر" كليات أبوالبقاء، ص: ۳۳۱(۱).

"التسلسل هو إما: أن يكون في الاحاد المجتمعة في الوجود، أو لم يكن، الثاني كالتسلسل في الحوادث، والأول: إما أن يكون فيها ترتيب أولا، الثاني كالتسلسل في النفوس الناطقه والأول: إما أن يكون ذلك الترتيب طبيعا كالتسلسل في العلل والمعلولات والصفات والموصوفات، أو وصفيا كالتسلسل في الأجسام، والتسلسل في جانب العلل باطل بالاتفاق،

= الثاني، فهو مجبور من جبر ومجبر من أجبر اهـ، وقال في المغرب: جبره بمعنى أجبره لغة ضعيفة، ولذا قل استعمال المجبور بمعنى المجبر". (حاشية شلبي على التبيين، كتاب الصوم، فصل في العوارض: ۲/۲۱۴، دارالكتب العلمية بيروت)

(۱) (كليات أبو البقاء، المسمى الكليات، فصل الدال: ۲/۳۳۴، منشورات وزارة الثقافة والإرشاد القوي، دمشق)

وفي المعلولات بأن لاتقف بل يكون بعد كل معلول معلول آخر، فيه خلاف فعند المتكلمين لايجوز، وعند الحكماء يجوز، والتسلسل في الأمور الاعتبارية غير ممتنع بل واقع" كليات، ص: ٢١٤ (١). فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۳/۹۴ھ۔

فصاحت وبلاغت

سوال[۱۰۰۱۰]: بلاغت وفصاحت کے کیا معنی ہیں؟ کوئی آیت قرآنی لکھ کر سمجھایئے۔

محمد شمس الحق گجراکول نہاوج اعظم گڑھ

الجواب حامداً ومصلیاً:

والأصل في البلاغة: أن يجمع الكلام ثلثة أوصاف صوابا في موضع اللغة وطبقا للمعنى المراد منه صدقا في نفسه، وفصاحة المفرد كحسن كل عضو من أعضاء الإنسان، وفصاحة الكلام كحسن ترتيب أعضاء الإنسان، وبلاغة الكلام كالروح الذي لأجله يرغب في البدن، ولا يدرك حسن الفصيح الا بالسمع اھ. كليات ابو البقاء، ص: ٥٠٠.

کلام فصیح یہ ہے کہ اس کے مفردات تنافر، فراغت، مخالفت قیاس سے خالی ہوں اور ضعف تالیف اور تعقید بھی اس میں نہ ہو۔ ایسا کلام اگر مقتضائے حال کے مطابق بھی ہو، تو وہ کلام بلیغ ہے(۲)۔ قرآن کریم

(١) (الكليات، لأبي البقاء أيوب بن موسىٰ الحسنيي الكَرفي، فصل التاء: ١/٧٠، منشورات وزارة الثقافة والإرشاد القوي، دمشق)

(٢) "وأما فصاحة الكلام فخلوصه من ضعف التأليف ...... ومن التنافر ...... ومن التعقيد ...... وأما بلاغة الكلام فمطابقته لمقتضى الحال مع فصاحته". (كليات أبي البقاء، فصل الباء، ص: ٩٥، دارالاشاعت کراچی)

"ففصاحة الكلمة سلامتها من تنافر الحروف، ومخالفة القياس، والغرابة ...... وفصاحة الكلام سلامته من تنافر الكلمات مجتمعة، ومن ضعف التأليف، ومن التعقيد مع فصاحة كلماته ...... فبلاغة الكلام مطابقته لمقتضى الحال مع فصاحته". (دروس البلاغة، مقدمة في الفصاحة والبلاغة، ص: ٥، ٦، ١١، قديمي)

(وكذا في مختصر المعاني، مقدمة، تعريف الفصاحة في الكلام، ص: ١٧، ٢٢، ٢٥، نعمانيه كوئته)

فصاحت وبلاغت کے اعلیٰ مرتبہ پر ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۳/۹۴ھ۔

ناری اور نوری میں فرق

سوال[۱۰۰۱۱]: اللہ جل جلالہ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور حکم ہوا کہ آدم کو سجدہ کرو، تو ملائکہ نے سجدہ کیا اور سردار (شیطان) نے سجدہ کرنے سے انکار کیا۔ فرشتوں کی جماعت نوری، سردار (شیطان) کی جماعت انگاری، تو نوری کا نام ملائکہ اور انگاری کا نام کیا تھا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس ناری کو نوری کا سردار تسلیم کرنے پر کون سی نص ہے، وہ لکھئے، تب اس کی وجہ تحریر کی جائے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۹/۹۵ھ۔

"استعينوا على أموركم بالكتمان" کا مطلب

سوال[۱۰۰۱۲]: "استعينوا على أموركم بالكتمان" کا کیا مطلب ہے؟ مثال سے واضح فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو حاجت پیش آئے تو مخلوق سے نہ کہے، اس سے پوشیدہ رکھے، خالق سے کہے کہ وہی خالق حاجت ہے، مثلاً: بھوک لگے تو دربدر سوال کرتا نہ پھرے، کسی کے سامنے ظاہر نہ ہونے دے کہ مجھے بھوک ہے۔ خالق

---

(۱) "إن إعجاز كلام الله إنما هو بهذا الطريق، وهو كونه في غاية البلاغة، ونهاية الفصاحة على ماهو الرأي الصحيح". (التلويح مع التوضيح، ص: ۱۷، نور محمد كراچى)

"أن وجه الإعجاز إنما يمكن في فصاحة ألفاظه وبلاغة عباراته، وجودة سبكه، إذ هو في الدرجة العليا من البلاغة التي لم يعهد مثلها". (البيان في علوم القرآن للعلامة الصابوني، الفصل الثامن إعجاز القرآن، آراء العلماء في الإعجاز، ص: ۱۵۱، المدرسة العثمانية كراتشى)

جل جلالہ کی طرف سے انتظام ہوگا۔

﴿یرزقه من حیث لا یحتسب﴾(۱). فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۳/۲۳ھ۔

"ہفت مسئلہ" میں حاجی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے قیام کی تاویل

سوال[۱۰۰۱۳]: زید بعد میلاد قیام کرتا ہے اور حوالہ دیتا ہے "فیصلہ ہفت مسئلہ" کا کہ حاجی امداد اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مستحق اور کارِ ثواب ہے، نیز یہ فرمایا ہے کہ میں خود بھی قیام کرتا ہوں اور قیام کرتے ہوئے بہت لطف حاصل کرتا ہوں (۲)۔

الجواب حامداً ومصلياً:

فقہی مسائل کے واسطے چار قسم کی دلیل ہوتی ہے، کتاب، سنت، اجماع، قیاسِ مجتہدین (۳)۔ اگر کسی

---

(۱) (الطلاق: ۲)

"﴿ومن یتق الله یجعل له مخرجا ویرزقه من حیث لایحتسب﴾ فإنه اعتراض بین المتعاطفین جيء به لتأكيد ماسبق من الأحكام بالوعد على اتقاء الله تعالىٰ فيها ...... ويفرج عنه مايعتريه من الكروب ويرزقه من وجه لايحضر ولا يحتسبه ...... الخ". (روح المعاني، الطلاق: ۲/ مبحث تأويل قوله ﴿ومن يتق الله......﴾ الخ: ۱۳۵/۲۸، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"روى الإمام أحمد عن أبي ذر قال: جعل رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يتلو عليّ هذه الآية ﴿ومن يتق الله يجعل له مخرجا ويرزقه من حيث لايحتسب﴾ حتى فرغ من الآية، ثم قال: "يا أبا ذر! لو أن الناس كلهم أخذوا بها كفتهم" ...... وإذا كان الرزق وغيره من الأشياء لايكون إلا بتقدير الله تعالىٰ ولا يقع إلا على وفق علمه فليس للعاقل إلا التسليم للقدر". (التفسير المنير، الطلاق: ۲: ۲۷۱/۲۸، ۲۷۲، دارالفكر بيروت)

(۲) (كليات إمداديه، فيصله هفت مسئله، ص: ۸۰، دارالاشاعت)

(۳) "فإن أصول الفقه أربعة: كتاب الله، وسنة رسوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وإجماع الأمة والقياس". (أصول الشاشي، ص: ۵، قديمى)

"(إعلم أن أصول الشرع ثلثة) والأصول جمع أصل ...... والمراد بها ههنا الأدلة والشرع ...... =

ولی برگزیدہ کا کوئی قول یا عمل ایسا ثابت ہو، جس کے لئے چاروں دلیلوں میں سے کوئی دلیل نہ ہو، تو ان ولی کے ساتھ حسن ظن کی وجہ سے ان کے اس قول وعمل کے لئے محملِ حسن تجویز کیا جائے اور اس کو خلافِ شرع ہونے سے بچانے کی تدبیر کی جائے گی، یہ نہیں ہوگا کہ اس قول وعمل کو اصل قرار دے کر ادلۂ شرعیہ کو نظر انداز کر دیا جائے، قیام کرتے ہوئے لطف حاصل ہونا شرعی دلیل نہیں، جس سے فقہی مسئلہ ثابت کیا جائے۔

فیصلہ ہفت مسئلہ کی اصل عبارت دیکھئے، اگر اس سے یہ ثابت ہو کہ شرعاً قیام کرنا چاہیے، تو اس کی وضاحت اس کے ضمیمہ میں دیکھئے، اس میں حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی منقول ہے:

''نفس ذکر مندوب اور قیود بدعت ہیں''۔

فتاویٰ رشیدیہ میں یہ مسئلہ متعدد مقامات پر مذکور ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/ ۷/ ۱۴۰۰ھ۔

''حفظ الایمان''، ''تذکرۃ الرشید''، ''براہین قاطعہ''، ''بہشتی زیور'' وغیرہ پر اشکالات کا جواب

سوال[۱۰۰۱۴]: الاستفتاء

مکرمی جناب مفتی صاحب اور دیگر علماء کرام حامیان دارالعلوم دیوبند دام ظلکم العالی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

بعد عرض حال خدمت میں یہ ہے کہ ہم اہلِ مغربی بنگال ہیں، ہمارے علاقوں اور اطراف میں زیادہ تر اور اکثر لوگ ہمیشہ سے علماء دیوبند کے معتقد، معتمد، مقتدی ہیں۔ اس بناء پر ہمارے جملہ مسئلہ ومسائل اور فرائض اور فتاویٰ کو بلا چوں وچرا مانتے اور بسر وچشم تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن ان دنوں میں چند مہینوں سے ہمارے اندر اختلاف شدید پیدا اور رونما ہوگیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ ہمارے اندر پہلے سے دو گروہ تھے، ایک محض پیر پرست جن کو بس پیر پرستی ہی کافی ہے اور موجب نجات ہے، ان کو شریعت سے کوئی سروکار نہیں، صرف پیر صاحب ہی پر توکل اور بھروسہ ہے اور ان کو صرف اتنا کہنا ہی کافی ہے: ''یا غوث پاک!''، ''یا خواجہ پیا!''، ''یا

= إن كان بمعنى المشروع فاللام فيه للجنس أي: أدلة الأحكام المشروعة ..... الكتاب والسنة وإجماع الأمة، والأصل الرابع القياس". (نور الأنوار، ص: ۴، ۵، سعيد)

(۱) (فتاویٰ رشیدیه، کتاب البدعات، ص: ۴۰۹-۴۲۸، سعید)

مولیٰ!''،''یا علی مشکل کشا!''وغیرہ وغیرہ۔

دوسرا گروہ صوم صلوۃ کا پابند اور حتی الامکان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اللہ تعالیٰ کے مطیع وپیرو ہے۔ایک صاحب یہاں آکر چند لوگوں کو مرید کر گئے ہیں اور وہ صاحب خاص کر بریلوی عقیدے کے پیر ہیں، ان کے یہاں بدعت کفر شرک کی کئی باتیں ہیں، بلکہ بدعت کفر وشرک ہی درحقیقت اپنے لئے دین حق اور شرع متین سمجھتے ہیں۔بقول حالی:

نہ توحید میں کچھ خلل آئے اس سے

نہ اسلام بگڑے اور نہ ایمان جائے

مختصر یہ ہے کہ ہمارے اطراف کے قرب وجوار میں جتنے پیر پرست اور نفس پرست گمراہ لوگ تھے،ان کو موقع غنیمت مل گیا ہے،لہٰذا وہ سب لوگ مل جل کر یہ فتویٰ جاری کر دیئے ہیں:

''جتنے علماء دیوبندی ہیں اور ان کے کل معتقدین......کافر،مرتد،مشرک ہیں،ان کے ساتھ سلام کلام کرنا،لین دین کرنا،بیاہ شادی کرنا،ان کا ولیمہ کھانا اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا قطعی حرام ہے''۔

اس صورت میں ہم کو کیا کرنا چاہیے اور کون سا طرز وطریقہ اختیار کرنا چاہیے؟ ہم آپ لوگوں سے مشورہ چاہتے ہیں، بایں ہمہ اس کی تردید میں کوئی کتاب لکھی گئی ہو تو برائے مہربانی میرے پتہ پر ضرور بالضرور بھیج دیں تاکہ ان لوگوں کا صحیح طور سے مقابلہ کیا جائے اور دندان شکن جواب دیا جائے، نیز اگر ممکن ہو تو اپنے کسی عالم فاضل صاحب کو حسبِ ذیل مقاموں میں بھیج کر گمراہ لوگوں کی اصلاح اور ہدایت کے لئے حتی الامکان جدوجہد کی ضرور بالضرور کوشش فرمائیں،کم ازکم برائے مہربانی اس مغربی بنگال میں جو علماء دیوبندی ہیں،ان علماء کو بھی آپ حضرات ایماء واشارہ کر دیں تاکہ وہ مذکورہ حسبِ ذیل پتوں پر آکر خالص دینی اور مذہبی خدمات اور صحیح تبلیغ اسلام سے لوگوں کو آگاہ وآشنا اور ہشیار وخبردار کر دیں، بندہ بھی ان کے ساتھ ہو کر اسلامی خدمات کے لئے ہر دم تیار ہے۔

تدبیر سنبھالنے کی نہیں ہماری کوئی

ہاں! ایک دعا تیری کہ مقبول خدا

دیر کیا ہے مہدی آخر زماں کو بھیجئے
تا کہ ان کے ساتھ ہم زندہ کریں اسلام کو

اس بریلوی عقیدہ کا ایک آدمی ایک اشتہار چھپا کر ہمارے اطراف میں عوام کو تقسیم کرر ہا ہے، ملاحظہ کے لئے ایک اشتہار اور مع اس کا اردو ترجمہ آپ حضرات کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے، آپ کو جو مناسب وموضوع کارروائی اور اقدام کرنا ضروری ہو، اس کا بندوبست فرما کر ہمیں نہایت ہی ممنون ومشکور فرمائیں، عین نوازش ہوگی، ہم اس کے عملی جواب اور عملی اقدام کے منتظر ہیں۔ عملی کارروائی اور اس کے اقدام کے مواضع اور اس کے پتے:

۱-شہر کلکتہ خاص کر

۲-بولپور، شانتی نیکیتن کی بڑی مسجد، ضلع بیربھوم

۳-موضع سنکھی، ضلع نزد بولپور، وایا بولپور، ضلع بیربھوم

۴-موضع خوانجی، ضلع بردوان بولیو اندازاً ۱۵ میل بجانبِ شرج (ان مقاموں میں بس اور ٹرین کی آمد ورفت ہے)۔ جواب کے لئے اس درخواست کے ہمراہ ڈاک ٹکٹ بھی ارسال کیا جاتا ہے۔ فقط والسلام۔

العارض الحقیر: غلام موسیٰ ندوی نقوی امام متولی چیتباباڑا مسجد

پتہ مراسلات: ۱/ ۲۵، بلک برنی لین کلکتہ، ۱۲ مورخہ فروری ۱۹۷۶ء۔

بریلوی فرماتے ہیں کہ ایک اشتہار کا بنگلہ سے اردو میں ترجمہ: ''وہاں نجدی سے ہوشیار خبردار نظم میں اس اشتہار کو چھپا کر بانٹ دو، ہم کو جہاد کا ثواب ضرور مل جائے گا۔ انگریزوں کے دورانِ حکومت میں دیوبند انگریز کا ایجنٹ تھا اور اس زمانے میں بھی مسلمانوں کے درمیان فتنے وفساد انگریز کا کام کرر ہا ہے، ہندوستان میں وہابی اور نجدی فرقوں کا مرکز دیوبند ہے۔ یہ لوگ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کرنے کی وجہ سے کافر اور مرتد اور اسلام سے خارج ہوگئے ہیں اور اس فرقے کی مختلف کتابوں میں سے چند مردود اور مفسد عقائد کی نظیر ملتی ہے اور مثال حسبِ ذیل ہیں:

۱-''رسول اللہ جیسے علمِ غیب ہر ایک بچہ اور پاگل یہاں تک کہ چار پائے جانور کو بھی ہے''۔ (حفظ الایمان از اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ)

۲-''رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ختم نبوت عوام الناس کے لئے ہے، مگر عقل مندوں کا یہ عقیدہ نہیں ہے''۔ (تحذیر الناس از قاسم نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ)

۳-''عملیات امت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عملیات کے برابر ہے، یہاں تک کہ کبھی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بھی بڑھ جاتے ہیں''۔ (تحذیر الناس)

۴-''کوا کھانا حلال ہے اور ثواب بھی ہے''۔ (فتاویٰ رشیدیہ از رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ)

۵-''نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے شیطان کا علم زیادہ ہے''۔ (خلیل احمد انبیٹھوی)

۶-''رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیوبند مدرسہ میں اردو تعلیم حاصل کی''۔ (براہین قاطعہ)

۷-''رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دیوبندی علماء کے لئے کھانا پکانے آتے تھے''۔ (تذکرۃ الرشید، جلد اول)

۸-''کسی کو دھائی دینا شرک اور کفر ہے''۔ (بہشتی زیور از اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ)۔

۹-''علی بخش، حسین بخش، عبدالنبی نام رکھنا کفر اور شرک ہے''۔ (بہشتی زیور)

۱۰-''مخلوقات کے بڑے چھوٹے یہاں تک کہ نبی اور ولی بھی اللہ پاک کی شان کے مقابلہ میں چمار سے بدتر ہیں''۔ (تقویۃ الایمان از اسماعیل دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ) وغیرہا۔

دیوبندوں کے کل بدعقائد کی تفصیل اور توضیح کے لئے ایک ضخیم کتاب کی ضرورت ہے، لہٰذا ہم اس مختصر اشتہار میں صرف دس نمونہ پر اکتفا کرتے ہیں، وہابی فرقہ کی تردید میں بہت سی کتابیں شائع ہو چکی ہیں، سنی اور حنفی علماء کی چند کتابوں کا ذکر کرتا ہوں، جاء الحق، ظفر الإسلام، المصباح الجدید، التحقیقات، جراثیم وہابیہ۔ سنی علماء صاحبان، غلام احمد قادیانی، قاسم صاحب نانوتوی، اشرف علی تھانوی، رشید احمد گنگوہی، خلیل احمد انبیٹھوی، ان پانچ شخصوں کو کافر، مرتد اور خارج از اسلام کہہ چکے ہیں، جو شخص ان کے کافر ہونے میں شک وشبہ کرے گا، وہ بھی کافر ہو جائے گا۔ (حسام الحرمین ملاحظہ فرمائیں)۔ وہابی نجدی دیوبندی فرقے کے لوگ ان مولویوں کو وہابی جانتے ہیں، لہٰذا تمام وہابی، دیوبندی، تبلیغی، لامذہبی اور کافر ہیں، ان کے پیچھے نماز پڑھنا اور ان سے شادی بیاہ کرنا، کروانا حرام ہے، وہابی دیوبندی سے اپنا ایمان بچایئے۔ فقط''۔

خادم اہل سنت محمد مستقیم نیم گرامی، ڈاک خانہ نیمگرام بلوری، ضلع مرشد آباد۔

نوٹ: ایک اصل اشتہار بھی اس کے ساتھ منسلک ہے۔ بمورخہ ۲۶ فروری ۱۹۷۶ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

محترمی زید احترامہ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

گرامی نامہ ملا، پڑھ کر آپ کی پریشانی کا علم ہوا، ایک طبقہ کا مستقل مشغلہ ہی یہ ہے کہ وہ اہل حق علماء سے عوام کو بدظن کرتا رہتا ہے اور اس سلسلہ میں جس قسم کے اعتراضات اس کے امکان میں ہو، شائع کرتا رہتا ہے، تقریباً ایک صدی بیت گئی، ان اعتراضات کی تردید میں درجنوں کتابیں لکھی گئیں۔ سو اشتہارات کے جوابات دیئے گئے، ہزاروں اشتہارات شائع کئے گئے، لیکن یہ طبقہ ہمیشہ اعتراضات کی تجدید کرتا رہتا ہے، دینِ حق کی جس قدر خدمات دارالعلوم دیوبند نے کی ہیں، وہ روزِ روشن کی طرح واضح ہیں، قرآن کریم کی تفسیر وتراجم، حدیث پاک کی شروح وحواشی، فقہ کے مسائل وفتاویٰ، تزکیۂ باطن، اصلاحِ قلب، وعظ وتذکیر، غرض کہ دین اسلام کے ہر شعبہ میں اس کی خدمات نہایت نمایاں ہیں، جن کا انکار کرنا آفتاب پر خاک ڈالنا اور آسمان پر تھوکنا ہے۔

آج براعظم کا کون سا خطہ ہے جہاں دارالعلوم دیوبند کے فیض یافتہ اور فاضل موجود نہیں؟ جن کی بدولت باطل اور جہالت کی تاریکی دور ہوکر حق اور علم کی روشنی پھیل رہی ہے، بدعت کے بادل چھٹ کر سنت کا سورج طلوع ہورہا ہے، مشرکانہ رسوم ختم ہوکر ایمانی اعمال جاری ہورہے ہیں، قبر پرستی سے طبائع متنفر ہوکر مساجد آباد کرنے کی طرف توجہ ہورہی ہے، دارالعلوم کا یہ فیض بحمد للہ بڑھتا جارہا ہے اور جگہ جگہ دینی مدارس قائم ہوکر قال اللہ تعالیٰ اور قال الرسول کی صدائیں گونج رہی ہیں، حلال وحرام کی تمیز قائم ہورہی ہے، قدیم مدارس سے فارغ ہوکر فضلاء قوم کی ہدایت میں مشغول ہیں، اہل باطل ان سب دینی احسانات کی بیداری کو دیکھ کر پریشان ہیں اور بوکھلاہٹ میں جو جو نہ کرنا تھا، وہ کررہے ہیں۔

لیکن بحمد للہ ان کے جھوٹ کا پردہ خود قوم چاک کررہی ہے، بعض سادہ لوح پڑھے لکھے، صحیح جذبہ رکھنے والے بھی فریب میں آجاتے ہیں اور اکابر اہل اللہ کی طرف سے بدگمانی میں مبتلا ہوجاتے ہیں، لیکن حقیقتِ حال پر جب ان کو اطلاع ہوتی ہے، تو فوراً اپنی بدگمانی سے توبہ کرلیتے ہیں اور تحریر کردہ اعتراض کی تردید اور جواب میں مستقل کتابیں لکھی گئی ہیں، "بسط البنان"، "تغییر العنوان"، "خلاصة البیان"، "توضیح البیان"،

"تسهيل الفرقان" یہ سب "حفظ الإيمان" کی شرح اور توضیح کے سلسلہ میں شائع کی جاچکی ہیں۔

۱-"حفظ الإيمان" میں یہ عبارت اس طرح متن عبارت کو بگاڑا گیا ہے، جی چاہے تو اصل کتاب میں دیکھ لیا جائے۔

۲-"تحذير الناس" کے مصنف حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ختم نبوت کی تین صورتیں لکھی ہیں اور ہر طرح کی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ثابت کی ہیں اور لکھا ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زمان کے اعتبار سے بھی خاتم النبیین ہیں کہ آپ کے بعد کوئی اور نبی پیدا ہونے والا نہیں ہے اور مکان کے اعتبار سے خاتم النبیین ہونے کے معنی یہ ہیں کہ کسی زمین میں آپ کے بعد کوئی نبی نہیں، اپنی ذات مقدسہ کے اعتبار سے بھی آپ خاتم النبیین ہیں، ختم نبوت کے جتنے طریقہ تھے، سب کو آپ کی ذات والا پر اس طرح منحصر کر دیا گیا کہ کوئی گنجائش باقی نہیں چھوڑی، اس کے لئے جوابات "محذورات عشر" دیکھئے تو حقیقت معلوم ہو۔

۳-مصنف علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ آدمی میں دو قسم کی قوتیں ہیں: ایک قوت علمی، دوسری قوت عملی، پھر ہر ایک کی دو دو صورتیں ہیں، ایک "من حيث التأثير" ایک "من حيث التأثر". جس میں قوت علمیہ "من حيث التأثير" اعلیٰ درجہ کی ہوئی، دوسرا کوئی اس کے مقابل نہ ہو سکے، وہ نبی ہے اور جس میں قوت علمیہ "من حيث التأثر" اعلیٰ درجہ کی ہو، وہ صالح ہے۔

ان چار قسم کے طبقات کو قرآن کریم کی آیت ﴿أولئك الذين أنعم الله عليهم من النبيين والصديقين والشهداء والصالحين وحسن أولئك رفيقا﴾(۱) میں بیان کیا گیا ہے، یہ مضمون بہت علمی اور دقیق ہے، امت میں بعض حضرات ایسے گزرے ہیں کہ دیکھنے میں ان کا عمل بہت تھا، جیسے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وتر کی ایک رکعت میں پورا قرآن کریم ختم کیا ہے(۲)، حضرت عبداللہ ابن عمر بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روزے بہت کثرت سے رکھے(۳)۔

---

(۱) (النساء: ۶۹)

(۲) "عن أنس بن مالك قال: قالت امرأة عثمان بن عفان حين قتلو: لقد قتلتموه وإنه ليحي الليلة بالقرآن في ركعة". (حلية الأولياء، عثمان بن عفان رضي الله تعالىٰ عنه: ۱/۵۵، ۵۶، دار الفكر)

(۳) بخاری شریف میں ان کے بارے میں قصہ مذکور ہے، جس کے الفاظ مندرجہ ذیل ہیں:..................... =

ایسے حضرات بھی گزرے ہیں ایک دن رات میں آٹھ مرتبہ قرآن ختم کیا(۱)۔ایک ہزار نفلیں روزانہ پڑھیں(۲)،اپنی عمر میں ساٹھ حج کئے(۳)،عمل کی یہ کثرت حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منقول نہیں،مگر اس کے باوجود کوئی بھی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درجہ کو نہیں پہنچ سکا ہے اور نہ پہونچ سکتا ہے، ان حضرات کا یہ عمل بھی حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور ان کی ہدایت پر مر مٹنے کے نتیجہ میں تھا،اس میں کون سی اعتراض کی بات ہے،جو لوگوں کو گمراہ اور مشتعل کیا جا رہا ہے۔

۴-فقہاء نے کوے کی تین قسمیں لکھی ہیں،ایک وہ جس کی غذا ہی مردار اور غلاظت ہے،وہ کرگس اور گدھ کی طرح حرام ہے۔ایک وہ جس کی غذا صرف غلہ اور دانہ ہے،وہ کبوتر کی طرح حلال ہے۔ایک وہ جو دانہ غلہ بھی کھاتا ہے اور غلاظت بھی کھالیتا ہے،امام ابو یوسف اس کو مکروہ کہتے ہیں،امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ وہ مرغی کی طرح حلال ہے کہ وہ بھی دونوں چیزیں کھالیتی ہے،یہی قول راجح ہے(۴)،عنایہ شرح ہدایہ

= "فلقيته بعد، فقال: كيف تصوم؟ قال: كل يوم، قال: وكيف تختم؟ قال: كل ليلة، قال: صم في كل شهر ثلثة ثلثة ...... قال: صم أفضل الصوم صوم داود صيام يوم وإفطار يوم.....". (صحيح البخاري، كتاب فضائل القرآن، باب في كم يقراء القرآن: ۷۵۵/۲، قديمي)

(۱) "وممن ختم أربعا في الليل وأربعا في النهار السيد الجليل ابن الكاتب الصوفي رحمه الله تعالىٰ، وهذا أكثر ما بلغنا في اليوم والليلة". (كتاب الأذكار، كتاب تلاوة القرآن، ص: ۱۳۸، مكتبه دارالبيان)

(۲) "وكان يصلي في كل يوم وليلة ألف ركعة". (البداية والنهاية، السنة الرابعة والتسعين للهجرة، ترجمة علي بن الحسين: ۱۲۸/۵، حقانيه پشاور)

(۳) "قال عبدالله بن عمرو بن العمركي: "سمعت عبدالصمد بن الفضل: سمعت مكيا يقول: "حججت ستين حجة، وتزوجت ستين امرأة، وجاورت بالبيت عشر سنين، وكتبت عن سبعة عشر نفساً من التابعين، ولو علمت أن الناس يحتاجون إليّ لما كتبت عن أحد دون التابعين". (تاريخ الإسلام ووفيات مشاهير الأعلام، الطبقة الثانية والعشرون، ترجمة مكي ابن ابراهيم بن بشير بن فرقد (ع) أبو السكن الحنظلي البلخي: ۶۳۷/۵، رقم الترجمة: ۹ ۰ ۰ ۲، دارالكتب العلمية بيروت)

(۴) "وأما الغراب الأبقع والأسود فهو أنواع ثلثة: "نوع يلتقط الحب ولا يأكل الجيف، وليس بمكروه، ونوع منه لا يأكل إلا الجيف وهو الذي سماه المصنف الأبقع الذي يأكل الجيف، وإنه مكروه، ونوع يخلط: يأكل الحب مرة والجيف أخرى، ولم يذكره في الكتاب، وهو غير مكروه عند أبي حنيفة رحمه =

فتاویٰ عالمگیری(۱)، فتاویٰ قاضی خان(۲) فتاویٰ شامی(۳) وغیرہ میں کوے کی قسمیں اور احکام درج ہیں۔

ایک مستقل رسالہ اس مسئلہ پر شائع شدہ ہے، جس میں ہندوستان کے بہت اونچے اہل علم، اہل فقہ، اہل فتاویٰ کے فتاویٰ مع الدلائل منقول ہیں، اس کا نام ہے: ''فصل الخطاب في تحقيق مسئلة الغراب''، ایک جائز چیز کو لوگ اگر حرام و ناجائز سمجھتے ہوں، تو اس کی حرمت کی تردید کے لئے اس کو استعمال کرنا اور کھانا، تا کہ لوگوں کے عقیدے کی اصلاح ہو جائے اور وہ حلال کو حرام نہ سمجھیں، باعثِ اجر وثواب بھی ہے۔

۵- یہ محض جھوٹ ہے، ''براہین قاطعہ'' میں کہیں ایسا نہیں لکھا ہے۔

۶- یہ بھی جھوٹ ہے، ''براہین قاطعہ'' میں کہیں بھی ایسا نہیں لکھا ہے۔

''براہین قاطعہ'' بارہا چھپی اور چھپتی رہتی ہے، اس کو منگا کر دیکھ لیا جاوے۔

۷- ''تذکرۃ الرشید'' میں کہیں نہیں لکھا کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دیوبندی علماء کے لئے کھانا پکانے آئے تھے۔

۸- جو شخص دہائی کا مفہوم سمجھتا ہے اور شریعت کے اصول سے بھی واقف ہے، اس کو منع ہی کرے گا، مثلاً: کوئی شخص مصیبت میں مبتلا ہو جاوے، خدائے پاک سے دعا کرنے کے بجائے کسی کو پکارے کہ اے فلانے جن یا شیطان یا فلانے مرد! مجھے اس مصیبت سے بچا، تو اس کی کہاں اجازت ہے(۴)۔

= الله تعالىٰ، مكروه عند أبي يوسف رحمه الله تعالىٰ. (قوله: وكذا الغراف) وهو غراب القيظ لا يؤكل. وأصل ذلك أن ما يأكل الجيف، فلحمه نبت من الحرام، فيكون خبيثا عادة، وما يأكل الحب لم يوجد ذلك فيه، وما يخلط كالدجاج والعقعق فلا بأس بأكله عند أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ وهو الأصح". (العناية شرح الهداية على هامش فتح القدير، كتاب الذبائح، فصل فيما يحل أكله وما لايحل: ۹/ ۵۰۰، مصطفىٰ البابي الحلبي مصر)

(۱) (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الذبائح، الباب الثاني: ۵/۲۸۹، ۲۹۰، رشيديه)

(۲) (فتاوىٰ قاضي خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصيد: ۳/۳۵۷، رشيديه)

(۳) (ردالمحتار، كتاب الذبائح: ۶/۳۰۷، ۳۰۸، سعيد)

(۴) "ومنها أنه ظن أن الميت يتصرف في الأمور دون الله تعالىٰ، واعتقاده ذلك كفر". (ردالمحتار، كتاب الصوم، مطلب النذر الذي يقع للأموات: ۲/۴۹۳، سعيد) .... =

۹-خدائے پاک کی جوصفت خاصہ ہے،اس کوکسی غیر کی طرف منسوب کرنا یہ شریک فی الصفات ہے۔ مثلاً:سب اللہ کے بندے ہیں،کسی کوغیر اللہ کا بندہ کہنا یا مثلاً:سب اللہ کے پیدا کیے ہوئے ہیں،کسی کوعلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یاحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پیدا کیا ہوا کہنا یا مثلاً:سب کے گناہوں کومعاف کرنا اور بخش دینا اللہ تعالیٰ کی صفت ہے پھر یہ کہنا کہ فلاں گناہ کوعلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بخش دیں گے،فلاں کے گناہوں کوحسین معاف کردیں گے،کتنا غلط تصوراور عقیدہ ہے(۱)۔

۱۰-اگر یہ چیز اسی طرح تقویۃ الایمان میں ہےاوراس کا مطلب یہی ہے تو اعلیٰ حضرت احمد رضا خان صاحب بریلوی نے اس کے مصنف پر کیوں کفر کا فتویٰ نہیں دیا،کیونکہ بار بار کفر کے فتوے سے انکار کرتے ہیں، جب کہ وہ ستر وجوہ کفر کی مصنف میں ثابت کرتے ہیں اور یہ بھی لکھتے ہیں کہ جوشخص ان کے کفر اور عذاب میں شک کرے،وہ خود کافر ہے،پھر آخر میں لکھتے ہیں کہ ہم ان کو کافر نہیں کہتے ،تو اپنے اس فتوے کی رو سے کافر نہ کہنے کی وجہ سے وہ خود کافر ہوئے یا نہیں؟

یہ سوال بار بار مولانا احمد رضا خاں صاحب سے بھی کیا گیا،بذریعہ خط بھی اور بذریعۂ اشتہار اور اس پر رسائل بھی لکھے گئے اور آج تک ان کے متبعین سے سوال کیا جا رہا ہے،مگر کوئی جواب نہیں آیا،اس مسئلہ پر مستقلاً تین چار کتابیں لکھی گئی ہیں (شائع ہو چکی ہیں) نیز رضا خانیت کی تردید میں حسام الحرمین وغیرہ کی حقیقت واضح کرنے کے لئے بھی کتابیں شائع کی جا چکی ہیں،مطالعہ کیجئے:

= (وكذا في البحر الرائق، كتاب الصوم، فصل في النذر: ۲/ ۵۲۰، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب الصوم، فصل في النذر: ۲/ ۴۲، إمداديه)

(۱) "والشرك أن يثبت لغير الله سبحانه وتعالىٰ شيئاً من الصفات المختصة كالتصرف في العالم بالإرادة الذي يعبر عنة بكن فيكون". أو العلم الذاتي من غير اكتساب بالحواس، ودليل العقل، والمنام والإلهام ونحو ذلك، أو الإيجاد لشفاء المريض". (الفوز الكبير، ص: ۱۸، مكتبه خير كثير)

"فالشرك في الربوبية، فإن الرب سبحانه هو المالك المدبر المعطي المانع الضار النافع الخافض الرافع المذل، فمن شهد أن المعطي أو المانع أو الضار أو النافع أو المعز أو المذل غيره فقد أشرك بربوبيته". (مجموعة الفتاوىٰ لابن تيمية: ۱/ ۴۷، بيروت)

(وكذا في الجامع لأحكام القرآن للقرطبي، النساء: ۳۶: ۳/ ۱۲۹، دار إحياء التراث العربي بيروت)

۱-الشھاب الثاقب، ۲-مرحوم اسدشین، ۳-قطع الوتین، ۴-غلط فہمیوں کا ازالہ،۵-اعلیٰ حضرت کا حقہ شریف، ٦-اعلیٰ حضرت کا دین مذہب، ۷-رضا خانی مذہب، ۸-بدعات وممنوعات رضا خانی مذہب کے آئینہ میں،۹-ابن الوقت کی خانہ تلاشی، ۱۰-معرکة القلم، ۱۱-طلوع السهيل على الجعيل، ۱۲-السحاب المدار، ۱۳-الجنة لأهل السنة، ۱٤-انتصاف البري، ۱٥-دافع البهتان، ۱٦-شفاء الصدور الكوكب اليماني على أولاد الزاني، ۱۷-الطين الذورب علىٰ أسود الكاذب، ۱۸-عقائد علماء دیوبند وغیرہ وغیرہ بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں اور لکھی جارہی ہیں، انگریزی ایجنٹ ہونا دیکھنا ہوتو ''منادی ملا'' (کتاب کا نام) کا مطالعہ کریں۔

نیز وہ رسالہ دیکھیں جس میں اعلیٰ حضرت بریلوی نے ہندوستان کو دارالاسلام قرار دیا اور انگریزوں کو ظل الله في الأرض تسلیم کیا، اس سلسلہ میں علماء دیوبند کا موقف معلوم کرنا ہوتو ۱-حیات شیخ الہند،۲-سفر نامہ اسیر مالٹا،۳-نقشِ حیات،۴-علماء ہند کا شاندار ماضی، ۵-ریشمی خط کی تحریک کا مطالعہ کریں، جس سے حقیقت روشن ہوگی کہ میدانِ شاملی میں علماء دیوبند نے کس طرح جہاد کیا اور مالٹا میں علماء دیوبند پر کیا کیا مظالم توڑے گئے، نینی جیل، کراچی جیل وغیرہ میں کس طرح یہ حضرات نظر بند رہے اور محبوس کئے گئے، آج بریلوی طبقہ کے کچھ لوگ تاریخ کو اس طرح مسخ کرنا چاہتے ہیں، جس طرح علماء دیوبند کے صاف اور صحیح باتوں کو مسخ کر کے قوم میں اشتعال پیدا کرتے ہیں۔

یہی ان کی زندگی کا کل سرمایہ ہے کہ علماء حق کی تکفیر کریں اور سیدھے سادھے مسلمانوں کو ان کے خلاف مشتعل کر کے بھڑکائیں، اس کے علاوہ ان کے پاس زندہ رہنے کا کوئی سامان نہیں ہے، کوئی علمی کام نہیں، ایک کتاب جس کا نام ہے ''تکفیری افسانے''، اس میں ایک بڑی طویل فہرست ہے، اس کو دیکھ کر پتہ چلے گا کہ کتنی بڑی مخلوق کو اعلیٰ حضرت نے فاضل بریلوی نے کافر لکھا ہے اور اتنا بڑا بوجھ کفر کا تیار کیا ہے کہ میدانِ حشر میں اس کو سر پر لے کر حاضر ہوں گے اور علماء حق ان پر دعویٰ کریں گے کہ اس شخص نے ہم کو کافر کہا ہے، خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ اس وقت خان صاحب کا کیا حال ہوگا؟! علماء حق کے سفارش اور شفاعت کرنے والے آقا دو جہاں سید الاولین والآخرین امام المرسلین (فداہ روحی وارواح آبائی) صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ اصحابہ وذریاتہ واہل بیتہ وبارک وسلم ہوں گے۔ اس وقت خان صاحب کے متبعین بھی دیکھیں گے کہ خان صاحب کس طرح اتنے بڑے بوجھ کا تحمل کریں

گے، جس کے نتیجہ میں کفر وعذاب کے سوا کچھ نہیں۔فقط واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/ ۸/ ۹۶ھ۔

ایضاً

سوال[۱۰۰۱۵]: ہمارے یہاں حیدرآباد میں مولانا پالن پوری کے بیانات کے بعد ایک مختصر رسالہ ''پالن حقانی کی حقیقت اور تبلیغی جماعت کی حقیقت''، ۱۵/ صفحات پر مشتمل شائع ہوا، جس میں بہت اعتراضات ہیں (دیوبند، تبلیغ، وہابیت وغیرہ پر)۔ مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ''حفظ الایمان''، ص: ۷، ۸، کی عبارت ہے کہ:

الف- حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقولِ زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب، اگر بعض علوم غیبی مراد ہے تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے، ایسا علم تو زید، عمرو بلکہ ہر صبی ومجنون، بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لئے بھی حاصل ہے، گویا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مقابلہ نعوذ باللہ جانوروں سے کیا جارہا ہے۔ (نعوذ باللہ)۔

ب- مولانا رشید احمد رحمہ اللہ تعالیٰ گنگوہی کا نکاح خواب میں مولانا محمد قاسم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ بانی دارالعلوم دیوبند سے ہوا، جس طرح زن وشوہر کو ایک دوسرے سے فائدہ پہونچتا ہے، اس طرح ان دو صاحبوں نے ایک دوسرے سے فائدہ اٹھایا۔ (تذکرۃ الرشید، حصہ دوم، ص: ۲۰۹)۔

ج- مولانا خلیل احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب ''براہین قاطعہ، ص: ۵۱'' میں بحث کرتے ہیں کہ شیطان ملعون کو حضور اکرم سے زیادہ علم ہے اور جو یہ عقیدہ شیطان کے لئے رکھیں وہ مسلمان اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے بھی علم اللہ کے طرف سے دیا ہوا ہے، تو وہ مشرک اور جہنمی ہے۔

د- ایک مرید نے خواب میں کلمہ پڑھا ''لا إلہ إلا اللہ اشرف علی رسول اللہ'' پریشان ہوکر پیر کے پاس آیا، تو حضرت اس پر خفا نہ ہوئے اور نہ اس سے تجدیدِ ایمان کرایا، نہ تجدید بیعت کرائی، اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو، وہ بعونہ تعالیٰ متبع سنت ہے۔ (رسالہ امداد تھانہ بھون، ص: ۳۵)۔

۲- اس اشکال کا پیچھے اشکالوں سے کوئی تعلق نہیں، اگر مرشد دور ہو اور خط وکتابت بھی نہ ہو، تو کیا کسی

دوسرے بزرگ سے رجوع کر سکتے ہیں؟ اگر مرشد زندہ ہوتو کسی دوسرے بزرگ سے بیعت کر سکتے ہیں اور اس کے ذکر وعقیدہ پر عمل کر سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

محترمی زید احترامہ!

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

گرامی نامہ ملا، پڑھ کر آپ کی پریشانی کا حال معلوم ہوا، ایک طبقہ کا مستقل مشغلہ یہی ہے کہ وہ اہلِ حق علماء سے عوام کو بدظن کرتا رہتا ہے اور اس سلسلہ میں جس جس قسم کے اعتراضات اس کے امکان میں ہوتے ہیں، شائع کرتا ہے، تقریباً ایک صدی بیت گئی، ان اعتراضات کی تردید میں درجنوں کتابیں لکھی گئی ہیں، صدہا اخبارات میں جوابات دیئے گئے، ہزاروں اشتہارات شائع کیے گئے، لیکن یہ طبقہ ہمیشہ اعتراضات کی تردید کرتا رہتا ہے، حق کی خدمت جس طرح دارالعلوم دیوبند نے کی ہے، وہ روزِ روشن کی طرح واضح ہے، قرآن کریم کی تفسیر، تراجم، حدیث پاک کی شروح، حواشی فقہ پر مسائل فتاویٰ، تزکیۂ باطن، اصلاح قلب، وعظ وتذکیر، غرض دین اسلام کے ہر شعبہ میں اس کی خدمات نہایت ہی نمایاں ہیں۔ جن کا انکار آفتاب پر خاک ڈالنا یا آسمان پر تھوکنا ہے، آج براعظم کا کون ساخطہ ہے، جہاں دارالعلوم دیوبند کے فیض یافتہ اور فاضل موجود نہیں ہیں؟ جن کی بدولت باطل اور جہالت کی تاریکی دور ہوکر حق اور علم کی روشنی پھیل رہی ہے، بدعت کے بادل چھٹ کر سنت کا سورج طلوع ہورہا ہے، مشرکانہ رسوم ختم ہوکر ایمانی اعمال جاری ہورہے ہیں، قبر پرستی سے طبائع متنفر ہوکر مساجد آباد کرنے کی طرف متوجہ ہورہی ہیں۔

دارالعلوم کا یہ فیض بحمد اللہ بڑھتا جارہا ہے، جگہ جگہ دینی مدارس قائم ہوکر قال اللہ اور قال الرسول کی صدائیں گونج رہی ہیں، حلال وحرام کی تمیز قائم ہورہی ہے، قدیم مدارس سے فارغ ہوکر فضلاء قوم کی ہدایت میں مشغول ہیں، اہلِ باطل ان سب دینی احساسات کی بیداری کو دیکھ کر پریشان ہیں، بوکھلاہٹ میں جو جو نہ کرنا تھا، وہ کررہے ہیں، لیکن بحمد اللہ ان کے جھوٹ کا پردہ خود قوم چاک کررہی ہے، سادہ لوح پڑھے لکھے صحیح دینی جذبہ رکھنے والے بھی فریب میں آجاتے ہیں اور اکابر اہل اللہ کی طرف سے بدگمانی میں مبتلا ہوجاتے ہیں، لیکن جب حقیقتِ حال پر ان کو اطلاع ہوتی ہے، تو فوراً اپنی بدگمانی سے توبہ کرلیتے ہیں، آپ وہ رسالہ یہاں بھیج دیتے تو

بہتر تھا، جس سے آپ کو شبہات پیدا ہوئے، تاہم آپ کے تحریر کردہ اعتراضات کا جواب نمبروار تحریر کیا جاتا ہے، حق تعالیٰ تشفی دیں۔

(الف)- اصل سوال یہ تھا کہ زید علم غیب کی دو قسمیں مانتا ہے، ایک بالذات، اس سے تو عالم الغیب خدا کے سوا کوئی متصف نہیں ہوسکتا اور دوسری قسم بواسطہ۔ عالم الغیب سے مراد اصطلاحات شرعیہ میں وہی غیب ہے، جس پر کوئی دلیل قائم نہ ہو اور اس کے ادراک کے لئے کوئی واسطہ اور سبیل نہ ہو، اسی بناء پر ﴿لا یعلم من فی السموات والأرض الغیب إلا اللہ﴾(۱) ﴿لو کنت أعلم الغیب﴾(۲) وغیرہ فرمایا گیا ہے اور جو علم بواسطہ ہو، اس پر غیب کا اطلاق محتاجِ قرینہ ہے، تو بلا قرینہ مخلوق پر غیب کا اطلاق تو ہم شرک ہونے کی وجہ سے ممنوع و ناجائز ہوگا، قرآن مجید میں لفظ راعنا کی ممانعت (۳) اور حدیث مسلم میں عبدی و امی و ربی کہنے سے نہی اسی وجہ سے وارد ہے (۴)۔ اس لئے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر عالم الغیب کا اطلاق جائز نہ ہوگا، پھر

---

(۱) (النمل: ۶۵)

(۲) (الأعراف: ۱۸۸)

(۳) "﴿یا أیها الذین اٰمنوا لاتقولوا راعنا﴾ الرعي حفظ الغیر لمصلحته سواء کان الغیر عاقلاً أولا، وسبب نزول الآیة، کما أخرج أبو نعیم في الدلائل عن ابن عباس رضي الله تعالیٰ عنه: أن الیهود کانوا یقولون ذلک سرّا لرسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم وسب قبیح بلسانهم، فلما سمعوا أصحابه علیه الصلاة والسلام یقولون: أعلنوا بها، فکانوا یقولون ذلک ویضحکون فیما بینهم، فأنزل الله تعالیٰ هذه الآیة، وروی أن سعد بن عبادة رضي الله تعالیٰ عنه سمعها منهم، فقال: یا أعداء الله! علیکم لعنة الله، والذي نفسي بیده لئن سمعتها من رجل منکم یقولها لرسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم، لأضربن عنقه، قالوا: أولستم تقولونها؟ فنزلت الآیة ونهي المؤمنون سداً للباب، وقطعا للألسنة، وإبعاداً عن المشابهة".

(روح المعاني، البقرة: ۱۰۴: ۱/۳۴۸، دار إحیاء التراث العربي بیروت)

(وکذا في تفسیر ابن کثیر، البقرة: ۱۰۴: ۱/۳۲۸، رشیدیه)

(وکذا في جامع البیان للطبري، البقرة: ۱/۳۷۳-۳۷۶، دار المعرفة بیروت)

(۴) "عن أبي هریرة رضي الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "لا یقولن أحدکم عبدي فکلکم عبیدالله ولکن لیقل: "فتاي" ولا یقل العبد: "ربي" ولکن لیقل، "سیدي".

(صحیح مسلم، کتاب الأدب، باب حکم إطلاق لفظه العبد والأمة والمولیٰ والسید: ۲/۲۳۸، قدیمي) =

آگے چل کر دو قسمیں بیان فرمائی ہیں کہ زید حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عالم الغیب کس بناء پر کہتا ہے، آیا آپ کو ہر غیب کا عالم مانتا ہے کہ کوئی چیز آپ کے علم سے خارج نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ اور آپ کا علم برابر ہے، اس کی کیا دلیل ہے؟

اس کے خلاف بے شمار نصوص (آیات) احادیث موجود ہیں، اگر ہر غیب کا عالم نہیں مانتا، بلکہ بعض غیب کا عالم مانتے ہیں، کہ کسی چیز کا علم تھا، کسی کا نہیں تھا، تو ایسی حالت میں یہ لفظ عالم الغیب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ہی کیوں خاص قرار دیا جاتا ہے، جب کہ ہر ایک کو کسی نہ کسی ایسی چیز کا علم ہوتا ہے، جو دوسرے کو نہیں ہوتا، اس کے اعتبار سے وہ غیب ہے، کیا زید سب کو عالم الغیب کہے گا، پھر علم غیب کو من جملہ کمالات نبوی شمار کیوں کیا جاتا ہے، کیونکہ بعض غیب کے لئے تو مرد ہونا بھی شرط نہیں، بلکہ انسان ہونا بھی شرط نہیں۔

لہٰذا زید کے قول پر دو خرابیوں میں سے ایک خرابی لازم آتی ہے، ایک صورت میں خرابی یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کے برابر قرار دے دیا، جو کہ شرک ہے(۱)۔ دوسری صورت میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ایسی صفت کو کمال قرار دیا جس کے لئے مومن وانسان ہونا بھی ضروری نہیں ہے، ان دونوں خرابیوں کی وجہ سے زید کے قول کو غلط قرار دیا ہے کہ جو کچھ خرابی لازم آتی ہے، وہ زید کے قول پر لازم آئی تھی۔

مولانا تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا تو وہ قول نہیں جو زید کا قول ہے، پھر زید کے قول پر جو خرابی لازم آئی ہے، اس کو مولانا تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کر کے تردید کی ہے، اس کو مولانا تھانوی کا قول اور اعتقاد قرار دینا

= (وكذا في تفسير ابن كثير، الجز: ۱، البقرة: ۱۰۴: ۱/۳۲۸، رشيديه)

(ومشكاة المصابيح، كتاب الآداب، باب الأسامي، الفصل الأول، رقم الحديث: ۴۷۶۰: ۲/۱۸۲، دارالكتب العلمية بيروت)

(۱) "من اعتقد تسوية علم الله تعالىٰ ورسوله يكفر إجماعاً، اهـ". (الموضوعات الكبرىٰ لملا علي القاري، ص: ۱۶۲، نور محمد)

"وبالجملة فالعلم بالغيب أمر تفرد به الله تعالىٰ، لا سبيل للعباد إليه". (النبراس شرح شرح العقائد، ص: ۳۴۳، مكتبه حقانيه ملتان)

"اعتقاد اینکہ کسے غیر حق سبحانہ حاضر وناظر، وعالم خفی وجلی در ہر وقت وہر آن ست، اعتقاد شرک است"۔ (مجموعة الفتاوىٰ على هامش خلاصة الفتاوىٰ: ۴/۲۳۱، امجد اكيڈمی لاهور)

صریح ظلم ہے، بہتان ہے، مولانا تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حفظ الایمان کی ایک شرح بھی لکھی ہے، جس کا نام ہے ''بسط البَنان'' اس میں دریافت کیا گیا تھا:

''مولانا احمد رضا بریلوی یہ بیان فرماتے ہیں اور حسام الحرمین میں آپ کی نسبت لکھتے ہیں کہ آپ نے حفظ الایمان میں اس کی تصریح کی ہے کہ غیب کی باتوں کا علم جیسا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہے، ایسا ہر بچہ کو اور ہر پاگل بلکہ ہر جانور اور چار پائے کو حاصل ہے، اس لئے امور ذیل دریافت طلب ہے:

۱- آیا آپ نے حفظ الایمان میں یا کسی کتاب میں ایسی تصریح کی ہے؟

۲- اگر تصریح نہیں تو بطریقہ لزوم بھی یہ مضمون آپ کی عبارت سے نکل سکتا ہے؟

۳- یا ایسا مضمون آپ کی مراد ہے؟

۴- اگر آپ نے نہ ایسے مضمون کی تصریح فرمائی، نہ اشارہ اور نہ عبارت ہے اور نہ آپ کی مراد ہے، تو ایسے شخص کو جو یہ اعتقاد رکھے یا صراحۃً یا اشارۃً کہے، آپ اسے مسلمان سمجھتے ہیں یا کافر؟

اس کا جواب حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے نمبر وار دیا ہے۔

''۱- میں نے یہ خبیث مضمون کسی کتاب میں نہیں لکھا اور لکھنا تو درکنار میرے قلب میں بھی اس مضمون کا کبھی خطرہ نہیں گزرا۔

۲- میری کسی عبارت سے یہ مضمون لازم نہیں آتا، چنانچہ آخر میں عرض کروں گا۔

۳- جب میں اس مضمون کو خبیث سمجھتا ہوں اور میرے دل میں بھی کبھی اس کا خطرہ نہیں گزرا، جیسا کہ اوپر معلوم ہوا میری مراد کیسے ہوسکتا ہے؟

۴- جو شخص ایسا اعتقاد رکھے یا بلا اعتقاد صراحۃً یا اشارۃً یہ بات کہے، میں اس شخص کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں، اس لئے کہ وہ تکذیب کرتا ہے نصوص قطعیہ کی اور تنقیص کرتا ہے حضور اکرم سرور عالم فخر بنی آدم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی''۔

اور تفصیل سے دلائل اور نقل عبارات کے ساتھ زید کے اعتقاد کی تردید کی ہے، اسی حفظ الایمان میں موجود ہے کہ نبوت کے لئے جو علوم لازم اور ضروری ہیں، وہ آپ کو تمامہا حاصل ہوگئے تھے۔ بسط البَنان میں ہے:

''انصاف شرط ہے جو شخص آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جمیع علوم عالیہ شریفہ

متعلقہ نبوت کا جامع کہہ رہا ہے کہ وہ نعوذ باللہ زید وعمر وصبی ومجنون وحیوانات کے علم مماثل آپ کے علم کے بتلائے گا کہ زید وعمر وغیرہ کو یہ علوم حاصل ہیں، یہ علوم تو آپ کے مثل دوسرے انبیاء ملائکہ علیہم السلام کو بھی حاصل نہیں، البتہ مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کی کتاب خالص الاعتقاد میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم کا مقابلہ شیطان کے علم سے کیا گیا ہے''۔

شیطان کا علم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے وسیع تر نہیں، حفظ الایمان بار بار چھپی اور چھپتی رہے گی، چند صفحات کی کتاب ہے، مکتبہ نعمانیہ دیوبند، سہارنپور یوپی میں بسط البنان چھپی ہے، اس کو منگا کر ملاحظہ کریں۔

ب- حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات کے بعد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ نے خواب دیکھا اور خود ہی تعبیر بھی فرمائی کہ حضرت نانوتوی کی اولاد کی پرورش کرتا ہوں، یعنی حضرت نانوتوی کے متوسلین حضرت نانوتوی کی وفات کے بعد حضرت گنگوہی کی طرف رجوع ہوگئے تھے، ان کی تربیت اور سلوک حضرت گنگوہی ہی نے فرمائی، جو لوگ فن تعبیر رؤیا سے ناواقف ہیں، ان لوگوں کا خیال خواب کے ظاہر پر جاتا ہے اور اصل حقیقت سے وہ لوگ بے بہرہ ہیں، اگر خواب کا وہی مطلب ہو، جو ظاہر ہے تو مولانا احمد رضا خاں صاحب نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امامت کی ہے، جیسا کہ خاں صاحب کے ملفوظ، حصہ دوم، ص:۲۲ میں ہے۔

د- اس عبارت کی ایک سطر بلکہ ایک جملہ بھی براہین قاطعہ میں موجود نہیں نہ یہ مفہوم موجود ہے، یہ سراسر بہتان ہے۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مہاجر مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے: ''خان صاحب نے مجھ پر یہ بہتان لگایا ہے، اس کا حساب روزِ جزا میں ہوگا''۔

ج- اصل تو یہ غلط ہے کہ خواب دیکھنے والا حضرت مولانا حکیم الامت اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مرید تھا، بلکہ وہ تو خواب دیکھنے اور سارا قصہ پیش آنے کے بعد مرید ہوا، مولانا تھانوی نے نہ اس خواب کی تائید کی، نہ خود رسول ہونے کا دعویٰ کیا، بلکہ غیر اختیاری طور پر اس کی زبان سے خواب میں جو کچھ نکلا، جس کی وجہ سے بیداری میں وہ پریشان ہو کر جان سے تنگ آگیا اور ایک ایک سانس لینا اس کو دشوار ہوگیا تھا، اس کو بچانے اور تسلی دینے کے لئے یہ بتلایا تھا، جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو، بعونہ تعالیٰ متبع سنت ہے، ایسی حالت میں اس پر خفگی

کا کیا محل تھا، اس کے متعلق تو اندیشہ تھا کہ وہ ہلاک ہوجائے، اس کے بعد وہ مرید ہوا اور اس کی اعتقادی اور عملی اصلاح ہوئی۔

۲-جس کا شیخ مرشد دور ہو، اس کی خدمت میں حاضر ہونے اور صحبت سے مستفیض ہونے کا موقع نہ ملا، وہ خط کے ذریعہ اپنے حالات لکھ کر ہدایات حاصل کرتا رہے، نیز اس مرشد کے کوئی تربیت یافتہ مجاز یا مرید قریب ہو، تو اپنے مرشد سے اجازت لے کر ان کی خدمت میں حاضر ہوجایا کرے، مرشد جب کہ اہل حق میں سے ہو، خود بھی متبع سنت ہو اور اتباع سنت کی تاکید بھی کرتا ہو، تو اس سے بیعت کا تعلق منقطع نہ کرے، بلکہ اگر وہ اجازت دے تو اس سے استفادہ کرنا اور اس کے بتائے ہوئے وظائف پر عمل کرنا بھی درست ومفید ہوگا۔ ہاں! اگر مرشد متبع سنت نہ ہو، بدعات میں مبتلا ہو یا معاصی کا عادی ہو یا جاہ کا طالب ہو اور مال کا محبّ ہو، وہ خود ہی اس قابل نہیں کہ اسے مرشد بنایا جائے اور ہدایت حاصل کی جائے، بلکہ وہ خود محتاج ہے کہ کسی مرشد برحق سے اپنی اصلاح کرائے۔ فقط والسلام۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

امّی کی تشریح

سوال[۱۰۰۱۲]: أمة أمية کے معنی کیا ہیں؟ ان پڑھ جاہل یا کچھ اور؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مجمع بحار الانوار: ۱/۹۱، میں اس حدیث کی تشریح اس طرح کی ہے:

"یعني علی أصل ولادة أمهم لم یتعلمو الکتابة والحساب فهم علی جبلتهم الأولی"(۱)۔

جس نے کسی سے لکھنا پڑھنا نہ سیکھا ہو، وہ اُمّی ہے۔

---

(۱) (مجموع بحار الأنوار، حرف: أمم: ۱/۱۰۷، مکتبه دارالإیمان، المدینة المنورة)

"(قوله علیه الصلاة والسلام: أمیة) منسوب إلی الأم؛ لأنه باق علی الحال التي ولدته أمه، ولم یتعلم قراءة ولا کتابة". (مرقاة المفاتیح، کتاب الصوم، باب رؤیة الهلال: ۴/۴۶۴، رشیدیه)

(وکذا في قواعد الفقه، ص: ۱۹۳، الهمزة المقصورة، الصدف پبلشرز)

حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی اُمی تھے، یعنی آپ نے کسی سے لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا تھا، لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے بذریعۂ وحی آپ کو تمام ضروری اور شانِ نبوت کے لائق اتنے علوم عطا فرمائے، کہ کسی کو نہیں ملے، لہٰذا اس موقع پر اُمی کا ترجمہ جاہل کرنا جہالت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۵/۳/۸۹ھ۔

امت اُمیہ کا مصداق

سوال[۱۰۰۱۷]: اُمت اُمیہ سے کون لوگ مراد ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

"بعث في الأميين رسولاً، وقيل: نسبة إلى أم القرى. فإن قلت: العرب فيهم الكتاب وأكثرهم كانوا يعرفون الحساب؟ قلت: أن أكثرهم أميّون والحساب حساب النجوم، وهم لا يعرفونه الخ". مجمع بحار الأنوار: ۱/۹۱-۹۲. (مطبوعة دائرة المعارف عثمانيه، حيدر آباد)(۱). فقط والله تعالىٰ اعلم.

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۵/۳/۸۹ھ۔

کیا عرب سب "اُمی" تھے؟

سوال[۱۰۰۱۸]: اہلِ عرب کیا بالکل ان پڑھ، جاہل تھے اور ان میں کوئی پڑھا لکھا نہیں تھا اور ان میں کچھ پڑھے لکھے لوگ بھی تھے، تو "أمت أميه" سے اہل عرب مراد لینا صحیح ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان میں لکھے پڑھے بھی تھے، اسی وجہ سے حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وحی کو لکھوا دیا کرتے تھے، خط وکتابت بھی کرتے تھے، حدیثیں بھی وہ حضرات لکھا کرتے تھے، مگر اس کا عمومی رواج

(۱) (مجمع بحار الأنوار، باب الهمزة مع الميم: ۱/۱۰۷، دار الإيمان مدينه منوره)

نہیں تھا(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۵/۳/۸۹ھ۔

کم پڑھے لکھے کو مولانا کہنا

سوال[۱۰۰۱۹]: کسی کم پڑھے لکھے کو مولانا ومولوی کہنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

عرفاً کم پڑھے لکھے کو ہمارے اطراف میں مولوی صاحب یا مولانا صاحب نہیں کہا جاتا، بلکہ اس کو کہا جاتا ہے جو فارغ التحصیل یا سند یافتہ ہو، جو ابھی پڑھ رہا ہو، اس کو بھی تفاؤلاً کہہ دیا جاتا ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۵/۹۵ھ۔

---

(۱) "وفي حديث كعب بن مالك الذي رواه الإمام مسلم تصريح بأنه كان كاتباً، حيث قال: ..... إذا نبطيّ من نبط أهل الشام ممن قدم الطعام يبيعه بالمدينة يقول: من يدلّ على كعب بن مالك؟ قال: فطفق الناس يشيرون له إليّ حتى جآء ني فدفع إليّ كتاباً من ملك غسّان وكنت كاتباً فقرأته". (صحيح مسلم، كتاب التوبة، باب حديث توبة كعب بن مالك: ۲/۳۶۲، قديمى)

"قيل: إنما سمّوا أمّيين؛ لأنهم كانوا لا يكتبون ولا يقرأون الكتابة، وأراد الأكثر الأعم وإن كان فيهم القليل ممن يكتب ويقرأ، الخ". (أحكام القرآن للجصاص رحمه الله تعالىٰ، الجمعة: ۲: ۳/۲۶۳، قديمى)

"أكثرهم لايكتبون ولا يقرأون". (روح المعاني، الجمعة: ۲: ۲۸/۹۳، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۲) لہٰذا عرف کا اعتبار کرتے ہوئے کم پڑھے لکھے کے لئے استعمال نہیں کرنا چاہیے۔

"والعرف في الشرع له اعتبار لذا عليه الحكم قد يدار

..... واعلم أن اعتبار العادة والعرف يرجع إليه في مسائل". (شرح عقود رسم المفتي، تعريف العرف، ص: ۱۷۶، دارالكتاب)

(وكذا في رسائل ابن عابدين، نشر العرف في بناء بعض الأحكام على العرف: ۲/۱۱۴، رشيديه)

''مرحبا'' کا مطلب

سوال[۱۰۰۲۰]: لفظ''مرحبا'' کی اصلیت اوراس کا اردو میں استعمال کا مطلب کیا ہے؟ براہِ کرم جواب میں ارقام فرمائیں کہ ازروئے قواعد لفظ مرحبا کون کلمہ ہے، یعنی اسم ہے یا فعل یا حرف؟ اگر فعل ہے تو مصدر ہے یا مشتق؟ اگر مشتق ہے تو اشتقاق میں کون سی قسم ہے؟ بول چال میں امر معلوم ہوتا ہے یا امر ونہی، محض حروف ہے اور بطور مخاطب کے لئے مستعمل ہوتا ہے، نتیجہ یہ ہے کہ اردو میں فقط حاضر کے لئے مستعمل ہوتا ہے یا غائب کے لئے۔ لفظ مشترک کی حقیقت ازروئے نحو قواعد معلوم ہوجائے، اس کے طریقۂ استعمال پر کافی روشنی پڑے گی۔ امید ہے کہ اس معمولی استفتاء کے جواب میں مرحبا کے لغوی معنی اور اس کی حقیقت ازروئے قواعد سے رہنمائی کی جائے گی۔

الجواب حامداً ومصلياً:

مرحبا عربی میں ترکیب لغوی کے اعتبار سے مفعول مطلق مصدر میمی ہے یا صیغۂ ظرف ہے، بمنزلہ خوش آمدید مستعمل ہوتا ہے یعنی آپ بہتر جگہ تشریف لے آئے، اس کو اپنا ہی مکان سمجھیں، بے تکلف ٹھہرئے، کوئی پریشانی اور وحشت آپ کو نہ ہونی چاہیے، یہ کوئی غیر جگہ نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۱/۸۸ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

---

(۱) ''قوله "أهلاً" أي: أتيت أهلاً لا أجانب "وسهلا" أي: وطئت مكاناً سهلاً عليك ولا وعرا. وقال المبرد: هي منصوبة على المصدر أي: رحبت بلادك مرحباً أي: رحباً "أهلت أهلاً" أي: تأهلت تأهلا، فقدر له فعلاً'' (شرح الرضي على الكافية، المفعول به: ۱/۳۰۶، قديمي)

''مرحبا بك'' و ''أهلا بفلان'' أي: هذا الدعاء مختص بك، هذا إن فسرت ''مرحباً بموضع الرحب أي: أيتت موضعاً رحيباً وإن فسرته بالمصدر أي: رحب موضعك مرحبا أي: رحبا''. (شرح الرضي على الكافية، المفعول المطلق: ۱/۲۷۴، قديمي)

فتویٰ کا بیان

فتویٰ دینے کا حق کس کو ہے؟

سوال[۱۰۰۲۱]: حافظ یا مولوی یا قاری یا میانجی وغیرہ فتویٰ دینے کے مستحق ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جس نے باقاعدہ فتویٰ سیکھا نہ ہو اور اس کے اندر صلاحیت نہ ہو، اس کو فتویٰ دینے کا حق نہیں ہے(۱)۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ (صدر مفتی)، دارالعلوم دیوبند، ۱/ ۷/ ۱۴۰۷ھ۔

غیر عالم سے مسائل پوچھنا

سوال[۱۰۰۲۲]: جو شخص عالم نہ ہو، اس سے مسائل کا دریافت کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر وہ اپنی رائے سے دینی مسائل بتائے تو اس سے پوچھنا گمراہی کا سامان مہیا کرنا ہے، اگر کتاب میں دیکھ کر بتائے اور معتبر غیر معتبر کو نہ پہچانتا ہو تو اس کے بتائے ہوئے مسائل میں صحیح غلط کی تمیز نہیں ہوگی (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "رأيت في فتاوىٰ العلامة ابن حجر سئل في شخص يقرأ، ويطالع في الكتب الفقهية بنفسه، ولم يكن له شيخ، ويفتي، ويعتمد على مطالعته في الكتب فهل يجوز ذلک أم لا، فأجاب بقوله، لايجوز له الإفتاء بوجه من الوجوه". (مجموعة رسائل ابن عابدين: ۱/۱۵، سهيل اكيڈمي لاهور)

"عن أبي هريرة (رضي الله تعالىٰ عنه) قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: من أفتى بغير علمٍ كان إثمه على من أفتاه". (سنن أبي داود، باب التوقي في الفتيا: ۲/۱۵۹، إمداديه)

(وكذا في شرح عقود رسم المفتي في ضمن رسائل ابن عابدين: ۱/۳۳، سهيل اكيڈمي لاهور)

(۲) "وقد رأيت فتاوىٰ العلامة ابن حجر رحمه الله تعالىٰ: سئل في شخص يقرأ ويطالع في الكتب =

بغیر دلیل کے کسی چیز پر حکم لگانا

سوال[۱۰۰۲۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس بارے میں زید نے یہ دعا پڑھی: الٰہی بحق محمد رسول، دعا مجھ گنہگار کی ہووے قبول" بکر نے اعتراض کیا کہ یہ دعا مکروہ بھی ہے اور ناجائز بھی ہے، اس کا پڑھنا روا نہیں ہے، لہٰذا آپ اس مسئلہ کا شرعی حکم تحریر فرمائیں۔

معرفت: کتب خانہ قاسمی دیوبند

الجواب حامداً ومصلیاً:

کسی شئی پر ناجائز یا مکروہ کا حکم بغیر دلیل کے تو نہیں ہوسکتا، بکر کے پاس کوئی دلیل ہوگی، اس سے دریافت کر کے لکھیں، تاکہ اس میں غور کیا جاسکے۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۴/۹۴ھ۔

عالم کا غلط رائے پر اڑ جانا

سوال[۱۰۰۲۴]: کیا آج کل علمائے دین حق اپنی بات کو اوپر کرنے کے لئے غلط مسئلہ پر بھی اڑ جاتے ہیں، کیا ان میں اپنی غلطی کا ذرا بھی احساس نہیں ہوتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہر طبقہ میں کوئی ایسا بھی ہوتا ہے جس کا علم کمزور ہوتا ہے اور اسی علم پر وہ رائے قائم کر لیتا ہے، جو کہ غلط

= الفقهية بنفسه، ولم يكن له شيخ، يفتي ويعتمد على مطالعته في الكتب، فهل يجوز له ذلک أم لا؟ فأجاب بقوله: لا يجوز له الإفتاء". (شرح عقود رسم المفتي، من مجموعة رسائل ابن عابدين: ۱/۱۵، ۱۲، سهيل اكيڈمی لاهور)

"وعن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه، عن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "من قال عليّ مالم أقل، فليتبوأ مقعده من النار، ومن أفتى بغير علم كان إثم ذلک على من أفتاه" الخ. (مسند الإمام أحمد بن حنبل: ۲/۳۶۵، رقم الحديث: ۸۵۵۵۸، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"من أفتى الناس وليس بأهل للفتوىٰ، فهو اثم وعاص". (أعلام الموقعين: ۴/۱۶۶، دارالكتب العلمية بيروت)

ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ پختہ علم اور صحیح رائے عطا فرمائے، کسی مسلمان کو کافر کہنا بہت خطرناک ہے، اس سے اپنا ایمان سلامت رہنا دشوار ہو جاتا ہے، اس لئے کسی مسلمان کو کافر کہنے سے پورا پرہیز کیا جائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۳/ ۷/ ۱۴۰۰ھ۔

بغیر علم کے فتویٰ دینا

سوال [۱۰۰۲۵]: عدم تحقیق وثبوت کی صورت میں ظنی طور پر مسئلہ بتانا کیسا ہے؟ جب کہ کبھی تحقیق کے بعد صحیح نکلے اور کبھی غلط ہو جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بلا تحقیق مسئلہ بتانا درست نہیں ہے۔

”وفي أثر مرفوع ذكره أبو الفرج وغيره: من أفتى الناس بغير علم لعنته ملائكة السماء وملائكة الأرض“ كذا في أعلام الموقعين: ۲/ ۲۵۶ (۲). والله تعالىٰ اعلم.

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۸/ ۷/ ۸۸ھ۔

تارکِ جماعت عالم کا فتویٰ دینا

سوال [۱۰۰۲۶]: اگر کوئی عالمِ دین مسجد میں جانا اور جماعت کی نماز پڑھنا اپنی آبادی میں ترک

---

(۱) ”عن أبي ذر رضي الله تعالىٰ عنه أنه سمع النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: لا يرمي رجل رجلاً بالفسوق، ولا يرميه بالكفر، إلا ارتدت عليه إن لم يكن صاحبه كذلك“. (صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب ماينهى عن السباب واللعن: ۱/ ۸۹۳، قديمي)

(وصحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان حال إيمان من قال لأخيه المسلم "يا كافر": ۱/ ۵۷، قديمي)

”سمعت ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما يقول: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ”من قال لأخيه "يا كافر" فقد باء بها أحدهما“. (مسند الإمام أحمد بن حنبل، مسند عبدالله بن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما، رقم الحديث: ۵۸۲۸: ۲/ ۲۵۶، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۲) (أعلام الموقعين، فوائد تتعلق بالفتوى، من أفتىٰ وليس أهلاً للفتوىٰ أثم: ۴/ ۲۶۳، دار الجيل بيروت)

کردے، جب کہ صرف ایک ہی مسجد ہے اور اذان اور جماعت وقت پر مسجد میں نہ ہو، بلکہ اکثر وقت اذان وجماعت ہوتی ہی نہ ہو اور وہ عالم دین دوسرے گاؤں میں کبھی کبھی جاتا ہے، لیکن دوسری جگہ فتویٰ بہت دیتا ہے کہ یہ جائز ہے، یہ ناجائز ہے، تنخواہ لینا حرام ہے، تو ایسے شخص کے فتویٰ پر عمل کیا جاسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

فتویٰ جو بھی صحیح ہو، وہ واجب القبول ہے، اگر اس کی صحت میں تردد ہو تو دوسرے معتمد حضرات سے تصدیق وتوثیق کرالی جائے (۱)، ترک جماعت بلاعذر شرعاً نہایت قبیح ومذموم ہے (۲)۔ جو شخص دواماً اس کا تارک ہو، وہ فاسق ہے، اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے (۳)۔ مسجد میں اذان وجماعت کا نہ ہونا بڑے وبال کی

---

(۱) "قال الشيخ: والذي تقتضيه القواعد أن نفصّل، فنقول: إذا أفتاه المفتي نظر: فإن لم يوجد مفتٍ آخر لزمه الأخذ بفتياه، ولا يتوقف ذلک على التزامه، لا بالأخذ في العمل به ولا بغيره، ولا يتوقف أيضاً على سكون نفسه إلى صحته. وإن وجد مفتٍ آخر، فإن استبان أن الذي أختاه هو الأعلم الأوثق، لزمه ما أفتاه به؛ بناء على الأصح في تعيّنه كما سبق، وإن لم يتبين ذلک لم يلزمه ما أفتاه بمجرد إفتاء ه؛ إذ يجوز له استفتاء غيره وتقليده، ولا يعلم اتفاقهما في الفتوىٰ، فإن وجد الإتفاق، أو حكم به عليه حاكم لزمه حينئذٍ". (آداب الفتوىٰ للنووي، فصل في آداب المستفتي.....، الخامسة، ص: ۹۵، دارالكتاب كراچی)

(۲) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: فقد ناسا في بعض الصلوات، فقال: لقد هممت أن امر رجلاً يصلي بالناس، ثم أخالف إلى رجال يتخلفون عنها، فامربهم فيحرقوا عليهم بحزم الحطب بيوتهم، ولو علم أحدهم أنه يجد عظما سمينا لشهدها" يعني صلوة العشاء". (صحيح مسلم، كتاب المساجد، باب فضل صلاة الجمعة، وبيان التشديد في التخلف عنها وأنها فرض كفاية: ۱/۲۳۲، قديمی)

"والجماعة سنة مؤكدة للرجال، قال الزاهدي: "أرادوا بالتأكيد الوجوب. وقيل: واجبة وعليه العامة. قال في شرح المنية: والأحكام تدل على الوجوب من أن تاركها بلا عذر يعزر، وترد شهادته، ويأثم الجيران بالسكوت عنه". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۵۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۶۰۲، رشيديه)

(۳) "ويكره إمامة عبد وأعرابي وفاسق وأعمى". (الدرالمختار). "قوله (فاسق) من الفسق: وهو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر، والزاني وآكل الربا ونحو =

چیز ہے(۱)۔تمام اہل بستی کو اس کا انتظام کرنا چاہیے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۰/۲/۲۶ھ۔

فتاویٰ رشیدیہ اور فتاویٰ دارالعلوم سے مسئلہ بتانا

سوال[۱۰۰۲۷]: فتاویٰ رشیدیہ، فتاویٰ دارالعلوم دیوبند سے کسی کو مسئلہ بتانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر مسئلہ کو پوری طرح سمجھ لیا ہے، تو بتانا ہی درست ہے، قیود وشرائط وبسا اوقات مذکور نہیں ہوتیں۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۹۴/۳/۱۵ھ۔

مفتی کا فتویٰ اگر واقع کے خلاف ہو تو کیا حکم ہے؟

سوال[۱۰۰۲۸]: ۱-ہم کہ محمد وصی پسر عبدالسمیع خان قصبہ مئو، ضلع اعظم گڑھ، یوپی کے رہنے والے ہیں، چونکہ احقر کا عقد مسماۃ ہاجرہ خاتون دختر محمد ادریس خاں ساکن قصبہ کوپا گنج کے ہمراہ ہوا تھا اور زوجہ میرے مکان پر رخصت ہوکر آئی اور دو یوم مقیم بھی رہی اور بحسن وخوبی یہاں سے رخصت ہوکر اپنے میکہ گئی۔

۲-اس کے بعد احقر متعدد بار اپنی سسرال کو پاگنج گیا اور دو چار دن مقیم بھی رہا۔

۳-احقر نے رخصتی کے لئے بار بار کہا اور بارہا تقاضا کرتا رہا، مگر خسر رخصت کرنے میں حیلہ کرتے

= ذلک". (ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۵۹، ۵۶۰، سعید)

(وکذا في الهداية، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۱۲۲، شرکت علميه)

(وکذا في مجمع الأنهر، کتاب الصلاة، فصل الجماعة سنة مؤکدة: ۱/۱۰۸، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۱) "عن أبي الدرداء رضي الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم: "ما من ثلثة في قرية ولا بدو لا تقام فيهم الصلاة، إلا قد استحوذ عليهم الشيطان، فعليک بالجماعة، فإنما يأکل الذئب القاصية". (مشکاة المصابيح، کتاب الصلاة، باب الجماعة وفضلها، الفصل الثاني: ۱/۹۶، قديمی)

"وهي نوعان ..... سنة الهدى وتارکها يستوجب إساءة ..... کالجماعة والأذان والإقامة فإن هؤلاء کلها من شعائر الدين والإسلام، ولهذا قالوا: إذا أصر أهل مصر علی ترکها يقاتلوا بالسلاح من جانب الإمام". (نور الأنوار، فصل في الأحکام المشروعة، ص: ۱۶۷، سعيد)

رہے، اس طرح سے ہنوز رخصت نہیں کیا۔

۴- اب معلوم ہوا ہے کہ خسر محمد ادریس کو پا گنج نے ایک استفتاء مندرجہ نمبر ۱۹۴۰، ادارہ دیوبند جس کا جواب جناب مفتی صاحب دیوبند سے اس کی موافقت میں صادر فرمایا ہوا ہے، جیسا کہ مندرجہ استفتاء ہے، لہٰذا احقر بحلف روبرو دو گواہان کے بیان کرتا ہے کہ یہ بالکل لغو اور بے بنیاد ہے، احقر نے کبھی بھی اپنی بیوی ہاجرہ خاتون کو اس قسم کی بات نہیں کہی ہے اور نہ تحریر بھیجی ہے، اس لئے اپنا بیان حلفیہ دے کر اپنا دستخط بنا دیا ہے۔

کاتب: محمد یٰسین، گواہ شفیع احمد، گواہ فیض الرحمٰن

الجواب حامداً ومصلياً:

سوال کو صحیح صحیح لکھنا مستفتی کی ذمہ داری ہے، مفتی کا جواب تو سوال پر ہی مرتب ہوتا ہے، اگر کوئی شخص سوال غلط اور خلافِ واقع لکھ کر مفتی سے جواب حاصل کرے، تو وہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں مجرم ہوگا (۱)، مثلاً: اگر کوئی شخص یہ کہے کہ زید نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دی اور اس پر مفتی نے جواب دیا کہ زید پر اس کی بیوی حرام ہوگئی، تو اس سے وہ حرام جب ہی ہوگی کہ طلاق دی ہو، ورنہ وہ حرام نہیں ہوگی، یا مثلاً: کوئی شخص خنزیر کے گوشت کے متعلق یہ کہے کہ یہ بکری کا گوشت ہے اور مفتی فتویٰ دے دے کہ یہ حلال ہے، تو اس سے وہ بکری کا گوشت بن کر حلال نہیں ہوجائے گا، بلکہ خنزیر ہی کا گوشت رہے گا اور حرام ہی رہے گا، اسی طرح اگر کوئی شخص سوال کرے فلاں عورت کو اس کے شوہر نے طلاق دے دی ہے اور عدت گزر گئی ہے، اس سے نکاح زید کا درست ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اور مفتی نے جواب دیا کہ بعد عدت درست ہے اور واقعۃً اس کو طلاق نہ دی گئی ہو، یا

---

(۱) "عن أم سلمة عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "إنما أنا بشر وإنكم تختصمون، ولعل بعضكم أن يكون ألحن بحجته من بعض، وأقضي له على نحو مما أسمع، فمن قضيت له من حق أخيه شيئاً فلا يأخذ، فإنما أقطع له قطعة من النار". (الصحيح للإمام البخاري، كتاب الحيل، باب، رقم الحديث: ۶۹۶۷، ص: ۱۲۰۱، دار السلام رياض)

(وصحيح للإمام مسلم، كتاب الأقضية، باب بيان أن حكم الحاكم لايغير الباطن، رقم الحديث: ۱۷۱۳، ص: ۷۵۹، دار السلام رياض)

(وسنن أبي داود، كتاب الأقضية، باب في قضاء القاضي إذا أخطأ، رقم الحديث: ۳۵۸۳: ۳/ ۴۲۱، دار إحياء التراث العربي بيروت)

عدت نہ گزری ہو، تو اس کا نکاح زید سے درست نہیں ہوگا، بلکہ حرام ہی رہے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۲/۸/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

حنفی المسلک مفتی کا شافعی فقہ پر فتویٰ دینا

سوال[۱۰۰۲۹]: کیا شافعی المسلک مفتی، حنفی مسلک کے مطابق اور حنفی المسلک مفتی، شافعی مسلک کے مطابق فتویٰ دے سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر مفتی سے سوال کیا کہ فلاں مسئلہ میں حضرت امام شافعی کا کیا فتویٰ ہے، تو حنفی مفتی کو چاہیے کہ جواب اس طرح دے کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا فتویٰ یہ ہے، (کسی شافعی کو امام شافعی کا فتویٰ پوچھنا ہو تو شافعیہ سے پوچھے) الغرض اپنے امام کا مذہب چھوڑ کر دوسرے امام کے مذہب پر فتویٰ دینے کا حق نہیں (۱)۔ الا یہ کہ فقہاء مجتہدین نے کسی خاص مسئلہ میں ضرورتِ شدیدہ کے موقع پر کہ بغیر اس کے چارہ نہ ہو، فتویٰ دیا ہو (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۳/۱۱/۹۹ھ۔

---

(۱) "وأما المقلد، فلا ينفذ قضاؤه بخلاف مذهبه أصلاً كما في القنية، قلت: ولا سيمافي زماننا، فإن السلطان ينص في منشوره على نهيه عن القضاء بالأقوال الضعيفة، فكيف بخلاف مذهبه، فيكون معزولاً بالسنة لغير المعتمد من مذهبه، فلا ينفذ قضاء ه فيه". (الدرالمختار). "قوله: (فكيف بخلاف مذهبه) أي: فكيف ينفذ قضاء ه بخلاف مذهبه؛ لأنه إذ أنهاه عن القضاء بالأقوال الضعيفة في مذهبه لا ينفذ قضاؤه فيها بخلاف مذهبه بالأولى". (الدرالمختار مع ردالمحتار، مقدمة: ۱/۷۲، سعيد)

(وكذا في شرح عقود رسم المفتي، مطلب الصحيح أن قضاء المقلد بمذهب بالغير أو بالضعيف لاينفذ، ص: ۲۰۷-۲۰۹، دار الكتاب كراچی)

(وكذا في التصحيح والترجيح مع اللباب، مقدمة المؤلف، ص: ۱۲۹، ۱۳۰، صديقی پبلشرز كراچی)

(۲) كما أفتى علماء الهند بمذهب المالكية في مسئلة المفقود والعنين والمتعنت.

فرضی مسئلہ دریافت کرنا

سوال[۱۰۰۳۰]: اگر کوئی مسلمان مرد خدانخواستہ زبان سے کوئی کلمۂ کفر کہہ دے، جس سے کہ وہ کافر ہوجائے، مثلاً: خدا کو گالی دے دے، یا کسی شرعی بات کا منکر ہوجائے اور وہ اپنی عورت سے صحبت کرے اور حمل پڑ جائے اور مثلاً: لڑکی پیدا ہوجائے، تو میرے بزرگانِ دین! تو وہ لڑکی حرام ہے یا حلال؟ کیونکہ وہ مرد کافر ہوگیا تھا اور اس کا نکاح بھی ٹوٹ گیا تھا اور اس نے عورت سے صحبت کی، تو وہ زنا ہوگیا، وہ حمل کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو بات واقعۃً پیش آئی ہو، صحیح صحیح لکھ کر اس کا حکم دریافت کرنا چاہیے، فرضی باتیں مثلاً مثلاً کہہ کر ایسے امور میں پوچھنا ٹھیک نہیں، کافر ہوجانا بہت سخت ہے، اللہ پاک محفوظ رکھے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

دارالعلوم دیوبند میں مفتی کی ضرورت

سوال[۱۰۰۳۱]: علمائے دیوبند کا عمل صرف قرآن وحدیث سے ہے، تو مدرسہ دیوبند میں مفتی کیوں ہوئے ہیں؟ ان کا کام کیا ہوتا ہے؟ مفتی صاحب جو فیصلہ دیتے ہیں، وہ قرآن کے چار نمبر سے دیتے ہیں، یا حدیث کے حوالہ سے دیتے ہیں؟ لکھ کر دو۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہر شخص میں اتنی صلاحیت نہیں کہ وہ قرآن کریم اور حدیث شریف سے مسئلہ نکال سکے اور سمجھ سکے، اس لئے مدرسہ دارالعلوم دیوبند میں مفتی موجود رہتے ہیں، جو کہ قرآن پاک اور حدیث شریف سے ثابت شدہ مسائل کو بتلاتے رہتے ہیں اور قوم کو بہت بڑی سہولت حاصل ہوجاتی ہے، کہ مسائل بکھرے ہوئے معلوم ہوتے رہتے ہیں، بسا اوقات اہلِ علم کو اشکالات پیدا ہوتے رہتے ہیں، ان کو بھی جواب حاصل کر کے اشکالات رفع کرنا آسان ہوجاتا ہے، غلط فرقے اپنی جہالت یا اختلال وتلبیس سے دین میں دخل اندازی سے مسلمانوں کو صراطِ مستقیم سے ہٹانے کی تدبیر میں لگے رہتے ہیں، ان کی جہالت اضلال تلبیس کا دجل بھی ختم کردیا جاتا ہے اور براہین قاطعہ کی روشنی میں صراطِ مستقیم واضح ہوکر حفظِ ایمان کی توفیق ہوجاتی ہے، اس لئے مفتیوں کو رکھے ہوئے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

باب مایتعلق بالقرآن الکریم

(تفسیر کا بیان)

قرآن کریم میں صیغہ جمع وصیغہ مفرد کی تفصیل

سوال[۱۰۰۳۲]: شخصے می گوید که در قرآن کریم صیغه توحید نیست مگر چند جا زیرا که عبارت قرآن کریم بصیغۂ جمع تلفظ می فرماید، بناءً علیه در تصوف هم توحید ذاتی نمایان نیست، زیرا که در تصوف هم توحید را تقسیم کرده اند، در قرآن حکیم مثالش: ﴿نحن نزلنا الذكر﴾(۱) دیگر: ﴿إنا إليكم لمرسلون﴾(۲)، ﴿إنا أعطيناك الكوثر﴾(۳)، ﴿إنا إلى ربنا لمنقلبون﴾(٤) ﴿إن إلينا إيابهم ثم إن علينا حسابهم﴾(٥).

بسیارے که قرآن کریم بصیغه جمع تلفظ می فرماید.

الجواب حامداً ومصلیاً:

صیغه جمعه برائے واحد هم مستعمل می شود، در زبان عربی وفارسی ایں استعمال بے شمار است، پس در هر جا صیغۂ جمع را برائے تعدد فهمیدن ومنافی توحید دانستن سراسر خطا است. قرآن کریم بنیاد ایمان بر توحید نهاده است ﴿قل هو الله

---

(۱) (الحجر: ۹)

(۲) (یٰس: ۱۶)

(۳) (الکوثر: ۱)

(۴) (الزخرف: ۱۴)

(۵) (الغاشیة: ۲۵، ۲۶)

أحد﴾ الآية(١)، ﴿إياك نعبد وإياك نستعين﴾ الآية(٢)، ﴿إلهكم إله واحد﴾ الآية(٣)، ﴿ولم يكن له شريك﴾ الآية(٤)، وبر توحید مشرکین اعتراض وتعجب می نمودند.

﴿أجعل الآلهة إلهاً واحداً إن هذا لشيء عجاب﴾(٥) وتصوف که منتهاو مقصود داد احسان است. "أن تعبد الله كأنك تراه". الحديث(٦). بر توحید مبنی است وهیچ گونه شرک راروانداردہ چنانچه اول ذکر در تصوف همین است. "لا إله إلا الله" که این کلمه در کلام مجید ودر حدیث شریف نیز آمده وجمیع صحابه کرام ومن بعدهم همه این کلمه را راسِ ایمان، راس تصوف نگاشته اند. والله سبحانه وتعالیٰ اعلم.

حرره العبد محمود غفرله، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۸/۹۴ھ۔

---

(١) (الإخلاص: ١)

(٢) (الفاتحة: ٤)

(٣) (البقرة: ١٦٣)

(٤) (الإسراء: ١١١)

(٥) (ص: ٥)

(٦) (مشكاة المصابيح، كتاب الإيمان، الفصل الأول، ص: ١١، قديمي)

ترجمۂ سوال: ''ایک آدمی کہتا ہے کہ قرآن کریم میں چند مقامات کے علاوہ صیغۂ توحید نہیں ہے، کیونکہ قرآن کریم کی عبارت صیغۂ جمع کے ساتھ تلفظ فرماتا ہے، اسی بنا پر تصوف کے اندر توحید ذاتی نمایاں (اجاگر) نہیں، کیونکہ تصوف میں بھی توحید کو تقسیم کیا گیا ہے۔ قرآن کریم میں اس کی مثال ﴿نحن نزلنا الذکر﴾ دوسری مثالیں ﴿إنا إلیکم لمرسلون﴾ الخ (الغرض) قرآن کریم اکثر صیغۂ جمع کے ساتھ تلفظ فرماتا ہے''۔

ترجمۂ جواب: ''صیغۂ جمع واحد کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے، یہ استعمال عربی اور فارسی زبان میں بے شمار موجود ہے، لہٰذا ہر جگہ صیغۂ جمع کو تعدد کے لئے سمجھنا اور توحید کے منافی جاننا سراسر غلطی ہے، قرآن کریم نے ایمان کی بنیاد توحید پر رکھی ہے، ﴿قل ھو اللہ أحد﴾ ... الخ اور توحید کے اوپر مشرکین نے اعتراض کرتے ہوئے تعجب کا اظہار کیا: "أجعل الآلهة الخ"۔ تصوف جس کا منتہا اور مقصود احسان (جو کہ) "أن تعبد الله كأنك تراه" ہے، توحید پر مبنی ہے اور کسی قسم کے شرک کو جائز نہیں رکھتا، چنانچہ تصوف میں سب سے پہلا ذکر یہ ہے کہ "لا إله إلا الله" اور یہ کلمہ کلام مجید اور حدیث شریف میں بھی آیا ہے اور تمام صحابہ کرام اور ان کے بعد آنے والوں نے اس کلمہ کو ایمان اور تصوف کی بنیاد قرار دیا ہیں''۔

"ادعونی استجب لکم" کا مطلب

سوال[۱۰۰۳۳]: "ادعونی" اجابت پر مستحکم یقین بہتر ہے، یا پھر یہ یہی سوچنا، خبر نہیں ہوگا کہ نہیں۔ یعنی کسی دعا پر سفارش پر حفاظت کا وعدہ ہے، اس کو پڑھنا ایسا کہ بلاتردد بلا تامل مطمئن ہو جائے، کہ تخلف کا سوال بھی پیدا نہیں ہوتا، یا تاہم یہ سوچے کہ خبر نہیں کہ موعودیہ شئی ملے گی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

آداب دعا میں سے یہ بھی ہے کہ استجابت دعا پر پورا وثوق ہو کہ وعدہ ہے، "استجب لکم"(۱) لیکن اگر باری تعالیٰ کے علم میں اس دعا کا میری منشا کے مطابق پورا نہ ہونا میرے حق میں خیر ہو تو میں اس پر راضی ہوں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۳/۸۹ھ۔

"فتلقیٰ آدم من ربه" کلمات کی تشریح

سوال[۱۰۰۳۴]: سورۃ البقرہ کے بارے میں کہ آیت نمبر ۳۷، ترجمہ روشن چراغ، ص: ۷۔

ترجمہ: "پھر آدم نے اپنے پروردگار سے کچھ کلمات سیکھے اور معافی مانگی) تو اس نے ان کا قصور معاف کر دیا، بے شک وہ معاف کرنے والے اور صاحبِ رحم ہے"۔

نوٹ: لوگ کہتے ہیں کہ آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعایوں کی کہ اللہ تعالیٰ تیرے نام کے برابر جو نام نامی تحریر تھا، عرش اعظم لوح محفوظ پر اس کے صدقہ میرا قصور معاف فرمادے، تو اللہ تعالیٰ نے قصور معاف

---

(۱) "عن أنس رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: إذا دعا أحدكم فليعزم المسئلة، ولا يقولن أحدكم: "اللهم إن شئت فأعطني، فإنه لا مستكره له". (صحيح البخاري، كتاب الدعوات، باب ليعزم المسئلة فإنه لا مكره له: ۲/۹۳۸، قديمي)

"السابع: أن يجزم بالطلب ويوقن بالإجابة ويصدق رجاءه فيها". (كتاب الأذكار، كتاب جامع الدعوات، باب آداب الدعاء، ص: ۴۹۰، مكتبه دار البيان)

(وكذا في إحياء علوم الدين، كتاب الأذكار والدعوات، الباب الثاني في آداب الدعاء وفضله ..... الخ، آداب الدعاء وهي عشرة: ۱/۳۹۲، دار إحياء التراث العربي بيروت)

فرمادیا تو کیا یہ روایت درست ہے؟ یا قرآن پاک کی آیت اس بات کا پتہ دیتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ خاص کلمات یاد کرائے، آدم علیہ السلام نے ان کلمات کو ادا کیا تو اللہ نے ان کی دعا قبول کی۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اس آیت سے متعلق یہ بھی ایک قول ہے، جس کو روح المعانی،ص: ۲۳۷ (۱) میں قیل کے ساتھ نقل کیا ہے۔

"قيل رأى مكتوباً على ساق العرش محمد رسول الله فتشفع به".

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو قول مشہور ہے، وہ یہ ہے کہ اس کا مصداق ﴿ربنا ظلمنا أنفسنا وإن لم تغفرلنا﴾ الآية ہے (۲)۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اس کا مصداق: "اللهم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالى جدك لا إله إلا أنت ظلمت نفسي فاغفرلي فإنه لا يغفر الذنوب إلا أنت" ہے (۳)۔ تفسیر ابن کثیر اور دیگر تفاسیر میں دوسرے اقوال بھی منقول ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۷/۹۴ھ۔

---

(۱) (روح المعاني، البقرة: ۳۷: ۱/۲۳۷، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"وقالت طائفة: رأى مكتوباً على ساق العرش (محمد رسول الله) فتشفع بذلك". (الجامع لأحكام القرآن للقرطبي، البقرة: ۳۷: ۱/۲۲۷، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في الدر المنثور: ۱/۱۴۲، دارالفكر بيروت)

(۲) "والمروي في المشهور عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما: أن هذه الكلمات هي ﴿ربنا ظلمنا أنفسنا وإن لم تغفرلنا﴾ الآية". (روح المعاني، البقرة: ۳۷: ۱/۲۳۷، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في الجامع لأحكام القرآن للقرطبي: ۱/۲۲۷، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في الدر المنثور: ۱/۱۴۴، دارالفكر بيروت)

(۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مذکورہ روایت تتبع کے باوجود نہیں ملی، البتہ مذکورہ کلمات ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہیں:

"وعن ابن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه أنها سبحانك اللهم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالى جدك لا إله إلا أنت ظلمت نفسي فاغفرلي فإنه لا يغفر الذنوب إلا أنت". (روح المعاني، البقرة: ۳۷: ۱/۲۳۷، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في تفسير النيسابوري على هامش الطبري: ۱/۲۶۱، دارالمعرفة) .... =

﴿ومبشراً برسول یأتی من بعدی اسمه أحمد﴾ کا مطلب

سوال [۱۰۰۳۵]: گزارش یہ ہے کہ آج کل ایک قادیانی نے میرے ایمان میں شک ڈال دیا، انہوں نے وفات مسیح علیہ السلام کے متعلق کئی آیتوں سے استدلال کرکے وفات ثابت کرنے کی کوشش کی، دیگر آیتوں پر تو میں نے کوئی خاص توجہ نہیں دی، مگر ایک آیت ایسی پیش کرنے کی وجہ سے میں شک میں پڑ گیا ہوں اور وہ آیت یہ ہے:

﴿ومبشراً برسول یأتی من بعدی اسمه أحمد﴾.

اس کا استدلال یہ ہے کہ اس میں بعدی سے مراد میری وفات کے بعد ہے۔ اگر بعدی سے مراد یہ لیا جائے کہ میرے آسمان پر جانے کے بعد، تو اس میں آسمان کا لفظ موجود نہیں ہے اور اگر یہ مراد لیا جاوے کہ میرے پیچھے آئے گا، تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آسمانوں پر چلے گئے ہیں، لہذا مہربانی فرما کر تحریر فرمائیں کہ ان کے ضمیر کے مطابق اس کے کیا معنی ہوں گے؟ جواب تحریر کرتے وقت "لانبی بعدی" میں جو "بعدی" کا لفظ آیا ہے۔ اس کے معنی بھی سامنے رکھ کر جواب دیا جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

"من بعدی" کا ہمیشہ یہی مطلب نہیں ہوتا کہ میرے مرجانے کے بعد، باپ کہیں سفر میں جاتا ہے تو نصیحت کر جاتا ہے کہ میرے بعد ایسا کرنا ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ میرے مرنے کے بعد۔ استاد کچھ دیر کے لئے مدرسہ سے باہر جاتا ہے تو طلباء سے کہتا ہے کہ میرے بعد شرارت نہ کرنا۔ ایک ضلع میں ایک کلکٹر ہے، اس کا تبادلہ تجویز ہے، اس کو بتایا نہیں گیا کہ تبادلہ کہاں ہوگا، وہ اپنے ماتحتوں سے کہتا ہے کہ میرے بعد کلکٹر (۱) فلاں شخص

= ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے دوسری روایت میں ان الفاظ کے ساتھ ہے:

"وعن ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنهما) ووهب بن منبه أن الكلمات سبحانك اللهم وبحمدك لا إله إلا أنت عملت سوءاً، وظلمت نفسي فاغفرلي إنك خير الغافرين. سبحانك اللهم وبحمدك لا إله إلا أنت عملت سوءاً وظلمت نفسي فتب علي إنك أنت التواب الرحيم". (الجامع لأحكام القرآن للقرطبي: ۱/ ۲۲۸، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۱) "کلکٹر: حاکم ضلع، ڈپٹی کمشنر، محصل، وصول کرنے والا"۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۰۷۹، فیروز سنز لاہور)

ہوگا، اس کے ساتھ یہ معاملہ کرنا (یہ اس کو معلوم ہو چکا ہے کہ فلاں شخص آئے گا) تو اس کا بھی یہ مطلب نہیں ہوتا ہے کہ موجودہ کلکٹر کے مرنے کے بعد دوسرا کلکٹر آئے گا، اگر بالفرض اس کو یہ معلوم بھی نہ ہو کہ اس کا تبادلہ کہاں ہوگا۔ تو یہ ضروری نہیں کہ ماتحتوں کو اپنے تبادلہ کا مقام بتا بھی دے، مقصد اس کلکٹر کا یہ ہے کہ میں اس وقت اس ضلع میں تعینات ہوں، میری تعیناتی یہاں سے ختم ہونے پر دوسرا کلکٹر آئے گا، اس کی تعیناتی ختم خواہ دوسرے ضلع میں منتقل ہو کر ہو، خواہ ریٹائر ہو کر ہو، خواہ کسی اور طرح ہو، کوئی معمولی سمجھ والا بھی یہ نہیں سمجھتا ہے کہ کلکٹر صاحب اپنے مرنے کے بعد کے لئے یہ ہدایت دے رہے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مقصد یہ ہے کہ اس وقت میری لائی ہوئی کتاب انجیل پر عمل ہے اور اس پر عمل کرانے کے لئے میں بحیثیت رسول متعین ہوں، لیکن میں خاتم النبیین نہیں ہوں، میرے لائے ہوئے احکام ہمیشہ کے لئے نہیں، بلکہ اللہ کے علم میں ایک حیات مقرر ہے، اس کے ختم ہونے پر دوسرے رسول آئیں گے، جن کا نام مبارک ''احمد'' ہے، ان پر ایمان لانا ضروری ہے، ان کی تشریف آوری پر ان کے لائے ہوئے احکام پر عمل کرنا ہی ذریعہ نجات ہوگا، اس وقت میرے لائے ہوئے احکام پر عمل نہیں ہوگا، بلکہ وہ منسوخ ہو جائیں گے(۱) ہوسکتا ہے، اس وقت تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہ بتایا ہی نہ گیا ہو کہ ان کو آسمان پر اٹھایا جائے اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان کو تو علم ہو، لیکن اپنے ماتحتوں پر اظہار نہ فرمایا ہو، پھر جب کہ قرآن پاک میں صاف صاف موجود ہے: ﴿وما قتلوه يقينا بل رفعه الله إليه﴾ (۲) یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یقیناً قتل نہیں کیا ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی طرف اٹھالیا ہے۔

یہاں ''رفع'' سے مراد رفع جسمانی ہے، نہ کہ رفع درجات (۳)، اس لئے کہ یہود جس چیز کو قتل کرنا

(۱) "والمقصد أن الأنبياء عليهم السلام لم تزل تنعته، وتحكيه في كتبها على أممها، وتأمرهم باتباعه ونصره، وموازرته إذا بعث ... الخ". (تفسير ابن كثير، الصف: ۶: ۴، ۴۴۳، دار السلام)

(۲) (النساء: ۱۵۸)

(۳) "وأما رفع عيسى عليه الصلاة والسلام فاتفق أصحاب الأخبار والتفسير على أنه رفع ببدنه". (التلخيص الحبير، كتاب الطلاق، رقم: ۱۲۰۷: ۴: ۱۲۵۲، مكتبه نزار مصطفى الباز مكه)

"معنى قوله: ﴿إني متوفيك﴾ أي: متمم عمرك، فحينئذ أتوفاك فلا أتركهم حتى يقتلوك، بل رافعك إلى سمائي، ومقربك بملائكتي، وأصونك عن أن يتمكنوا من قتلك. وهذا =

چاہتے تھے وہ جسم ہی تھا، اس کی نفی کی گئی ہے، اس کا رفع بتلایا گیا ہے، اس لئے لفظ ''بل'' لایا گیا ہے۔ درجات کا قتل کرنا، نہ یہود کے ذہن میں تھا، نہ بس میں۔ پھر ﴿وما قتلوه یقیناً﴾ کے بعد ﴿رفعه الله إلیه﴾ فرمانے سے ان کی تردید اور ان کے غلط عقیدہ کا ابطال کیسے ممکن ہے۔ نیز احادیث صحیحہ سے رفع جسمانی ثابت ہے(۱) اور تمام امت کا اس پر اجماع ہے(۲)، جس کے مقابلہ میں قادیانی کی تاویلاتِ رکیکہ کوئی حیثیت نہیں رکھتی ہیں۔

حدیث پاک میں ''لا نبي بعدي'' ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ حضور اکرم خاتم المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر وحی آجانے کے بعد جب کہ آپ کی تعیناتی ہوگئی، تو کوئی نبی نہیں آئے گا، آپ کی تعیناتی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہوگی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی جب آسمان سے تشریف لائیں گے تو وہ بھی متبع ہوں گے، مستقل تعیناتی ہونے کی حیثیت سے اپنے لائے ہوئے احکام انجیل پر عمل کرانے کے لئے تشریف نہیں لائیں گے(۳)۔

= تأويل حسن". (التفسير الكبير، آل عمران: ۲۸/۸، دار الكتب العلمية بيروت)

"أي مستوفي أجلك، ومعناه أني عاصمك من أن يقتلك الكفار ومميتك حتف أنفك لا قتلاً بأيديهم (ورافعك إلى) إلى سمائي ومقر ملائكتي". (تفسير مدارك، آل عمران: ۱۴۸/۱، قديمي)

(۱) "عن سعيد بن المسيب قال: رفع عيسى ابن مريم وهو ابن ثلاث وثلاثين سنة ومات معاذ بن جبل وهو ابن ثلاث وثلاثين سنة". (مستدرك على الصحيحين، كتاب معرفة الصحابة، رقم الحديث: ۵۱۷۳: ۳۰۲/۳، دار الكتب العلمية بيروت)

"عن الحسن رضي الله تعالى عنه: أنه لما قتل علي، قام خطيبا فحمد الله وأثنى عليه، ثم قال: أما بعد! والله لقد قتلتم الليلة رجلاً في ليلة نزل فيها القرآن وفيها رفع عيسى ابن مريم.....". (كنز العمال، كتاب الفضائل، باب فضائل الصحابة: ۸۳/۱۳، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "فإن المراد الأولى وهو رفع جسده إلى السماء إجماعاً بلا فصل، والدليل القاطع على ذلك أن هذه الآيات قرئت على وفد نجران باتفاق علماء النقل، ونزلت لإصلاح عقيدتهم، وعندهم أن عيسى عليه السلام رفع بشخصه وجسده ...... الخ". (عقيدة الإسلام، فصل في قوله تعالى: ﴿ورافعك إلي﴾: ۲۰۷۱، إدارة القرآن كراچی)

(۳) "فإن قيل: قد ورد في الحديث نزول عيسى بعده، قلنا: نعم! لكنه يتابع محمدا عليه السلام: لأن شريعته قد نسخت، فلا يكون إليه وحي ونصب الأحكام، بل يكون خليفة رسول الله عليه السلام". (شرح عقائد النسفية للتفتازاني، ص: ۱۰۱، طبع فرنگی محل) .... =

اس تشریح کے ذریعہ سے اس شخص کی نبوت بھی باطل ہوگئی جو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات میں وفات سے قبل ہی دعویٰ نبوت کرے، جیسے اسود عنسی۔ "من بعدي" کی ایک نظیر قرآن پاک سے اور پیش کرتا ہوں: ﴿بئسما خلفتموني من بعدي﴾(۱). یہاں موت کے معنی کا امکان ہی نہیں۔

اس کے بعد غور طلب امر یہ ہے کہ حیاتِ مسیح علیہ السلام کے متعلق اجماعی عقیدہ ہے، اس کو غلط قرار دینے پر آنجہانی مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت کا مدار ہے۔ اس دعویٰ اور دلیل میں ربط کیا ہے؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بہرحال بشر ہیں، ایک روز ان کو بھی موت آئے گی، تو کیا ان کی موت سے اس وقت کے تمام لوگ نبی ہوجائیں گے، یا جس وقت مرزا کے نزدیک موت آئی تھی، اس وقت سب لوگ نبی بن گئے تھے، مرزا کی نبوت کو ان کی وفات سے تعلق کیا ہے، کہ جیسے عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت ہو، فوراً مرزا کی نبوت تسلیم کرلی جاوے۔

ایک اصولی چیز بھی ذہن میں رکھیں، وہ یہ کہ قرآن پاک کا صحیح مطلب وہ ہے جو کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے سمجھانے سے سمجھا، پھر صحابہ کرام کو سمجھایا، پھر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بعد کے لوگوں کو سمجھایا۔ وهلم جراً۔

= "إن عيسى عليه الصلاة والسلام مع بقائه على نبوته معدود في أمة النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وداخل في زمرة الصحابة رضي الله تعالى عنهم، فإنه اجتمع بالنبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وهو حيّ مؤمنا به ومصدقا ..... إنما يحكم عيسى بشريعة نبينا صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بالقران والسنة. عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ألا! إن ابن مريم ليس بيني وبينه نبي ولا رسول إلا أنه خليفتي في أمتي من بعدي". (الحاوي للفتاوىٰ، كتاب الأعلام بحكم عيسى عليه السلام: ۱۸۸/۲، ۱۹۵، دار الفكر)

"أن سعيد بن المسيب سمع أباهريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "والذي نفسي بيده ليوشكن لينزلن فيكم ابن مريم حكما". الحديث ..... قوله: (حكما) أي: حاكما، والمعنى: أنه ينزل حاكما بهذه الشريعة، فإن هذه الشريعة باقية لا تنسخ، بل يكون حاكما من حكام هذه الأمة الخ". (فتح الباري، كتاب أحاديث الأنبياء، باب نزول عيسى بن مريم عليه السلام: ۲۹۰/۶، ۲۹۱، دار المعرفة)

(۱) (الأعراف: ۱۵۰)

پس اگر کوئی شخص قرآن پاک کی کسی آیت کا ایسا مطلب بیان کرے، جو نہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سمجھا، نہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سمجھا، نہ انہوں نے کسی کو سمجھایا، بلکہ سب کے خلاف ہے، تو وہ درحقیقت قرآن پاک کا مطلب نہیں ہے، بلکہ خود اس کے نفس کا تراشیدہ مطلب ہے، جو شیطان مضل کے مشورہ سے تجویز کیا گیا ہے، اس کو خدائے پاک اور قرآن کی طرف منسوب کرنا غلط ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۵/۸۶ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۵/۸۶ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

(تجوید اور ترتیبِ قرآنی کا بیان)

بغیر تجوید کے قرآن کریم پڑھنا

سوال[۱۰۰۳۶]: ۱... قرآن شریف پڑھنے کا کیا طریقہ ہے؟ ادنیٰ سے ادنیٰ طریقہ کیسے پڑھنا چاہیے؟

۲... مثلاً: تراویح میں حافظ صاحب قرآن شریف سناتے ہیں اور ایسی جلدی پڑھتے ہیں کہ حروفِ مد (واو، الف، یا) کو جتنا کھینچنا چاہیے تھا، نہیں کھینچا، مثلاً: في قوله تعالی: ﴿لو أنزلنا﴾ کی جگہ "لو أنزلن" الف کو نہیں کھینچا۔ اگر پڑھنے والا قرآن شریف کے معنی جاننے والا ہے تو کیا ہوگا؟ اور مقتدی عالم کا کیا حکم ہوگا؟ اور مقتدی امی کا کیا حکم ہوگا؟ اور اگر پڑھنے والا قرآن شریف کا جاننے والا نہیں ہے۔ صرف حافظِ قرآن ہے، تو پھر عالم مقتدی اور امی کا کیا حکم ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قرآن پاک کو تجوید وترتیل سے پڑھنا چاہیے۔ قصداً تجوید وترتیل کو ترک کرنا درست نہیں (۱)۔

"والأخذ بالتجويد ثم لازم من لم يجود القرآن آثم".

---

(۱) قال الله تعالى: ﴿ورتل القرآن ترتيلا﴾ (المزمل: ۴)

"﴿ورتل القرآن﴾ أي: في أثناء ما ذكر من القيام أي: اقرأه على تؤدة وتبيين حروف". (روح المعاني، المزمل: ۲۹/۱۰۳، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"في شرح المهذب: واتفقوا على كراهة الإفراط في الإسراع قالوا: وقراءة جزء بترتيل أفضل من قراءة جزأين في قدر ذلك الزمان بلا ترتيل". (الإتقان في علوم القرآن، النوع الخامس والثلاثون، في آداب تلاوته وتاليفه: ۱/۱۵۱، دار الفكر)

(وكذا في الجامع لأحكام القرآن للقرطبي، باب كيفية التلاوة لكتاب الله: ۱/۲۰، دار إحياء التراث العربي بيروت)

لیکن عام لوگ تجوید حاصل نہیں کرتے، علوم سے ناواقف ہیں، اس غلبۂ جہل کی بناء پر فقہاء نے جوازِ نماز میں توسع سے کام لیا ہے، جو اہلِ علم ہیں یعنی معنی سمجھتے ہیں وہ بھی اکثر مسائل تجوید سے واقف نہیں، نہ ترتیل کی مشق کرتے ہیں، نہ سب حفظ کا اہتمام کرتے ہیں، نہ سارے حافظ تراویح میں سناتے ہیں، اس لئے ایسی غلطیوں کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے، جن میں لوگ بکثرت مبتلا ہیں۔ طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح میں ایسی غلطیوں کے متعلق کچھ قواعد بھی لکھے ہیں، فتاویٰ شامی، فتاویٰ قاضی خان، فتاویٰ عالمگیری، کبیری وغیرہ کتب فقہ میں بہت جزئیات بھی جمع کردی گئی ہیں۔ صورت مسئولہ میں بھی توسع ہے۔ قصداً اس طرح پڑھنا جائز نہیں، کوئی عالم مقتدی ہو اور وہ سمجھے کہ معنی بالکل بگڑ گئے، کسی طرح صحیح نہیں ہوسکتے، تو وہ ایسی نماز کا اعادہ کرادے۔ واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۶/۲/۱۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۶/۲/۱۸ھ۔

لفظ ''اللہ'' میں مد کی مقدار

سوال[۱۰۰۳۷]: یہاں پر ایک مولوی صاحب سے بحث ہوگئی ہے کہ لفظ ''اللہ'' پر مد کتنا ہونا چاہیے، الف کے برابر یا کم، بعض کہتے ہیں کہ اس میں مد جائز ہی نہیں، جلالت کے لئے مد صرف ''لا إلـٰه إلا الله'' میں خاص ہے، یہ مسئلہ قرأت میں کس طرح ہے، ہند و عرب والوں کا عمل اس میں کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

المد في إسم الجلالة (الله) مد طبعي، في حالة الوصل مقدار ألف كما قال في خلاصة البيان، ص: ۲۱: والمد طبعي، وهو إطالة المد بحسب الطبع مع عدم السبب، ومقداره بقدر الألف لا أزيد ولا أنقص، سواء كانت المدة مرسومة نحو: قال، يقول قيل أم لا نحو: رحمن الخ ...... أما في حالة الوقف فمد عارضي يجوز فيه الطول بثلث ألفات للسكون، ثم التوسط بألفين، ثم القصر بألف بجواز التقاء الساكنين في الوقف، ولعدم الاعتداد بالعارض وهو الكون الوقفي بالإسكان أو بالإشمام لا بالروم للحركة فح قصر فقط. خلاصة البيان، ص: ۲۲(۱).

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۱/۳/۱۵ھ۔

---

(۱) (خلاصة البيان، ص: ۱۶، ۱۷، إدارہ اسلامیات)

آیاتِ قرآنیہ کی ترتیب

سوال[۱۰۰۳۸]: قرآن شریف کی ترتیب کس لحاظ سے ہے، عام طور پر مشہور ہے کہ آخری آیت ﴿الیوم أکملت لکم﴾ الآیة(۱) اور بعض جگہ ﴿واتقوا یوماً ترجعون فیه إلی الله﴾(۲) ہے، آپ مفصل مدلل لکھیں کہ قرآن کریم کی ترتیب، نقطے واعراب کس نے لکھوائے اور سورتیں کس طرح الگ بنائی گئیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

موجودہ ترتیب، نزول ترتیب نہیں ہے۔ کوئی آیت یا کوئی سورت نازل ہوتی تو حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرمادیا کرتے کہ اس کو فلاں آیت یا فلاں سورۃ سے پہلے یا بعد میں رکھو، یہ تعیین نصاً تھی(۳)، پھر جب سب کو ایک جگہ جمع کیا گیا تو اسی ترتیب کا لحاظ رکھا گیا، اولاً حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت جنگِ یمامہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشورہ سے جمع کیا(۴)، پھر اس میں زائد

---

(۱) (المائدة: ۳)

(۲) (البقره: ۲۸۱)

(۳) "روی عن ابن عباس رضي الله تعالیٰ عنهما أنه قال: كان رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم إذا نزلت علیه سورة دعا بعض من یکتب، فقال: ضعوا هذه السورة في الموضع الذي یذکر فیه کذا وکذا". (مناهل العرفان، المبحث الثامن في جمع القرآن بمعنی کتابته في عهد رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: ۱/۲۴۸، دار إحیاء التراث العربي بیروت)

"..... فکان إذا نزل علیه الشيء دعا بعض من کان یکتب، فیقول: ضعوا هؤلاء الأیات في السورة التي یذکر فیها کذا وکذا ..... الخ". (الإتقان في علوم القرآن، النوع الثامن عشر في جمعه وترتیبه: ۱/۱۱۶، دار ذوی القربی)

(وکذا في تفسیر القرطبي، مقدمة المؤلف: ۱/۵۳، دار إحیاء التراث العربي بیروت)

(۴) "أن زید بن ثابت رضي الله تعالیٰ عنه قال: أرسل إليّ أبوبکر مقتل أهل الیمامة (أي: عقب استشهاد القراء السبعین / في واقعة الیمامة) فإذا عمر بن الخطاب عنده، قال أبوبکر رضي الله تعالیٰ عنه: "إن عمر أتاني فقال: إن القتل قد استحر (أي اشتد) یوم الیمامة بقراء القرآن، وإني أخشی أن یستحر القتل بالقراء بالمواطن، فیذهب کثیر من القرآن، وإني أری أن تأمر بجمع القرآن، قلت لعمر: "کیف نفعل =

قرات کو جو کہ منسوخ ہو چکی تھی، نکال کر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں جمع کیا گیا، موجودہ ترتیب وہی ترتیب عثمانی ہے (۱)، جن روایات میں آخری سورت یا آخری آیت کو بتلایا گیا ہے، وہ باعتبار نزول ہے (۲)۔ اعراب اور نقطوں سے متعلق مشہور یہ ہے کہ حجاج نے لگوائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۴/۸۹ھ۔

آیات کے رموز وعلامات کا حکم

سوال [۱۰۰۳۹]: اس بارے میں حکم شرعی کیا ہے کہ قرآن مجید کے پڑھنے والا استاد فوائد مکیہ کی رو

= مالم يفعله رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم؟ قال عمر رضي الله تعالى عنه: "هذا والله خير، فلم يزل يراجعني حتى شرح الله صدري لذلك، ورأيت في ذلك الذي رأى عمر، قال زيد: "قال أبوبكر: "إنك رجل شاب عاقل لانتهمك، وقد كنت تكتب الوحي لرسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، فتتبع القرآن ما جمعه، فوالله لو كلفوني نقل جبل من الجبال، ماكان أثقل علي مما أمرني به من جمع القرآن! قلت: "كيف تفعلون شيئاً لم يفعله رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم؟ قال: "هو والله خير، فلم يزل أبوبكر يراجعني حتى شرح الله صدري للذي شرح صدر أبي بكر وعمر. فتتبعت القرآن أجمعه من العسب واللحاف وصدور الرجال، حتى وجدت اخر سورة التوبة مع أبي خزيمة الأنصاري لم أجدها مع غيره ﴿لقد جاء كم رسول من أنفسكم عزيز عليه ما عنتم﴾ حتى خاتمة براءة، فكانت الصحف عند أبي بكر حتى توفاه الله، ثم عند عمر حياته، ثم عند حفصة بنت عمر رضي الله تعالى عنهما". (صحيح البخاري، كتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن: ۲/۷۴۵، ۷۴۶، قديمي)

(۱) "وقال الحاكم في المستدرك: جمع القرآن ثلاث مرات: إحداها بحضرة النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ..... الثانية: بحضرة أبي بكر رضي الله تعالى عنه ..... الجمع الثالث: هو ترتيب السور في زمن عثمان رضي الله تعالى عنه كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم تنزل عليه السور ذوات العدد، فكان إذا نزل عليه الشيء دعا بعض من كان يكتب، فيقول: ضعوا هؤلاء الآيات في السورة التي يذكر فيها كذا وكذا ..... الخ". (الإتقان في علوم القرآن، النوع الثامن عشر في جمعه وترتيبه: ۱/۱۲۰، دار ذوي القربى)

(وكذا في مناهل العرفان للزرقاني، جمع القرآن على عهد عثمان رضي الله تعالى عنه: ۱/۲۴۸، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في الجامع لأحكام القرآن للقرطبي، مقدمة المؤلف: ۱/۵۰، دار الكتب العلمية بيروت)

سے أعوذ باللہ، بسم اللہ پڑھنے سے مجبور ہے اور رموز علامات اور حرکات وسکنات بالکل خالی ہو، بقیہ ویسا ہی تلاوت کرے، تو وہ ثواب کا مستحق ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہ کوشش کے باوجود حرکات وسکنات کی رعایت نہیں کر پاتا، تو تب بھی وہ ثواب کا مستحق ہے(۱)۔ آیات کے رموز وعلامات سے کچھ زیادہ فرق نہیں پڑتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۱/۸۹ھ۔

قرآن کریم کے اوقاف اور اس کی علامات کیا بدعت ہیں؟

سوال [۱۰۰۴۰]: قرآن مجید میں تلاوت کرنے والوں کے لئے مناسب موقع ومحل پر ٹھہرنے اور سانس لینے کی غرض سے علماء اوقاف نے وقف کی جو قسمیں کی ہیں، مثلاً: تام، مختار، کافی، جائز، حسن، مفہوم، قبیح، متروک وغیرہ اور علامہ سجاوندی رحمہ اللہ تعالیٰ نے توقف کی قسمیں کرکے ان کے لئے رموز اوقاف وضع کئے ہیں کہ ان کی اصطلاحات دیگر علماء اوقاف سے مختلف ہیں، مگر مفہوم تقریباً ایک ہی ہے اور رموز اوقاف ہر ملک میں طبع ہونے والے مصاحف میں کمی بیشی کے ساتھ پائے جاتے ہیں اور علامہ سجاوندی رحمہ اللہ تعالیٰ سے پہلے بھی ائمہ اوقاف نے معنی کا لحاظ کرتے ہوئے وقف کی قسمیں کی ہیں اور مواقع وقوف کی پورے قرآن مجید میں تعیین کی ہے اور ان کے لئے احکام بیان کئے ہیں اور اس موضوع پر مستقل کتابیں تصنیف کی ہیں، مثلاً: إیضاح الوقف والابتداء للأنباري متوفی ۳۲۸ھ، الاکتفاء في معرفة الوقف والابتداء لأبي محمد الداخي متوفی

---

(۱) "عن عائشة رضي الله تعالیٰ عنها قالت: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "الماهر بالقرآن مع السفرة الکرام البررة، والذي یقرؤه یتعتع فیه وهو علیه شاق له أجران اثنان". (سنن ابن ماجة، باب ثواب القرآن، ص: ۲۷۰، قدیمي)

(وصحیح مسلم، کتاب فضائل القرآن، باب في فضل حافظ القرآن: ۱/۲۶۹، قدیمي)

"فله أجران، أي: أجر لقرأته وأجر لتحمل مشقته، وهذا تحریض علی تحصیل القراءة". (بذل المجهود في حل أبي داود، الجزء التاسع، باب ثواب قراءة القرآن: ۲/۳۳۸، مکتبه قاسمیه ملتان)

۴۴۴ھ، الاهتداء في بيان الوقف، والابتداء للعلامة ابن الجزري رحمه الله تعالى، منار الهدى في بيان الوقف، والابتداء للأشموني (یہ کتابیں عام طور پر دستیاب ہیں)۔المرشد للشیخ زکریا الانصاری (یہ کتاب منار الہدیٰ کے حاشیہ پر ہے)۔متقدمین ومتاخرین سے بہت سے حضرات نے موضوع خاص کے طور پر اس علم وفن کی خدمت کو اپنا محبوب ترین مشغلہ بنایا۔

جواب طلب بات یہ ہے کہ علماء اوقاف کا وقف کی قسمیں کرنا اور ان کے لئے رموز مقرر کرنا اس کی شرعی حیثیت کیا ہے اور کیا حکم ہے؟ علامہ زرکشی رحمہ اللہ تعالیٰ اور علامہ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے وقف کی قسمیں اور ان کے احکام اور ان کے متعلقات کو بیان کرنے کے بعد اول الذکر نے برہان فی علوم القرآن: ۱/۳۵۴(۱) میں اور ثانی الذکر نے الإتقان فی علوم القرآن: ۱/۸۹(۲) میں لکھا ہے:

"وذهب أبو يوسف رحمه الله تعالى القاضي صاحب أبي حنيفة رحمه الله تعالى إلى تقدير الموقوف عليه من القرآن التام، والناقص، والحسن، والقبيح، وتسميته بذلك بدعة، ومعتمد الوقف على نحوه مبتدع، قال: "لأن القرآن معجز وهو كالقطعة الواحدة، فكله قرآن وبعضه قرآن، وكله تام حسن وبعضه تام حسن، حكى ذلك أبوقاسم ابن برهان النحوي عنه".

جب یہی بات مولوی حفیظ الدین صاحب اور مولانا سید نذیر حسین صاحب وغیرہ چند اہل حدیث حضرات نے کہی کہ علامہ سجاوندی کے مقرر کردہ رموز اور ان پر وقف کرنا بدعت ہے اور آیات پر وقف کرنا ضروری وواجب ہے، تو حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان کے رد میں "رد الطغيان في أوقاف القرآن" کے نام سے کتاب لکھی ہے(۳)۔جس میں حضرت نے یہ ثابت کیا کہ ان موقعوں پر

(۱) (البرهان في علوم القرآن، النوع الرابع والعشرون: أقسام الوقف: ۱/۳۵۴، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۲) (الإتقان في علوم القرآن، النوع الثامن والعشرون في معرفة الوقف والابتداء: ۱/۱۲۴، دار الفكر)

(۳) مذکورہ رسالہ دستیاب نہ ہو سکا، البتہ فتاویٰ رشیدیہ میں ایک سوال "قرآن مجید کے مختلف اوقاف کا مسئلہ" کے عنوان سے مذکور ہے، جس میں مولانا سید نذیر حسین صاحب اور دیگر اہل حدیث حضرات کے جوابات مذکور ہیں۔اس کے بعد ان کے رد میں حضرت مولانا مفتی رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کا آٹھ صفحات پر مشتمل مفصل جواب مذکور ہے۔ممکن ہے رسالہ سے سائل کی مراد=

وقف کرنا خلافِ سنت نہیں ہے، قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت سے جو تعارض پیدا ہو رہا ہے، اس کو حل فرمائیں اور مفصل و مدلل با حوالہ جواب سے مستفیض فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔ فجزاکم اللّٰه أحسن الجزاء في الدارين. فقط والسلام.

المستفتي: خليق الله مدرس مدرسه صولتية، ص-ب، ۱۱٤ مكة المكرمة.

الجواب حامداً ومصلياً:

ہر علم وفن کی کچھ اصطلاحات ہوتی ہیں، جیسے: صرف، نحو، معانی، بیان، بدیع، حدیث، اصول حدیث، تفسیر، فقہ، اصول فقہ، ان تمام اصطلاحات کو حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت کرنا دشوار ہے۔ مثلاً: اصطلاحات حدیث، مرفوع، مرسل، موقوف، منقطع، معضل، منکر، شاذ، غریب، فرد وغیرہ، جس وقت علم حدیث کو بحیثیت فن مدون کیا گیا تو اس کی اصطلاحات بھی تجویز کی گئی، اس کو اس اعتبار سے بدعت کہنا صحیح ہے کہ یہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منقول نہیں، مگر ان کے مفاہیم میں کوئی کلام نہیں کیا جا سکتا اور مفاہیم کے ادا کرنے کے لئے الفاظ کا ہونا ضروری ہے، مگر چونکہ یہ اصطلاحات افہام وتفہیم کے لئے ہیں۔

امر تعبدی کے درجہ میں نہیں، اس لئے ان کو اصطلاحی بدعت ضلالہ قرار دے کر رد کرنا بھی درست نہیں، رموزِ قرآنیہ کا حال بھی یہی ہے، ان اصطلاحات کو بدعت کہنا اس حیثیت سے کہ یہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے منقول نہیں، درست ہے، لیکن ان کو بدعت ضلالہ قرار دے کر رد کر دینا بھی درست نہیں، حضرات فقہاء رحمہ اللہ تعالیٰ نے زلۃ القاری میں اس سے بحث کی ہے اور کسی جگہ بھی وقف کو لازم قرار نہیں دیا ہے، جیسا کہ قراء و مجودین کا حال ہے۔

میم وقف لازم است مگر از او
گر بگذری بیم کفر است اندر او (۱)

= یہی جواب ہو۔ ملاحظہ ہو: (فتاویٰ رشیدیہ، قرأت اور تجوید کا بیان، قرآن مجید کے مختلف اوقاف کا مسئلہ، ص: ۳۲۲، سعید)

(۱) **ترجمہ**: ''میم وقف لازم ہے لیکن اگر آپ یہاں وقف نہ کرتے ہوئے گزر یں گے تو اس میں کفر کا اندیشہ ہے''۔

علامہ ابراہیم حلبی نے غنیۃ المستملی (۱) میں اور دیگر فقہاء نے اپنی کتابوں میں بے محل وقف کو تو بعض اقوال پر مفسد صلوۃ کہا ہے، وقف نہ کرنے کو مفسد صلوۃ نہیں کہا اور ترجیح عدم فساد کو دی ہے (۲)، علامہ طحطاوی نے حاشیہ مراقی الفلاح میں لکھا ہے کہ اگر تمام قرآن کریم میں بالکل وقف نہیں کیا، تو بھی نماز فاسد نہیں ہوگی، یعنی طی ارض کی طرح اگر حق تعالیٰ کسی کو قدرت دے دیں کہ وہ ایک سانس میں سارا قرآن شریف پڑھ دے، تب بھی نماز فاسد نہیں ہوگی، بس یہ وقوف مزینات ومحسنات ہیں، نہ کہ واجبات ومفسدات۔

المسئلة الثانية في الوقف والابتداء في غير موضعها فإن لم يتغير به المعنى لا تفسد بالإجماع من المتقدمين والمتأخرين، وإن يتغير به المعنى ففيه اختلاف والفتوى على عدم الفساد بكل حال، وهو قول عامة علمائنا

---

(۱) "(و) أما الحكم (في قطع) بعض (الكلمة) عن بعض لانقطاع نفس أو نسيان الباقي ..... (فقد كان الشيخ الإمام شمس الأئمة) الحلواني (يفتي بالفساد) من مثل ذلك، وبه قال بعض المشائخ (و) لكن (عامة المشائخ قالوا: لا تفسد لعموم البلوى) في انقطاع النفس والنسيان ..... (أما الوقف) في غير موضعه والابتداء من غير موضعه (فلا يوجب) ذلك (فساد الصلاة أيضاً لعموم البلوى) بانقطاع النفس أو النسيان ..... (عند عامة علمائنا وعند بعض) العلماء (تفسد) إن تغير المعنى تغيراً فاحشاً ..... الخ". (الحلبي الكبير، زلة القاري، ص: ۴۸۰، سهيل اكيدمي لاهور)

(۲) "إذا وقف في غير موضع الوقف أو ابتدأ من غير موضع الابتداء وإنه على وجهين، الأول: أن لا يتغير به المعنى تغيراً فاحشاً، لكن الوقف والابتداء قبيح ..... لا تفسد صلاته بالإجماع بين علمائنا رحمه الله تعالىٰ، الوجه الثاني: أن يتغير به المعنى تغيراً فاحشاً ..... وفي هذا الوجه لا تفسد صلاته عند علمائنا، وعند بعض العلماء تفسد صلاته، والفتوىٰ على عدم الفساد على كل حال؛ لأن في مراعاة الوقف والوصل والابتداء إيقاع الناس في الحرج، خصوصاً في حق العوام، والحرج مدفوع شرعاً". (المحيط البرهاني، كتاب الصلاة، الفصل الثامن في الوقف والوصل والابتداء: ۱/۳۷۷، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(وكذا في ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلوة ومايكره فيها، مسائل زلة القاري: ۱/۶۳۲، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الرابع في صفة الصلاة، الفصل الخامس في زلة القاري، منها الوقف والوصل: ۱/۸۱، رشيديه)

المتأخرين؛ لأن في مراعاة الوقف والوصل إيقاع الناس في الحرج لا سيما العوام والحرج مدفوع كما في الذخيرة والسراجية والنصاب، وفيه أيضاً لو ترك الوقف في جميع القرآن لاتفسد صلاته عندنا". حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ۲۰٤(۱). والله سبحانه وتعالى اعلم.

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۱۱/۱۴۰۰ھ۔

قرآن کریم اردو میں لکھنا

سوال[۱۰۰۴۱]: اخبار''آزاد ہند''۲۴، جون میں آپ کا فتویٰ روشن چراغ کے متعلق شائع ہوا، جس میں آپ نے جو فتویٰ دیا ہے، اس کا خلاصہ بندہ اس طرح درج کررہا ہے، روشن چراغ کے مترجم محمد خان جالندھری نے جو کتاب لکھی ہے، وہ عربی مع اردو ہے، مگر فی الحال بازاری روشن چراغ میں عربی کا پتہ نہیں ہے اور کاتب وشائع کنندہ یا کمپنی یا چھاپہ خانہ کا پتہ بھی نہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ آپ نے پھر اپنا فتویٰ اس کے متعلق بھی دیا ہے کہ کلام پاک چونکہ عربی زبان میں اللہ نے اپنی شان حکمت سے نازل کیا ہے، اس کو صرف اردو میں لکھنے سے اس کی تحریف اور لفظوں ومعنی میں الٹ پھیر ہونے کا ڈر ہے، لہٰذا اس کے پڑھنے کی بھی ممانعت ہے، بندہ ناچیز نے بھی ایک کتاب روشن چراغ کاتب محمد خان جالندھری کی دیکھی ہے، اس میں کتاب کا نام اور پریس کا نام تاج کمپنی لمیٹیڈ لاہور، کراچی لکھا ہے، بندہ اس فتویٰ کو سن کر کافی پریشان وسرگردان ہے۔

مجھ ناچیز کے ذہن میں یہ باتیں گردش کرتی ہیں کہ شاید جو کتاب آپ نے دیکھی ہے، وہ کسی صاحبِ نقال نے محمد خان جالندھر کے روشن چراغ کی نقل کرلی ہوگی۔ اور کاتب اور کمپنی کا نام لکھا ہو اور بطور بازاری کرکے اپنی دنیاوی روزی حاصل کرنے کا سہارا ڈھونڈ لیا ہے، میرا خیال ہے کہ اگر یہ چور بازاری کی نقل نہ ہو اور صرف اردو داں قرآن پاک یعنی اللہ کے ارشاد کو سمجھ سکے تو اس میں کون سی غلطی ہوگی، یہ کوئی کفر کی بات نہیں ہے، اگر ہے تو کوئی شرعی فیصلہ قرآن وحدیث کے حوالے سے ناچیز بندہ کو آگاہ کریں اور ہمیں شکریہ کا موقع دیں۔

---

(۱) (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة، قبيل فصل فيما لايفسد الصلاة، ص: ۳۴۰، قديمي)

چونکہ میں کوئی خاص علم یافتہ نہیں ہوں، اس لئے آپ ان سنجیدہ مسائل کو حل کردیں، تاکہ دل پریشان نہ ہو، دینی مذہبی معلومات حاصل کرسکوں۔ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

قرآن کریم عربی میں نازل ہوا، اس کو عربی میں دوسروں تک پہونچایا گیا، عربی میں لکھا گیا، عربی کو برقرار رکھ کراس کا ترجمہ اوراس کی تفسیر ہر زبان میں لکھنا اور چھاپنا اور بیان کرنا درست ہے، عربی کو ختم کرکے محض آیت کسی بھی زبان میں لکھنا اور چھاپنا جائز نہیں، اسی طرح عربی الفاظ کو کسی اور رسم الخط ہندی، انگریزی، بنگلہ وغیرہ میں چھاپنا بھی جائز نہیں۔ اس پر اتفاق واجماع ہے، جیسا کہ الاتقان میں مذکور ہے(۱)۔ محض ترجمہ (بغیر اصل عربی عبارت کے) شائع کرنے میں خرابی یہ ہے کہ لوگ صرف ترجمہ پڑھا کریں گے اور عربی میں قرآن کریم سے محروم رہ جائیں گے، پھر اس عربی کا چھپنا بھی رفتہ رفتہ بند ہوجائے گا، عربی ساتھ نہ ہونے کی وجہ سے یہ بھی معلوم نہیں ہوگا کہ ترجمہ کس قدر صحیح ہے اور کس قدر غلط ہے؟ اور قرآن پاک کا معاذ اللہ وہ حال ہوجائے گا، جو کہ آج توریت اور انجیل کا حال ہے کہ اصل کا چھپنا ختم ہے، ترجمہ ہی ترجمہ سب جگہ پھیل رہا ہے اور اس میں بھی ہمیشہ ترمیم وتحریف ہوتی رہتی ہے۔ اور جس کا جو دل چاہتا ہے، چھاپ دیتا ہے، کوئی تمیز نہیں کہ کون سا ترجمہ صحیح ہے؟ کون سا غلط ہے؟

غیر مسلم بھی قرآن پاک کا ترجمہ کرتے ہیں اور اپنے مطلب کی باتیں قرآن پاک کے نام پر شائع کرتے ہیں، عوام اَن پڑھ ان کے پھندے میں آجاتے ہیں، مگر اصل عربی متن کے پڑھنے پڑھانے، یاد کرنے، سنانے کا رواج ہے، اس لئے اہلِ علم بتلادیتے ہیں کہ فلاں ترجمہ غلط ہے، اگر خدانخواستہ عربی متن کا رواج نہ رہے اور سب کے پاس ترجمہ ہی ترجمہ ہو تو پتہ چلنا دشوار ہوجائے گا اور جب مسلمانوں کے پاس ان کے مذہب کی سب سے اعلیٰ کتاب موجود نہ رہے گی تو ان کا اصل دین بھی کہاں رہے گا؟ یہ سب خرابیاں ہیں جن کی وجہ سے

---

(۱) "وقال أشهب: سئل مالک هل یکتب المصحف علی ما أحدثه الناس من الهجاء؟ فقال: لا إلا علی الکتبة الأولی، رواه الداني في المقنع ثم قال: ولا مخالف له من علماء الأمة ..... وقال الإمام أحمد: یحرم مخالفة خط مصحف عثمان في واو، أو یاء أو ألف، أو غیر ذلک". (الإتقان في علوم القرآن، النوع السادس والسبعون، في مرسوم الخط وآداب کتابته: ۲/۵۳۶، دارالفکر بیروت)

بغیر عربی کے محض ترجمہ کو ناجائز اور ممنوع قرار دیا گیا۔

"في الفتح عن الكافي: "إن اعتاد القرأة بالفارسية، أو أراد أن يكتب مصحفا بها يمنع. وإن فعل في اية أو ايتين فإن كتب القران وتفسير كل حرف وترجمته جاز، ردالمحتار، ص: ۴۵۳(۱). فقط واللّٰه تعالىٰ اعلم.

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند۔

قرآن شریف غیر عربی میں لکھنا

سوال[۱۰۰۴۲]: روشن چراغ قرآن پاک مولانا فتح محمد خان جالندھری کا جو اردو ترجمہ والا ہے اس میں ترجمہ اردو ہی اردو میں لکھا ہے، پارے، سورہ، رکوع اور آیت نمبر کا حوالہ ضرور لکھا ہوا ہے۔ لیکن عربی کا لفظ تک نہیں ہے، کیا مندرجہ بالا قرآن پاک گاڑ دینے کے قابل ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

قرآن کریم عربی زبان میں نازل ہوا، اس کا ترجمہ وتفسیر ہر زبان میں درست ہے، مگر اصل متن عربی کا محفوظ رکھنا اور چھاپنا ضروری ہے۔ پارہ، سورت، رکوع، آیت کے نمبر لگا دینے سے جب کہ اصل عربی ساتھ نہ ہو، یہ گمان ہوسکتا ہے کہ اسی ترجمہ شریف کا بھی قوی احتمال ہے، یہ بھی ممکن ہے کہ نماز میں اسی ترجمہ کے پڑھنے پر کفایت کی جانے لگے وغیرہ وغیرہ امور کی وجہ سے ائمہ اربعہ کے نزدیک یہ صورت جائز نہیں، الإتقان میں تصریح موجود ہے(۲)۔

---

(۱) (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل في بيان تأليف الصلاة إلى انتهائها، مطلب: في بيان المتواتر والشاذ: ۱/۴۸۶، سعيد)

(وكذا في فتح القدير، باب صفة الصلاة: ۱/۲۸۶، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وكذا في مناهل العرفان في علوم القرآن، حكم ترجمة القرآن بمعنى نقله إلى لغة أخرى: ۲/۳۹، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۲) "سئل مالك هل يكتب المصحف على ما أحدثه الناس من الهجاء؟ فقال: لا إلا على الكتبة الأولى رواه الداني في المقنع ثم قال: ولا مخالف له من علماء الأمة ...... وهل تجوز كتابته بقلم غير العربي ...... =

ایسے ترجمہ کو قبر بنا کر کپڑے میں دفن کر دیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۴/۸/۱۵ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

= والأقرب المنع كما تحرم قراءته بغير لسان العرب ولقولهم: القلم أحد اللسانين، والعرب لا تعرف قلما غير العربي. وقد قال تعالى: بلسان عربي مبين" أخرج ابن أبي داود عن إبراهيم التيمي قال: قال عبدالله: لايكتب المصاحف إلا مصري. قال ابن أبي داود: هذا من أجل اللغات". (الإتقان في علوم القرآن، النوع السادس والسبعون في مرسوم الخط وآداب كتابته، ص: ۵۳۶-۵۴۱، دارالفكر)

"في الفتح عن الكافي: إن اعتاد القراءة بالفارسية أو أراد أن يكتب مصحفاً بها يمنع .. والظاهر أن الفارسية غير قيد". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، في بيان المتواتر والشاذ: ۳۸۶/۱، سعيد)

(وكذا في مجموعة رسائل اللكنوي، اكام النفائس، ص: ۵۳: ۳۸۵/۴، إدارة القرآن كراچی)

(آدابِ قرآن کا بیان)

جنبی کے لئے مسِ قرآن کریم

سوال[۱۰۰۴۲]: قرآن مجید کو بغیر وضو چھونا کیسا ہے؟ قرآن مجید میں ﴿لا یمسه إلا المطهرون﴾(۱) ذکر کیا گیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ طاہر لوگ ہی اسے چھو سکتے ہیں، ناپاک نہیں۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ناپاک کا اطلاق جنبی پر ہوتا ہے نہ کہ بے وضو پر، کیونکہ دوسرے مقامات پر حکم ہے کہ ناپاک لوگ مسجد میں نہ جائیں، جس کا مطلب یہ ہے کہ جنبی مسجد میں نہ جائے، بے وضو شخص جاسکتا ہے، ناپاک کا اطلاق بے وضو شخص پر نہیں ہوگا۔

الجواب حامداً ومصلياً:

نجاستِ حکمیہ (حدث) کی دوقسمیں ہیں: ایک صغریٰ، دوسری کبریٰ۔

قرآن پاک کو مَس کرنے اور نماز پڑھنے اور طواف کرنے میں ہر دو قسم مانع ہیں اور قرأت قرآن بغیر مَس اور دخولِ مسجد سے صرف دوسری قسم مانع ہے، پہلی قسم مانع نہیں۔

"ويحرم بالجنابة خمسة أشياء الصلاة، وقراءة اية من القرآن، ومسها إلا بغلاف، ودخول مسجد، والطواف. ويحرم على المحدث ثلثة أشياء: الصلاة والطواف، ومس المصحف إلا بغلاف" (مراقي الفلاح، ص: ۸۹)(۲).

---

(۱) (الواقعة: ۷۹)

(۲) (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الطهارة، باب الحيض والنفاس والاستحاضة، ص: ۱۴۷، ۱۴۸، قديمی)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الطهارة، الفصل الرابع في أحكام الحيض والنفاس والاستحاضة: ۱/۳۷، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطهارة، باب الحيض: ۱/۳۳۸-۳۵۱، رشيديه)

اصطلاح شرع میں بے وضوء بے غسل دونوں کو ناپاک قرار دیا گیا ہے، بے وضو کی ناپاکی حدث اصغر ہے اور بے غسل کی ناپاکی حدث اکبر ہے۔ دونوں کے احکام ہر معاملہ میں یکساں نہیں بعض میں اتحاد ہے، بعض میں فرق ہے۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۱۱/۸۷ھ۔

قرآن شریف جیب میں رکھنا

سوال[۱۰۰۴۴]: میرے پاس قرآن شریف پاکٹ سائز ہے اور وہ ہر وقت میری جیب میں ہی رہتا ہے، کیا میں اس کو پاخانہ میں بھی ساتھ رکھ سکتا ہوں یا نہیں اور ظاہر ہے کہ میں ہر وقت باوضو تو ہوتا نہیں، تو اندیشہ ہے کہ میرا ہاتھ میری جیب میں پڑتا ہو، کیا یہ جائز ہے یا نہیں؟ مہربانی کر کے کوئی ایسی صورت بتائیں کہ میں قرآن شریف کو ہر وقت ساتھ رکھا کروں اور تلاوت کیا کروں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

یہ طریقہ مناسب نہیں کہ قرآن کریم ہر وقت جیب میں رکھا رہے، کبھی ناپاک جگہ بھی جانا ہوتا ہے، کبھی بے وضو بھی ہاتھ لگ جاتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

قرآن کریم کو چومنا

سوال[۱۰۰۴۵]: قرآن کریم کو چومنا کیسا ہے؟

---

(۱) قال الله تعالى: ﴿لا يمسه إلا المطهرون﴾ (الواقعة: ۷۹)

"وعلى هذا إذا كان في جيبه دراهم مكتوب فيها اسم الله تعالى أو شيء من القرآن فأدخلها مع نفسه المخرج يكره". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الخامس في اداب المسجد والقبلة والمصحف الخ: ۵/۳۲۳، رشيديه)

"وعن سلمان أنه قال: ..... فقرأ القرآن ولم يمس المصحف حين لم يكن على وضوء .... وعن سعد أنه أمر ابنه بالوضوء لمس المصحف ..... وكره الحسن والنخعي مس المصحف على غير وضوء". (أحكام القرآن للجصاص: ۳/۶۲۱، دارالكتاب كوئته)

الجواب حامداً ومصلیاً:

قرآن کریم کوتعظیماً بوسہ دینا شرعاً درست ہے۔

"وروي عن عمر رضي الله تعالى عنه: أنه كان يأخذ المصحف كل غداة ويقبله ويقول: عهد ربي عزوجل، وكان عثمان رضي الله تعالى عنه يقبل المصحف ويمسه على وجهه" كذا في ردالمحتار: ٥/٣٤٦(١). والله تعالى اعلم.

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۳/۱ھ۔

الجواب صحیح: العبد نظام الدین غفرلہ، ۹۲/۳/۲ھ۔

قرآن زانو پر رکھ کر پڑھنا

سوال[۱۰۰۴۲]: قرآن پاک کو زانوں کے اوپر رکھ کر پڑھتا ہے، سو بے اولی ہے یا نہیں؟ جب کہ یہ آدمی اکثر اوقات تلاوت ہی میں منہمک رہتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بہتر یہ ہے کہ زانوں کے اوپر تکیہ رکھ کر اس پر قرآن کریم رکھے، یہ أقرب إلى الأدب ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ جل مجدہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴۰۰/۱۰/۲۸ھ۔

---

(١) (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر واللمس، باب الاستبراء وغيره: ٦/٣٨٤، سعيد)

"الاستفسار: تقبيل المصحف، هل يجوز؟

الاستبشار: نعم! وقد روي ذلك عن الأصحاب ..... روي عن عثمان رضي الله تعالى عنه أنه كان يأخذ المصحف ويقبله، ويمسحه على وجهه". (فتاوى اللكنوي، كتاب الصلاة، مايتعلق بتلاوة القرآن، ص: ٤٣٧، رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في صفة الأذكار، قبيل باب مايفسد الصلاة، ص: ٣٢٠، قديمي)

بڑی مسجد میں قرآن شریف کی طرف پشت کرنا

سوال[۱۰۰۴۷]: صحنِ مسجد میں حوض ہے، جس کی اونچائی فرش مسجد سے تقریباً ڈھائی فٹ ہے، حوض محراب تک کا سامنا کرنا پڑتا ہے، مسجد میں لوگ تلاوت کرتے رہتے ہیں اور حوض پر کچھ لوگ وضو بناتے رہتے ہیں، جس سے قرآن پاک کی بے حرمتی کا خیال پیدا ہوتا ہے، کیا حوض کی نوعیت کو باقی رکھتے ہوئے اس بے حرمتی سے بچنے کی کوئی شکل ہے؟ نیز قرب وبعد کی بھی کچھ حدیں متعین ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

صحنِ مسجد ختم ہونے پر حوض ہے اور وہ سطحِ صحن سے بلند ہے اور مسجد کے اندر یا صحن میں لوگ حوض کی طرف پشت کر کے قبلہ رو ہو کر تلاوت کرتے ہیں اور حوض پر لوگ وضو کرتے ہیں، تو شرعاً یہ صورت درست ہے، تلاوت کرنے والوں کا جسم حائل ہے، قرآن پاک اور وضو کرنے والوں کے درمیان۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۱/۸۹ھ۔

اس کمرہ کی چھت پر چلنا، جس میں قرآن مجید موجود ہو

سوال[۱۰۰۴۸]: ایک کنواں، جس میں ہزاروں قرآن پاک ٹھنڈے کئے ہوتے ہیں، اس کا منہ بند کر کے برابر کر دیا جاتا ہے، اس پر چلنے والے گنہگار ہوں گے یا نہیں؟

جب کہ یہ معلوم ہے کہ یہ کنواں اس طرح کا ہے جس کو بند کیا گیا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جانتے ہوئے تو احتیاط کرنا بہتر ہے، ورنہ اس کی مثال ایسی ہے، جیسے مکان کے اندر قرآن شریف ہو اور اس کی چھت پر چلنا پھرنا ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

جن اخبارات میں قرآن کی آیات ہوں، ان کا حکم

سوال[۱۰۰۴۹]: "اخبار الجمعیۃ" اور "دعوت" کو ردی میں فروخت کرنا کیسا ہے؟ جب کہ اس

میں بعض جگہ قرآنی آیتیں بھی ہوتی ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان کو پاک کپڑے سے لپیٹ کر زمین میں قبر بنا کر دفن کردیں، ردی میں فروخت کرنے سے بہت بے حرمتی ہوگی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۶/۸۹ھ۔

قاعدہ بغدادی کی حفاظت اس کو جلا کر

سوال [۱۰۰۵۰]: قرآن کریم اوران کے مانند کیا ایسے قاعدہ بغدادی کے اوراق بھی واجب الاحترام ہوں گے جس میں حروف تہجی کے باعتبار اٹھارہ قواعد تحریر ہوں، اگر ان اوراق کو کہیں غلاظت سے نکال کر اور دھو کر کہیں احتیاط سے رکھنے یا دفن کرنے کے بجائے امام مسجد، مسجد کے حمام کی آگ روشن کرنے کے کام میں لے آئے، جب کہ نیچے پیشاب خانہ اور جوتوں کے مقام تک اڑ اڑ کر جایا کرے، بلکہ امام کہتا ہے کہ اس قسم کے قاعدہ بغدادی کے اوراق اور اردو کے اخبارات اور دیگر کتب بزبان اردو کے اوراق کا صرف اتنا ہی احترام کرنا ضروری ہے کہ ان کو جلا دیا جائے، کیا واقعی بکر کو ایسا کہنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حروف مفردہ کا بھی احترام ہے (۲)۔ قاعدہ بغدادی میں تو قرآن کریم کے الفاظ مرکبہ بھی موجود ہیں،

---

(۱) "المصحف إذا صار بحالٍ لا يقرأ فيه، ويدفن كالمسلم". (الدرالمختار). "أي: يجعل في خرقة طاهرة، ويدفن في محل غير ممتهن لا يوطأ". (الدرالمختار مع ردالمحتار، مطلب: يطلق الدعاء على مايشتمل الثناء: ۱/۱۷۷، سعيد)

"وقال العلامة وهبة الزهيلي: ويدفن المصحف كالمسلم إذا صار بحال لا يقرأ فيه". (الفقه الإسلامي وأدلته، المطلب التاسع: ۱/۴۵۱، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الخامس في اٰداب المسجد و القبلة والمصحف.....: ۵/۳۲۳، رشيديه)

(۲) "ولو قطع الحرف من الحرف، أوخيط على بعض الحروف في البساط، أو المصلى حتى لم تبق =

نیز قاعدہ نمبر ۱۸ میں اللہ تعالیٰ کے نام اور کلمات دعائیہ بھی ہیں۔ بس آگ جلانے کا ذریعہ ایسے اوراق کو نہ بنایا جائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۲/۹۴ھ۔

قرآن کے پارہ کو بغل میں دبا کر چلنا

سوال[۱۰۰۵۱]: زید قرآن پاک کے کسی جز کو بغل میں دبا کر مسجد سے باہر بغرض تلاوت لاتا ہے، تو آیا یہ قرآن کے ساتھ سوءِ ادبی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر بغل میں دبا کر سینہ سے لگا کر لاتا ہے، تو سوءِ ادبی نہیں، یہی عرف ہے۔ ایک بزرگ نے قرآن کریم

= الكلمة متصلة لم تسقط الكراهة، وكذلك لو كان عليهما الملك لا غير وكذلك الألف واللام وحدها إذا كتب اسم فرعون أو كتب أبوجهل على غرض يكره؛ لأن لتلك الحروف حرمة كذا في السراجية". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الخامس في اداب المسجد والقبلة والمصحف: ۵/۳۲۳، رشيديه)

"على أن الحروف في ذاتها لها احترام". (ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الطهارة، قبيل باب المياه: ۱/۱۷۸، سعيد)

(۱) "وعليه يتفرع أن الرسائل التي يستغنى عنها وفيها بسم الله تمحى ثم تلقى في الماء الكثير أو تدفن في أرض طيبة كذا في "نصاب الاحتساب" والناس عنه غافلون فإنهم عند مايستغنون من الرسائل يحرقونه وينشرونه في الطرق والنجاسات ولا يبالون في ذلك". (مجموعة رسائل اللكنوي رحمه الله تعالىٰ، نفع المفتي والسائل: ۴/۱۲۰، إدارة القرآن كراچي)

"الكتب التي لاينتفع بها يمحى عنها اسم الله وملائكته ورسله ويحرق الباقي ولا بأس بأن تلقى في ماء جار كما هي، أو تدفن وهو أحسن كما في الأنبياء". (الدرالمختار). "والدفن أحسن كما في الأنبياء والأولياء إذا ماتوا وكذا جميع الكتب إذا بليت وخرجت عن الانتفاع بها يعني أن الدفن ليس فيه إخلال بالتعظيم". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/۴۲۲، سعيد)

کی تفسیر لکھی اور فرمایا:

روز قیامت چوں نہد در دست ہر کس نامے

من نیز حاضر می شوم تفسیر قرآن در بغل(۱)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ جل مجدہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۱۰/۱۴۰۰ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

(۱) **ترجمہ**: ''قیامت کے دن جب ہر کسی کے ہاتھ میں نامۂ اعمال دیا جائے گا، تو میں بھی تفسیرِ قرآن کو بغل میں لے کر حاضر ہوں گا''۔

(آدابِ تلاوت کا بیان)

ایک مجلس میں پورا قرآن مجید ختم کرنا

سوال[۱۰۰۵۲] : ۱...... ہندوستان کے بعض علاقوں میں قرآن کریم نماز و نفل با جماعت میں ایک ہی شب میں ختم کرلیا جاتا ہے، لیکن ہمارے صوبہ کے باشعور اہلِ علم حضرات ختمِ قرآن کے جلسہ وعظ کی طرح مجالس قائم کرنے لگے ہیں، تاکہ لوگوں میں حفظِ قرآن کا جذبہ پیدا ہو اور حفاظت کی یادداشت بھی پختہ ہو جائے، ختمِ قرآن کی ان مجالس میں عوام الناس بھی مدعو ہوتے ہیں، اوقات اس پر بھی استعمال ہوتے ہیں اور چند حفاظ یکے بعد دیگرے کئی کئی پارے ترتیب عثمانی کے مطابق تلاوت کرکے قرآن حکیم ختم کرتے ہیں، اس تمہید کی روشنی میں سوال یہ ہے کہ ایک ہی جلسہ میں لاؤڈ اسپیکر پر پورا قرآن مجید تلاوت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

۲...... تلاوت قرآن کی آواز لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ جن جن لوگوں کو سنائی دے، ان سب پر استماع قرآن فرض ہے یا صرف حاضرین مجلس کا سننا کافی ہے؟

۳...... لاؤڈ اسپیکر کی وجہ سے تلاوت کی آواز قضائے حاجت کرنے والوں کے کانوں میں پڑتی ہے، کیا اس سے قرآن مجید کی بے حرمتی نہیں ہوتی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قرآن پاک کی تلاوت اور اس کا استماع افضل القربات ہے(۱)، ملائکہ تک سننے کے لئے آتے

---

(۱) "عن جبیر بن نفیر رضي الله تعالیٰ عنه قال: قال النبي صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: إنکم لن ترجعوا إلی الله بأفضل مما خرج منه". یعني القرآن". (جامع الترمذي، کتاب فضائل القرآن، باب بلا ترجمة: ۱۱۹/۲، سعید)

(وصحیح مسلم، کتاب فضائل القرآن، باب استحباب تحسین الصوت بالقرآن: ۲۶۸/۱، قدیمی)
(وکذا في الترغیب والترهیب، کتاب قراءة القرآن: ۳۶۶/۲، رقم الحدیث: ۲۲/۲۲۱۵، دار الکتب العلمیة بیروت)

ہیں(۱)، اللہ پاک کی بے شمار رحمتیں نازل ہوتی ہیں، حفظِ قرآن پاک کا جذبہ اوراس کے پختہ ہونے کا داعیہ بلاشبہ مبارک ہے، اس پاکیزہ مجالس کی برکت سے بہت سی واہیات خرافات ممنوعات سے حفاظت بھی رہتی ہے، اللہ تعالیٰ خود آوازِ تلاوت کی طرف اپنی اعلیٰ شان عنایت توجہ فرماتے ہیں(۲)۔ اور جب سکون واطمینان سے ادائے حقوق کے ساتھ تلاوت ہو اور سامعین ادب وشوق سے حاضر ہوکر سنیں، کسی کو گرانی اور بار نہ ہو، تو بظاہر ختم میں بھی مضائقہ نہیں۔

حدیث شریف میں تین دن سے کم میں ختم کرنے کو منع فرمادیا گیا ہے(۳)، اس کا منشا بھی وہی ہے کہ عموماً ایسی حالت میں حقِ تلاوت ادا نہیں ہوتا، بلکہ بلاغور وتدبر کے جلدی جلدی گرانی وناگواری کے ساتھ ختم کیا جاتا ہے، ان مجالس کے باوجود جب حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرات خلفاء راشدین اور دیگر

---

(۱) "عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالیٰ عنه، قال: أن أسید بن حضیر، قال: بینما هو یقرأ من اللیل سورة البقرة، وفرسه مربوطة عنده، إذ جالت الفرس، فسكت، فسكنت، فقرأ فجالت ... ولما أخره رفع رأسه إلی السماء، فإذا مثل الظلمة فیها أمثال المصابیح، فلما أصبح حدث النبي صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: تلك الملائكة دنت لصوتك، ولو قرأت لأصبحت ینظر الناس إلیها لا تتواری منهم". (صحیح البخاري، كتاب فضائل القرآن، باب نزول السكینة والملائكة عند قراءة القرآن: ۲/۷۵۰، قدیمی)

(وصحیح مسلم، كتاب فضائل القرآن، باب نزول السكینة لقراءة القرآن: ۱/۲۶۹، قدیمی)

(ومشكاة المصابیح، كتاب فضائل القرآن، الفصل الأول: ۱/۱۸۴، قدیمی)

(۲) "عن أبي هریرة رضي الله تعالی عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: ما أذن الله لشئ ما أذن لنبي حسن الصوت، یتغنی بالقران یجهر به". (صحیح مسلم، كتاب فضائل القرآن، باب استحباب تحسین الصوت بالقرآن: ۲/۲۶۸، قدیمی)

(ومشكاة المصابیح، كتاب فضائل القرآن، باب بلاترجمة، الفصل الأول: ۱/۱۹۰، قدیمی)

(۳) "عن عبدالله بن عمرو رضي الله تعالی عنهما: أن رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: لم یفقه من قرأ القرآن في أقل من ثلاث". (سنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب تحزیب القرآن: ۱/۲۰۷، رحمانیه)

(وجامع الترمذي، كتاب القراءات، باب بلاترجمة: ۲/۱۲۳، سعید)

(ومشكاة المصابیح، كتاب فضائل القرآن، باب بلاترجمة، الفصل الثاني: ۱/۱۹۱، قدیمی)

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی مجالس مبارکہ کا تتبع کر کے دیکھا جاتا ہے، تو وہاں ایسی مجالس کا کوئی پتہ نہیں کہ ایک مجلس میں جمع ہو، کسی ایک نے ختم کیا ہو، یا نمبروار۔ ان حضرات کے شغف کا تو یہ حال تھا کہ بعض صحابۂ کرام سے وتر کی ایک رکعت میں پورا قرآن شریف ختم کرنا بھی منقول ہے (۱)۔ اور بعض اکابر سے ایک ایک دن میں کئی کئی قرآن ختم کرنا بھی منقول ہے (۲)، مگر یہ سب تنہائی میں پڑھنا منقول ہے، مجلس ومجمع کر کے نہیں۔

جو شغف اور شوق ان حضرات کو تھا، اس کا ہزارواں حصہ بھی آج کسی کو نصیب نہیں، ان حضرات کے اتباع ہی میں خیر وبرکت ہے، اتباع کو چھوڑ کر اپنی طرف سے نئی نئی صورتیں پیدا کرنے میں خیر وبرکت نہیں، بلکہ مفاسد ہیں، ہوسکتا ہے کہ پہلی دوسری مجلس میں کوئی مفسدہ نہ ہو، مگر جب اس کا شیوع ہوگا، اس میں قراء وحفاظ کا تقابل وتفاخر بھی ہوگا، ہر ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش بھی کرے گا، پھر سامعین کچھ ایک کو داد دیں گے، کچھ دوسرے کو اور صرف دادوں پر قناعت نہیں کریں گے، بلکہ دوسرے کی تقبیح کی بھی نوبت آئے گی، ہوسکتا ہے کہ کچھ انعام دینے کی بھی نوبت آئے اور حاضرین کے لئے طعام دعوت کا بھی انتظام ہو اور پھر ایک مجلس پر پوری نکتہ چینی ہو اور دوسری مجلس کی تعریف کی جائے، جس میں کھانا اور انعام پہلی مجلس سے بڑھ کر ہو، غرض اخلاص ورضا خداوندی کا حصہ بہت کم رہ جائے گا، اس کے علاوہ بھی دیگر مفاسد کا مظنہ ہے۔

نیز لاؤڈ اسپیکر کی ضرورت اگر نمائش کے لئے ہے تو جو بے چارے کچھ اپنی نماز، وظیفہ، تلاوت میں مشغول ہوں گے، مگر اس آواز کی وجہ سے اپنی یہ چیزیں پوری نہیں کرسکیں گے اور ان پر یہ پابندی عائد کرنا کہ وہ اپنی نوافل تلاوت کو چھوڑ کر اس کو سنیں، تو یہ مناسب نہیں، کچھ لوگ سوتے ہوں گے یا اپنے دنیوی کاموں میں مشغول ہوں گے، ان کو پابند کرنا بھی مشکل ہے (۳)۔ اور ایسی صورت اختیار نہ کی جائے جو سلف صالحین کے

---

(۱) "عن أنس بن مالك رضي الله تعالى عنه قال: قالت امرأة عثمان بن عفان رضي الله تعالى عنه حين قتلوه، لقد قتلتموه وإنه ليحيي الليلة بالقرآن في ركعة". (حلية الأولياء، عثمان بن عفان رضي الله تعالى عنه: ۱/۵۵، ۵۶، دار الفكر)

(۲) "وممن ختم أربعا في الليل وأربعا في النهار السيد لجليل ابن الكاتب الصوفي رحمه الله تعالى، وهذا أكثر ما بلغنا في اليوم والليلة". (كتاب الأذكار، كتاب تلاوة القرآن: ص ۱۳۸، مكتبه دار البيان)

(۳) "يجب على القارئ احترامه بأن لا يقرأه في الأسواق ومواضع الاشتغال، فإذا قرأه فيها كان هو المضيع لحرمته، فيكون الإثم عليه دون أهل الاشتغال، دفعاً للحرج". (ردالمحتار، مطلب استماع =

خلاف ہو، امید ہے کہ اب جداگانہ ہر نمبر کے جواب کی ضرورت نہیں رہے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۹/۴/۹ھ۔

"قل أعوذ برب الناس ناس ناس" پڑھنا

سوال[۱۰۰۵۳]: "قل أعوذ برب الناس ناس ناس" الخ ہر ناس کو تین مرتبہ کر کے پڑھنا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ طریقہ درست نہیں، اس سے آیت قرآنی مسخ اور مہمل ہو جاتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۶/۴/۱۱ھ۔

الجواب صحیح: مہدی حسن، دارالعلوم دیوبند۔

بعض آیتوں کے ساتھ فرشتوں کے نام لکھنا

سوال[۱۰۰۵۴]: بعض آیتوں کے ساتھ فرشتوں اور ملائکہ کے نام پڑھے جاتے ہیں، یہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ملائکہ کا وجود حق ہے (۱)، انسان کی حفاظت کے ساتھ رہتے ہیں (۲) اور اعانت کے لئے مامور من اللہ

= للقرآن فرض كفاية: ۱/۵۴۶، سعيد)

"وفي المحيط: "يكره رفع الصوت لقراءة القرآن عند المشتغلين بالأعمال". (مجموعة الفتاوىٰ على هامش خلاصة الفتاوىٰ: ۴/۳۳۰، امجد اكيڈمي لاهور)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الرابع من اداب المسجد والتسبيح والقراءة: ۵/۳۱۶، رشيديه)

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿ومن عنده لا يستكبرون عن عبادته ولا يستحسرون﴾ (الأنبياء: ۱۹)

"(والملائكة عباد الله عاملون بأمره) قوله: والملائكة فالقول بوجود الملائكة ... مما انعقد عليه إجماع الأراء، نطق به كلام الله، وكلام الأنبياء عليهم السلام". (شرح العقائد مع هامشه، مبحث الملائكة عباد الله تعالىٰ، ص: ۱۴۲، قديمي) .... =

ہیں۔ اگر کوئی شخص ان کے کام اور طرق اعانت کو جانتا ہو وہ ان کا نام لے کر اس طرح پڑھے کہ آیت کے ساتھ مخلوط ہو کر جزو قرآن ہونے کا شبہ نہ ہو، تو درست ہے۔ جس طرح کہ بعض آیات مثلاً: سورۃ الرحمٰن، سورۃ والمراسلات، سورۃ والتین وغیرہ میں حدیث شریف میں ایسے کلمات منقول ہیں جو کہ جزو قرآن نہیں۔ لیکن اگر کوئی شخص ان کے کام اور طریقِ اعانت سے واقف نہیں اور اس طرح پڑھے کہ جزو قرآن ہونے کا شبہ ہو یا ان کو مشتبہ متصرف بالذات تصور کرتا ہو، تو ناجائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۴/۸۶ھ۔

الجواب صحیح: مہدی حسن، دارالعلوم دیوبند۔

قرأت قرآن کا تقابل

سوال[۱۰۰۵۵]: ہمارے شہر میں تقریباً تین چار سال کے بعد ایک جشن بنام جلسۂ قرأت کیا جاتا ہے، جس میں شہر و بیرون شہر کے قرأ حضرات بلائے جاتے ہیں اور وہ اپنے فن قرأت کا اظہار مختلف لہجہ میں کرتے ہیں، حتیٰ کہ وہ ایک تقابل توازن کی صورت ہو جاتی ہے، بعد ختم جلسہ قرأت ان قراء کو بحسب اظہار فنِ قرأتِ قرآن پاک انعام دیئے جاتے ہیں، یعنی کہ سب سے اچھے پڑھنے والے کو سب سے اونچا انعام دیا جاتا ہے، اسی طرح درجہ بدرجہ ریا، تفاخر، تقابل فی القرآن جو کہ ایک امر قبیح ہے، بلکہ حرام کا درجہ رکھتا ہے، نیز تلاوتِ قرآن پاک کے وقت اس مجلس میں یا اس سے دور ہٹ کر سگریٹ پینا، بیڑی پینا، تمام نامناسب باتیں کرنا ان باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس جشن کا شریعت مطہرہ میں کیا رتبہ ہے؟

= (وكذا في النبراس، مبحث الملائكة الخ، ص: ۳۸۲، مكتبه حقانيه)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿له معقبت من بين يديه ومن خلفه يحفظونه من أمر الله﴾ (الرعد: ۱۱)

"أي: للعبد يتعاقبون عليه حرس بالليل وحرس بالنهار، يحفظونه من الأسواء والحادثات".

(تفسير ابن كثير، الرعد: ۱۱: ۲/۲۶۲، المكتبة دارالفيحاء دمشق)

(وكذا في الجامع لأحكام القرآن للقرطبي: ۹/۱۹۷، ۱۹۸، دار إحياء التراث العربي بيروت)

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ تقابل اور تفاخر اور اس کا انعام غلط طریقہ ہے، بعض قراء نے اس کو ذریعہ کسب بنالیا ہے(۱)، اس سے پرہیز کیا جائے، ادلۂ شرعیہ سے یہ ثابت نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۸/۱۴۰۰ھ۔

ریڈیو کی تلاوت کا سننا

سوال[۱۰۰۵۶]: اگر کوئی ریڈیو کے پاس تلاوت کلام اللہ کرے، ریڈیو بند کرنے کو وہ حکم کرتا ہے، لیکن پھر بھی وہ باز نہیں آتے، تو ایسی صورت میں برائے قیام حرمتِ کلام سلسلہ تلاوت کلام پاک ملتوی یا منقطع کریں یا شرعاً کیا تدبیر اختیار کریں؟

---

(۱) "عن زاذان قال: سمعته يقول: من قرأ القرآن يأكل به، جاء يوم القيامة ووجهه عظم ليس عليه لحم". (مصنف ابن أبي شيبة، باب في الرجل يقوم بالناس في رمضان فيعطى: ۲۳۸/۵، رقم الحديث: ۷۸۲۴، المجلس العلمي)

"قال في الهداية: الأصل أن كل طاعة يختص بها المسلم، لايجوز الاستئجار عليها عندنا، لقوله عليه السلام: "اقرأوا القرآن ولا تأكلوا به" فالاستئجار على الطاعات مطلقاً لا يصح عند أئمتنا الثلاثة ...... ولا شك أن التلاوة المجردة عن التعليم من أعظم الطاعات التي يطلب بها الثواب، فلا يصح الاستئجار عليها؛ لأن الاستيجار بيع المنافع، وليس للتالي منفعة سوى الثواب، ولا يصح بيع الثواب ...... وقال العيني في شرح الهداية معزيا للواقعات: ويمنع القارئ للدنيا، والآخذ والمعطي اثمان". (تنقيح الفتاوىٰ الحامدية، كتاب الإجارة، مطلب في حكم الاستيجار على التلاوة: ۱۳۷/۲، مكتبه ميمنة مصر)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة: ۵۶/۶، سعيد)

(۲) "عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها قالت: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من أحدث في أمرنا هذا ماليس منه فهو رد". (مشكاة المصابيح، كتاب الإيمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، الفصل الأول: ۲۷/۱، قديمی)

(وصحيح البخاري، كتاب الصلح، باب: إذا اصطلحوا على صلح جور فالصلح مردود: ۳۷۱/۱، قديمی)

(وسنن أبي داود، كتاب السنة، باب في لزوم السنة: ۲۹۰/۲، رحمانيه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر کوئی شخص تلاوتِ کلامِ پاک میں پہلے سے مشغول ہے، پھر ریڈیو شروع ہو جائے اور اس میں بھی تلاوت ہو، تو اختیار ہے کہ اپنی تلاوت کو بند کر کے ریڈیو کی تلاوت کو سنیں یا اپنی ہی تلاوت میں مشغول رہے(۱)، اگر ریڈیو میں تلاوت کے علاوہ کچھ اور چیزیں گانا بجانا خرافات ہو، تو یہ اپنی تلاوت میں مشغول رہے، یا بند کر کے دوسری جگہ یکسوئی سے تلاوت کرے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

☆......☆......☆......☆......☆

---

(۱) "وفي الدرة المنيفة عن القنية: يكره للقوم أن يقرأوا القرآن جملة لتضمنها ترك الاستماع والإنصات، وقيل: لابأس". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، فصل في صفة الأذكار، ص: ۳۱۸، قديمی)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الرابع في الصلاة والتسبيح: ۵/۳۱۷، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الصلاة، مطلب الاستماع للقرآن فرض كفاية: ۱/۵۴۶، سعيد)

(۲) "ومن حرمة القرآن أن لايقرأ في الأسواق وفي موضع اللغو". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الرابع في الصلاة: ۵/۳۱۶، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الطهارة، باب الحيض: ۱/۱۶۷، دارالكتب العلمية بيروت)

المتفرقات

مسئلہ خلق قرآن

سوال[۱۰۰۵۷]: قرآن کے مخلوق اور غیر مخلوق ہونے کا کیا مسئلہ ہے؟ مخلوق ماننے کا کیا مطلب؟ اور اس سے کیا خرابی لازم آتی ہے؟ بہرحال خدا کا کلام ہے، یہ مخلوق وغیر مخلوق کا شوشہ چہ معنی دارد؟

الجواب حامداًومصلیاً:

یہ مسئلہ تو آپ اس وقت سے جانتے ہیں، جب بخاری شریف میں یہ باب پڑھا تھا(۱) اور اس میں علماء کے اقوال اور استدلالات آپ کے سامنے پیش کئے گئے تھے، نیز شرح عقائد نسفی میں بحثاً بحثی ہوئی تھی (۲)، آج اسی شوشہ کا کیا آخر ہوا؟ مامون الرشید کے دور میں جتنے شوشے نکل چکے، انہیں سے تاریخ رنگین ہے، اب ان شوشوں کو دبا ہی رہنے دیں، تو بہتر ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۴/۸۶ھ۔

الجواب صحیح: مہدی حسن، دارالعلوم دیوبند۔

۷۸۶ لکھنے کی وجہ

سوال[۱۰۰۵۸]: ایک ہندو سوال کرتا ہے کہ ۷۸۶ کے عدد تم لکھتے ہو اور کہتے ہو کہ یہ بسم اللہ کے عدد ہیں، لہٰذا گزارش یہ ہے کہ اس کا جواب کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر ۷۸۶ بسم اللہ کا عدد ہے، تو اس پر اعتراض کیا ہے، تا کہ اس کا جواب دیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۱۰/۹۵ھ۔

---

(۱) (صحیح البخاري، كتاب التوحيد، باب قول الله: ﴿والله خلقكم وماتعملون﴾ الخ: ۱۱۲۷/۲، قديمي)

(۲) (شرح العقائد النسفية، القران كلام الله تعالىٰ غير مخلوق، ص: ۵۸، قديمي)

کیا سورۂ لہب کا پڑھنا مکروہ ہے؟

سوال[۱۰۰۵۹]: سورہ لہب کا فرض نماز میں پڑھنا مکروہ ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

سورہ لہب بھی قرآن کریم کی سورت ہے۔اس کا بھی نماز میں پڑھنا بلا کراہت درست ہے۔

لقوله تعالیٰ: ﴿فاقرؤا ما تيسر من القرآن﴾(۱). والله تعالیٰ اعلم.

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۳/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: العبد نظام الدین غفرلہ، ۲/۳/۹۲ھ۔

آیت قطب اور اس کے پڑھنے کا طریقہ

سوال[۱۰۰۶۰]: ۱..... قرآن کریم میں آیت قطب کون سی آیت ہے۔

۲..... اس کے پڑھنے کا طریقہ اور اس کے اثرات کیا ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

پارہ نمبر۴ میں ﴿وما النصر إلا من عندالله العزيز الحكيم﴾ الخ(۲) کو آیت قطب کہتے ہیں۔ ہر نماز کے بعد سات مرتبہ اس کو پڑھنا بعض اکابر سے منقول ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۷/۸۹ھ۔

قرآن پاک کا معنی سمجھے بغیر تلاوت کرنا

سوال[۱۰۰۶۱]: قرآن پاک کی تلاوت بغیر فہم معنی پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو شخص قرآن شریف کے معنی نہیں سمجھتا اور تلاوت کرتا ہے، وہ بھی مستحق اجر ہے۔

لحديث: "من قرأ حرفاً من كتاب الله فله به حسنة، والحسنة بعشرة أمثالها. لا أقول

(۱) (المزمل: ۲۰)

(۲) (آل عمران: ۱۲۶)

ـم حرف، الف حرف، ولام حرف، وميم حرف" رواه الترمذي(۱)، والدارمي(۲) (مشكاة شريف، ص: ۱۸٦)(۳). والله تعالیٰ اعلم.

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۳/۱ھ۔

الجواب صحیح: العبد نظام الدین غفرلہ، ۹۲/۳/۲ھ۔

قرآن کریم بواسطہ جبرئیل آیا اور توراۃ بلاواسطہ

سوال[۱۰۰۶۲]: جناب مفتی صاحب!

الحمدللہ میں مسلمان ہوں اور قرآن شریف کو نہایت عزت کی نظر سے دیکھتا ہوں اور اسی پر ہمارا عمل ہے، لیکن بعض مرتبہ غور کرنے سے ایسی باتیں ذہن میں آتی ہیں، جو غور طلب ہوتی ہیں، لہٰذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ وہ چیز آپ کے سامنے پیش کروں، تاکہ آپ کی صحیح رائے اس مسئلہ میں معلوم ہوسکے، مسئلہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے بڑے بڑے جلیل القدر پیغمبر نازل فرمائے، جس میں بڑے بڑے چار ہیں، ان کی کتابیں بھی بڑی مانی جاتی ہیں، لیکن غور طلب مسئلہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ نے توریت کو بلاواسطہ نازل فرمایا ہے۔ اور حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر قرآن شریف بواسطۂ جبریل علیہ السلام، قرآن شریف میں ﴿آمن الرسول﴾ سے مترشح ہوتا ہے، جواب سے نوازیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

محترمی زید احترامہ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

تورات کتاب بصورت الواح حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دی گئی (۴)، جیسے کسی شخص کو کسی جگہ کا ذمہ دار

(۱) (جامع الترمذي، كتاب فضائل القرآن، باب ماجاء من قرأ حرفاً من القرآن فله من الأجر: ۱۱۹/۲، سعيد)

(۲) (سنن الدارمي، كتاب فضائل القرآن، باب فضل من قرأ القرآن: ۵۲۱/۲، رقم الحديث: ۳۳۰۸، قديمي)

(۳) (مشكاة المصابيح، كتاب فضائل القرآن، الفصل الثاني: ۱۸٦/۱، قديمي)

(۴) قال الله تعالیٰ: ﴿وكتبنا له في الألواح من كل شئ﴾ يريد التوراة". (الجامع لأحكام القرآن للقرطبي، الأعراف: ۱۴۵: ۲۲۴/۷، دار إحياء التراث العربي بيروت) .... =

بنایا جائے اور ایک ہدایت نامہ لکھ کر اسے حوالہ کر دیا جائے، کہ اس کے موافق عمل کرتے رہنا، چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس پر عمل کیا اور امت کو اس پر عمل کی دعوت دی۔ قرآن پاک کلام ہے، جو ۲۳ سال کی مدت میں آہستہ آہستہ حسبِ مصالح ومواقع اتارا گیا(۱)، اس کو کتاب ہمارے اعتبار سے اس حیثیت سے کہا جاتا ہے کہ اس کو لکھا گیا۔ (لوح محفوظ) سے اس کو نازل کیا گیا(۲)۔ جیسے کسی کو ولی عہد بنایا جائے اور ہر ہر موقع پر اس کو بواسطہ یا بلاواسطہ بتایا کہ اس وقت یہ کرو، اس وقت یہ کرو، کلام اور کتاب میں جو فرق ہے، وہ ظاہر ہے، اس حیثیت کی گہرائی میں جتنا بھی غور کرو گے، قرآن پاک کی عظمت کا یقین بڑھتا جائے گا اور موجودہ حالت میں توریت اصلی باقی ہی نہیں رہی۔

قال اللّٰه تعالى: ﴿يحرفون الكلم عن مواضعه﴾(۳).

= "إن الله لما كتب لموسى عليه السلام في الألواح التوراة أدناه منه حتى سمع صريف الأقلام .... الخ". (تفسير الطبري، الأعراف: ۱۴۵: ۹/۴۹، دار القرآن بيروت)

(وكذا في تفسير المدارك، الاعراف: ۱۴۵: ۱/۴۳۹، قديمى)

(۱) "حيث قالوا: ﴿لولا نزل عليه القرآن جملة واحدة﴾ ..... فأجابهم الله تعالىٰ عن ذلك بأنه إنما نزل منجما في ثلاث وعشرين سنة بحسب الواقع والحوادث، وما يحتاج إليه من الأحكام؛ ليثبت قلوب المؤمنين به". (تفسير ابن كثير، الفرقان: ۳۲: ۳/۴۲۴، دارالسلام، رياض)

(وكذا في روح المعاني، الفرقان: ۳۲: ۱۹/۱۵، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في الجامع لأحكام القرآن للقرطبي،: ۱۳/۲۲، ۲۳، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۲) "عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما في قوله تعالىٰ: ﴿إنا أنزلنٰه في ليلة القدر﴾ قال: أنزل القرآن جملة واحدة من عندالله عزوجل في اللوح المحفوظ إلى السفرة الكرام الكاتبين في السماء ..... فنجمه جبريل عليه السلام على محمد صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عشرين سنة". (الجامع لأحكام القرآن للقرطبي: ۱۳/۲۳، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في تفسير ابن كثير، القدر: ۱: ۳/۴۲۴، دارالسلام)

(وكذا في تفسير المدارك، القدر: ۱: ۲/۸۲۲، قديمى)

(۳) (المائدة: ۱۳)

وقال تعالیٰ: ﴿یکتبون الکتاب بأیدیهم ثم یقولون هذا من عندالله﴾(۱).

اس دنیا میں کلام فرمانے اور مقام قاب قوسین پر بلاکر کلام فرمانے کے فرق کو بھی ملحوظ رکھیں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

☆......☆......☆......☆......☆

(۱) (البقرۃ: ۷۹)

باب مایتعلق بالحدیث النبوي

(حدیث سے متعلق مباحث کا بیان)

طبقاتِ حدیث

سوال[۱۰۰۶۳]: شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی نے عجالۂ نافعہ میں طبقات بیان فرمائے ہیں، وہ کیا کیا ہیں؟ احناف کا مسلک احادیث کی روشنی میں اور صحابۂ کرام کا عمل بیان فرما کر ثواب دارین حاصل کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب حنفی محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے عجالۂ نافعہ میں کتب حدیث کے طبقات بیان فرمائے ہیں(۱)۔ یہ مضمون اپنے والد بزرگوار حضرت شاہ ولی اللہ صاحب حنفی محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے لیا ہے، جس کو انہوں نے تفصیل سے حجۃ اللہ البالغہ میں بیان فرمایا ہے(۲)۔

ثقہ احادیث کے لئے محدثین نے جو قوانین تجویز فرمائے ہیں، ان کے لحاظ سے کتب حدیث چند طبقات پر ہیں۔ سب سے اعلیٰ طبقہ میں تین کتابیں شمار کی ہیں:

۱-موطا امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ (ام الصحیحین) ۲-بخاری شریف ۳-مسلم شریف

فالطبقة الأولى منحصرة بالاستقراء في ثلاثة كتب الموطأ، وصحيح البخاري، وصحيح مسلم اور حجۃ اللہ البالغہ:۱/۱۳۲(۳) طبقہ ثانیہ میں ابوداؤد، ترمذی، نسائی وغیرہ کا تذکرہ ہے۔

الطبقة الثانية كتب لم تبلغ مبلغ الموطأ، والصحيحين، ولكنها تتلوها ..... كسنن أبي

---

(۱) (عجالہ نافعہ، فصل أول، طبقات کتب حدیث، ص: ۳-۵، میر محمد کتب خانہ کراچی)

(۲) (حجة الله البالغة، باب طبقات كتب الحديث: ۱/۳۷۷-۳۸۲، زمزم پبلشرز)

(۳) (حجة الله البالغة، باب طبقات كتب الحديث: ۱/۳۷۷، زمزم پبلشرز)

داود رحمه الله تعالیٰ جامع الترمذي رحمه الله تعالیٰ ، ومجتبی النسائي رحمه الله تعالیٰ اور حجة الله البالغة: ۱/۱۳۳(۱) میں طبقہ ثالثہ میں مصنف ابی بکر بن ابی شیبہ، مصنف عبدالرزاق، مسند طیالسی کتب بیہقی وطبرانی وغیرہ کو داخل کیا ہے(۲)۔

طبقہ رابعہ میں کتاب الضعفاء لابن حبان، کامل ابن عدی کتب خطیب دیلمی وغیرہ کو ذکر کیا ہے(۳)۔

طبقہ خامسہ میں کسی خاص کتاب کا نام نہیں لیا، بلکہ اس کو قطعاً ساقط الاعتبار قرار دیا ہے۔ آخر میں ہر طبقہ کا مقام بیان کیا ہے۔

"أما الطبقة الأولیٰ والثانية: فعليهما اعتماد المحدثين، وحوم حماهما مرتعهم ومسرحهم. وأما الثالثة: فلا يباشرها للعمل عليها والقول لها إلا النحارير الجهابذة الذين يحفظون اسماء الرجال علل الاحاديث، نعم! ربما يؤخذ منها المتابعات، والشواهد، ﴿وقد جعل الله لكل شيء قدراً﴾.

وأما الرابعة فالاشتغال بجمعها والاستنباط منها نوع تعمق من المتأخرين. وإن شئت الحق فطوائف المبتدعين من الرافضة والمعتزلة وغيرهم يتمكنون بادنى عناية أن يلخصوا منها شواهد مذاهبم، فالانتصار بها غير صحيح في معارك العلماء بالحديث الخ" حجة الله البالغة: ۱/۱۳۴(٤).

فقط واللہ تعالیٰ اعلم اتم واحکم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/ ۷/ ۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

"إنما أنا قاسم والله يعطي" کی تحقیق

سوال[۱۰۰۲۴]: کچھ احباب نے تذکرہ کیا کہ دارالعلوم دیوبند کے صدر دروازے پر درج ذیل

---

(۱) (حجة الله البالغة، باب طبقات كتب الحديث: ۱/۳۸۰، زمزم پبلشرز)

(۲) (حجة الله البالغة، باب طبقات كتب الحديث: ۱/۳۸۰، زمزم پبلشرز)

(۳) (حجة الله البالغة، باب طبقات كتب الحديث: ۱/۳۸۱، زمزم پبلشرز)

(۴) (حجة الله البالغة، باب طبقات كتب الحديث: ۱/۳۸۲، زمزم پبلشرز)

حدیث کندہ ہے:

''اے محمد! کہہ دو کہ ہمارا خدا ہم کو دیتا ہے اور ہم سب کو دیتے ہیں''۔

آنجناب سے گزارش ہے کہ یہ روایت جہاں تک صحیح ہو یا جیسا بھی ہو نوازیں، اگر کندہ حدیث ہو تو اس کا حوالہ بھی۔

الجواب حامداً ومصلياً:

"إنما أنا قاسم والله يعطي" (الحديث).

بخاری شریف، جلد اول، ص: ۱۶، پر موجود ہے (۱)۔ امام بخاری کا اس حدیث کو لینا اور اس کی تخریج کرنا، خود اس کے صحیح ہونے کی دلیل ہے اور بھی حدیث کی دوسری کتابوں میں مذکور ہے، اس کی سند صحیح ہے۔

نوٹ: یہ حدیث حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہے، جس میں یہ نہیں فرمایا اے محمد! کہہ دو (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۲/۶/۱۴۰۰ھ۔

بنیانِ کعبہ کے وقت ازار مبارک اتار دینا

سوال [۱۰۰۶۵]: قبل النبوت جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سیدنا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کہنے پر اپنا ازار مبارک بناءِ دیوارِ کعبہ کے موقع پر دوش پر رکھ لیا تھا، یہ واقعہ بخاری کے کس باب میں ہے اور صفحہ کیا ہے؟ اس کا ترجمۃ الباب کیا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عمر اس وقت کیا ہوگی؟

---

(۱) (صحيح البخاري، كتاب العلم، باب: من يرد الله به خيراً يفقهه في الدين، رقم الحديث: ۷۱، ص: ۱۷، دار السلام)

(وصحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب النهي عن المسألة، رقم الحديث: ۱۰۳۷، ص: ۴۱۷، دار السلام)

(۲) "وعن معاوية رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: من يرد الله به خيراً يفقهه في الدين، وإنما أنا قاسم والله يعطي". (مشكاة المصابيح، كتاب العلم، الفصل الأول: ۱/۵۹، دار الكتب العلمية بيروت)

الجواب حامداً ومصلیاً:

باب كراهية في الصلاة وغيرها، ص: ۵۲(۱)، باب فضل مكة وبنيانها، ص: ۲۱۵(۲)، باب بنيان الكعبة، ص: ۵۴۰(۳) بخاری شریف جلد اول میں تین مواقع پر یہ واقعہ مذکور ہے(۱)۔تراجم وصفحات نقل کردیئے ہیں۔

بعض شراح کی رائے ہے کہ عمرِ مبارک اس وقت پندرہ سال تھی، لیکن عام مورخین وشراح نے ۳۵ سال لکھی ہے(۴)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۲/۱۷ھ۔

---

(۱) "حدثنا عمرو بن دينار قال: سمعت جابر بن عبدالله يحدث: أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كان ينقل معهم الحجارة للكعبة وعليه إزاره، فقال له العباس عمه: يا ابن أخي! لو حللت إزارک فجعلت على منكبيک دون الحجارة، قال: فحله فجعله على منكبيه، فسقط مغشيا عليه، فمارئي بعد ذلک عريانا". (صحيح البخاري، كتاب الصلاة، باب كراهية التعري في الصلاة: ۱/۵۲، قديمی)

(۲) (صحيح البخاري، كتاب الحج، باب فضل مكة وبنيانها: ۱/۲۱۵، قديمی)

(۳) (صحيح البخاري، كتاب مناقب الأنصار، باب بنيان الكعبة: ۱/۵۴۰، قديمی)

(۴) "وذكر ابن اسحق وغيره أن قريشا لما بنت الكعبة كان عمر النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم خمساً وعشرين سنة". (فتح الباري، كتاب مناقب الأنصار، باب بنيان الكعبة: ۷/۱۸۵، قديمی)

(وكذا في عمدة القاري، كتاب مناقب الأنصار، باب بنيان الكعبة: ۱۲/۳۹۵، دارالكتب العلمية بيروت)

"(قوله: بنيان الكعبة) أي: على يد قريش في حياة النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قبل بعثته كذا في الفتح، قال العيني: قال الزهري: لما بنت قريش الكعبة لم يبلغ النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم الحلم، وقال ابن بطال وابن التين: كان عمره خمس عشرة سنة. والمشهور أن بناء قريش الكعبة بعد تزويج خديجة (رضي الله تعالىٰ عنها) بعشر سنين فيكون عمره صلى الله تعالىٰ عليه وسلم؛ إذ ذاک خمسة وثلاثين سنة وهو الذي نص عليه محمد بن إسحق، قال موسىٰ بن عقبة: كان بناء الكعبة قبل المبعث بخمس عشر سنة، وهكذا قال مجاهد وغيره". (حواشي الحافظ الشيخ المحدث أحمد علي السهارنفوري على صحيح البخاري، باب بنيان الكعبة: ۱/۵۴۰، قديمی)

سات لاکھ والی حدیث کا ثبوت

سوال[۱۰۰۶۶]: آج جو جماعتیں پھرتی ہیں، ان کے فضائل مختلف احادیث سے لوگ بیان کرتے ہیں، خصوصاً ۷/ لاکھ والی حدیث، تو اس کے بارے میں حضرت والا احقر کے لئے کیا فرماتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

رسالہ فضائل تبلیغ میں دیکھ لیں(۱)۔ ۷/ لاکھ والی روایت حافظ منذری کی ترغیب ترہیب میں موجود ہے(۲)، "الغدوة" اور "روحة في سبيل الله" والی روایت کو عامۂ شراح حدیث نے جہاد پر محمول فرمایا ہے(۳)۔ عام اذہان میں جہاد کا مفہوم قتال فی سبیل اللہ ہے۔ حالانکہ امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے غالباً تیرہ قسمیں تحریر فرمائی ہیں۔ جس میں جہاد باللسان اور جہاد بالقلم بھی ہے(۴)۔ جہاد ماخوذ ہے جہد سے، جس کا حاصل دین کی خاطر

---

(۱) (فضائل تبليغ، شيخ الحديث مولانا محمد زكريا كاندهلوى رحمه الله تعالىٰ، كتب خانه فيضى)

(۲) "عن الحسن بن علي ...... وعمران بن حصين رضي الله تعالىٰ عنهم كلهم يحدث عن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: من أرسل نفقة في سبيل الله، وأقام في بيته فله بكل درهم سبعمائة درهم، ومن غزا بنفسه في سبيل الله، وأنفق في وجهه ذلك فله بكل درهم سبعمائة ألف درهم، ثم تلا هذه الآية: ﴿والله يضعف لمن يشآء﴾ (البقرة: ۲۶۱)". (الترغيب والترهيب، كتاب الجهاد، الترغيب في النفقة في سبيل الله: ۳۲۱/۱، دارالكتب العلمية بيروت)

(۳) (فتح الباري، كتاب الجهاد والسير، باب الغدوة والروحة في سبيل الله، رقم الحديث: ۲۷۹۲: ۱۲/۶، قديمى)

(۴) (عمدة القاري، كتاب الجهاد والسير، باب الغدوة والروحة في سبيل الله، رقم الحديث: ۲۷۹۲: ۱۲۸/۱۴، دارالكتب العلمية بيروت)

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ذکر کردہ تیرہ قسمیں تو تلاش کے باوجود نہ مل سکیں، البتہ زادالمعاد اور فتح الباری میں کچھ قسمیں مذکور ہیں، جو تقریباً دس تک پہنچتی ہیں۔

"كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم في الذروة العليا منه ..... فجاهد في الله حق جهاده بالقلب والجنان والدعوة والبيان والسيف والسنان ..... فالجهاد أربع مراتب: جهاد النفس، وجهاد الشيطان، وجهاد الكفار، وجهاد المنافقين، فجهاد النفس أربع مراتب ..... وأما جهاد الشيطان فمرتبتان ..... وأما جهاد الكفار والمنافقين فأربع مراتب ..... الخ". (زاد المعاد، فصل في هديه صلى الله تعالىٰ =

خدائے پاک کی دی ہوئی صلاحیت واستعداد کو اپنی وسعت کے موافق صرف کرنا ہے، یہ مفہوم ہرنوع کے جہاد کو شامل ہے(۱)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/ ۶/ ۸۵ھ۔

ایک حدیث کا مطلب

سوال[۱۰۰۶۷]: اس حدیث شریف کا کیا مطلب ہے؟

"قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يوم فتح مكة "أن هذا الاكفرى بعد يوم إلى يوم القيامة"(۲).

= عليه وسلم في الجهاد، ص: ۴۰۰، ۴۰۲، دار الفكر)

"وشرعا بذل قوة في قتال الكفار، ويطلق أيضاً على مجاهدة النفس، والشيطان، والفساق. فأما مجاهدة النفس فعلى تعلم أمور الدين، ثم على العمل بها، ثم على تعليمها، وأما مجاهدة الشيطان فعلى دفع ما يأتي به من الشبهات، وما يزينه من الشهوات. وأما مجاهدة الكفار فتقع باليد، والمال، واللسان والقلب. وأما مجاهدة الفساق فباليد، ثم اللسان، ثم القلب". (فتح الباري، كتاب الجهاد والسير: ۶/ ۳، قديمي)

(وكذا في بذل المجهود، كتاب الجهاد: ۴/ ۱۹۲، إمداديه)

(۱) "إن الجهاد لايختص بمباشرة القتل، وإنما هو كل جهد يبذل في سبيل إعلاء كلمة الله وكسر شوكة الكفر والكفار، سواء كان بالسلاح، أو بالمال، أو بالعمل، أو بالقلم، أو باللسان". (تكملة فتح الملهم، كتاب الجهاد: ۳/ ۴، دار العلوم كراچي)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب السير: ۹/ ۳۷۹، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في بذل المجهود، كتاب الجهاد: ۴/ ۱۹۲، إمداديه)

(۲) یہاں بظاہر کاتب کی غلطی معلوم ہوتی ہے، احادیث کی بہت سی کتب میں فتح مکہ کے موقع پر اس مضمون کی روایات اس طرح موجود ہیں:

"إن هذا البلد حرام" حرمه الله لم يحل فيه قتال لأحد قبلي، وأنها أحلت لي ساعة فهو حرام حرمه الله إلى يوم القيامة". (سنن الكبرى للبيهقي، كتاب اللقطه، باب لاتحل لقطة مكة إلا لمنشد، رقم: ۱۲۱۱۸: ۶/ ۳۲۸، دار الكتب العلمية بيروت)

(وسنن النسائي، مناسک الحج، تحريم القتال فيه، رقم: ۲۸۷۴: ۵/ ۲۲۶، دار المعرفة بيروت) =

حدیث بالا میں لفظ ''مکہ'' آیا ہے، اس کے تحت مدینہ طیبہ داخل ہے یا کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس حدیث کا حوالہ دیا جائے کہ کس کتاب اور کس باب میں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

"الإسلام بدأ غريباً"

سوال[۱۰۰۲۸]: "الإسلام بدأ غريباً" کا کیا مطلب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اسلام کی بتائی ہوئی باتیں عقائد، اخلاق، اعمال، عبادات کو جس طرح لوگوں نے ابتداءً اجنبی سمجھا اور تعجب اور انکار کی نظروں سے دیکھا، اسی طرح بعد میں بھی لوگ اجنبی سمجھیں گے اور تعجب وانکار کی نظروں سے دیکھیں گے، اس پر فرمایا گیا ہے(۱)۔

"فطوبى للغرباء قيل من الغرباء؟ قال: الذين يصلحون عند فساد الناس" الحديث(۲). والله تعالى أعلم.

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۸۵/۶/۲۰ھ۔

= (وصحيح البخاري، كتاب الجزية والموادعة، رقم: ۳۱۸۹، ص: ۵۳۱، دار السلام رياض)

(ومسند الإمام أحمد بن حنبل، مسند عبدالله بن عباس رضي الله تعالى عنه، رقم: ۲۳۵۳: ۱/۲۸۱، عالم الكتب بيروت)

(۱) (مرقاة المفاتيح، كتاب الإيمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة: ۱/۳۶۱، رشيديه)

(وكذا في فتح الملهم، كتاب الإيمان، باب بيان أن الإسلام بدأ غريباً وسيعود غريباً: ۱/۲۸۹، رشيديه)

(وكذا في تحفة الأحوذي على هامش الترمذي، كتاب الإيمان، باب ماجاء أن الإسلام بدأ غريباً وسيعود غريباً: ۳/۳۶۳، المكتبة الفاروقية ملتان)

(۲) (سنن الترمذي، كتاب الإيمان، رقم الحديث: ۲۶۲۹: ۳/۴۴۹، دار الكتب العلمية بيروت)

(وسنن ابن ماجة، كتاب الفتن، رقم الحديث: ۳۹۸۸: ۵/۴۲۹، دار الجيل)

(وصحيح مسلم، كتاب الإيمان: ۱/۸۴، قديمى)

حضرت شمس تبریز کی پیدائش سے متعلق ایک بے سند واقعہ

سوال[۱۰۰۶۹]: زید نے ایک کتاب میں دیکھا ہے کہ حضرت شمس تبریز رحمہ اللہ تعالیٰ بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے، صورت یہ بتائی کہ حضرت مولانا روم کی جولڑکی تھی، اس کے پیٹ میں درد ہوا، اس نے باپ سے جا کر کہا کہ ابا جان! میرے شکم میں درد ہے، آپ نے فرمایا کہ فلاں طاق میں شیشی رکھی ہوئی ہے، اس میں سے دوا استعمال کرلو، لڑکی نے ایسا ہی کیا، مگر اس طاق میں ایک دوسری شیشی رکھی ہوئی تھی، جس میں حضرت منصور کی راکھ تھی، بس وہ استعمال کرلی، اس سے لڑکی کو حمل قرار پایا، اس سے حضرت شمس تبریز پیدا ہوئے، کیا یہ واقع صحیح ہے؟ کتاب کا نام یاد نہیں ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ واقعہ بے سند بلکہ بے اصل ہے، مولانا شمس تبریز رحمہ اللہ تعالیٰ تو مولانا روم کے شیخ اور بزرگ تھے، مولانا روم رحمہ اللہ تعالیٰ کی بیٹی کے لڑکے نہیں تھے۔

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم تا غلام شمس تبریز نہ شد

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

معراج نامہ کی ایک موضوع روایت

سوال[۱۰۰۷۰]: ہمارے یہاں ایک پیر مشائخ ہوکر ایک بزرگ گزرے ہیں یا نہیں، ان کی کتاب معراج نامہ میں لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب معراج نصیب ہوئی اس وقت ساتویں آسمان پر دسترخوان بچھایا گیا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں تنہا نہیں کھاؤں گا، میرے ساتھ کسی اور شخص کا ہونا بھی ضروری ہے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ آپ کھانا تناول فرمائیے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عرض کیا اللہ سے، میرا ساتھ دیجئے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ میں کھانے وغیرہ سے منزہ ہوں، اس وقت پردہ سے ایک ہاتھ نمودار ہوتا ہے، وہ ہاتھ بھی کھانے میں شریک ہے۔

ہاتھ جو نمودار ہوا تھا، اس کی انگلی میں ایک انگوٹھی بھی تھی، جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے

تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انگلی میں انگوٹھی دیکھی، جوانگوٹھی ساتویں آسمان پر دیکھی تھی، تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ انگوٹھی کس کی ہے؟ اس وقت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ انگوٹھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہے، لکھنے کا مطلب یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی کھانے میں شریک تھے۔

آیا یہ مطلب صحیح ہے یا نہیں تو ایک پیر مشائخ جو ایک خداداد بزرگ تھے، ان کے لکھنے کا مطلب کیا ہوسکتا ہے؟ تحقیق مطلوب ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ روایت اردو، فارسی، عربی کی کسی کتاب میں نہیں دیکھی، بے سند بات کو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنا ہرگز جائز نہیں، سخت معصیت ہے(۱)۔ یہ معراج نامہ میں نے نہیں دیکھا، نہ ان بزرگ سے واقف ہوں، اس قصہ کا غلط اور نبوت کے خلاف ہونا ظاہر ہے، بعض آدمی کتاب لکھ کر کسی بزرگ کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱۰/۹۴ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

---

(۱) "قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : "من كذب علي متعمدا فليتبوأ مقعده من النار". (صحيح مسلم، مقدمة الكتاب، باب تغليظ الكذب على رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ، ص: ۸، دارالسلام)

(وصحيح البخاري، كتاب العلم، باب إثم من كذب على النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ، ص: ۲۴، دارالسلام)

(وسنن ابن ماجة، كتاب السنة، باب التغليظ في تعمد الكذب على رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ۱/۶۳، دارالجيل)

باب الكتب المعتمدة وغيرها

(معتبر اور غیر معتبر کتب کا بیان)

بخاری ومسلم کی شروح کا حال

سوال[۱۰۰۷۱]: ایک عالم مسلم شریف کی شرح کرتے ہیں، تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ کی شرح معتبر ہے یا کہ نہیں اور ایسے عالم پر کیا حکم عائد ہوتا ہے؟ شرحیں جیسے: فتح الباری، عینی، مرقات، اشعۃ اللمعات، یہ سب معتبر ہیں یا کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ بہت بڑے امام ہیں، انہوں نے مسلم شریف کی شرح کی ہے اور بھی متعدد کتابیں لکھی ہیں، بلکہ یہ کہیے امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذہب کے محقق، منقح ہیں، شرح حدیث اور جرح وتعدیل میں ان کا قول معتبر ہے، مگر مذہباً وہ شافعی ہیں، اس لئے فقہ میں ان کا قول حنفیہ پر حجت نہیں (۱)، فتح الباری بھی معتبر کتاب ہے، اس کا حال بھی ایسا ہی ہے (۲)۔ عینی (۳)، مرقات (۴) اشعۃ اللمعات (۵) یہ

(۱) "ثم اعتنى بالتصنيف، فجمع شيئاً كثيراً، منها ما أكمله، ومنها مالم يكمله، فمما كمل شرح مسلم، والروضة، والمنهاج، والرياض، والأذكار، والتبيان، وتحرير التنبيه وتصحيحه، وتهذيب الأسماء، واللغات، وطبقات الفقهاء وغير ذلک. ومما لم يتممه ولو كمل لم يكن له نظير في بابه: شرح المذهب الذي سماه المجموع، وصل فيه إلى كتاب الربا ...... وحرر الفقه في المذهب وغيره وحرر الحديث على ماينبغي، والغريب، واللغة وأشياء مهمة لا توجد إلا فيه ...... الخ". (البداية والنهاية، السنة السادسة والسابعين وست مائة، الشيخ محي الدين النووي: ۷/۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۳، حقانيه پشاور)

(۲) (فتح الباري شرح صحيح البخاري للإمام الحافظ أحمد بن علي بن حجر العسقلاني(۷۷۳هـ - ۸۵۲هـ)

(۳) (عمدة القارئ شرح صحيح البخاري للإمام العلامة بدر الدين أبي محمد محمود بن أحمد العينى =

تینوں کتابیں حنفیہ کی ہیں اور معتبر ہیں، ان کو غیر معتبر قرار دینا مذہب اور شرح سے عدم واقفیت کی بناء پر ہوسکتا ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۴/ ۸۷ھ۔

کتاب ''صلوۃ وسلام کا ثبوت'' کا تجزیہ

سوال[۱۰۰۷۲]: ایک کتاب (صلوۃ وسلام کا ثبوت) کا اس مقام میں سلسلہ اشاعت بڑھتا ہی جارہا ہے، جس سے اہل بدعت کو کچھ نہ کچھ ترقی ہی ہوتی جارہی ہے، بایں وجہ اگر حضرت اقدس اس کتاب کا جواب عنایت فرمادیں، تو اس کی یہاں اشاعت کے لئے کوشش کی جائے۔

الجواب حامداً ومصلياً:

کتاب ''صلوۃ وسلام کا ثبوت'' پہونچی، ماشاء اللہ عقل وفہم سے مالا مال ہے، مسئلہ تو یہ تھا کہ نماز کے بعد جماعت بنا کر ہاتھ باندھ کر صلوۃ سلام پڑھنے کا ثبوت اُدلہ شرعیہ سے ہے یا نہیں؟ اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ، ائمہ مجتہدین، محدثین عظام، اولیائے ذوی الاحترام رحمہم اللہ تعالیٰ سے منقول ہے یا نہیں؟ مصنف دام فضلہ نے اس کے لئے کوئی عبارت نہیں پیش کی ہے، غیر متعلق مسائل کے لئے عبارت جمع کردی ہیں، لیکن جو دکھتی رگ تھی، اس کے لئے ایک عبارت بھی نہیں پیش کرسکے، بے سروسامانی کے عالم میں مجبوراً لکھنا پڑا: ''اللہ اکبر! آج مسلمان کہنے والوں کا یہ عالم کہ چند مسلمان بعد نماز فجر صلوۃ وسلام کہنے کو اپنا شعار بنالیں، تو اس پر شور برپا کیا جائے کیا ایمان والے ایسا کرسکتے ؟ نہیں! ہرگز نہیں، ص:۲۳''۔

مصنف کا یہ آخری حربہ ہے، نفس صلوۃ سلام کے متعلق کس مسلمان کو انکار ہے؟! اس کی فضیلت اور اس کے ثبوت کا کوئی منکر نہیں، دیکھو! حضرت حکیم الامت اشرف علی تھانوی نوراللہ مرقدہ کی تصنیف، کس شان کے ساتھ فضائل درود شریف کو بیان فرمایا ہے اور کتنی آیات وروایات کو جمع کردیا ہے، دیدۂ ودل اس سے روشن

= المتوفى سنة، ۸۵۵هـ)

(۱) (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح للعلامة المرحوم برحمة الباري علي بن سلطان محمد القاري، ۹۳۰-۱۰۱۴هـ)

(۲) (أشعة اللمعات شرح مشكاة للشيخ عبدالحق محدث الدهلوي، المتوفي: ۱۳۵۰هـ-۱۳۵۲هـ)

ہوجاتے ہیں، نیز حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی شیخ الحدیث کی تصنیف، نیز علامہ سخاوی، امام نووی، ملاعلی قاری وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم نے اس مسئلے کو بڑی وضاحت کے ساتھ تحریر فرمایا ہے۔

اب انہیں چیزوں کو نقل کر کے لکھنا مصنف علام کے لئے مفید نہیں، جب تک نقلی ثبوت پیش نہ کریں، شعار تو وہ ہے جس کو شریعت نے شعار قرار دیا ہو، جب کہ اصل مسئلہ قرآن کریم اور حدیث شریف میں موجود ہے تو اس کے متعلق ازخود کسی خاص چیز کو شعار بنانے کا حق کہاں ہے؟ حضرت سید الاولین والآخرین امام الانبیاء والمرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ کے ساتھ کیا صحابہ کرام، ائمہ مجتہدین، محدثین عظام، اولیاء ذوی الاحترام رحمہم اللہ تعالیٰ کو قلبی محبت نہیں تھی؟ کیا وہ عشق میں سرشار نہیں تھے؟ وہ تو ایسے سرشار تھے کہ اپنی زندگی کا ایک ایک گوشہ سنت سے معمور کیا اور چار دانگ عالم میں سنت کی اشاعت کی، اس کی خاطر دنیوی ناموس پر لات ماردی، مال خرچ کئے، خاندان سے بے تعلق ہونے کی نوبت آئی، وطن چھوڑنا پڑا کہ ان کی پوری زندگی سنت کے مطابق ہوجائے، مگر انہوں نے یہ صورت اختیار نہیں فرمائی، جس کو مصنف علام شعار بنارہے ہیں اور شعار بنانے کی دعوت دے رہے ہیں۔

غیر شعار کو شعار بنانا کس دلیل سے ثابت ہے؟ ساری کتاب اس سے خالی ہے، اس ہیئت اجتماعیہ کے ساتھ باآوازِ بلند پڑھنے سے دوسروں کی نماز وغیرہ میں کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں، وہ تو خود مصنف کو معلوم ہے، فقہی مسئلہ مسلّم ہے کہ جس طرح دوسرا کوئی اپنے کام میں مشغول ہو، مثلاً: قرآن کریم کی تلاوت، نماز وغیرہ میں، تو وہاں باآواز بلند قرآن کریم پڑھنا منع ہے، جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری (۱)، شامی (۲) وغیرہ میں موجود ہے، تو صلوۃ وسلام باآوازِ بلند پڑھنے کی کہاں اجازت ہوگی؟ نیز روضۂ اقدس پر حاضر ہوکر جو کچھ صلوۃ وسلام پڑھا جائے، اس کو بنفسِ نفیس حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سنتے ہیں اور جو دور سے پڑھا جائے، وہ بواسطہ

---

(۱) "لا يقرأ عندا لمشتغلين بالأعمال، ومن حرمة القرآن أن لا يقرأ في الأسواق، وفي موضع اللغو كذا في القنية". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الرابع في الصلاة والتسبيح وقراءة القرآن...... : ۵/۳۱۶، رشيديه)

(۲) "يجب على القارئ احترامه بأن لايقرأ في الأسواق ومواضع الاشتغال، فإذا قرأه فيها كان هو المضيع لحرمته، فيكون الإثم عليه دون أهل الاشتغال دفعاً للحرج". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل في القراءة، مطلب: الاستماع للقرآن فرض كفاية: ۱/۵۴۶، سعيد)

ملائکہ خدمت اقدس میں پیش کیا جاتا ہے، جیسا کہ سنن بیہقی کی روایت میں صاف صاف موجود ہے(۱)۔ جس کو کسی نے اردو میں بھی نظم کیا ہے:

ذات اقدس پر جہاں سے جو بھی پڑھتا ہے سلام
لا کے پہونچاتے ہیں خدمت میں ملائک من وعن
سامنے آکر پڑھے جو اس کو وہ سنتے ہیں خود
ہے یہ ثابت اس پہ شاہد ہیں روایاتِ سنن

مزید تفصیل کے لئے گلدستہ سلام، فضائل دورود شریف وغیرہ ملاحظہ ہوں۔ فضائل درود شریف کو جس قدر بھی طبع کرا کے شائع کیا جائے، بہت مفید ہے، کسی مزید تصنیف کی حاجت نہیں، آپ کی اس کتاب کی تردید کے لئے تو اتنا ہی کافی ہے کہ اس میں اصل مسئلہ کے لئے کوئی دلیل پیش نہیں کی گئی، بلکہ سلف صالحین کے خلاف خود شعار بنانے کی رائے دی گئی ہے، جوخود اس کے محدث اور بدعت ہونے کی دلیل ہے۔ صحیحین کی روایت میں ہے:

"من أحدث في أمرنا هذا ماليس منه فهو رد متفق عليه" مشكاة المصابيح: ۱/۲۷(۲)۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۷/۱۴۰۱ھ۔

---

(۱) تلاش کے باوجود یہ روایت سنن الکبریٰ للبیہقی میں نہیں ملی، البتہ یہی روایت امام بیہقی کی تصنیف "شعب الایمان" میں موجود ہے:

"عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من صلى علي عند قبري سمعته، ومن صلى علي نائياً أبلغته". (شعب الإيمان، الخامس عشر، باب في تعظيم النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وإجلاله وتوقيره: ۲/۲۱۸، رقم الحديث: ۱۵۸۳، دار الكتب العلمية بيروت)

(ومشكاة المصابيح، كتاب الصلاة، باب الصلاة على النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وفضلها، الفصل الثالث: ۱/۸۷، قديمي)

(۲) (مشكاة المصابيح، كتاب الإيمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، الفصل الأول: ۱/۲۷، قديمي)

(وصحيح البخاري، كتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا على صلح فهو مردود: ۱/۳۷۱، قديمي)

(وسنن أبي داود، كتاب السنة، باب في لزوم السنة: ۲/۲۹۰، رحمانيه)

تفہیم القرآن کا حال

سوال[۱۰۰۷۳]: تفہیم القرآن میں کس کس جگہ اختلاف ہے اور یہ اختلاف کس کس قسم کا ہے؟ براہِ کرم تحریر کیجئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

تفہیم القرآن میرے پاس نہیں ہے، بغیر اس کو سامنے رکھے تفصیلی جواب نہیں لکھا جا سکتا۔ دوسرا سبب جو پہلے سبب سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے، وہ یہ ہے کہ اگر کتاب کہیں سے حاصل بھی کی جائے، تو جواب کے لئے ہر چیز کے متعلق پوری بحث کی ضرورت ہوگی کہ یہ تفسیر فلاں حدیث کے خلاف ہے، اس حدیث کی سند یہ ہے، اس سند میں فلاں فلاں راوی ہیں، اس راوی کے متعلق فلاں فلاں محدث نے ایسا ایسا کلام کیا ہے۔ اور یہ کلام فلاں فلاں کتاب میں موجود ہے اور سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے فلاں حدیث سے استدلال کیا ہے۔ اور وہ حدیث محدثین کے نزدیک ایسی ہے کہ وہ فلاں حدیث سے متعارض ہے اور تعارض کے دفعیہ کی یہ صورت ہے کہ وہ راجح اور وہ مرجوح ہے اور وجہ ترجیح یہ ہے، یا فلاں ناسخ ہے اور فلاں منسوخ ہے اور نسخ کی دلیل فلاں صحابی کی حدیث ہے، اس لئے کہ وہ متاخر الاسلام ہیں، یا فلاں آیت کی تفسیر خود فلاں آیت کے خلاف ہے، یا فلاں صحابی کے اثر کے خلاف ہے یا اجماع کے خلاف ہے یا فلاں آیت کی تفسیر بائیبل سے ماخوذ ہے اور بائبل تحریف شدہ ہے، پھر یہ کہ اس کی تحریف لفظی ومعنوی ہے یا صرف لفظی ہے، یا صرف معنوی ہے۔

غرض یہ بہت بڑا صحرا ہے، اگر کوئی شخص علم تفسیر، شرح غریب، استنباط، جرح وتعدیل، تطبیق، دفع تعارض، ناسخ منسوخ وغیرہ علوم سے واقف ہو، تو اس کے لئے مختصر جواب بلکہ اشارہ بھی کافی ہوگا، جیسے قانونی دفعات کی بحث کا حال ہوتا ہے کہ وکیل، بیرسٹر، جج وغیرہ کو اس کا سمجھنا سہل ہوتا ہے، لیکن اگر کوئی قانون سے ناواقف ہو، اگر چہ بہت بڑا ڈاکٹر، انجینئر، طبیب، قاری، حاجی ہو، مگر قانونی دفعات کا بالتفصیل اس کو سمجھانا دشوار ہوتا ہے، اب تک اس کا کوئی حل سامنے نہیں آیا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۶/۳/۲۶ھ۔

ایک کتاب کے متعلق لاعلمی

سوال[۱۰۰۷۴]: دارالاشاعت دیوبند سے ایک کتاب فتاویٰ محمودی شائع ہوئی تھی، اس پر

۱۳۴۷ھ اشاعت ہے، یہ پہلی بار کس سن میں طبع ہوئی اور کس مطبع سے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کی تحقیق نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ۔

کتاب ''جلوۂ طور'' کا پڑھنا

سوال[۱۰۰۷۵]: مولانا محمد اسحاق دہلوی کی تصنیف ''جلوۂ طور'' وغیرہ پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

میں نے یہ کتاب دیکھی نہیں، بغیر دیکھے کوئی رائے کیسے قائم کی جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

شبلی نعمانی کی کتاب ''سیرۃ النبی'' کا مطالعہ

سوال[۱۰۰۷۶]: حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصنیف اشرف الجواب کے حصہ چہارم کے ص: ۱۶۳، پر عنوان ''تفاضل تفصیلی بین الأنبیاء ممنوع ہے''، میں کتاب ''سیرت النبی'' مصنفہ مولانا شبلی نعمانی جس کی تکمیل مولانا سید سلیمان ندوی صاحب نے فرمائی ہے، اس پر اعتراض کیا گیا ہے(۱)۔ اور مصنف صاحب پر تنقید کی گئی ہے، اب سوال یہ ہے کہ یہ کتاب ۶/ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ اور میرے پاس موجود ہے، کیا اس کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ کیا اس کی سند میں کچھ شک وشبہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کتاب ''سیرت النبی'' مصنفہ علامہ شبلی نعمانی میں بعض احادیث پر اعتراض کیا گیا ہے، جو کہ غلط ہے، اس کے علاوہ بھی ان کی آزاد مزاجی کی وجہ سے بعض غلطیاں ہیں، اہل علم تو سمجھتے ہیں اوروں کو پتہ نہیں چلتا، چونکہ ان کا مقصود اس کتاب سے عیسائیوں کو جواب دینا ہے، اس لئے بھی مضمون کی پوری رعایت نہیں ہوسکتی، سید

---

(۱) (اشرف الجواب، حصہ چہارم، انتالیسواں اعتراض، تفاضل تفصیلی بین الانبیاء ممنوع ہے، ص: ۵۰۵، ۵۰۷، مکتبہ عمر فاروق)

سلیمان ندوی صاحب نے بعد کے ایڈیشن میں کچھ سنبھالا بھی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۱۱/۱۴۰۰ھ۔

فتاویٰ رشیدیہ کی تحقیق

سوال[۱۰۰۷۷]: فتاویٰ رشیدیہ، اس پر سن اشاعت ۱۳۴۸ھ ہے، یہ کتاب پہلی بار کس سن میں طبع ہوئی اور علامہ رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کس زمانہ میں ہوئے ہیں، فتویٰ رشیدیہ میں متعدد جگہ پر رشید احمد لکھا ہوا ہے، کیا یہ تاریخ دینے کی ۱۳۰۱ھ ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کی تحقیق نہیں کہ پہلی بار کب طبع ہوا ہے، حضرت مولانا رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات ۱۳۲۳ھ میں ہے(۱)۔ اور مجموعہ فتاویٰ رشیدیہ ان کی وفات کے بعد طبع ہوا ہے۔ ۱۳۰۱ھ، یہ مہر بننے کی تاریخ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ۔

فقہ کی معتبر کتابیں

سوال[۱۰۰۷۸]: درج ذیل مسئلہ میں کتب معتبرہ کی عبارت مع ترجمہ تحریر کریں:

اگر کوئی عالم فتویٰ کی کتابیں جیسے: عالمگیری، درمختار، ردالمحتار، فتح القدیر، فتویٰ عزیزیہ، فقہ اکبر، شرح فقہ اکبر کو نہ مانے اور یہ کہے کہ ”نہیں! قرآن مجید، حدیث شریف، اجماع امت اور قیاس کے علاوہ دوسری چیزوں کو نہیں مانتا ہوں“، تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ فتویٰ کی یہ کتابیں معتبر ہیں یا نہیں؟ اگر معتبر ہیں، تو ان کے منکر کا کیا حکم عائد ہوتا ہے؟ اور ان کتابوں میں قرآن مجید، حدیث شریف، اجماع امت اور قیاس ہی کی باتیں ہیں یا کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو شخص قرآن وحدیث، اجماع، قیاس (چاروں اصول فقہ) کے علاوہ کسی چیز کو بطورِ دلیل شرعی نہ مانتا

(۱) (تذکرۃ الرشید: ۲/۱۳۲، ادارہ اسلامیات)

ہو وہ صحیح راستہ پر ہے، فتوی عالمگیری، ردمختار، ردالمحتار، فتح القدیر، فتاوی عزیزی، فقہ اکبر، شرح فقہ اکبر، یہ سب کتابیں بحیثیت مجموعی معتبر اور قابل عمل ہیں۔

ان میں فقہ حنفی کے مطابق مسائل درج ہیں، بھول چوک وخطا سب کے ساتھ ہے، اگر ان کتابوں میں کوئی مسئلہ بھول یا خطا کے ماتحت ہو بھی تو اس سے تمام کتابوں کو غیر معتبر نہیں کہا جاسکتا، جو شخص ان کتابوں کو نہیں مانتا، اس سے اس کی وجہ اور تشریح دریافت کی جائے، چونکہ اس کو عالم کہا گیا ہے تو ضرور وہ اپنی بات کی وجہ اور تشریح بیان کرے گا، اس کی بات پر حکم لگانے میں جلدی نہ کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۴/ ۸۷ھ۔

رسالہ آستانہ پڑھنا

سوال[۱۰۰۷۹]: آستانہ رسالہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

آستانہ وغیرہ میں صحیح وغلط دونوں قسم کی آمیزش ہے، ہر بات قابلِ عمل وقابل اعتماد نہیں، اکثر رسالہ کا ایسا ہی حال ہے اور کم علم والے صحیح اور غلط میں فرق بھی نہیں کر پاتے، اس لئے ایسے لوگوں کو اخبارات ورسائل دیکھنے میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے(۱)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ۔

الجواب صحیح: نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، سید مہدی حسن غفرلہ، ۶/۴/ ۸۶ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

---

(۱) "أن الواجب على العامي الاستفتاء من المفتي لا العمل بظواهر الأحاديث؛ لأن الحديث قد يكون منسوخاً وقد يكون ظاهره متروكاً". (بدائع الصنائع، كتاب الصوم، مايفسد الصوم مع الكفارة: ۲/ ۲۵۷، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصوم، فصل في العوارض: ۱/ ۳۴۳، إمداديه)

(وكذا في فتح القدير، كتاب الصوم، فصل كان مريضاً في رمضان فخاف إن صام: ۲/ ۲۹۴، رشيديه)

باب في تذكرة الرجال

(رجال کا بیان)

محمد عبدالوہاب نجدی

سوال[۱۰۰۸۰]: محمد بن عبدالوہاب کے بارے میں عقائد علماء دیو بند، ص:۱۲۹ ''ہمارے نزدیک اس کا حکم وہی ہے، جو صاحب درمختار نے فرمایا ہے اور خوارج ایک جماعت ہے شوکت والی، جنہوں نے امام پر چڑھائی کی تھی اور تاویل سے امام کو باطل یعنی کفر یا ایسی معصیت کا مرتکب سمجھتے تھے جو قتال کو واجب کرتی ہے، اس تاویل سے یہ لوگ ہمارے مال اور جان حلال سمجھتے اور ہماری عورتوں کو قیدی بناتے ہیں، آگے فرماتے ہیں کہ ان کا حکم باغیوں کا ہے، پھر یہ بھی فرمایا کہ ہم ان کی تکفیر صرف اس لئے نہیں کرتے ہیں کہ یہ فعل تاویل سے ہے، اگر چہ باطل ہی سہی اور علامہ شامی نے اس کے حاشیہ میں فرمایا ہے، جیسا کہ ہمارے زمانہ میں عبدالوہاب کے تابعین سے سرزد ہوا کہ نجد سے نکل کر حرمین شریفین پر متغلب ہوا، اپنے کو حنبلی مذہب بتلاتے تھے، لیکن ان کا عقیدہ یہ تھا کہ بس وہی مسلمان ہیں۔ اور جو اس کے عقیدے کے خلاف ہو، وہ شرک ہے، اس بناء پر انہوں نے اہلِ سنت اور علمائے اہلِ سنت کا قتل مباح سمجھ رکھا تھا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی شوکت توڑ دی۔

اس کے بعد میں کہتا ہوں کہ عبدالوہاب اور اس کا تابع کوئی شخص بھی ہمارے کسی سلسلے میں نہیں ہے۔ نہ تفسیر وفقہ وحدیث کے علمی سلسلہ میں اور نہ تصوف میں، اب رہا مسلمانوں کے جان و مال اور آبرو کو حلال سمجھنا، سو یہ ناحق ہوگا یا حق؟ پھر اگر ناحق ہے، تو بلا تاویل ہے، جو کفر اور خارج از اسلام ہونا ہے اور اگر ایسی تاویل سے ہے جو شرعاً جائز نہیں تو فسق ہے اور اگر حق ہو تو جائز بلکہ واجب ہے۔

باقی رہا سلف اہلِ اسلام کو کافر کہنا، سو ہم ان میں سے نہ تو کسی کو کافر کہتے ہیں اور نہ ہی کسی کو کافر سمجھتے

ہیں، بلکہ یہ فعل ہمارے نزدیک رفض اور دین میں اختراع ہے''(۱)۔اس سے تو یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ علماء دیوبند کے نزدیک وہ خارجی اور رافضی ہے، لیکن جان و مال اور آبرو کو حلال جاننے میں معاملہ صاف ہوا کہ حق کیسے ہوسکتا ہے، اگر حق ہوتا، تو علامہ شامی اس طرح کیسے کہتے؟ اب باقی رہا ناحق یا بلا تاویل یا تاویل فاسدہ یا تاویل جواز آپ کی نظر میں کون ٹھیک ہے؟ توضیح فرمائیں! اور ایک رسالہ میں دیکھا کہ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں، ان کے عقائد عمدہ تھے اور مذہب ان کا حنبلی تھا، البتہ ان کے مزاج میں شدت تھی، مگر وہ اور ان کی مقتدی اچھے اور یہ بھی سنا جاتا ہے کہ وہ کسی امام کو نہیں مانتے (۲)۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہندوستان کے علماء نے محمد بن عبدالوہاب سے ملاقات نہیں کی، جیسی خبریں لوگوں نے سنائیں اور سنا کر دریافت کیا، اس کے متعلق جواب دیا، چونکہ مسلمان سے نیک گمان رکھنا چاہیے اور نیک گمان کے لئے کسی دلیل کی حاجت نہیں (۳)، اسلام خود ضامن ہے، البتہ بدگمانی کی دلیل نہ ہو، اس لئے تکفیر میں انتہائی احتیاط کی ضرورت ہے۔

''کف اللسان والقلم عن تکفیر مسلم'' لازم ہے (۴)۔

---

(۱) (المهند على المفند يعنى عقائد علمائے اهل سنت ديوبند، جواب السوال الثاني عشر، ص: ۳۷، ۳۸، الميزان لاهور)

(۲) (فتاوىٰ رشيديه، مسائل منثوره، وہابی کا عقیدہ، ص: ۵۵۱، سعيد)

(۳) قال الله تعالىٰ: ﴿يا أيها الذين امنوا اجتنبوا كثيرا من الظن إن بعض الظن إثم ولا تجسسوا......﴾ (الحجرات: ۱۲)

"وروينا عن أمير المؤمنين عمر بن الخطاب رضي الله تعالىٰ عنه أنه قال: ولا تظنن بكلمة خرجت من أخيك المؤمن إلا خيرا، وأنت تجدلها في الخير محملا". (تفسير ابن كثير، الحجرات: ۱۲: ۴/۲۷۱، دار السلام)

"أخرج البيهقي في شعب الإيمان عن سعيد بن المسيب، قال: كتب إلي بعض إخواني من أصحاب رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أن ضع أمر أخيك على أحسنه مالم يأتك ما يغلبك ...... الخ". (روح المعاني، الحجرات: ۱۲: ۲۶/۱۵۶، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۴) "إن المسئلة المتعلقة بالكفر إذا كان لها تسع وتسعون احتمالاً للكفر، واحتمال واحد في نفيه، =

محمد بن عبدالوہاب سے متعلق متعدد کتابیں لکھی گئی ہیں، جس کو جیسا پہونچا لکھ دیا۔ اب اس بحث کی ضرورت بھی کیا ہے؟ اس کے گروہ میں بھی بعض لوگ متشدد ہیں، بعض نرم ہیں، سب پر یکساں حکم نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۵/۱۴۰۰ھ۔

سید قطب اور اخوان المسلمین

سوال[۱۰۰۸۱]: اخوان المسلمین اور سید قطب شہید کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اخوان المسلمین اور سید قطب شہید نے اصلاحی قدم اٹھایا، حکومتِ وقت نے برداشت نہیں کیا، اس اصلاح کا تفصیلی نظام میرے سامنے نہیں کہ اس کے متعلق لکھ سکوں، کہ کس قدر وہ کتاب وسنت کے مطابق تھا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۷/۱۴۰۰ھ۔

شاہ ابن مسعود وشاہ فیصل کے عقائد

سوال[۱۰۰۸۲]: شاہ ابن مسعود اور شاہ فیصل کے عقائد وہی تھے، جو عبدالوہاب نجدی کے تھے، کیا

= فالأولیٰ للمفتي والقاضي أن يعمل بالاحتمال النافي؛ لأن الخطأ في إبقاء ألف كافر أهون من الخطاء في إفناء مسلم واحد". (شرح الفقه الأكبر للملا علی القاريٰ، ص: ۱۶۳، قديمی)

"ومنها إذا كان في المسئلة وجوه توجبه ووجه واحد يمنعه يميل العالم إلی ما يمنع من الكفر، ولا يرجح الوجوه علی الوجه؛ لأن الترجيح لايقع بكثرة الأدلة، ولاحتمال أنه أراد الوجه الذي لايوجب التكفير". (الفتاویٰ البزازية علی هامش الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب ألفاظ تكون إسلاماً: ۳/۳۲۱، رشيديه)

"السابعة: ما في البحر من باب المرتد نقلاً عن فتاویٰ الصغریٰ: الكفر شيء عظيم، فلا أجعل المؤمن كافراً متی وجدت رواية أنه لايكفر، ثم قال: والذي تحرر أنه لايفتی بكفر مسلم أمكن حمل كلامه علی محمل حسن، أو كان في كفره اختلاف، ولو رواية ضعيفة". (شرح عقود رسم المفتي، الرواية التي يحترز بها من تكفير مسلم الخ، ص: ۱۴۱، دارالكتاب)

حکم ہے؟ اس کے بارے میں تحقیق کیا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

میں نے ان کے عقائد نہ کسی کتاب میں دیکھے، نہ کبھی زبانی تحقیق کی نوبت آئی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

☆......☆......☆......☆......☆

باب الفلکیات

(فلکیات کا بیان)

چاند پر پہنچنے والوں کی تکذیب کی جائے یا تصدیق؟

سوال[۱۰۰۸۳]: آج کل عوام وخواص میں مشہور ہے کہ امریکہ کے کچھ لوگ چاند پر گئے اور وہاں سے مٹی وغیرہ بھی لائے، اس بارے میں ہمارے علماء کے مختلف بیانات ہیں، کسی طرف سے یہ اشتہار شائع ہوتا ہے کہ ''امریکہ کے کچھ لوگوں نے چاند پر جاکر واقعہ معراج کو مزید ثبوت بخشا اور شق القمر کی تصدیق ہوئی، جس سے اسلام کی تقویت ہوئی''۔

کسی کی جانب سے یہ شائع ہوتا ہے کہ ''جھوٹے ہیں، اللہ نے آسمانوں کو شیاطین سے محفوظ کر دیا ہے اور چاند آسمان ہی میں ہے اور فلسفیوں کے نام لکھے ہیں، لہٰذا کوئی بھی شیطان جن وانس آسمان پر نہیں جاسکتا''، جس سے ہم جیسے کم علم بہت پریشان ہیں، چونکہ اشتہاروں میں شائع ہوتا ہے کہ ''جس نے اس پر یقین کیا کہ چاند پر انسان گیا، وہ خارج از اسلام ہے اور اس کا نکاح ٹوٹ گیا وغیرہ وغیرہ''۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

امریکہ والوں کے بارے میں اگر آپ سکوت کریں، کچھ بھی نہ کہیں، تو کیا اشکال ہے؟ نہ کوئی خارج اسلام کہے گا، نہ تجدید نکاح کا حکم دے گا، خدا جانے ایسے اشتہارات کس نے شائع کئے اور آپ کو ان کے پڑھنے اور یقین کرنے پر کس نے مجبور کیا، اگر تحقیق ناقص ہی مقصود تھی، تو دونوں طرف کے اشتہارات ہی یہاں بھیج دیتے، جس میں قرآن پاک اور حدیث شریف کے حوالے دیئے ہیں، یہ طریقہ نہیں جو آپ نے اختیار کیا، جو آدمی محض مسئلہ یا دلیل معلوم کرے اس کا جواب مسئلہ یا دلیل لکھ دینے سے ہوجاتا ہے، جو شخص کسی کی تردید چاہے یا دو فریق کے اختلاف کے متعلق تحقیق چاہے، اس کو اس شخص کی اور دونوں فریق کی دلیل بھی دریافت

کرکے لکھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ آپ ہم سے تو ہر بات کا حوالہ کتب فقہ سے طلب کرتے ہیں اور جناب زید اور فریقین کی باتیں بلا دلیل و بلا حوالہ کتب فقہ کے لکھ دیتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۷/۹/۹۴ھ۔

دمدار ستارہ

سوال [۱۰۰۸۴]: آج کل یہاں پر شب کے تین بجے دمدار ستارہ نمودار ہوتا ہے، یہ ستارہ پہلے شمال کی جانب نکلتا تھا اور اب مشرق کی جانب نکلتا ہے، اس کے بارے میں عوام میں بہت سی باتیں مشہور ہو رہی ہیں، براہِ کرم واضح فرمادیں کہ ایسے ستاروں کے بارے میں شرعاً کوئی چیز ثابت ہے یا نہیں؟ اور اس ستارے کی شرعی پوزیشن کیا ہیں؟ نیز اس بارے میں عوام کے قیاسات پر یقین کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ اور اگر یقین کیا جا سکتا ہے تو کس حد تک؟ براہِ کرم بالتفصیل جواب سے مطلع فرمادیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

الإشاعة لأشراط الساعة میں ص: ۵۷ پر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث بحوالہ مردویہ منقول ہے کہ جب فلاں فلاں کام ہونے لگیں، تو دمدار ستارہ طلوع ہوگا (۱)، اس کا حاصل یہ ہے کہ عبادات میں اخلاص نہ رہے، معاصی کی شدت ہو جائے، حدود اللہ قائم نہ کی جائیں، تو اس وقت اسی قسم کی نشانیاں ظاہر ہوتی ہیں، جن کا مقصد مخلوق کو خداوند تعالیٰ کی طاعات کی طرف توجہ کرنا ہے، تاکہ معاصی کم ہوں، لوگ اخلاص پیدا کریں اور یہ ظاہر ہے کہ عامۃً ایسی آسمانی نشانیوں کو آج کل تماشا بنالیا جاتا ہے، فوٹو لئے جاتے ہیں۔ کیمیاوی تحقیقات کی جاتی ہے اور عبرت حاصل کرکے اصلاح کی کوشش نہیں کی جاتی ہے۔

قحط، زلزلہ، سیلاب، طوفان، وبا کا اثر، آتش فشاں، مختلف قسم کے اسباب کو مسلط کیا جاتا ہے، کبھی دورِ سحر انسانی شکل میں بھی ہوتے ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ

---

(۱) "ومنها: ظهور كوكب له ذنب. عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: يا سلمان إذا كان حج الملوك تنزها، والأغنياء للتجارة، والمساكين للمسألة، والقراء رياء وسمعة فعند ذلك يظهر نجم له ذنب. رواه ابن مردويه". (الإشاعة لأشراط الساعة للبرزنجي، ومنها رضخ رؤوس أقوام بكواكب من السماء، ص: ۵۷، دار الكتب العلمية بيروت)

اللہ تعالیٰ نے دمدار ستارہ کے متعلق کلام کیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

چاند کی خبریں

سوال[۱۰۰۸۵]: چاند پر پہنچنے والے سائنس دانوں کی خبریں ریڈیو اور اخباروں میں نشر ہوتی رہتی ہیں یہ کہ "وہ چاند سے مٹی لائے یا پتھر لائے اور چاند کو زمین کا ٹکڑا بتلاتے ہیں اور وہاں پہاڑ وندی نالے بھی ہیں"۔ کیا یہ خبریں صحیح ہیں اور ان کی قرآن وحدیث میں کوئی تصدیق ملتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جیسے اور بہت سی خبریں عجائبات کی بیان کی جاتی ہیں، اسی طرح یہ خبریں بھی ہیں، اگر یہ بھی صحیح ہو جائیں، تو قرآن وحدیث کی اس سے مخالفت وتردید لازم نہیں آتی، ہوسکتا ہے کہ صحیح ہو یا نہ ہو۔ واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۹۱/۶/۲۴ھ۔

الجواب صحیح: العبد نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند۔

☆......☆......☆......☆......☆

باب التبلیغ

(تبلیغ کا بیان)

امر بالمعروف ونہی عن المنکر

سوال[۱۰۰۸۶]: اس نازک وقت میں علماء کو خاموش رہنا چاہیے یا جگہ جگہ اور موقع بموقع مساجد میں تقریر کرتے رہنا چاہیے؟ علماء کیوں خاموش ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر حسبِ حیثیت لازم ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۱۱/۲۶ھ۔

تبلیغی جماعت کی حقیقت

سوال[۱۰۰۸۷]: تبلیغی جماعت کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ اور تبلیغ کن لوگوں کو کرنی چاہیے؟ اور کن لوگوں کو تبلیغ کرنے کا حق ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دہلی نظام الدین میں مدت دراز تک حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی نور اللہ مرقدہ کا قیام رہا

---

(۱) "عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالىٰ عنه، عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "من رأى منكر منكراً فليغيره بيده، فإن لم يستطع فبلسانه، فإن لم يستطع فبقلبه، وذلک أضعف الإيمان". (صحيح مسلم، كتاب الإيمان، مقدمة، باب بيان كون النهي عن المنكر من الإيمان، ص: ۴۲، دار السلام)

"قال بعض العلماء: الأمر الأول للأمراء، والثاني للعلماء، والثالث لعامة المسلمين". (مرقاة المفاتيح، كتاب الأداب، باب الأمر بالمعروف، الفصل الأول: ۸/ ۸۶۱، رشيديه)

(ومشكاة المصابيح، كتاب الأداب، باب الأمر بالمعروف، الفصل الأول، ص: ۴۳۶، قديمي)

جو کہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہی قدس سرہ سے بیعت تھے اور ان کے پاس تربیت پائی تھی، پھر ان کے وصال کے بعد حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا اور ان سے بھی سلاسل اربعہ میں خلافت واجازت پائی۔

دہلی کے قریب علاقہ میوات ہے، وہاں مسلمانوں کا یہ عالم تھا کہ لاکھوں مسلمانوں کی تعداد تھی، مگر ان کے سروں پر چوٹے تھے، نام ہندوانہ، رسوم مشرکانہ، نماز سے ناواقف، کلمہ سے بھی ناآشنا تھے، ان میں ابتداءً مولانا الیاس رحمہ اللہ تعالیٰ نے تبلیغ شروع کی اور لوگوں میں شوق پیدا کیا کہ دین سیکھنے کے لئے چلو، چنانچہ چھولے میں چنے لے کر ایک چلہ کے لئے ایک ایک جماعت دس دس بارہ بارہ آدمیوں کی نکلی، جن میں ایک شخص ایسا ساتھ کر دیا، جو وضو، نماز ایک دو پارہ قرآن شریف پڑھا ہوا ہے اور وہ اس جماعت کو تعلیم دیتا اور وضو نماز سکھاتا اور جگہ جگہ جا کر وہاں کے لوگوں کی خوشامد کر کے اپنے ساتھ کام میں شامل کرنے کی دعوت دے کر جماعت کو بڑھاتا، چالیس روز تک خراب اخلاق واعمال سے یہ لوگ بچے رہے کہ شراب نہیں پی، زنا نہیں کیا، چوری نہیں کی، لڑائی نہیں کی، گالی نہیں دی وغیرہ وغیرہ اور استعداد کے موافق کسی نے پوری نماز سیکھ لی، کسی نے کچھ سورتیں یاد کرلیں، جب یہ جماعت واپس آئی، تو اپنی بستی سے دوسری جماعت کو تیار کیا، غرض دین سیکھنے کے واسطے نکلنے کا شوق عام ہوگیا، اس سے بہت بڑا فائدہ مسلمانوں کو ہوا اور ہو رہا ہے، اس کا نام تبلیغی کام ہے اور اس کے کرنے والوں کا نام تبلیغی جماعت ہوگیا، چھ اصول یا چھ نمبر اس لئے مقرر کر دیئے گئے، جن کے سمجھنے یاد کرنے سے پورے دین کی طرف رہنمائی ہوتی ہے، تقریر بھی انہیں چھ باتوں کی ہوتی ہے، جو اہلِ علم ہوں، وہ تفصیل سے تبلیغ وتقریر کرتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

تبلیغی جماعت کا کام اور فائدہ

سوال[۱۰۰۸۸]: ہمارے شہر مظفر نگر میں تبلیغی جماعت کا کام بڑے زوروں پر ہے، اس جماعت میں جو حضرات کام کرتے ہیں، وہ ہم کو مندرجہ ذیل کام کرنے کی صلاح دیتے ہیں:

۱- یہ کہ اپنی زندگی میں چار مہینے اللہ کے راستے میں لگاؤ۔

۲-ایک سال میں چالیس روز اللہ کے راستہ میں لگاؤ۔

۳-مہینہ میں تین دن اللہ کے راستہ میں لگاؤ۔

۴-ایک وقت مقرر کر کے گھر میں تبلیغی نصاب کی تعلیم ہونی ضروری ہے۔

۵-ایک وقت مقرر کر کے مسجد میں تبلیغی نصاب کی تعلیم ہونی ضروری ہے۔

۶-ایک ہفتہ میں ایک روز اپنی قریبی مسجد میں جو اجتماع ہوتا ہے، اس میں بھی ضرور شریک ہوں اور ایک ہفتہ میں مرکز والی مسجد میں اجتماع ہوتا ہے، اس میں بھی ضرور شریک ہوں۔

۷-صبح کے وقت نمازِ فجر پڑھنے کے فوراً بعد اپنے محلہ میں گشت کرو، جس میں لوگوں کو اس بات کی دعوت دو کہ ہر ایک آدمی ان تمام مندرجہ بالا باتوں کا کرنے والا بن جائے، جس وقت یہ جماعت مسجد سے روانہ ہوتی ہے تو اس وقت یہ جماعت عاجزانہ دعا مانگ کر روانہ ہوتی ہے، یہ تمام پروگرام جو کسی کی ملازمت کرتا ہے، وہ بھی کرے اور جو خود اپنا کام کرتا ہے، وہ بھی کرے، یہ ہدایت کرتے ہیں، جس جگہ ملازمت کرتے ہیں، چاہے وہ منع بھی کرے، جب بھی جانا چاہیے، ان تمام باتوں سے ہم لوگوں کو آپ احادیث کی روشنی میں بتلانے کی تکلیف گوارہ کریں، تاکہ ہم ٹھیک طرح سے کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہم کو عبادت کے لئے پیدا فرمایا۔﴿وما خلقت الجن والإنس إلا ليعبدون﴾(۱) تمام دنیا کو ہمارے لئے پیدا کیا اور ہم کو آخرت کے لئے پیدا کیا۔

"إنما الدنيا خلقت لكم وأنكم خلقتم للآخرة"(۲).

اس کا تقاضا تو یہ ہے کہ ہماری زندگی کا ہر سانس اللہ کی عبادت میں لگا رہے اور کل کائنات کو اللہ کی

---

(۱) (الذاريات: ۵۴)

(۲) "وقال صلى الله تعالىٰ عليه وسلم في بعض خطبه: المؤمن بين مخافتين بين أجل قد قضى لا يدري ما الله صانع فيه، وبين أجل قد بقي لا يدري ما الله قاض فيه، فليتزوّد العبد من نفسه لنفسه، ومن دنياه لآخرته ومن حياته لموته، ومن شبابه لهرمه، فإن الدنيا خلقت لكم وأنتم خلقتم للآخرة ...... الخ".

(إتحاف السادة المتقين بشرح إحياء علوم الدين، كتاب ذم الدنيا، بيان ذم الدنيا: ۹/۵۴۹، دار الكتب العلمية بيروت)

عبادت کے لئے استعمال کیا جائے، جس چیز کے استعمال سے منع کردیا گیا ہے، اس سے پورا پرہیز کیا جائے، مگر افسوس کہ ہماری موجودہ زندگی اس کے بالکل برعکس ہے، ہمارے سامنے دنیا ہی دنیا رہ گئی، ساری زندگی دنیا کمانے میں اور دنیا کی چیزوں کے حاصل کرنے میں صَرف ہورہی ہے، آخرت کی طرف سے پوری غفلت ہے، زندگی کے اس رخ کو بدلنے کے لئے تبلیغی جماعت نے یہ نظام تجویز کیا ہے کہ جس قدر محنت اس فانی دنیا پر ہورہی ہے، آہستہ آہستہ وہاں سے ہٹ کر یہ محنت آخرت پر ہونے لگے اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مبارک دین زندہ ہوکر مسلمانوں کی پوری زندگی میں سرایت کرجائے، تجربہ یہ ہے کہ تحریر کردہ نظام پر عمل کرنے سے زندگی کا رخ بڑی حد تک بدل جاتا ہے، مگر چھ اصولوں کی پابندی بے حد ضروری ہے، ورنہ حدود پر قائم رہنا دشوار ہوجائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۵/۱۴۰۱ھ۔

تبلیغی جماعت کے امیر کے لئے ضروری شرائط

سوال[۱۰۰۸۹]: تبلیغی جماعت میں ایک امیر ہوتا ہے، ان کے لئے کن کن باتوں کا ہونا شرط ہے، اگر اتنی باتیں نہ ہوں، تو اس کو امیر بنانا کیسا ہے؟ جس طرح ابھی تبلیغ کا کام مسلمانوں کی ٹولی میں چلہ لکھا کر جاہل وعالم سب مل کر گھومتے ہیں، ایسا گھومنا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا چاروں امام میں سے کسی کا ایسا طریقہ رہا ہے کہ مسلمانوں میں جا کر تبلیغ کریں اور وہ بھی چلہ لکھا کر، پہلے کی تاریخ دیکھنے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ بزرگانِ دین چلہ ۴۰ روز یا اس سے بھی زائد ایک جگہ بیٹھ کر عبادتوں میں مشغول رہتے تھے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جیسے امام نماز کے لئے اعلیٰ صفات کی ضرورت ہے، مگر جب ان صفات کا امام نہ ملے، تو مجبوراً کم درجے کے آدمی کو امام بنالیا جاتا ہے، اس طرح تبلیغی جماعت کے امیر کا حال ہے، جو شخص نماز کے لئے مسجد میں نہ آتا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے متعلق تحقیق فرماتے، مکان پر آدمی بھیجتے تھے(۱)، یہاں تک کہ

---

(۱) "عن أبي بن كعب (رضي الله تعالىٰ عنه) قال صلى بنا رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يوماً الصبح فقال: أشاهد فلان قالوا: لا! قال: أشاهد فلان قالوا: لا! قال: إن هاتين الصلاتين أثقل الصلوات على المنافقين ...... الخ". (سنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب في فصل صلاة الجماعة: ۹۲/۱، رحمانيه) =

ارشاد فرمایا کہ جو لوگ صبح کی نماز میں نہیں آتے، جی چاہتا ہے کہ ان کے گھروں میں آگ لگا دوں (۱)، یہ بھی روایات میں موجود ہے کہ ترک جماعت کی ہمت منافق کو بھی نہیں ہوتی تھی (۲)۔ ایسی حالت میں جماعت بنا کر لوگوں کے مکانوں پر جانے اور گھومنے کی ضرورت نہیں تھی، اب آپ خود دیکھ لیں کہ کتنے لوگ ہیں جو مسجد میں نہیں آتے؟! اور کتنے لوگ ہیں جن کو نماز نہیں آتی؟! اور کتنے لوگ ہیں جن کو کلمہ بھی نہیں آتا؟! نماز میں جو کچھ پڑھا جاتا ہے، اس کا مطلب سمجھنے والے تو بہت ہی کم ہیں، اس لئے اب ضرورت ہے۔

= "أن عمر بن الخطاب رضي الله تعالىٰ عنه فقد سليمان بن أبي حثمة في صلاة الصبح، وأن عمر غدا إلى السوق، وسكن سليمان بين المسجد والسوق فمرّ على الشفاء أم سليمان، فقال لها: لم أر سليمان في الصبح"، فقالت: "إنه بات يصلي فغلبته عيناه، فقال عمر رضي الله تعالى عنه: لأن أشهد صلاة الصبح في جماعة أحب إلى من أن أقوم ليلة". (موطأ إمام مالك، كتاب الصلاة، باب ماجاء في العتمة والصبح، ص: ۱۱۵، قديمی)

(ومشكاة المصابيح، كتاب الصلاة، باب الجماعة وفضلها، الفصل الثالث: ۱/۹۷، قديمی)

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: لقد هممت أن آمر بالصلاة فتقام، ثم آمر رجلاً فيصلي بالناس، ثم أنطلق معي برجال معهم حزم من حطب إلى قوم لايشهدون الصلاة، فأحرّق عليهم بيوتهم بالنار". (سنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب التشديد في ترك والجماعة: ۱/۹۱، رحمانيه)

(وصحيح مسلم، كتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب فضل صلاة الجماعه وبيان التشديد في التخلف عنها/: ۱/۲۳۲، قديمی)

(ومشكاة المصابيح، كتاب الصلاة، باب وجوب الصلاة، الفصل الثالث: ۱/۱۲۱، قديمی)

(۲) "عن عبدالله بن مسعود رضي الله تعالى عنه قال: حافظوا على هؤلاء الصلوات الخمس حيث ينادى بهن ...... ولقد رأيتنا وما يتخلف عنها إلا منافق بيّن النفاق ...... الحديث". (سنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب التشديد في ترك الجماعة: ۱/۹۲، رحمانيه)

(وصحيح مسلم، كتاب الصلاة ومواضع الصلاة، باب فضل صلاة الجماعة وبيان التشديد في التخلف عنها: ۱/۲۳۲، قديمی)

(وسنن النسائي، كتاب الإمامة، باب المحافظة على الصلوات حيث ينادى بهن: ۱/۱۳۶، قديمی)

جیسے کہ دینی مدارس اور اساتذہ کے طلبہ کے لئے کتابیں، درسگاہیں، کمرے، مطبخ، امتحان وغیرہ کتنی چیزیں، جس کا انتظام کیا جاتا ہے جو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وقت نہیں تھی، یہ سب دین سیکھنے اور اس پر عمل کرنے اور اس کی اشاعت کے لئے ہے، جو سراسر خیر ہی خیر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۷/۱۴۰۰ھ۔

کیا تبلیغی جماعت فتنہ ہے؟

سوال[۱۰۰۹۰]: مسلک دیوبند سے وابستہ ایک عالم نے ابھی حال میں ایک رسالہ تحریر کیا، جس کا نام ہے ''مروجہ تبلیغی جماعت'' کتاب ملنے کا پتہ ''مدرسہ فاروقیہ، اتراؤں ضلع الہ آباد'' اس رسالہ کا خلاصہ یہ ہے کہ تبلیغی جماعت من جملہ فتنوں میں سے ایک فتنہ ہے، اس میں شرکت بدعت وگمراہی ہے، ان عالم صاحب کا کہنا یہ ہے کہ مروجہ تبلیغی جماعت اپنی موجود ہیئت کذائیہ مثلاً: چلہ، دعا بالجہر، بیداری شب جمعہ وغیرہ وغیرہ بدعت ہے، اس کا قرآن وسنت سے کوئی تعلق نہیں ہے، تو کیا حضرات علمائے حق کا اس میں شریک ہونا، اعانت کرنا حرام ہے؟ بعض حضرات کا ذاتی خیال یہ ہے کہ یہ رسالہ خود ایک زبردست فتنہ ہے، اس سے عوام میں گمراہی کے شیوع کا اندیشہ ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس رسالہ کے مصنف کے شیخ حضرت مولانا وصی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے مروجہ تبلیغی جماعت اور اس کے کام کو پسند فرمایا اور تائید کی ہے، نیز مصنف رسالہ کے استاد ومربی حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اخیر حیات تک تائید فرماتے رہے، نیز دیگر اکابر حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی صاحب، حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے تائید فرمائی ہے، ایک کتاب ہے، جس کا نام ہے ''کیا تبلیغی کام ضروری ہے'' اس میں اکابر مرحومین اور موجودین کی تحریرات ایک صاحب نے شائع کردی ہے، اصل یہ ہے کہ قریب سے کام میں حصہ لے کر دیکھا جائے، تو صحیح رائے قائم کی جائے اور جو اشکالات لکھے ہیں، وہ خود ہی حل ہو جائیں، میرے خیال میں اس کا جواب لکھنے کی ضرورت نہیں کہ قلمی لڑائی کا دروازہ کھلتا ہے، جس کو اشکال ہو، وہ حل کرے، حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ نے اعتراضات کے جوابات شائع کردیئے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۸/۱۴۰۰ھ۔

طلباء کا تبلیغی جماعت میں جانا

سوال[۱۰۰۹۱]: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ دینی مدارس کے طلباء اگر کبھی کبھی زمانہ تعلیم میں کچھ روز کے لئے ہفتہ، عشرہ یا دو چار یوم کے لئے تبلیغی جماعت کے ہمراہ چلے جائیں، تو کیا مناسب نہ ہوگا، اول تو طلباء کو توفیق شرکت کی کم ہوتی ہے اور پھر استادوں کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ یہ جاہلوں کی جماعت ہے، یہ کیسا ہے؟ مفصل احکام لکھو۔ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

طلباء کو اپنی تعلیم کا حرج کر کے تبلیغی سفر میں نہیں جانا چاہیے، جمعہ کی تعطیل میں جانا بہتر ہے، اگر استاد سفر میں جائیں یا دیگر ضرورت کی وجہ سے رخصت پر ہوں، جس سے سبق کا حرج نہ ہو، تب بھی طلباء کو جانے میں مضائقہ نہیں، الحاصل سبق کا حرج نہ کریں، اگر کسی طالب علم کی اصلاح ہی کے لئے اکابر واساتذہ اس کا جانا تجویز کریں، یا اربابِ مدرسہ جس طرح تقریر وغیرہ کا انتظام کرتے ہیں اور اس کے لئے سبق بند کرتے ہیں اور طلباء کے حق میں اس کو نافع سمجھتے ہیں، اسی طرح ایک دو روز کے لئے تبلیغی سفر بھی تجویز کریں، تو ان کی تجویز پر عمل کرنا چاہیے، اس طرف رخ رکھنے سے تعلیم کا بڑا مقصد پورا ہوتا ہے اور غلط رخ سے حفاظت ہوتی ہے، تبلیغی جماعت اور اس کے کام کے متعلق اکابر کی تحریرات بشکل خطوط متعدد بار مختلف ذرائع سے شائع ہو چکے ہیں، لکھنؤ میں بڑا اجتماع ہوتا ہے، تمام اساتذہ وطلباء اسباق بند کر دیتے ہیں اور اجتماع میں شرکت کرتے ہیں، یہ بات کہ "جاہلوں کی جماعت ہے"، بڑی حد تک صحیح ہے، اس اعتبار سے کہ جاہلوں کو یہ کہہ کر سفر میں نکالا گیا کہ دین سیکھنے کے لئے چلو، چنانچہ لاکھوں کی تعداد جاہلوں کی ایسی ہوگئی کہ تبلیغی سفر سے ان کا ایمان درست ہوگیا۔ کفر، شرک، رسومات، بدعات، جرائم سے انہوں نے توبہ کر لی، اخلاق بصدق واعمال درست کر لئے، نماز وقرآن سیکھ کر پابند ہوگئے، حج کیا، دین کی باتیں بیان کرنے کا سلیقہ سیکھ گئے، بعض جاہلوں کو کئی کئی گھنٹہ بیان کرتے ہوئے میں نے خود سنا ہے، اس میں کئی کئی سو حدیثیں بیان کیں اور ان کے مطلب کو بہت سمجھا کر بیان کیا، ایسے بیان کو سن کر مدارس کے بہت سے اہل علم حضرات بھی حیران رہ گئے، کہ بغیر مدرسہ میں پڑھے، ان میں اتنا عظیم الشان تغیر کیسے پیدا ہوگیا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۳/۶/۸۶ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دار العلوم دیوبند۔

موجودہ وقت میں مسلمانوں کی اصلاح کا طریق کار

سوال[۱۰۰۹۲]: اس زمانے میں ہندوستانی مسلمانوں کا از روئے موافق شریعت کیا چارہ کار ہونا چاہیے؟

منیر احمد مدرسہ عربیہ عین العلم ٹانڈہ فیض آباد، یوپی

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایمان ویقین پختہ کریں، عقائد حقہ، اخلاق فاضلہ، اعمال صالحہ اہتمام سے حاصل کریں، آپس میں ہمدردی اور خیر خواہی سے رہیں، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لائے ہوئے پورے دین کو اپنے اندر جمانے اور دوسرے بھائیوں تک پہونچانے اور ظلم معصیت کے مٹانے میں منہمک ہو جائیں، تو خدائے پاک کی نصرت ہوگی۔

﴿یاأیها الذین آمنوا إن تنصروا الله ینصرکم﴾(۱) الآیة. اور جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصرت ہوئی تو پھر کوئی دوسرا غالب نہیں ہوگا۔

﴿إن ینصرکم الله فلا غالب لکم﴾(۲) الآیة. فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۶/ ۸/ ۹۳ھ۔

کیا دیوبند کے علماء تبلیغی جماعت کو غلط سمجھتے ہیں؟

سوال[۱۰۰۹۳]: ہمارے مقام کے کچھ احباب موجودہ تبلیغی کام پر (جس کی سرپرستی مولانا الیاس صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں) اعتراض کرتے ہیں، مسجد میں ایک اشتہار لگایا گیا ہے کہ دیوبند کے چند علماء جن کے کچھ نام بھی لکھے گئے ہیں، اس کام کو غلط سمجھتے ہیں اور یہ قرآن وحدیث کے خلاف ہے، میں تو بالکل مطمئن ہوں کہ یہ ان حضرات کا اعتراض بالکل غلط ہے اور اشتہار بھی غلط ہے، پھر بھی اس بات کی یہاں ضرورت ہے کہ اس کی تصدیق ہو جائے، براہ کرم تبلیغی کام کے تعلق سے علماء دیوبند کا کیا خیال ہے؟ معلوم فرمائیے! تاکہ

---

(۱) (محمد: ۷)

(۲) (آل عمران: ۱۶۰)

سندر ہے، یہ اشتہار بریلوی عقائد کے اشخاص میں سے ایک شخص کی طرف سے لگایا گیا ہے۔ جوابات اس کاغذ پر ہوں تو بہتر ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

علماء دیوبند تبلیغی جماعت میں برابر شرکت کرتے رہتے ہیں، دیوبند میں مدرسہ میں بھی جماعت کام کرتی ہے اور یہاں مرکز نظام الدین دہلی جماعتیں جاتی رہتی ہیں، بریلوی تو اپنے سوا سب ہی کو کافر کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہدایت دے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۱۱/۹۰ھ۔

کیا تبلیغی جماعت حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلاف ہے؟

سوال [۱۰۰۹۴]: تبلیغی جماعت جو دہلی سے نکلتی ہے، وہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے بالکل خلاف ہے، ان کی نہ کوئی کتاب مطالعہ میں ہے، نہ حق اللہ کا خیال، نہ حق العباد کا، نہ قرضہ سے نفرت، نہ بزرگوں سے عبرت، نہ مسائل سے محبت، یہ کیا دین ہے؟؟؟ جب حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مکمل کر دکھایا تو ان کا طریقہ کیوں نہ اپنایا، اس جماعت کے بارے میں آپ کا کیا فتویٰ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دہلی نظام الدین کی تبلیغی جماعت کے متعلق یہ کہنا کہ وہ حضرت اقدس حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نور اللہ مرقدہ کے مخالف ہے بالکل غلط ہے، میں نے جماعت کے اکابر کے پاس حضرت تھانوی کی کتابیں دیکھی ہیں، جو اُن کے مطالعہ میں رہتی ہیں، بدعتیوں کا تو بڑا اعتراض ہی اس جماعت پر یہ ہے کہ حضرت مولانا تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی جماعت ہے اور ان کے بیان کئے ہوئے مسائل پھیلاتی ہے، حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایک ملفوظ ہے کہ "میری تمنا یہ ہے کہ علوم حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہوں اور طریقہ تبلیغ میرا ہو"، لہٰذا یہ جماعت تو ان کے علوم کو سب دنیا میں ہدایت کے لئے پھیلانے والی ہے، حق اللہ اور حق العباد کی فکر سب کو ضروری ہے، جو شخص اس میں کوتاہی کرتا ہے، اس کو اپنی اصلاح ضروری ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۱۰/۹۴ھ۔

امامِ مسجد اگر تبلیغی تقریر کو منع کرے تو کیا حکم ہے؟

سوال[۱۰۰۹۵]: تبلیغی جماعت بعض مساجد میں جاتی ہیں، تو وہاں کے امام صاحب کہتے ہیں کہ بلا اجازت امام کے تقریر نہیں کر سکتے، ہماری طرف سے اجازت نہیں ہے اور امام ہذا بریلوی عقائد کے علمبردار عالم ہیں، ان کا یہ قول درست ہے یا نہیں؟ اگر کوئی دلیل منصوصات میں سے ہو، تو زیادہ بہتر ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

عام تقریر نہ کی جائے، اپنا حلقہ تعلیمی اور کتاب سنانے کا کام کریں، تاکہ کام بھی ہو جائے اور فتنہ برپا نہ ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

کیا تبلیغ وتعلیم ہفتہ میں صرف ایک روز ہونی چاہیے؟

سوال[۱۰۰۹۶]: تبلیغی جماعت والے کہتے ہیں: ہر دن تعلیم بھی، وعظ وتذکیر یا کتاب پڑھنا چاہیے، جب کہ مشکوٰۃ شریف میں ایک ہفتہ میں ایک بار کی تعلیم بھی شبہ کی ہے، شرعی حکم سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

زمانۂ خیر القرون میں اتنا علم تھا کہ آج اس کا ہزارواں حصہ بھی موجود نہیں، حضور اقدس نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں بیٹھتے ہی قلوب پر علوم الٰہیہ کی بارش ہوتی تھی، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی پرتو تھے، اس کے باوجود بعض حضرات نے اپنے آپ کو تعلیم کے لئے متعین اور وقف فرما دیا تھا۔

حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روزانہ تعلیم دیا کرتے تھے، حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عبادۃ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ حضرات بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے، حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حلقۂ درس میں ایک وقت میں سولہ سو پڑھنے والے تھے، ان سب کو دین سکھلایا جاتا تھا، یہ کام روزانہ ہوتا تھا۔ آج بھی بڑے بڑے مدارس موجود ہیں، کیا وہاں بھی ہفتہ میں دو روز کی تعلیم کا مشورہ دیں گے، اصل بات یہ ہے کہ جس قدر دین سے ناواقفیت ہو، اس کے موافق واقف کرنے کے ذرائع حاصل کرنا ضروری ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۹/۲۱ھ۔

کیا تبلیغ میں جانا محبتِ شیخ کے قائم مقام ہے؟

سوال[۱۰۰۹۷]: تبلیغی جماعت گاؤں گاؤں، شہر شہر، گھر گھر جا کر لوگوں کو کلمۂ اسلام، ایمان مجمل ومفصل، وضو، نماز، روزہ، زکوۃ اور مسنون دعائیں وغیرہ سکھاتی ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایمان کو قلب میں راسخ کرنا، اطمینان دلی حاصل کرنا، الإحسان حدیث جبریل علیہ السلام والی کیفیت پیدا کرنے کے لئے حسب تحریر شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ تصوف کا راستہ اختیار کر کے کسی کامل بزرگ کو مرشد کی حقیقت سے پکڑنا ضروری ہے یا تبلیغ میں چلہ دے کر ہر کس وناکس کے ساتھ تبلیغ میں جانے سے یہ سعادت حاصل ہوجاتی ہے، حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ'' میں تحریر فرمایا ہے کہ:

"ولا تحصل هذه السعادة العظيمة بغير تصرف بجذبة الإلهية، ولا سبب في طريق الجذبة أقوى من صحبة الشيخ الذي سلوكه بطريق الجذبة الخ"(۱).

الجواب حامداً ومصلياً:

اصل مقصود اتباع سنت ہے، زندگی کے ہر شعبہ میں اس کی ابتداء "إنما الأعمال بالنيات"(۲) سے ہے اور انتہا "أن تعبد الله كأنك تراه"(۳) پر ہے۔ مشائخ نے لکھا ہے کہ "طرق الوصول إلى الله تعالى بعدد أنفاس الخلائق".

مگر عام طور پر وصول شیخ محقق کی تربیت سے ہوتا ہے، جیسا کہ شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحریر سے آپ نے بھی نقل کیا ہے، پھر تربیت اگر تبلیغی جماعت کی جدوجہد کے طرز پر ہو، تو اس کے ذریعہ نسبت قویہ حاصل ہوگی اور خطرات کم ہوں گے، جن کا تعلق کسی شیخ محقق سے نہیں اور وہ تبلیغی جماعت کی جدوجہد صحیح طریقہ پر کریں، تو وہ بھی مقامات قرب پر فائز ہوں گے اور یہ کام ان پر واضح کردے گا کہ تعلق مع الشیخ کی کس قدر

---

(۱) (نقل رسالہ شیخ تاج الدین سنبھلي رحمه الله تعالیٰ ، ص: ۳۶، کتب خانه علویه رضویه مسجد نوری لائل پور)

(۲) (صحيح البخاري، قبل كتاب الإيمان، باب كيف كان بدؤ الوحي إلى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ۲/۱، قديمي)

(۳) (صحيح البخاري، كتاب الإيمان، باب سؤال جبريل النبي عن الإيمان والسلام ..... الخ: ۱۲/۱، قديمي)

ضرورت ہے، پھر تعلق کر کے بہت جلد وہ کامیاب ہوں گے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۱۲/۹۴ھ۔

حج کو جائے یا تبلیغی اجتماع میں؟

سوال[۱۰۰۹۸]: امریکہ میں تبلیغی اجتماع ہونے والا ہے اور وہاں کا صَرفہ تقریباً ۱۵/ ہزار روپے ہے، تو کیا اجتماع میں جانا ضروری ہے یا وہ شخص اجتماع میں نہ جائے، حج بیت اللہ کرے اور نہ جانے کی صورت میں وہ عنداللہ گنہ گار تو نہیں ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اس کے ذمہ حج فرض ہے، تو اس فرض کو ادا کریں، تبلیغی جماعت حج میں بھی جاتی ہیں، ان کے ساتھ رہ کر تبلیغی کام بھی کرتا رہے، اگر اس کے ذمہ حج فرض نہیں، تبلیغی اجتماع یا ایامِ حج سے بہت پہلے ہے، تو وہ اجتماع میں شرکت کرلیں، پھر اگر حج کے موقع پر اللہ وسعت دے تو حج بھی کرلیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/ ۸/ ۱۴۰۰ھ۔

والدین کی اجازت کے بغیر تبلیغی جماعت میں جانے کا حکم

سوال[۱۰۰۹۹]: ایک صاحب اپنے بھائی اور والد صاحب کے ساتھ تجارت، شرکت میں کرتے ہیں، ہر سال کے اخیر میں منافع اور سال کا پورا خرچ دیکھ لیا جاتا ہے، منافع سب بھائیوں اور والد صاحب میں تقسیم ہو کر ان کے نام جمع رہتا ہے اور گھر کا پورا خرچ تین بڑے بھائیوں کے منافع میں لے کر وضع کیا جاتا ہے، چھوٹے بھائی اور والد صاحب بھی کاروبار میں ہاتھ بٹاتے ہیں، الحمدللہ والد صاحب کسی بھائی کی خدمت کے محتاج نہیں، چلتے پھرتے ہیں، اب اگر بڑے بھائیوں میں سے ایک بھائی تبلیغی جماعت کے ساتھ تین چار مہینے کے لئے باہر جانا چاہے، تاکہ اپنی اصلاح، ایمان ویقین درست ہو تو کیا والد صاحب کے لئے اس بھائی کو روکنا درست ہے؟ نیز لڑکا والد صاحب کی اجازت کے بغیر جا سکتا ہے یا نہیں؟ جیسا کہ چار آٹھ دن گھومنے جانا ہو تو بغیر اجازت بھی جاتے ہیں اور والد صاحب کو کوئی ناگواری بھی نہیں ہوتی، نیز اگر تبلیغ میں جانے والا بھائی تین چار ماہ کا اپنا منافع چھوڑ دے اور تبلیغ میں جائے، تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر والد صاحب اس کی خدمت کے حاجت مند نہیں ہیں اور اس کے جانے سے کام میں نقصان نہیں ہوتا، دوسرے بھائی بخوشی اجازت دیتے ہیں اور حقوق واجبہ بیوی بچوں کے تلف نہیں ہوتے، تو والد صاحب کو منع نہیں کرنا چاہیے، اس حالت میں وہ اگر جا کر اپنا ایمان اور عمل پختہ کرے، تو اس سے والد صاحب کو اجر ملے گا، جہاں تک فرض کے حاصل کا درجہ ہے، اس میں تو والد صاحب کی اجازت کی ضرورت نہیں اور جو درجہ استحباب ہے، اس میں والد صاحب کی اجازت ورضامندی کے بغیر نہ جائے (۱)، والد صاحب گھومنے اور سیر کرنے کے لئے اجازت دیتے ہیں اور تبلیغی سفر سے روکتے ہیں، تو اس کا یہ حل ہے کہ کوشش اور خوشامد کر کے والد صاحب کو بھی تبلیغی سفر میں لے جائے، جب ان کو اس کا نفع معلوم ہوگا، تو پھر خود جائیں گے اور دوسروں کو بھی بھیجنے کی کوشش کریں گے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۴/۸۶ھ۔

سنن ونوافل کے وقت تبلیغی پروگرام

سوال [۱۰۱۰۰]: عموماً ظہر ومغرب کے بعد جماعت کی طرف سے تقریری اعلان ہوتا ہے، ابھی لوگ سنتیں نوافل ہی میں مشغول رہتے ہیں، ادھر مسجد میں تقریر شروع ہو جاتی ہے، عوام تو در کنار خواص کو بھی نماز میں الجھن ہونے لگتی ہے، قرأت وتسبیحات بسا اوقات تعداد رکعات میں بھی بھول ہو جاتی ہے، اگر پروگرام مسجد

---

(۱) "وله الخروج لطلب العلم الشرعي بلا إذن والديه لو ملتحيا". (الدر المختار). "أي: إن لم يخف على والديه الضيعة إن كانا مؤسرين، ولم تكن نفقتها عليه، وفي الخانية: لو أراد الخروج إلى الحج، وكره ذلك قالو: إن استغنى الأب عن خدمته فلا بأس، وإلا فلا يسعه الخروج، وفي بعض الروايات: لايخرج إلى الجهاد إلا بإذنهما، ولو أذن أحدهما فقط، لاينبغي له الخروج؛ لأن مراعاة حقهما فرض عين والجهاد فرض كفاية". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/ ۴۰۸، سعيد)

(وكذا في خلاصة الفتاوى، كتاب الكراهية، الفصل الأول: ۴/ ۳۲۷، سهيل اكيڈمي لاهور)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب السادس والعشرون: ۵/ ۳۶۵، ۳۶۶، رشيديه)

سے باہر رکھا جاتا ہے، تو سامعین کی اتنی بڑی تعداد نہیں ہوگی۔

کیا دینی تبلیغ کے لئے نماز کے اوقات میں تقریر و تعلیم وغیرہ کی گنجائش نکل سکتی ہے؟ اگر فقہی رو سے گنجائش نہیں نکل سکتی، تو جماعت والے کیا کریں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

فرائض وسنن مؤکدہ کی رعایت رکھتے ہوئے تبلیغی پروگرام شروع کیا جائے، کتنے لوگ ایسے ہیں، جو نماز کے ارکان واجبات شرائط سنن سے واقف نہیں، التحیات وغیرہ کو بھی صحیح طور پر نہیں جانتے، ان کی نمازوں کو صحیح کرانا اور نماز کی اہمیت ذہن نشین کرانا، دین کی طرف راغب کرنا، بہرحال نوافل سے اہم اور قابل ترجیح ہے، نوافل کو خواص حضرات بعد میں مسجد ہی میں یا مکان پر بھی ادا کرلیں گے، لیکن گشت کر کے اور خوشامد کر کے جن لوگوں کو مسجد میں لایا گیا ہے، ان کا پھر ہاتھ لگنا اور جمع ہونا مشکل ہوگا اور فرائض تو جماعت سے پڑھے جاتے ہیں، اس کے بعد بھی سنن مؤکدہ مختصر کی رعایت کرلیں، تو جماعت والے حضرات کو انشاء اللہ خلجان نہیں ہوگا۔ فقط واللہ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند۔

مسجد میں اوّابین پڑھیں یا تبلیغی وعظ سنیں؟

سوال [۱۰۱۰۱]: مسجد میں جماعت تبلیغی بعد نماز مغرب تعلیم کرتی ہے، جو حضرات صلوۃ اوابین پڑھتے ہیں، وہ اس کے خلاف ہیں، ہماری نمازوں میں خلل پڑتا ہے، اگر بعد میں تعلیم کرتے ہیں، تو لوگ رکتے نہیں، تو کیا تعلیم ترک کردیں، کیا صورت ہونی چاہیے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

نوافل کے لئے افضل اور احسن طریقہ یہ ہے کہ مکان پر پڑھے، گو مسجد میں بھی منع نہیں ہے، کبیری (۱)

(۱) "(و) تطوعه بها (في البيت أفضل) وهذا غير مختص بما بعد الفريضة بل جميع النوافل ما عدا التراويح وتحية المسجد، الأفضل فيها المنزل (لما روي عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: أنه كان يصلي جميع السنن والوتر في البيت) على ما تقدم من حديث عائشة حين سألها عبدالله بن شقيق عن صلاته عليه السلام وغيره من الأحاديث، وفي الصحيحين أنه عليه السلام احتجر حجرة في مسجد من =

شرح منیۃ میں اس کی روایت بھی ذکر کی گئی ہے، خصوصاً مغرب کی نوافل کے لئے، لیکن جولوگ تعلیم کے مقابلہ میں نوافل کو اختیار کرتے ہیں، ان کو زبردستی نوافل سے ہرگز نہ روکا جائے، بلکہ نرمی سے سمجھایا جائے کہ نوافل بعد میں بھی ہو سکتے ہے اور مکان پر بھی ادا ہو سکتے ہے، لیکن جولوگ دین سیکھنے کا اہتمام نہیں کرتے، اس لئے کہ ان کو تو نہ توجہ ہے نہ فرصت اور وہ صرف نماز کے لئے مسجد میں آجاتے ہیں، اگر ان کے کان میں دین کی کچھ باتیں پڑ جائیں تو بہتر ہے، لیکن نمازوں میں خلل پڑتا ہو تو رک جانا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

تبلیغی اجتماع میں کچھ چیزیں لوگ بھول گئے، ان کا حکم

سوال[۱۰۱۰۲]: یہاں کچھ عرصہ قبل تبلیغی اجتماع ہوا تھا، جس میں لوگ کثرت سے اپنے دستی رومال، چھڑیاں، جوتے، اجتماع گاہ میں بھول گئے ہیں، چنانچہ اجتماع کے موقع پر بھی بار بار مکبر الصوت پر اعلان کیا گیا تھا، مگر اس وقت سے لے کر اب تک ان کا کوئی مالک آیا نہیں، خصوصاً دستی رومال کو تو عام طور پر کوئی لینے آتا بھی نہیں، تو کیا ہم ان سب چیزوں کو فروخت کر کے کسی غریب کو صدقہ کر سکتے ہیں؟ یا پھر بعینہ یہ چیزیں صدقہ کرنی ہوں گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بعینہ ان کو خیرات کرائے، اس نیت سے کہ ان کے مالک کو ثواب ملے، مگر یہ اس وقت ہے کہ مالک کے

= حصير في رمضان ...... الحديث ...... إلى أن قال: فعليكم بالصلاة في بيوتكم فإن خير صلاة المرء في بيته إلا المكتوبة. وأخرج أبوداود: صلاة المرء في بيته أفضل من صلاته في مسجدي هذا إلا المكتوبة ...... وذكر الإمام أحمد رحمه الله تعالى عن السائب بن يزيد أنه قال: "لقد رأيت الناس في زمن عمر بن الخطاب إذا انصرفوا من المغرب انصرفوا جميعا حتى لا يبقى في المسجد أحد كأنهم لايصلون بعد المغرب حتى يصيروا إلى أهلهم ...... والبعض يقولون: التطوع في المسجد حسن وفي البيت أحسن كما قال المصنف، وبه أفتى الفقيه أبوجعفر ......". (الحلبي الكبير، ص: ٤٠٠، سهيل اكيڈمى لاهور)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ٢/٢٢، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب التاسع في النوافل: ١/١١٣، رشيديه)

ملنے سے مایوس ہوجائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۴/۸۶ھ۔

اجتماعی جمع کی گئی رقم سے بچے ہوئے پیسوں کا مصرف

سوال[۱۰۱۰۳]: ایک دینی کام مثلاً: تبلیغی اجتماع کے لئے چند احباب نے مل کر کچھ رقم جمع کی، اب وہ کام پورا ہوگیا اور نصف سے بھی کم رقم خرچ ہوئی، تو اگر باقی روپے دینے والوں کو واپس کردیئے جائیں، تو وہ اپنے استعمال میں لاسکتے ہیں یا نہیں؟ واپسی کی صورت یہ رکھی جائے کہ کل رقم کا چالیس فیصد حصہ خرچ ہوا ہے، تو اب ہر ایک کی رقم میں سے چالیس فیصد وضع کر کے باقی رقم واپس کردی جائے، چندہ دینے والے کہتے ہیں کہ ہم نے تو اس کام کے لئے یہ رقم نکالی تھی، اب ہم خود کیسے استعمال کریں، تو کیا یہ احباب خود استعمال کرسکتے ہیں؟ اگر نہ کرسکتے ہوں، تو اس کے علاوہ کسی اور دینی کام میں یہ رقم خرچ کی جاسکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اس طرح یہ رقم وہ لوگ بھی خود خرچ کرسکتے ہیں، بہتر ہے کہ ان کی اجازت سے دوسرے دینی کام تبلیغی اجتماع یا دینی مدرسہ میں خرچ کرالے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۴/۸۶ھ۔

---

(۱) "(قوله: فينتفع الرافع) أي: من رفعها من الأرض أي: التقطها، وأتى بالفاء، فدل على أنه إنما ينتفع بها بعد الإشهاد والتعريف إلى أن غلب على ظنه أن صاحبها لا يطلبها، والمرد جواز الانتفاع بها والتصدق ...... وفي الخلاصة: له بيعها أيضاً". (ردالمحتار، كتاب اللقطة: ۴/۲۷۹، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب اللقطة: ۲/۲۸۹، رشيديه)

(وكذا في الهداية، كتاب اللقطة: ۲/۶۱۵، مكتبه شركت علميه)

(۲) "ويشترط أن يكون المؤكل ممن يملك التصرف بالنوع الذي وكله؛ لأن التوكيل يستفيد ولاية التصرف من المؤكل ويقدر عليه من قبله". (شرح المجلة لسليم رستم باز، كتاب الوكالة: ۲/۷۷۴، رقم المادة: ۱۴۵۷، مكتبه حنفيه كوئٹه)

"الإذن والإجارة توكيل". (شرح المجلة لخالد الأتاسي، كتاب الوكالة: ۴/۴۰۵، رقم المادة: ۱۴۵۲، حقانيه)

جماعت والوں کا مساجد میں قیام وطعام وغیرہ کرنے کا حکم

سوال[۱۰۱۰۴]: عوام میں دینی بیداری اور مسائل کا شوق پیدا کرنے کے لئے حضرت مولانا الیاس رحمہ اللہ تعالیٰ نے انتھک جد وجہد کرکے ہندوستان میں تبلیغ کے نام پر جو جماعت تیار کی ہے، بحمد اللہ ملک کے باہر بھی اس کے اثرات پھیل رہے ہیں اور یہ جماعت ملکی پیمانے پر ترقی کرکے آج عالمگیر جماعت بن چکی ہے، لوگوں میں دینی شعور، صوم وصلوۃ کی پابندی کا نیک جذبہ پیدا ہو رہا ہے، چونکہ اس جماعت سے وابستہ ہونے والے زیادہ تر کم پڑھے لکھے مسلمان ہیں، اس لئے ان لوگوں کے ہاتھوں طرح طرح کی خرابیاں پیدا ہوتی جارہی ہیں اور ان لوگوں کے ان رویوں کو دیکھ کر پڑھے لکھے لوگوں کے اندر ایک طرح کی بدگمانی پیدا ہو رہی ہے، اس لئے مندرجہ ذیل جواب کو حاصل کرنے کے لئے استفتاء آپ کی خدمت میں ارسال ہے، امید ہے کہ قرآن وحدیث اور فقہی حوالے کے ساتھ مدلل جواب عنایت فرمائیں گے تاکہ اس کی روشنی میں جماعت میں لائی ہوئی خرابی کی نشاندہی کی جائے اور ذمہ داران تبلیغ کے تعاون سے اس کی اصلاح کی کوشش کی جائے۔

مساجد کو جماعت والوں نے طعام وقیام ونوم واستراحت کی جگہ بنالی ہے، مسجد کے آس پاس جگہوں میں رہتے ہوئے کھانا پینا مسجد میں ہوتا ہے، ہانڈی، پلیٹ اور ضروریات کے دوسرے سامان مسجد میں رکھے جاتے ہیں، اس سے نمازیوں کو تکلیف ہوتی ہے، جماعت کے رویہ سے عوام کے دلوں میں سے مسجد کا احترام نکلتا جارہا ہے، جماعت والوں کے ساتھ مقامی حضرات بھی کافی مقدار میں مسجد میں سوتے ہیں، بالخصوص مسجد میں سونے والوں کی زمانۂ گرمی میں تعداد کثیر ہوتی ہے، مسجد کو اس حالت میں دیکھ کر مسافر خانہ کا دھوکہ ہونے لگتا ہے، کیا باہر سے آنے والی جماعت کے لئے طعام وقیام ونوم استراحت فقہی رو سے جائز ہے، اگر جواب نفی میں ہے، تو باہر سے آنے والے حضرات کیا کریں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

حضرات علماء کرام دامت برکاتہم ومدت فیوضکم!

سلام مسنون، نیاز مقرون، دعا مسنون!

مسجد میں کھانا سونا مکروہ ہے، البتہ اگر کوئی مسافر ہو اور اس کا کہیں ٹھکانا نہ ہو یا معتکف ہو، تو فقہاء نے اجازت دی ہے، جیسا کہ درمختار میں ہے:

"وأكل ونوم إلا لمعتكف وغريب اھ". درمختار.

"وإذا أراد ذلك ينبغي أن ينوي الاعتكاف، فيدخل، ويذكر الله تعالى بقدر مانوى، أو يصلي، ثم يفعل ماشاء" فتاویٰ ہندیہ اھ(۱) شامی: ۱/۶۱۹۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص اعتکاف کے علاوہ بھی نفلی اعتکاف کی نیت کرے اور مسجد میں جا کر نماز ذکر اللہ کچھ کرے، تو اس کے لئے بھی کھانے سونے وغیرہ اعمال کی اجازت ہے، مگر مسجد کو ہوٹل اور باورچی خانہ نہ بنایا جائے، مسجد کے آس پاس اگر کوئی جگہ ہو، تو کھانے پکانے کا انتظام وہاں مناسب ہے، آج کل بے شمار مساجد ملک کے مختلف حصوں میں غیر آباد پڑی ہوئی ہیں، کسی جگہ ان پر بالکل ہی غیروں کا قبضہ ہے، جن میں وہ رہتے ہیں اور ان کے جانور بھی وہاں پلتے ہیں، گوبر پیشاب وہیں ہوتا ہے، کتنی ہی مساجد مقفل ہیں، بعض صرف جمعہ کے لئے کھلتی ہیں اور بعض میں مؤذن اگر کسی وقت کبھی ایک دو آدمی کے ساتھ کبھی تنہا نماز پڑھ لیتا ہے، بعض مساجد مقفل بھی نہیں، کبھی کوئی آ گیا، اس نے نماز پڑھ لی، بعض مساجد سے متعلق جائیداد (زمین ودکان) وقف ہیں، دوسرے لوگ ان پر قبضہ کر لئے ہیں، ان سے مقدمہ کی نوبت آئی ہے اور بعض جگہ مقدمہ کی بھی طاقت نہیں۔

ان حالات کو دیکھتے ہوئے اگر تبلیغی جماعت مساجد میں جا کر وہاں اعتکاف کی نیت کر کے ذکر وتلاوت تعلیم میں مشغول رہے، وہاں کھانا بھی کھائیں اور سو بھی جائیں، تو اس سے لوگوں کو زیادہ متوحش ہونا نہیں چاہیے، کیونکہ وہاں دین کا ہی کام ہوتا ہے، بے نمازی بھی ان کی بدولت مسجدوں میں آتے اور نمازی بن جاتے ہیں، مسجدیں آباد رہتی ہیں، اذان جماعت پابندی سے ہوتی ہے، غیروں کے قبضہ سے حفاظت ہو جاتی ہے، اس لئے بخاری شریف، باب نوم الرجال في المسجد(۲) اور اس کے ذیل کی احادیث نیز اور دوسرے ابواب مثلاً: باب(۳) يأخذ بنصول النبل إذا مر في المسجد، باب(۴) أصحاب الحراب في المسجد

---

(۱) (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الصلاة، مطلب في الغرس في المسجد: ۱/۶۶۱، سعيد)

(وكذا في الحلبي الكبير، فصل في أحكام المسجد، ص: ۶۱۲، سهيل اكيڈمی لاهور)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الخامس في اٰداب المسجد الخ: ۵/۳۲۱، رشيديه)

(۲) (صحيح البخاري، كتاب الصلاة: ۱/۶۳، قديمی)

(۳) (صحيح البخاري، كتاب الصلاة: ۱/۶۴، قديمی)

(۴) (صحيح البخاري، كتاب الصلاة: ۱/۶۵، قديمی)

اور باب(۱) التقاضي والملازمة في المسجد، باب(۲) الأسير والغريم يربط في المسجد، باب(۳) الخيمة في المسجد للمرضیٰ وغيرهم، باب(٤) الاستلقاء في المسجد وغیرہ ملاحظہ کرنے سے بہت سے مسائل واضح ہوں گے۔ نیز الاشباہ والنظائر میں ہے: القول في أحكام المساجد(۵). میں بہت سی جزئیات موجود ہیں، کتب احادیث میں بھی موجود ہے، مال صدقہ مسجد میں جمع کیا جاتا تھا، وہیں سے تقسیم ہوتا تھا(٦) اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں جب حکومت فارس کو فتح کیا گیا تو مال غنیمت مسجد ہی میں لاکر ڈالا گیا، شاید آج کل کے کوئی تاجر صاحب دیکھیں، تو وہ یہ رائے قائم کرلیں کہ یہ مسجد نہیں، بلکہ

(۱) (صحيح البخاري، كتاب الصلاة: ۱/۶۵، قديمى)

(۲) (صحيح البخاري، كتاب الصلاة: ۱/۶۶، قديمى)

(۳) (صحيح البخاري، كتاب الصلاة: ۱/۶۶، قديمى)

(۴) (صحيح البخاري، كتاب الصلاة: ۱/۶۸، قديمى)

(۵) (الأشباه والنظائر، الفن الثالث، الجمع والفرق، القول في أحكام المسجد، ص: ۴۳۹، دارالفكر بيروت)

(٦) بخاری شریف میں امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں مستقل باب باندھا ہے۔

"باب القسمة وتعليق القنو في المسجد".

"عن أنس رضي الله تعالىٰ عنه قال: "أتي النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بمال من البحرين، فقال: "انثروه في المسجد، وكان أكثر مال أتي به رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ... الخ".

(صحيح البخاري، كتاب الصلاة، باب القسمة وتعليق القنو في المسجد: ۱/۶۰، قديمى)

"قال الحافظ ابن حجر رحمه الله تعالىٰ في شرح هذا الحديث:

"وموضع الحاجة منه هنا جواز وضع مايشترك المسلمون فيه من صدقة ونحوه في المسجد، ومحله ما إذا لم يمنع مما وضع له المسجد من الصلاة وغيرها مما بني المسجد لأجله، ونحو وضع هذا المال وضع مال زكاة الفطر". (فتح الباري، كتاب الصلاة، باب القسمة وتعليق القنو في المسجد: ۱/۶۸۰، قديمى)

(وكذا في عمدة القاري، كتاب الصلاة، باب القسمة وتعليق القنو في المسجد: ۴/۲۳۹، دارالكتب العلمية بيروت)

کسی فیکٹری کا گدام ہے، تاہم احترامِ مسجد کا لحاظ سب کو لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دار العلوم دیوبند۔

عورتوں کی تبلیغ

سوال[۱۰۱۰۵]: ۱...... کیا پُرفتن پُرآشوب زمانے میں عورتوں کو تبلیغ کے لئے محلّہ محلّہ، شہر شہر، وقصبات وغیرہ میں جانا درست ہے؟

۲...... کیا محلّہ یا غیر محلّہ میں پنج وقتہ نماز باجماعت ترجمۂ قرآن پاک سننے کے لئے عورت شریک ہوسکتی ہے؟

۳...... کیا عورتوں کو علم حاصل کرنا ضروری ہے؟ براہِ مہربانی یہ بھی بتلائیں کہ وہ کون سے علوم ہیں؟ جن کا سیکھنا ضروری ہے؟ کیا اس کا ذریعہ مروجہ تبلیغ ہے؟ اور کوئی ذریعہ ہوسکتا ہے؟ اور اس کے لئے وہ باہر نکل سکتی ہیں یا نہیں؟ علماء سے معلوم ہوا کہ بغیر محرم کے حج تک کی بھی عورتوں کے لئے اجازت نہیں ہے۔

۴...... مبلغین عورتوں میں کہتے ہیں کہ اگر تبلیغ کے لئے تمہارے مرد منع کریں، تو ان کا کہنا مت مانو، کیونکہ اللہ کے مقابلہ میں والدین وخاوند سب غیر ہیں، کیا اس قسم کے الفاظ کہنا درست ہے؟

۵...... اکثر مبلغین تبلیغ کی فضیلت اور اجر وثواب میں آیات واحادیث پڑھ کر سناتے ہیں، جو جہادِ اکبر کے لئے آئی ہیں، کیا ان مروجہ تبلیغ میں ان احادیث وآیات کا پڑھنا درست ہے؟ مثلاً: ﴿انفروا خفافا وثقالاً﴾ الآیۃ(۱) اور مجاہد فی سبیل اللہ کے لئے سات لاکھ نیکیوں کا ثواب آیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ضروریاتِ دین کا علم حاصل کرنا مرد وعورت سب پر فرض ہے(۲)۔

---

(۱) (التوبة: ۴۱)

(۲) "عن أنس رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: طلب العلم فريضة على كل مسلم ومسلمة" الحديث. (المقدمة من سنن ابن ماجة، باب فضل العلماء والحث على طلب العلم، ص: ۲۰، قديمي)

(ومشكاة المصابيح، كتاب العلم، الفصل الثاني: ۱/۳۴، قديمي) .... =

جو والدین اولاد کو علم دین نہیں سکھائیں، وہ بڑی حق تلفی اور ظلم کرتے ہیں، جس کا بھگتان دنیا میں بھی کرنا ہوتا ہے اور آخرت میں بھی کرنا ہوتا ہے، اس تعلیم نہ ہونے کے مفاسد عالمگیر ہیں، اگر والدین اپنے اپنے گھروں میں ضروری دینی تعلیم کا انتظام کرلیں، تو معاملہ بہت آسان ہو جائے، اگر ایسا نہیں کر سکتے تو کم از کم ہر محلہ میں دینی تعلیم کے لئے مدارس ومکاتب کا قیام عمل میں لایا جائے۔

اگر یہ بھی نہیں تو جہاں مدارس قائم ہیں، وہاں بچوں کو بھیجا جائے، لیکن اس میں بھی عمل دشوار سمجھا جاتا ہے اور بے عملی کے سبب بے عملی عام ہے، اعتقادات، اخلاق، اعمال صالحہ، اقوال اور معاشرت میں عمومی خرابی کے دروازے کھل رہے ہیں اور مسلمان ذلت ورسوائی میں گرفتار ہیں، اس عمومی بگاڑ کی اصلاح کے لئے دینی تعلیم کو عام کرنے اور دینی فضا بنانے کے لئے تبلیغی جماعت کا کام اس وقت مناسب اور مفید ہے، لیکن یہ بھی اسی وقت مفید ہے جب کہ اس میں احکام شرعیہ کی پابندی کی جائے، اگر حدودِ شرع سے تجاوز ہوگا، تو یہ کام بھی فتنوں کی آماجگاہ بن جائے گا۔

اس لئے اب مقررین کو انتہائی احتیاط اور حدود کے ماتحت تقریر کرنا لازم ہے، کوئی بات خلافِ سنت زبان سے نہ نکلے، کوئی عمل احکام فقہ کے خلاف نہ ہو، ہر کام اللہ کی خوشنودی کے لئے کیا جائے، عورتوں کے لئے پردہ کی سخت تاکید ہے، بلا ضرورت اپنے مکان سے نہ نکلیں (۱)، نامحرموں کے سامنے نہ ہوں، یہ بات نہ ہو سنیما

= "واعلم أن تعلم العلم يكون فرض عين، وهو بقدر ما يحتاج إليه وفرض كفاية، وهو ما زاد عليه لنفع غير". (الدر المختار، مقدمة: ۱/۴۲، سعيد)

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿يا أيها النبي قل لأزواجك وبناتك ونساء المؤمنين يدنين عليهن من جلابيبهن﴾ (الأحزاب: ۵۹)

قال العلامة الجصاص: روي عن عبدالله رضي الله تعالىٰ عنه قال: "الجلباب الرداء" وقال ابن أبي نجيح عن مجاهد: يتجلبين، ليعلم أنهن حزائر". ولا يعرض لهن فاسق". وروى محمد بن سيرين عن عبيدة: ﴿يدنين عليهن من جلابيبهن﴾ قال: تقنع عبيدة، وأخرج إحدى عينيه". (أحكام القرآن للجصاص: ۳/۵۴۲، قديمي)

"عن ابن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه، عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: المرأة عورة فإذا خرجت استشرفها الشيطان". (مشكاة المصابيح، كتاب النكاح، باب النظر إلى المخطوبة، الفصل الثاني: ۲/۲۶۹، قديمي)

جانے سے تو ان کو روکا جائے اور تبلیغی اجتماع میں بے پردہ زیب زینت کے ساتھ خوشبو لگا کر اجازت دی جائے، بلکہ دونوں جگہ بے پردہ جانے سے روکنا ضروری ہے۔

سنیما بہر حال معصیت گاہ ہے، جس کو سب ہی ناجائز جانتے ہیں، وہاں کسی طرح بھی جانا کسی کے لئے بھی درست نہیں، تبلیغی اجتماع میں اگر ان کے بے پردہ جانے سے فتنہ پیدا ہو جائے، تو اور زیادہ معصیت کا سامنا ہوگا، وہاں پردہ کے ساتھ اپنے محرم کے ساتھ جانے سے ان کی اصلاح محلہ والوں کے لئے مفید اور درست ہے، بغیر محرم کے سفر کرنا درست نہیں۔ اگر شوہر ایسا حکم دے جس سے خدا کا حکم ٹوٹتا ہو تو پھر اس کی اطاعت جائز نہیں (۱)، لیکن اگر وہ احکام شرعیہ کے مطابق حکم دے تو اطاعت لازم ہے۔ جہاد کا مفہوم بہت عام ہے، دین کی خاطر جد وجہد کو جہاد کہا گیا ہے، امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ اور دوسرے بہت سے شراحِ حدیث نے جہاد کی بہت سی قسمیں لکھی ہیں (۲)۔

قلم کے ذریعہ دین کے احکام کو لکھنا بھی جہاد ہے، دینی کتابیں پڑھنا بھی جہاد ہے، مدارس ومکاتب قائم کرنا بھی جہاد ہے، تبلیغ کے لئے جانا بھی جہاد ہے، وعظ ونصیحت کرنا بھی جہاد ہے، اس پر مخالفین اعتراض

---

(۱) "عن علي رضي الله تعالیٰ عنه أن رسول الله صلى الله تعالیٰ عليه وسلم قال: لا طاعة في معصية الله، إنما الطاعة في المعروف". (صحيح مسلم، باب وجوب طاعة الأمراء في غير معصية وتحريمها في المعصية: ۱۲۵/۲، قديمي)

"سمعت رسول الله صلى الله تعالیٰ عليه وسلم يقول: لا طاعة لأحد في معصية الله تبارك وتعالىٰ". (مسند الإمام أحمد بن حنبل، بقية حديث الحكم بن عمرو الغفاري، رقم الحديث: ۲۰۱۳۱: ۵۹/۶، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۲) "والجهاد بكسر الجيم أصله لغةً "المشقة" ...... وشرعاً بذل قوة في قتال الكفار. ويطلق أيضاً على مجاهدة النفس والشيطان والفساق، فأما مجاهدة النفس فعلى تعلم أمور الدين، ثم على العمل بها، ثم على تعليمها، وأما مجاهدة الشيطان فعلى دفع مايأتي به من الشبهات وما يزينه من الشهوات، وأما مجاهدة الكفار فتقع باليد والمال واللسان والقلب، وأما مجاهدة الفساق فباليد ثم اللسان ثم القلب".

(فتح الباري، كتاب الجهاد والسير: ۳/۶، قديمي)

(وكذا في بذل المجهود، كتاب الجهاد: ۱۹۲/۴، إمداديه)

(وكذا في زاد المعاد، فصل في مراتب الجهاد، ص: ۴۰۳، دار الفكر)

کرتے ہیں، ان کا جواب دینا ان سے مقابلہ کرنا بھی جہاد ہے، امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے حدیث: "مــن اغبرت قدماہ في سبیل اللہ، حرمه اللہ علی النار" بخاری، ص: ۱۲٤(۱)، کو جمعہ کی نماز کے لئے بیان کیا ہے اور جہاد کے لئے بھی، یعنی جس کے قدم اللہ کے راستہ میں غبار آلود ہوجائیں، وہ دوزخ میں نہیں جائے گا، خدا کے راستہ سے مراد بظاہر جہاد فی سبیل اللہ ہے، مگر جو شخص جمعہ کے لئے جائے، اس کے راستہ کا بھی یہی اجر ہے، اس لئے امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب الجمعہ میں ص: ۱۲۴ پر اس حدیث کو بیان فرمایا ہے، پھر اس کو کتاب الجہاد میں ذکر فرمایا ہے (۲)۔

اس سے معلوم ہوا کہ جہاد کا مفہوم ان کے نزدیک بھی عام ہے، لیکن خدا کے راستے میں قتل ہونے کا ثواب جو مخصوص ہے، وہ قتل ہونے ہی میں ملے گا، وہ دوسری طرف جہاد سے نہیں ملے گا، لہٰذا جہاد کو قتل کے ساتھ مخصوص کردینا صحیح نہیں، امید ہے کہ آپ کے جملہ اعتراضات کا جواب اس تحریر سے حاصل ہوجائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/ ۸/ ۸۹ھ۔

عورتوں کے لئے تبلیغی سفر

سـوال[۱۰۱۰٦]: ۱...... مستورات بغیر اپنے محرم کے تبلیغ کرنے کی غرض سے سفر کرتی ہیں، تو کیا ایسی عالم اور غیر عالم عورتوں کا سفر کرنا، مذکورہ صورت میں جائز ہوگا یا نہیں؟

۲......عورتیں تبلیغ کرنے کی مجاز ہیں؟

۳...... اگر عورتوں کو تبلیغ کرنے کا حق نہیں ہے تو پھر مستورات دین کے مسائل کس طرح سیکھیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......شرعاً اس کی اجازت نہیں کہ کوئی عورت بغیر محرم کے سفر کرے، خواہ کسی مقصد کے لئے ہو (۳)۔

---

(۱) (صحیح البخاري، کتاب الجمعة، باب المشي إلی الجمعة: ۱/۱۲۴، قدیمی)

(۲) (صحیح البخاري، کتاب الجهاد والسیر، باب من اغبرت قدماه في سبیل الله: ۱/۳۹۴، قدیمی)

(۳) "في الهدایة: لا یجوز لها أن تحج بغیرهما (أي: الزوج والمحرم) إذا کان بینهما وبین مکة ثلاثة أیام ..... بخلاف ما إذا کان بینها وبین مکة أقل من ثلثة أیام؛ لأنه یباح لها الخروج إلی مادون السفر بغیر محرم". (الهدایة، کتاب الحج: ۱/۲۳۳، شرکت علمیه) .... =

۲...... عورتیں بھی عورتوں کو حدودِ شرعیہ میں رہتے ہوئے تبلیغ کرسکتی ہیں، بلکہ کرنی چاہیے، کسی مکان میں جمع ہوجائیں اور کوئی عورت ان کو کتاب پڑھ کرسنادیا کرے، کلمہ نماز درست کرادے، حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے عقائد اخلاق واعمال سکھادیا کرے۔

۳...... اس کا جواب ۲ سے ظاہر ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ۔

عورت کا مخلوط مجمع میں وعظ کہنے کا حکم

سوال[۱۰۱۰۷]: عرض کرنا یہ ہے کہ ہمارے محلّہ دین بازار، حیدرآباد میں ہر ماہ ۱۰/ تاریخ کو ایک زنانہ اجتماع میں ایک خاتون صاحبہ بیان کرتی ہے، باضابطہ لاؤڈ اسپیکر کے ساتھ جس میں عورتوں اور مردوں کا انتظام رہتا ہے، کیا یہ صحیح ہے کہ ایک عورت اپنا وعظ مردوں کو سناسکتی ہے؟ اس کا جواب قرآن وحدیث کی روشنی میں دیجئے اور خاتون صاحبہ کا دعویٰ ہے کہ وہ اپنا وعظ مردوں کو برابر سناسکتی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

عورت کا تبلیغی اجتماع میں لاؤڈ اسپیکر پر تقریر وعظ کرنا، جس سے نامحرم مردوں تک آواز جائے، صحیح نہیں، غلط طریقہ ہے(۱) اس کو چاہیے کہ وہ اس کے لئے تبلیغی جماعت کے مرکز نظام الدین دہلی سے دریافت

= "وقال في الفتح: كما في الصحيحين: "لا تسافر امرأة ثلاثاً إلا ومعها ذو محرم"، وفي لفظ لهما: "فوق ثلاث". وفي لفظ للبخاري: "ثلاثة أيام". (فتح القدير، كتاب الحج: ۲/ ۴۲۰، مصطفىٰ البابي الحلبي مصر)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الحج: ۲/ ۵۵۱، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الحج: ۲/ ۴۶۴، ۴۶۵، سعيد)

(۱) "قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالىٰ: "و(العورة) للحرة جميع بدنها خلا الوجه والكفين والقدمين ...... وصوتها على الراجح".

"قال عليه السلام: التسبيح للرجال والتصفيق للنساء. فلا يحسن أن يسمعها الرجل، وفي الكافي: ولا تلبي جهراً؛ لأن صوتها عورة". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، قبيل مطلب في النظر إلى وجه الأمرد: ۱/ ۴۰۶، سعيد)

"قال العلامة الجصاص تحت قوله تعالىٰ: ﴿ولا يضربن بأرجلهن ليعلم مايخفين من زينتهن﴾ =

کریں، وہاں سے بھی اس کی اجازت نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۳/۵/ ۹۹ھ۔

عورتوں کا تبلیغی جماعت بنا کر نکلنا

سوال[۱۰۱۰۸]: ہماری عورتوں میں عورتوں کی جماعتیں محلّہ اور بیرونِ محلّہ میں تبلیغی گشت کرتی ہیں اور مردوں کے اجتماعات کی طرح عورتوں کے اجتماعات ہوتے ہیں، اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ کسی محفوظ جگہ میں آس پاس کی بہت سی عورتیں جمع ہوجاتی ہیں، جماعتِ نسواں کی امیر یا اس کی اجازت سے کوئی ایک عورت، عورتوں کے مجمع کو خطاب کرتی ہے، کبھی کتاب پڑھ کر اور کبھی دوسرے طریقہ سے دین واسلام کی باتیں، یہ رفتار دن بدن تیز تر ہوتی جاتی ہے، ابھی حال ہی میں بمبئی سے کچھ عورتیں اپنے لڑکے کے ساتھ بہار کے بعض مقامات پر عورتوں کو تبلیغ کرنے کے لئے سفر کرکے آئیں، مختلف محلوں میں عورتوں کے اجتماعات ہوئے، اس کی وجہ سے عورتوں میں تبلیغ کا جذبہ بڑھتا جارہا ہے، بمبئی سے عورتوں کی آمد سے ہمارے علاقہ میں ہلچل مچ گئی، موافق ومخالف سوالات کرنے لگے بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ عورتوں کی جماعتیں مرکز نظام الدین دہلی کے ذمہ داروں کے مشورہ سے بھیجی جاتی ہیں، غرض یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے عہد مبارک میں مردوں کی طرح عورتوں کی جماعت ایک نیک مقصد کی خاطر بھیجا کرتے تھے۔ خلفائے راشدین، تابعین، تبع تابعین کے دور میں اس کا ثبوت ملتا ہے؟ فقہی رو سے اس کی گنجائش ہے؟ اگر نہیں ہے تو عورتوں کی اصلاح کا جائز طریقہ کیا ہوسکتا ہے؟ عورتیں جماعت کا کام کس طرح کرسکتی ہیں؟ مندرجہ بالا امور کا تشفی بخش جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مرکز تبلیغ نظام الدین دہلی سے عورتوں کے جماعت نکلنے کی کوئی ہدایت کی گئی ہوتو میرے علم میں نہیں،

= الآية، ''وفيه دلالة على أن المرأة منهية عن رفع صوتها بالكلام بحيث يسمع ذلك الأجانب ...... ولـذلك كره أصحابنا أذان النساء؛ لأنه يحتاج فيه إلى رفع الصوت والمرأة منهية عن ذلك''. (أحكام القرآن، باب مايجب من غض البصر عن المحرمات: ۳/۴۶۵، قديمي)

''وأما أذان المرأة، فلأنها منهية عن رفع صوتها؛ لأنه يؤدي إلى الفتنة''. (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۱/۴۵۸، رشيديه)

البتہ اگر کسی مقام پر عورتیں جمع ہوجائیں تو وہاں پر کوئی مردِ صالح جا کر اس طرح تقریر کردیں کہ یہ خود کسی عورت کو نہ دیکھے اور نہ عورتیں اس کو دیکھیں اس کی شرعاً اجازت ہے، رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں بعض عورتوں نے درخواست کی تھی کہ مرد تو آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور دین سیکھتے ہیں، عورتیں کیا کریں؟ اس پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ فلاں مکان میں فلاں روز عورتیں جمع ہوجائیں، میں وہاں آؤں گا، چنانچہ ایسا ہی ہوا(۱)۔

نیز یہ بھی ثابت ہے کہ کسی موقع پر عورتیں جمع ہوئیں اور بعض امہات المؤمنین نے وہاں جا کر ان کو دینی احکام کی تبلیغ کی (۲)، اس طرح آج بھی کوئی اجتماع عورتوں کا ہوجائے، پردے کا پورا لحاظ کرتے ہوئے تو مناسب ہے، لیکن کوئی عورت مائیک پر تقریر نہ کرے، جس سے باہر تک آواز جائے اور پھر تقریر بھی عورتوں کے مناسب نہیں، اگرچہ بغیر مائیک ہو، ہاں! کتاب پڑھ کر سنا دینا بغیر مائیک کے درست ہے، تقریر میں حدود کی رعایت مشکل ہوجاتی ہے، مردوں کو بھی جو عالم نہ ہو، تاکید ہے کہ وہ چھ اصول پر قناعت کریں، عورتیں گلی کوچوں میں مَردوں کی طرح ہرگز گشت نہ کریں۔

ہاں! اپنے محرم اور شوہر کے ساتھ پردے کے ساتھ جائیں اور عورتوں کے اجتماع میں شرکت کریں تو درست ہے، ان کے محرم اگر سفر کر کے کہیں جائیں اور عورتیں ان کے ساتھ ہیں، اس میں کیا اشکال ہے، سفرِ حج

---

(۱) "قال: سمعت أبا صالح ذكوان يحدث من أبي سعيد الخدري رضي الله تعالىٰ عنه: قالت النساء للنبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: غلبنا عليك الرجال، فاجعل لنا يوما من نفسك، فوعدهن يوماً لقيهن فيه، فوعظهن وأمرهن، فكان فيما قال لهن: "ما منكن امرأة تقدم ثلاثة من ولدها إلا كان لها حجاباً من نار"، فقالت امرأة: واثنين، فقال: واثنين". (صحيح البخاري، كتاب العلم، باب هل يجعل للنساء يوم على حدة في العلم: ۱/۲۰، قديمي)

(۲) "..... وكن نساء يبعثن إلى عائشة (رضي الله تعالىٰ عنها) بالدرجة فيها الكرسف فيه الصفرة فتقول: "لا تعجلن حتى ترين القصة البيضاء" تريد بذلك الطهر من الحيضة". (صحيح البخاري، كتاب الحيض، باب اقبال المحيض وإدباره ...... : ۱/۴۶، قديمي)

(ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حلقۂ درس کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: سیرۃ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا للعلامۃ سید سلیمان ندویؒ، تعلیم، افتاء اور ارشاد، ص: ۲۸۱-۳۰۶، مجلس نشریات اسلام)

وعمرہ کے لئے بھی تو سفر کرتی ہیں، اس طرح اس کو بھی سمجھ لیا جائے، اصل تو یہ ہے کہ ماں، باپ، بھائی بہن وغیرہ بچوں کو گھر میں تعلیم دیں اور دین سکھلائیں، شوہر کے ذمہ بھی ضروری ہے، بیوی کو دینی تعلیم دے اور ضروری مسائل سکھلائے، مگر اس ذمہ داری کو آج نظر انداز کیا جا رہا ہے، اگر اس ذمہ داری کا احساس ہو جائے، تو پھر مشکلات پیش نہ آئیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند۔

مستورات کا اجتماع

سوال[۱۰۱۰۹]: گزارش ہے کہ ٹانڈے میں عورتیں بھی ہفتے میں دوتین بار تبلیغی اجتماع کرتی ہیں، ایک عورت کتاب پڑھتی ہے، یہ اجتماع متفرق محلوں میں جگہ جگہ ہوتا رہتا ہے، کہیں کہیں تو بازاروں میں بھی ہوکر مستورات کو جانا پڑتا ہے اور دن میں ہی یہ چلنا پھرنا ہوتا ہے، ایسے اجتماعات کیسے ہیں؟ کیا مستورات شریک ہوسکتی ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دین سیکھنا مردوں عورتوں سب کو ضروری ہے(۱)، عورتوں کے لئے زیادہ اسلم طریقہ یہ ہے کہ مکان پر رہ کر اپنے والد بھائی چچا شوہر وغیرہ محرموں سے سیکھے، اگر یہ ممکن نہ ہو تو دیگر مستورات سے پورے پردہ کے ساتھ جا کر سیکھے، مستوارت نے حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں درخواست کی تھی تو ان کے لئے مخصوص دن اور مخصوص جگہ کے لئے اجتماع تجویز فرمادیا تھا، وہاں پہونچ کر جمع ہونا حدیث شریف میں مذکور ہے(۲)، حدودِ

---

(۱) "قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : "طلب العلم فريضة على كل مسلم". (سنن ابن ماجة، كتاب السنة، باب فضل العلماء والحث على طلب العلم، ص: ۳۴، دارالسلام)

(ومشكاة المصابيح، كتاب العلم، الفصل الثاني: ۱/۲۳، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في فتح الباري، كتاب العلم: ۱/۱۴۱، دارالفكر)

(۲) "قال النساء للنبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : غلبنا عليك الرجال فاجعل لنا يوماً من نفسك، فوعدهن يوماً لقيهن فيه فوعظهن وأمرهن". (صحيح البخاري، كتاب العلم، باب هل يجعل للنساء يوماً =

شرع کے اندر رہنا اور فتنوں سے بچنا لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۱/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین، ۱۲/۱/۸۸ھ۔

کیا مرکزِ تبلیغ آمدنی کا ذریعہ ہے؟

سوال[۱۰۱۱۰]: دہلی نظام الدین اولیاء میں جو تبلیغی مرکز ہے، وہاں پر روزانہ سیکڑوں آدمی کھانا کھاتے ہیں، اس کے لئے چندہ ہوتا ہے یا مخصوص لوگ اس کام کو چلاتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

چندہ کرنے کا ہم کو علم نہیں، اگر اس کی تحقیق مطلوب ہو، تو ان سے ہی تحقیق کی جائے، یہ چیز فتویٰ کی نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

ایک واقعہ کی تحقیق

سوال[۱۰۱۱۱]: سائل کا بیان ہے کہ ایک مبلغ صاحب نے اپنی تقریر میں یوں بیان کیا کہ ''کچھ عرب یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اشاعتِ اسلام کے لئے ملک چین گئے اور وہاں غلہ کی تجارت شروع کی اور اس طرح سے غلہ کے نقائص دور کرنے کے بعد غلہ کو وہاں کی قیمت سے کم قیمت پر یہ دعا کر کے بیچا کہ ''اے اللہ! کاشت کار مٹی میں دانہ ملاتا ہے، تو تو اس کے دانے کو ضائع نہیں کرتا ہے اور ہم تو تیری مخلوق پر صَرف کررہے ہیں، کیا ہمارے دانوں کا بدلہ تو نہیں دے گا''۔ اس دعا کے بعد یہ لوگ اپنا غلہ کم قیمت پر لوگوں کو دیتے رہے، جو غلہ ان لوگوں کے پاس تھا، اس میں اللہ پاک نے ایسی برکت دی کہ پھر وہ ختم نہ ہوا اور یہ اپنی تجارت میں عام دوسرے تاجروں پر غالب آگئے اور پھر وہاں ان کے ذریعہ سے اسلام کی اشاعت ہوئی''۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ کون سے صحابہ تھے، ان کے نام کیا تھے، ان کا یہ واقعہ کس کتاب میں ہے؟

= علی حدة في العلم، ۲۳، دار السلام)

(وصحیح مسلم، کتاب البر والصلة والأدب، باب فضل من یموت له ولد فیحتسبه، :ص ۱۱۴۷، دار السلام)

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان مقرر تبلیغ صاحب سے دریافت کرلیں، تو پھر کتاب میں تلاش کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۱/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۱/۱/۱۳۸۹ھ۔

بریلوی مکتب فکر کی طرف سے اکابر علماء دیوبند اور تبلیغی جماعت پر اعتراضات اور ان کے جوابات

سوال[۱۰۱۱۲]: حضرت مہتمم صاحب دامت برکاتہم!

گزارش یہ ہے کہ بریلی کے تبلیغی جماعت اور اکابر علماء دیوبند پر کچھ اعتراضات اور اس سلسلہ میں سوالات آئے ہوئے ہیں، جن کا ترجمہ عربی میں پیش خدمت ہے۔ براہِ کرم مولانا ارشاد احمد صاحب کے ذریعہ دارالعلوم سے ان کے جوابات لکھوادیجئے۔ وهو هذا:

"۱...... قال تعالى: ﴿وما كنا معذبين حتى نبعث رسولاً﴾(۱) فنظراً في هذه الآية الشريفة، إن مات كفار العالم في العصر الراهن على كفرهم هل يعذبون أم لا؟ فإن قيل: إنهم غير معذبين لعدم التبليغ إليهم: فيكون المعذبون عصاة المؤمنين فحسب، ويكون مخالفاً للحديث الشريف (أي: كثرة أهل الجنة وقلة أهل جهنم) وإن قيل: هم معذبون، فقد وجدوا مبلغين نظراً إلى الآية السابقة. فيكون هذا التبليغ تحصيل الحاصل وهو محالٌ. وإن قيل: ليس المقصود من هذا التبليغ دعوة الكفار إلى الإسلام بل المقصود تقريب المسلمين الذين يعيشون بعيداً عن الإسلام، وتقريب من وجه من الكفار إلى الملة الحنفية جمعهم على مسلك واحد مع قطع النظر عن

(۱) (بني إسرائيل: ۱۵)

الاختلافات الفروعية، فيقال: لهذه الأفعال (أى: دعوة الملة، أي: الصلاة وغيرها) سمي تبليغاً وما كلم تسمية شخص أو جماعة بأسماء غير لائقة بهم وإن جاز تسميه القومية، والتذكير، ونحوهما تبليغاً. لجاز تسمية ذلك المبلغ رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم.

٢..... قد عرف من تعريف النبي أنه لم يرد بالتبليغ وجوباً، فنظراً في قول رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: علماء أمتي كانبياء بني إسرائيل(١) "والعلماء ورثة الأنبياء"(٢) كيف يسوغ تسمية هذه الأفعال تبليغاً الذي هو من ميراث المرسلين؟ وإن كان هذا الإسلام مشتقاً من قوله صلى الله تعالى عليه وسلم: "تبليغ الشاهد الغائب" فما المراد بالشاهد والغائب؟ فإن كان المراد بهما الذين حضروافي حجة الوداع، والذين غابوا عنها فقد انقرض زمانهم وأفعالهم، وإن كان المراد بهما "العالم والجاهل" فقد انقلب الأمر في مبلغي زماننا أعني مبلغون اليوم أكثرهم الجاهلون ويبلغون العالمين.

٣..... قد شاع وانتشر في ربوع كثير له الوعظ والتعليم في المساجد والمدارس وغيرهما، هذه الأفعال دينية أم لا؟ لاخلاص من التسليم أنها دينية، فما سبب قول هذه الجماعة لمن لا يستطيع أن يخرج معهم: "لا

(١) "حديث: علماء أمتي كأنبياء بني إسرائيل" قال شيخنا ومن قبله الدميري والزركشي: إنه لا أصل له، زاد بعضهم: ولا يعرف في كتاب معتبر". (المقاصد الحسنة، حرف العين المهملة، رقم الحديث: ٧٠٠، ص: ٣٣٢، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الموضوعات الكبرىٰ، حرف العين المهملة، رقم: ٢١٤، ص: ١٥٩، قديمى)

(وكذا في كشف الخفاء، حرف العين المهملة، رقم: ١٧٤٤: ٢/٧٤، المكتبة العصريه)

(٢) (سنن أبي داود، كتاب العلم، باب في فضل العلم: ٢/١٥٧، مكتبه رحمانيه)

(وجامع الترمذي، كتاب العلم، باب ماجاء في فضل الفقه على العبادة: ٢/٩٧، سعيد)

(وسنن ابن ماجة، باب فضل العلماء والحث على طلب العلم: ١/٢٠، قديمى)

تخرجون في سبيل الله بعد دعوة إلى سبيله؟".

مريدين تذميمهم مع أنهم يفعلون مثل هذه الأفعال الدينية.

٤...... لما دعى الرسل الناس إلى توحيد الله سبحانه وتعالى، فالضعفاء والفقراء قدموا إلى إجابتهم أوّلاً، وأنكر أكثر الأغنياء والأجراء، هذه هي العادة في الأنبياء والمرسلين، وذلك يدل على حقيقة أفعالهم ودعوتهم، بخلاف هؤلاء الجماعة، يقدم إليهم أكثر الأغنياء أو الأمراء، وأكثر الموظفين الذين أقعدوا من العمل وسائر الموظفين في عطلاتهم، وأكثر أولئك الأغنياء لا يؤدون الزكاة والصدقه ولا ينفقون على اليتامىٰ والفقراء، والضعفاء لايقبلون إلى دعوتهم، هذه خلاف عادة الإسلام والأمراء الحق، فإن قيل: أنهم يدعون بالحكمة والموعظة الحسنة كما قال القرآن، فيجدون الأعضاء كثيراً ويحصلون على كثير الفائدة، ففي هذا القول نسبة أي دعوة المرسلين والأنبياء، وهو باطل نقلاً وعقلاً.

٥...... الاعتماد على الأعمال الحسنة وعدم الخوف بسببها والياس من رحمة الله لتراكم المعاصي كلاهما كفر، كما جاء في الحديث، وهذه الجماعة يتلقون الأمن من عذاب الله إلى من خرج معهم أربعين يوماً أو أربعة أشهر، ويقولون لهم: فزت ونجيت في الآخرة، وقد سمعت أذناي هذا القول كراراً ومراراً منهم.

٦...... يفهم من قوله صلى الله تعالى عليه وسلم: "لقد هممت أن امُرَ" الخ(١).

---

(١) (صحيح مسلم، كتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب فضل صلاة الجماعة وبيان التشديد في التخلف عنها وأنها فرض كفاية: ١/٢٣٢، قديمي)

(وسنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب التشديد في ترك الجماعة: ١/٩١، رحمانيه) .... =

أن المتأخرين عن الجمعة والجماعة كانوا موجودين في عهد الرسالة كالعصر الراهن، وأن النبي الكريم صلى الله تعالىٰ عليه وسلم والصحابة الكرام رضي الله تعالىٰ عنهم لم يذهبوا إلى ديارهم للدعوة إلى الجمعة والجماعة، واكتفوا بالدعوة العامة فأي شيء يمنع عن اتباع النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم والصحابة رضي الله تعالىٰ عنه في الاكتفاء بالدعوة العامة؟

٧...... ليس بين الأنبياء والمرسلين والأصحاب والأتباع في الأصول هكذا، يقول أولئك الجماعة: "يجوز الالتحاق في جماعتنا لكل من تقلد مذهباً من المذاهب الأربعة المعتبرة التي ليس لهم اختلاف في الأصول، ولكن أسفاً فوق الأسف المروي خلاف ذلك! وهم يلحقون في جماعتهم من لايعتبر بالسلف الصالحين ومن لا يؤمن بالقدر.

٨...... في هذه الجماعة يخرج قوم فاتت لهم الفرائض كثيراً وعليهم قضاء ها لأربعة أشهر وأربعين يوماً، ومع ذلك لا يأمرهم أمراء هذا الجماعة بقضاء الفرائض، ولا يتركونهم يقضونها، ولا يأمرونهم بسائر الواجبات كنفقة العيال والأهل، ولا يعلمونهم العلوم الواجبة، ولا يتركونهم متعلمها، بل يشوقونهم في تعليم فضائل الأعمال ويحضونهم إلى الأعمال المسنونة فما حكم هذه الأفعال في الشرع.

٩...... وما هو رأي أولئك في مشية الله تعالى وقدره؟

١٠...... هذا التبليغ الذي بداه مولانا الياس رحمه الله تعالى مع الشرائط الجديدة أهو خير من تبليغ العلماء الذين مضوا قبله؟ هذا بدعة حسنة أم سنة أم واجبة؟

= ومشكاة المصابيح، كتاب الصلاة، باب وجوب الجمعة، الفصل الثالث: ١/١٢١، قديمي)

۱۱..... لا یأمر أصحاب التبلیغ في بلادنا لمن یخرج معهم من الأغنیاء بالزکاة، أي شيء منع هؤلاء عن أمر الناس بالزکاة؟

۱۲..... یقول المعترض: سمعناهم یقولون: إن هذه الجماعة من مستحق الزکاة، وهم قسم من الثمانیة التي ذکرت في القرآن، وهم قسم في سبیل الله، وهم یأخذون الروبیات زکوة من الأغنیاء إلا المؤمنین بهذه الدعوی أهذه صحیحة أم لا؟

۱۳..... أمراء الجماعة یمنعون من یخرج معهم في الجماعة أن لایتکلم غیره بغیر إذنهم، ولو کان هو صدیقه الصحیح. فما هي أدلة هذه الشرائط؟ وطلب الأجوبة تحقیقاً لا إلزاماً، ناقلاً أقوال الأئمة المتقدمین، ومستنبطاً من الایات والاحادیث بنفسه"۔

مولانا اسماعیل شہید علیہ الرحمہ کے متعلق

۱-بس یہ تسلیم نہیں کروں گا کہ خدائے تعالیٰ کو جھوٹ بولنا محال ہے۔(ایک روزہ،ص:۱۴۵)۔

۲-ایسا کہنا بدعت ہے کہ خدا کو مکان وجہات سے پرہیز ہے اور مومن لوگ خدا کو بہشت میں بلا مکان وجہات دیکھیں گے۔(ارضاء الحق،ص:۳۵)

۳-آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یا اولیاء کرام کا نماز میں خیال آنا ممنوع وبدتر ہے، اگرچہ اپنی بیوی یا دوسری عورت کے ساتھ جماع کرنے کا خیال آنا ممانعت میں کچھ درجہ کم ہے۔

۴-خدا کو غیب کا علم صرف مشیت کے وقت ہوتا ہے، یعنی جب ارادہ کرتا ہے، تب ہوتا ہے۔(تقویۃ الایمان،ص:۱۶)۔

۵-خدا کا ثقل برداشت نہ کر سکنے کی وجہ سے عرش میں چرچراہٹ ہوتی ہے۔(ص:۴۱)

۶-انبیاء کے معجزات سے جادو اور ساحروں کے اعمال غریب کو اہمیت ہے۔(ص:۲۴)

۷-رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس خیال سے ''یا محمد'' پکارنا شرک ہے، کہ وہ ہماری دعا سنیں گے،

یا دیکھیں گے۔

۸- جو کسی انبیاء یا اولیاء کو دور سے پکارتا ہو، وہ مشرک ہے، جو اُن کی تعظیم کرے، وہاں جھاڑو دے، پیاسے کو پانی پلا دے، وہ بھی مشرک ہے۔ (تقویۃ الایمان)۔

رشید احمد گنگوہی

۱- رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسمٰعیل شہید دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے سب دعووں کو تسلیم کرتے ہوئے اپنے فتاویٰ رشیدیہ میں ص:۴۱ میں: ﴿إن أولياء ه إلا المتقون﴾ کی روشنی میں اسماعیل دہلوی کو ولی اور اہل جنت فرمایا ہے اور تقویۃ الایمان کے بارے میں کہا ہے کہ نہایت عمدہ کتاب ہے، شرک و بدعت کو سب کھول کر رکھ دیا ہے، لا جواب کتاب ہے، اس کا استدلال قرآن وحدیث سے ہے۔ لہٰذا اس کو اپنے پاس رکھنا، پڑھنا، اس پر عمل کرنا عین الاسلام ہے۔ (فتویٰ رشیدیہ، ص:۴۱)۔

۲- خدائے تعالیٰ کو جھوٹ بولنا جائز ہے۔ فتاویٰ رشیدیہ، ص:۸۴۔

۳- انبیاء اولیاء سے جو غیر معمولی کام ہوتا ہے، اس کو لوگ حیرت سے دیکھتے ہیں، لیکن ساحروں اور جادوگروں سے اس سے بھی زیادہ عجیب کام دیکھ سکتے ہیں۔ (رشیدیہ، ص:۲۲)۔

۴- محمد ابن عبدالوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں، ان کا عقیدہ اچھا تھا، وہ متبع سنت تھے، بدعت کو مٹانے والے تھے، ان کے مقتدی بھی اچھے لوگ تھے۔ (ص:۲۳۵)۔

۵- نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب نہیں تھا اور نہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے علم غیب کا دعویٰ کیا، نبی کے علم غیب نہ ہونے پر دلالت کرنے والی احادیث وآیات زیادہ وارد ہیں اور رسولِ خدا کی طرف علم غیب کی نسبت کرنا کفر ہے۔ (رشیدیہ، ص:۹۶)۔

۶- علم غیب خدا کی خصوصیت ہے، اسے کسی اور کی طرف منسوب کرنا، تو ہم الکفر سے خالی نہیں ہے، خواہ کسی تاویل کے ساتھ ہو۔ (رشیدیہ، ص:۱۳)۔

۷- اولیاء اللہ کو اس عقیدہ سے خیال رکھنا مظنۃ الکفر ہے، کہ وہ یہ خیال رکھنے پر واقف ہیں۔ (رشیدیہ، ص:۴۹)۔

۸-''یا شیخ عبدالقادر'' کہنا موردِالشرک ہے،خواہ کسی تاویل سے ہو۔(رشیدیہ،ص:۵۲)۔

۹-اس خیال سے نبی کو دور سے پکارنا کہ وہ سن لیتا ہے،کفر ہے۔(ص:۶۶)۔

۱۰- یا أکرم الخلق قال من ألوذ به سواك عند حلول الحادث العمم

اس بیت کو دور سے اس خیال سے کہنا شرک ہے کہ وہ سن لیتے ہیں۔(ص:۶۸)۔

۱۱-''رحمۃ للعالمین'' یہ صرف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خصوصیت سے نہیں (ص:۹۶)۔

۱۲-اولیاء کا عرس کرنا ناجائز ہے۔(ص:۶۱)۔

۱۳-مولود بدعت ہے(ص:۱۰۳)اگرچہ شرع کے خلاف نہ ہو(ص:۱۰۵)

۱۴-اس زمانہ میں جس نے میری اتباع کی ہے،اس کو ہی بشارت بالجنۃ ہے اور اہل جنت ہیں (تذکرۃ الرشید،ص:۱۷)۔

خلیل احمد انبیٹھوی

۱-خدا کو جھوٹ بولنا جائز ہونے کے بارے میں جو دعویٰ ہے،وہ کوئی نیا دعویٰ نہیں،کیونکہ قدماءاس کے قائل ہیں۔(براہین قاطعہ،ص:۲)۔

۲-کذب،شرک،خیانت،سفاہت اور ظلم یہ سب صفات خدا کے بارے میں محال کہنا جہالت ہے۔ (تذکرۃ الخلیل،ص:۸۶)۔

۳-شیطان اور ملک الموت کا علم جتنا وسیع ہے،اتنے علم کی وسعت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنا یا اعتقاد رکھنا شرک ہے۔(براہین قاطعہ،ص:۵۱)۔

۴-مولودِ رسول اور ہندو ونصاریٰ کے مولود وعرس دونوں برابر ہے،بلکہ اس سے بدتر ہیں،کیونکہ وہ لوگ پورے سال میں ایک مرتبہ کرتے ہیں۔لیکن مسلمان جب چاہتے ہیں،کرتے ہیں،یہ عمل ناجائز ہے۔ (براہین قاطعہ،ص:۱۴۸)۔

اشرف علی تھانوی

۱-نبی خدا کو علم غیب نہیں،اگر خدا نے بعض علوم کو بتادیا اس سے کوئی خصوصیت نہیں ہے،کیونکہ علمِ غیب

جیسے رسول کو ہے، ایسا تو ہر بچہ اور ہر پاگل، بلکہ جانور اور چوپائے کو حاصل ہے۔(حفظ الایمان، ص:۷-۸)۔

۲- کسی کے پاس حاجت مانگنا، یوم التفاؤل ویوم التشاؤم تلاش کرنا، نذر کرتے ہوئے پیسے متعین کرنا، کسی دن کو نحس خیال کرنا، بزرگوں کے نام ذکر کرنا، یہ سب بدعت ہے اور شرک بھی ہے۔(بہشتی زیور)

تبلیغی جماعت کے بارے میں

۱- مولانا محمد الیاس رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے استاد رشید احمد گنگوہی کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ اس زمانہ کے مجدد تھے اور قطب تھے اور ان سے مجدد کا کوئی عمل ظاہر نہیں ہوا، لیکن ان کے متبعین ومعتقدین سے ہونا کافی ہے۔(ملفوظات، ص:۱۲۳)۔

۲- اس خیال سے کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضر وناظر ہیں۔"الصلاة والسلام عليك يا رسول الله" پکارنا صحیح نہیں، اگر یہ خیال نہ ہو تو پکار سکتا ہے، لیکن اس سے پرہیز کرنا چاہیے، کیونکہ یہاں شرکِ خفی ہے۔(مکتوبات الیاس، ص:۹۰)۔

۳- دوسری جگہ فرمایا: "اے لوگو! میرے اس تبلیغی کام کو برکت سمجھ کر کرتے رہو، برکت الگ رہتی ہے اور عمل دوسرا ہے، یہ ایسا ہی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیدائش جب ہوئی تو اس کے ساتھ یہ برکت بھی شروع ہوئی، لیکن عمل اس کے بعد ہی شروع ہوا، اسی طرح مجھے بھی سمجھو، میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرا جو حقیقی کام ہے وہ اب تک شروع بھی نہیں ہوا اور جس دن ہمارا یہ حقیقی کام شروع ہو جائے گا، لوگ اس سے سات سو صدی پہلے جیسے مسلمان تھے، ویسا زمانہ لوٹ کر آئے گا"۔(ملفوظات، ص:۳۲)۔

۴- مجھے نیند میں بھی بہت نصیحت حاصل ہوتی ہے، اس وجہ سے مجھے نیند زیادہ ملنے کے لئے کوشش کرنا ہے، حکیموں کے کہنے کی وجہ سے میں سر میں تیل لگا کر مالش کرا دیتا ہوں، اس وجہ سے مجھے اچھی نیند آتی ہے اور خواب میں مجھے خبر ہوئی کہ (كنتم خير أمة) کا مامور بالشخصیت تم ہو اور تم انبیاء جیسے ہو اور لوگوں کے لئے ہم نے بھیجا ہے(ملفوظات، ص:۴۰)۔

شیخ الہند محمود الحسن کے بارے میں

۱- یہ کہنا ٹھیک نہیں ہے کہ کوئی اختیار کا خدا کے لئے ملائکہ یا پیغمبروں پر اتارنا محال ہے۔(جہد المقل، ص:۳)۔

۲-اسماعیل شہید کی کتاب تقویۃ الایمان قرآن شریف جیسی اہم کتاب ہے، کیونکہ کتاب اللہ سے چند لوگ ہدایت پاتے ہیں اور چندلوگ ضلالت، یہ ہی حال تقویۃ الایمان کا بھی ہے، کیونکہ جس کے دل میں پہلے سے ہدایت ہے وہ فائدہ حاصل کرتے ہیں اور جس کے دل میں نفاق اور تعصب ہے، وہ اس سے ضلالت حاصل کریں گے۔ (الجہد المقل، ص:۵)۔

حضرت نانوتوی کے بارے میں

۱-اگر نبی کی کوئی خصوصیت ہے تو وہ صرف علم کے بارے میں ہے اور عمل میں سب امت برابر ہیں اور نبی سے غالب بھی آجاتے ہیں۔ (تحذیر الناس، ص:۵)۔

۲-لفظ خاتم النبیین کو آخری نبی کے معنی جاننا جاہلوں کا خیال ہے، کیونکہ قبلیت زمان یا بعدیت زمان سے کوئی خصوصیت نہیں ہے، اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد دوسرا نبی آئے تو خاتم النبیین کے خلاف نہیں ہوگا۔ (تحذیر الناس، ص:۲-۱۳-۱۲-۱۳)۔

مولانا حسین احمد کے بارے میں

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام پر آج کل مولود کے نام سے جو کرتے ہیں، اس کو قرآن وحدیث یا عمل صحابی یا تبع تابعین کے عمل سے بھی دلیل نہیں ملے گی، بلکہ یہ عادت ہندوؤں کے پاس سے مسلمانوں نے لیا، عجیب وغریب عادت ہے۔ (الجمعیۃ)

الجواب حامداً ومصلیاً:

سوال نامہ میں عربی واردو ہر قسم کی عبارتیں بصورت اعتراض برائے جواب موجود ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ معترض دونوں زبانوں پر عبور رکھتے ہیں اور دونوں کو سمجھتے ہیں۔ نیز جن کتب پر اعتراضات ہیں، وہ اردو میں ہیں۔ اس لئے مناسب یہی معلوم ہوا کہ جوابات اردو میں تحریر کیے جائیں۔

فأقول وبالله التوفيق وهو خير رفيق.

۱...... تبلیغی جماعت جس کا مرکز نظام الدین دہلی میں ہے۔ اس کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ میوات کا بہت بڑا علاقہ دینی اعتبار سے نہایت پسماندہ علاقہ تھا، جرائم، چوری، ڈاکہ، زنا، قتل وغیرہ میں جاہلیتِ عرب کے

مشابہ تھا، نام بھی اسلامی نہیں تھے، لباس اور وضع قطع بھی اسلامی نہیں تھی، سروں پر چوٹی موجود تھی، گھروں میں بت رکھے ہوئے تھے، علم اور اخلاق سے بالکل بیگانہ تھے، اس علاقہ کو دیکھ کر حضرت مولانا محمد الیاس صاحب قدس سرہ نے بہت ہی قلق محسوس کیا، حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہ کے ارشاد واشارہ سے وہاں کام شروع کیا، سب سے پہلے بنیادی چیز کلمہ طیبہ ان کو سکھایا، الفاظ صحیح کروائے، ترجمہ بتایا، تشریح کی، اس کا مطالبہ سمجھایا، پھر نماز کی فرضیت بتائی، اس کا طریقہ سکھایا، پابندی کی تاکید کی، علم سیکھنے کی ترغیب دی، ذکر الٰہی کی تلقین کی، ہر مسلمان کے اکرام واعزاز کی اہمیت بتائی، ہر کام میں اخلاص کا طریقہ سمجھایا، لایعنی بیکار باتوں سے پرہیز کا حکم دیا، دین کی ان اہم باتوں کو سیکھنے کے لئے گھروں سے نکلنے کی ترغیب دی۔

شروع شروع میں سخت دشواریاں پیش آئیں، لیکن حق تعالیٰ کی نصرت شامل حال رہی، اس کام کا نفع ان لوگوں کی سمجھ میں آیا اور وہ جان گئے، خالق و مالک اللہ ہے، جو کچھ ہوتا ہے، اللہ کے کئے سے ہوتا ہے، ظاہری اسباب معمولی حیثیت رکھتے ہیں، بغیر خدا کے چاہے ان میں تاثیر نہیں، ہر شی اپنی تاثیر میں خدائے پاک کی محتاج ہے اور خدائے پاک کسی شیٔ کا محتاج نہیں، لہٰذا خدائے پاک سے تعلق کے بغیر یعنی اس کو پہچاننے اور اس کے حکموں پر عمل کئے بغیر زندگی بیکار ہے، وبالِ جان ہے، اس کے عذاب کو لانے والی ہے، یہ بات ذہنوں میں جب آگئی، تو دین سیکھنے اور مذکورہ باتوں کو حاصل کرنے کے لئے جماعت بنا کر نکلنے کا رواج ڈالا، ہر شخص اپنا خرچ اپنے ساتھ لے کر اپنے مشاغل سے نکل کر باہر جائے، جماعت کا ایک امیر مقرر کر لیا جائے۔

چنانچہ جماعتیں نکلنی شروع ہوئیں، کسی کے پاس جھولے میں چنے ہیں اور کسی کے پاس سوکھی روٹی ہے، کسی کے پاس آٹا ہے، وغیرہ وغیرہ، دس آدمیوں کا ایک امیر ہے، جو کہ پارہ عم پڑھا ہوا ہے، وہ ہر ایک کو کلمہ سکھاتا ہے، وضو سکھاتا ہے، الحمد یاد کرواتا ہے اور ''قل ھو اللہ احد'' یاد کرواتا ہے اور التحیات ودرود شریف یاد کرواتا ہے، پانچ وقت کی نماز کے ساتھ اشراق، تہجد وغیرہ بھی پڑھواتا ہے، ہر ایک کو دوسرے کی عزت وخدمت کی تاکید کرتا ہے، یہ چیزیں تو اس جماعت کی آپس کا مشغلہ ہے، پھر جس بستی میں یہ لوگ جاتے ہیں، وہاں مسجد میں قیام کرتے ہیں، اعتکاف کی نیت کرتے ہیں، اپنا مشغلہ جاری رکھتے ہیں، اہلِ بستی کے پاس جا کر ان کو خوشامد کر کے مسجد میں لاتے ہیں، نماز کی اہمیت بتاتے ہیں، اپنا سبق ان کو سناتے ہیں، وہ ان سے دعا درود کی درخواست کرتے ہیں، آپ بھی ہمارے ساتھ باہر چلیں، ان میں سے حسب توفیق کچھ لوگ وقت نکال کر ساتھ جاتے ہیں،

جو کچھ دین کی مذکورہ باتیں یہ لوگ جانتے ہیں، وہ اس جماعت کو سکھاتے ہیں اور جو نہیں جانتے ہیں، وہ سیکھتے ہیں، غرض مثلاً: ایک چلہ گزار کر یہ جماعت واپس آتی ہے، تو دین کی مذکورہ بہت سی باتیں سیکھ کر آئی، اس مدت میں شراب، زنا، چوری، ڈاکہ، گالی وغیرہ رزائل سے محفوظ رہی، اپنے مقام پر پہنچ کر بھی اس مشغلے کو حسبِ حیثیت باقی رکھا، جس قدر ان کی اصلاح ہوئی، ان کو خود بھی اس کی قدر ہوئی اور دوسروں کو بھی احساس ہوا کہ فلاں شخص کس قدر جرائم کا مرتکب تھا، اہل بستی اس سے خائف تھے، لیکن ایک چلہ جماعت کے ساتھ گزارنے کے بعد آیا، تو دیکھا کہ اب سب کی عزت کرتا ہے، خدمت کرتا ہے، راحت پہونچاتا ہے، دین کی ترغیب دیتا ہے، چوری اور ڈاکہ چھوڑ چکا ہے، زکوۃ وصدقہ دینے کی نیت کر چکا ہے اور کچھ شروع بھی کر دیا ہے۔

لہٰذا کچھ عرصہ کے بعد پھر یہ جماعت اور دوسرے لوگوں کی نکلی، غرض اسی طرح تمام علاقہ میوات میں دین سیکھنے کا جذبہ اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا اور ان کی محنت سے دوسرے علاقے کے لوگ بھی متاثر ہوئے اور خدائے پاک کے فضل سے ایسی دینی جدوجہد کی بدولت جگہ جگہ ایسے مدارس بھی قائم ہو گئے جن میں حدیث وتفسیر کی تعلیم بھی دی جاتی ہے، بے شمار لوگ حافظ وعالم بھی ہو گئے، تاجروں، ملازموں، عہدہ داروں، کاشتکاروں، مزدوروں غرض ہر طبقہ کے بے شمار لوگ اس محنت میں لگے ہوئے ہیں، یہ جماعتیں اپنی غربت وافلاس کی وجہ سے پیدل بھی طویل طویل سفر کرتی ہیں اور باحیثیت لوگ بس، ریل، ہوائی جہاز سے بھی سفر کرتے ہیں، بندرگاہوں پر اور جہازوں میں بھی کام کرتے ہیں، جدہ، مکہ مکرمہ، عرفات، مزدلفہ، مدینہ منورہ میں بھی کام کرتے ہیں۔ جس کی برکت سے بہت لوگوں کا حج صحیح طریقہ پر ادا ہوتا ہے، حرم شریف اور احرام کے حقوق بھی بجا لاتے ہیں، زندگی کے ہر شعبے میں اس کی برکات نمایاں ہیں، اس جماعت کے اصول کو اختیار کرنے سے تمام دین کی طرف رہنمائی ہوتی ہے۔

اب یہ ہے کہ ہر چھوٹا اپنے بڑے سے دین کو حاصل کرتا ہے اور ہر بڑا اپنے چھوٹے کو اس کی حیثیت کے موافق سکھاتا ہے، اسی جماعت کا نام تبلیغی جماعت ہو گیا، کیونکہ یہ جماعت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا لایا ہوا دین اپنے مسلمان بھائیوں کے پاس پہونچاتے ہیں، پھر پہونچانے والے کو تبلیغی کہتے ہیں، تبلیغ کے معنیٰ پہونچانے ہی کے ہیں (۱)۔

---

(۱) "البلاغ: (الاسم من الإبلاغ والتبليغ، وهما: الإيصال) يقال: أبلغه الخبر إبلاغاً، وبلغه تبليغاً، =

یہاں دارالعلوم میں بھی ایک مستقل شعبہ ہے، جس کا نام شعبۂ تبلیغ ہے، اس میں متعدد حضرات مامور ہیں، جن کو مبلغ ہی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، ان کو کبھی کسی نے رسول اللہ نہیں کہا، نہ کہنے کی اجازت ہے، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مختلف احکام پہونچانے کے لئے مختلف صحابہ کرام کو مامور فرمایا اور وہ مبلغ قرار پائے (۱)، مگر ان کو رسول اللہ قرار نہیں دیا، رسول اللہ اور مبلغ کے درمیان تساوی کی نسبت نہیں کہ ہر مبلغ کو رسول اللہ کہنا جائز ہو، جن کفار کو تبلیغ کی گئی، حجت تام ہوگئی، جن کو نہیں کی گئی، ان کو خبر ہی نہیں کہ کوئی رسول دنیا میں آئے اور احکام خدا کو پہونچائے، ان کا حال خود امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتب عقائد واصول میں منقول ہے (۲)، غیر

= والثاني أكثر، قال الراغب". (تاج العروس: ۴۴۸/۲۲، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"أبلغ إليه: أو صله ويقال: بلغ عنه الرسالة إلى القوم: أوصلها إليهم". (المنجد في اللغة والإعلام، ص: ۴۸، انتشارات اسما عيليان، تهران ايران)

"والإبلاغ: الإيصال، وكذلك التبليغ، والاسم منه البلاغ". (لسان العرب: ۴۱۹/۸، دار صارد بيروت)

(۱) "وكان عبادة يعلم أهل الصفة القرآن، ولما فتح المسلمون الشام أرسله عمر بن الخطاب وأرسل معه معاذ بن جبل وأبا الدرداء رضي الله تعالىٰ عنهم، ليعلموا الناس القرآن بالشام ويفقهوهم في الدين، وأقام عبادة بحمص، وأقام أبوا الدرداء بدمشق ومضى معاذ رضي الله تعالىٰ عنه إلى فلسطين ...... الخ".
(أسد الغابة في معرفة الصحابة، رقم: ۲۷۸۹: ۵۵/۳، دارالفكر)

"ومن مناقبه (أي عبدالله بن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه) منها: ...... وسيره عمر بن الخطاب رضي الله تعالىٰ عنه إلى الكوفة، وكتب إلى أهل الكوفة: "إني قد بعثت عمار بن يسار أميرا وعبدالله بن مسعود معلما ووزيراً، وهما من النجباء من أصحاب رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم من اهل بدرٍ فاقتدوا بهما، واسمعوا قولهما، وقد اثرتكم بعبدالله على نفسي". (أسد الغابة في معرفة الصحابة، رقم: ۳۱۷۷: ۲۸۳/۲، دارالفكر)

(وكذا في الإصابة في تمييز الصحابة: ۲۰۱/۴، رقم: ۴۹۷۰، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) "قال أبوحنيفة رحمه الله تعالىٰ: "لولم يبعث الله تعالىٰ رسولاً لوجب على العقلاء معرفته بعقولهم".
(أصول الشاشي، الأصل الأول، فصل في الأمر: ۳۴، قديمي)

(وكذا في تفسير روح المعاني، بني إسرائيل: ۱۵: ۳۹/۱۵، دار إحياء التراث العربي بيروت)

مسلموں میں آج بھی رسائل اخبارات تقاریر کے ذریعہ تبلیغ جاری ہے، اس سے نفع بھی ہورہا ہے۔

۲..... حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تبلیغ پر مامور تھے۔

﴿یا أیها الرسول بلغ ما أنزل إلیك من ربك وإن لم تفعل فما بلغت رسالته﴾ (۱).

اسلام وایمان کی تبلیغ کفار کو کی، احکام کی تبلیغ اہل اسلام کو کی، پھر یہ کہنا: "إنه لم یؤمر بالتبلیغ وجوباً" کیسے صحیح ہوسکتا ہے؟

یہ تو نص قطعی کے خلاف ہے، تبلیغ کا حکم دورِ صحابہ کے انقراض سے ختم نہیں ہوا، بلکہ یہ تو قیامت تک چلے گا، دین ایسا نہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو تبلیغ فرمائی ہو اور حاضرینِ حجۃ الوداع کو تبلیغ کے لئے مامور فرما کر سلسلہ ختم فرمادیا ہو، ورنہ آپ تک دین کیسے پہونچتا، دین کی تبلیغ واشاعت کے لئے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے ازالۃ الخفاء میں بے شمار صحابہ وتابعین ومن بعدہم کی مساعی جمیلہ کا ذکر کیا ہے (۲)۔ یہ کہنا کہ جاہل تبلیغ کرتے ہیں علماء کو، یہ غلط بات ہے، ناواقفیت پر مبنی ہے، اس کی تفصیل جواب نمبرا میں مذکور ہے، جاہل لوگ علماء کو سبق سناتے ہیں، ان سے علم حاصل کرتے ہیں۔

۳..... دین کے لئے مساجد میں وعظ کہنا اور مدارس میں تعلیم دینا بھی دینی افعال واعمال ہیں، اس میں کوئی شبہ نہیں، تبلیغ کے لئے نکلنا بھی دینی عمل ہے، جو شخص ایک عمل میں مشغول ہے اس کو دوسرے عمل کی مذمت کا حق نہیں، یہ بھی مسلم ہے کہ ایک عمل کو پورا کرنے سے اس کا ثمرہ ملتا ہے جو عمل نہیں کیا اس کا ثمرہ نہیں ملتا، مثلاً:

---

(۱) (المائدة: ۶۸)

(۲) ہر یکے شیخ رامیداند وکتابے میخواند، بعد ازاں سرگروہ خود رامثل ابوحنیفہ بنسبت حنفیان، وشافعی بنسبت شافعیان ی ماند، وہمچنین سیدے عبدالقادر بنسبت قادریان، وخواجہ نقشبند بنسبت نقشبندیان، وخواجہ معین الدین چشتی بنسبت چشتیاں باز، سلاسل ایں بزرگاں منتہی می شود بجنید بغدادی ومعاصران وے، وہم چنین قراء سبعہ در قراءت، وشیخ ابوالحسن اشعری در علم کلام، وثعلبی وواحدی وامثال ایشان در تفسیر، ومحمد بن اسحٰق در علم سیرت وعلی ہذا القیاس...... وسوم آنکہ علماء صحابہ را در آفاق فرستند، وایشان را امر نمایند بروایت حدیث ومرد مانرا حمل کنند براخذ از ایشاں چنانکہ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ عبداللہ بن مسعود را با جمعی کوفہ فرستاد، ومعقل بن یسار وعبداللہ بن مغفل وعمران بن حصین رابصرہ، وعبادہ بن صامت وابو درداء رابشام، وبمعاویہ بن ابی سفیان کہ امیر شام بود قدغن بلیغ نوشت کہ از حدیث ایشان تجاوز نکند"۔ (ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء، نکتہ سوم در بیان کیفیت خلفائے راشدین درمیان آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وامت: ۲/۶، سہیل اکیڈمی لاہور)

نماز پڑھنے سے نماز کا ثمرہ ملے گا، روزہ نہیں رکھا تھا روزہ کا ثمرہ نہیں ملے گا۔ یہی حال تمام اعمال وافعال کا ہے۔ فی سبیل اللہ کا اطلاق ہر دینی کام کے واسطے نکلنے پر آتا ہے۔

چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے جہاد کے موقع پر بھی اور نمازِ جمعہ کے لئے نکلنے کے موقع پر بھی اس حدیث کو ذکر کیا ہے، جس میں فی سبیل اللہ کا لفظ آیا ہے(۱)۔ رہنمائی کریں، مشغول علماء شوق وصدرِ دل سے تعاون کریں، انشاء اللہ تعالیٰ اچھے ثمرات مرتب ہوں گے۔

۴..... میوات کا علاقہ جہاں سے اس کام کی ابتدا کی گئی، نہایت مفلوک الحال علاقہ ہے کہ لوگ ان میں اہل ثروت نہیں، غریب لوگ ہیں، اولاً اس دعوت پر لبیک کہنے والے ہیں، ہمارے علاقہ میں عموماً عامۃً غرباء وضعفاء ہی در بدر پھرتے ہیں، مالدار طبقہ بہت بعد میں متوجہ ہوا، وہ بھی بہت کم ہے، صحابہ کرام میں حضرت عثمان غنی، حضرت ابوبکر، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ معمولی اور ضعیف درجہ کے حضرات نہیں تھے (۲)، ہاں! اکثریت ابتداء میں ضعفاء وغرباء کی تھی، نیز اولاً ضعفاء کا قبول کرنا دلیل قطعی نہیں، صرف قرینہ ہے، دلیل قطعی اور قرینہ میں فرق ہے۔

۵..... کسی عملِ حسن پر جو بشارت ہو اس کو سنا دینے سے یہ کیسے لازم آ گیا کہ معاصی پر عذاب سے مامون وبے خوف کر دیا گیا، آخر احادیث کثیرہ میں بشارتیں وارد ہیں، مثلاً: چالیس روز جماعت سے تکبیرِ اولیٰ

---

(۱) "حدثنا عباية ابن رفاعة قال: "أدركني أبوعبس رضي الله تعالىٰ عنه وأنا أذهب إلى الجمعة فقال: سمعت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول: "من اغبرت قدماه في سبيل الله حرمه الله على النار".
(صحيح البخاري، كتاب الصلاة، باب المشي إلى الجمعة: ۱/۱۲۴، قديمى)

"أخبرني أبوعبس اسمه عبدالرحمن بن جبر رضي الله تعالىٰ عنه أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: ما اغبرت قدما عبد في سبيل الله فتمسه النار". (صحيح البخاري، كتاب الجهاد، باب من اغبرت قدماه في سبيل الله: ۱/۳۹۴، قديمى)

(۲) "حدثنا هشام عن أبيه: أسلم أبوبكر رضي الله تعالىٰ عنه وله أربعون ألفا فأنفقها في سبيل الله".
(الإصابة في تمييز الصحابة: ۴/۱۴۷، دارالكتب العلمية بيروت)
(وكذا في تاريخ الخلفاء، ص: ۳۷، مؤسسة الكتب الثقافية)
(وكذا في أسد الغابة: ۳/۲۲۲، دارالفكر)

سے نماز پڑھنے پر نار سے برأت اور نفاق سے برأت وارد ہیں(۱)۔ اس کو سنا دینا بھی کیا عذاب خداوندی سے مامون کر دیتا ہے۔

نیز "من قال لا إله إلا الله دخل الجنة" بھی وارد ہے(۲)۔

نیز یہ تو غور کریں! کہ تبلیغی نصاب میں فضائل نماز وغیرہ کتب ہیں جو جماعت میں پڑھی اور سنائی جاتی ہیں، ان میں ترکِ جماعت اور دیگر معاصی پر سخت وعیدیں ہیں، وہ بھی یہ جماعت سناتی اور بیان کرتی ہے۔ پھر خوف سے مامون ہو جانے کا شبہ کیسے کیا جا سکتا ہے؟

۶..... جو شخص جماعت میں نہ آتا، اس کے پاس آدمی بھیجا جاتا، کتبِ حدیث میں مذکور ہے(۳)۔ نیز مذکورہ فی السوال میں تہدید بہت کافی ہے، آج یہ کافی نہیں، اس کی قدرت بھی نہیں۔

۷..... کیا اہلِ زیغ کی اصلاح واجب نہیں، اگر ان کو ساتھ لے کر عقائد کو درست کیا جائے اور اعمال صالحہ کی تلقین کی جائے، تو کیا یہ کام معصیت ہے؟ یا اگر وہ خود آئیں، تو ان کو منع کر دیا جائے؟ کیا منافقین

---

(۱) "عن أنس بن مالك رضي الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: من صلی لله أربعین یوماً في جماعة یدرک التکبیرة الأولیٰ، کتبت له براء تان؛ براء ة من النار وبراء ة من النفاق".

(جامع الترمذي، کتاب الصلاة، باب ماجاء في فضل التکبیرة الأولیٰ: ۱/۵۶، سعید)

(۲) (جامع الترمذي، کتاب الإیمان، باب ماجاء فیمن یموت وهو یشهد أن لا إله إلا الله: ۲/۹۲، سعید)

(وکذا في صحیح ابن حبان، کتاب الإیمان، باب فضل الإیمان: ۱/۳۶۳، ۳۶۴، رقم الحدیث: ۱۵۱، مؤسسة الرسالة)

(وکذا في مستدرک علی الصحیحین، کتاب التوبة والإنابة: ۴/۲۷۹، رقم الحدیث: ۷۶۳۸/۳۸، دار الکتب لعلمیة بیروت)

(۳) "أن عمر ابن الخطاب فقد سلیمان بن أبي حثمة في صلوة الصبح، وأن عمر غدا إلی السوق، ومسکن سلیمان بین المسجد والسوق، فمر علی الشفاء أم سلیمان فقال لها: "لم أر سلیمان في الصبح"؟ فقالت: "إنه بات یصلي فغلبته عیناه، فقال عمر رضي الله تعالیٰ عنه: "لأن أشهد صلوة الصبح في جماعة أحب إليّ من أن أقوم لیلة". (موطأ إمام مالک، کتاب الصلاة، باب ماجاء في العتمة والصبح، ص: ۱۱۵، قدیمی)

(ومشکاة المصابیح، کتاب الصلاة، باب الجماعة وفضلها، الفصل الثالث: ۱/۹۷، قدیمی)

جماعت میں نہیں آتے تھے؟ اور کیا حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی اصلاح کی سعی نہیں فرمائی؟

۸...... فضائل نماز میں ترکِ نماز اور وجوبِ قضا کو مستقلاً پڑھایا اور سنایا جاتا ہے کہ ترک پر کیسی سخت وعید ہے اور قضا کس قدر ضروری ہے، فضائل صدقات میں اہل وعیال کے نفقہ کی بڑی اہمیت بیان کی گئی ہے، وہ بھی پڑھائی جاتی ہے، تحصیل علم کا مستقل نمبر ہے، جو کہ اصول میں داخل ہے۔

۹...... ایمان مشیۃ اللہ تعالیٰ وقدرتہ پر لازم ہے(۱)۔

۱۰...... جس طرح آٹھ دس سال دینی تعلیم کا نصاب ہے، مختلف فنون کی کتابیں کچھ علوم آلیہ ہیں، کچھ مقصود ہیں، مدارس میں ان کے لئے گھنٹے مقرر ہیں، سہ ماہی، ششماہی، سالانہ امتحانات ہوتے ہیں، غرض مستقل ایک نظام ہے، یہ نظام دورِ صحابہ وتابعین میں نہ تھا، کیا اس کو بدعت کہہ کر ترک کر دیا جائے؟ یا اس کے منافع سامنے ہیں اور کوئی چیز اس میں اصول شرع کے خلاف نہیں، ذرا وسعت نظر سے کام لیں، تو تبلیغی جماعت کے کام کی حیثیت واضح ہو جائے گی۔

۱۱...... فضائل صدقات میں زکوۃ نہ دینے پر جو وعیدیں ہیں، ان کو سن کر بے شمار لوگوں نے زکوۃ ادا کرنے کا اہتمام کیا ہے، جس کا ہم کو براہِ راست علم ہے۔

۱۲...... جو شخص صاحبِ نصاب ہے، وہ مستحق زکوۃ نہیں (۲)، اس جماعت کے غیر اہل علم کو مسائل

---

(۱) "وكل شيء يجري بقدرته ومشيئته، ومشيئته تنفذ". (العقيدة الطحاوية، ص: ۵، إمداديه ملتان)

"أصل التوحيد ومايصح الاعتقاد عليه يجب ...... والله تعالىٰ واحد ...... لم يزل ولا يزال بأسمائه وصفاته الذاتيه والفعلية ...... أما الذاتية فالحياة والقدرة ...... والإرادة". (الفقه الأكبر، ص: ۱۶، ۱۸، قديمى)

"والمحدث للعالم وهو الله تعالى الواحد ...... الحي القادر العليم السميع البصير الشائي......". (شرح العقائد النسفية، ص ۳۲-۳۷، قديمى)

(۲) "ولا يجوز الدفع إلى الغني". (خلاصة الفتاوىٰ، كتاب الزكاة، جنس آخر من أداء الزكاة: ۲۴۲/۱، امجد اكيڈمى لاهور)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الزكاة، الباب السابع في المصارف: ۱۸۹/۱، رشيديه)

(وكذا في الهداية، كتاب الزكاة، باب من يجوز دفع الصدقة إليه ومن لايجوز: ۲۰۶/۱، شركت علميه ملتان)

بتانے اور فتویٰ دینے کی اجازت نہیں، اس کے نصاب میں جو کتابیں پڑھی اور سنائی جاتی ہیں، ان میں لکھے ہوئے مسائل کو اہلِ علم واہلِ فتویٰ سے سمجھ کر عمل کرنے کی تاکید ہے، جو مسئلہ نصاب میں نہ ہو، اس کو اہلِ علم اور اہلِ فتویٰ سے پوچھ کر عمل کریں۔

۱۳...... یہ ایسا ہی ہے جیسے کہ کوئی طالب علم اپنے مدرسہ میں رہتا ہے، اس کی تربیت کے لئے قانون بنا دیا گیا ہے کہ دوسرے کمرہ میں نہ جائے، دوسری جماعت کے طالب علم سے بات نہ کرے، مدرسہ سے باہر کوئی رشتہ دار آیا ہو، بلا اجازت اس سے ملاقات کے لئے نہ جائے، اس قسم کی پابندی کے منافع پر غور کریں کہ کس قدر اوقات کا تحفظ ہے، فتنوں سے امن ہے، جمعیت قلب ہے، اپنے علم اور مقصد کے ساتھ لگن ہے، یہ پابندی ایسی نہیں، جیسی زنا اور سرقہ پر پابندی ہے کہ خلاف کرنے سے سنگسار کردیا جائے گا یا قطع ید کردیا جائے گا، جس کے لئے دلیل کی ضرورت ہو، اطباء وڈاکٹر بھی زیرِ علاج مریض کو بہت سی مباح چیزوں سے پرہیز بتاتے ہیں، ان سے بھی شرعی دلیل نہیں دریافت کی جاتی، بلکہ مریض کی مصلحت اور اس کے لئے ان کے تجربہ پر قناعت کی جاتی ہے۔

یہاں تک عربی عبارت میں تحریر کردہ شبہات واعتراضات کے جوابات ذکر کئے گئے، اب اردو عبارات میں لکھے ہوئے اعتراضات کے جوابات تحریر ہوتے ہیں۔

حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب شہید رحمہ اللہ تعالیٰ پر جو اعتراضات آپ نے لکھے ہیں، یہ نئے نہیں ہیں، بریلی کے اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں صاحب نے ایک عورت کو پس پردہ بٹھا کر اس کی گود میں بچہ دے کر دردِ زہ وکراہ کی نقل اور اس کے بچے کو بیدار کر کے رونے کی آواز پر سب لوگوں کا کھڑے ہو کر ''یا نبی سلام علیک یا رسول سلام علیک'' پڑھنا، ان چیزوں کو حضرت مولانا نے بدعت وناجائز لکھا ہے، کیونکہ قرآن کریم اور حدیث شریف آثارِ صحابہ اجماعِ فقہ، مجتہدین نیز دیگر اولیاء کرام جیسے حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ، حضرت خواجہ معین الدین اجمیری رحمہ اللہ تعالیٰ، حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ تعالیٰ، حضرت بہاؤ الدین نقشبندی رحمہ اللہ تعالیٰ سے ثابت نہیں، نیز اس میں سخت توہین ہے، ایک عورت کو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی والدہ بنانا ہے اور اس کے بچے کو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بنانا ہے اور گویا کہ اس مجلس میں ولادت ہو رہی ہے (استغفر اللہ العظیم)۔ اگر معترض کے والد کی ولادت کا اس طرح میلاد کیا جائے تو وہ خود بھی اس کو برداشت نہیں کرسکتا، کوئی غلط اور غیر ثابت چیز نہ ہو تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر مبارک خواہ ولادت

شریف کا ذکر ہو، خواہ بچپن کی تربیت کا، خواہ عبادات، معاملات، غزوات کا ذکر ہو، حتیٰ کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تعلق رکھنے والی کسی چیز کا ذکر ہو، مثلاً: بکری، اونٹنی، تلوار، لباس وغیرہ، ہر ایسی چیز کا ذکر موجب سعادت اور باعثِ خیر وبرکت ہے(۱)، حضرت مولانا رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ محدث ساری عمر ذکر مبارک میں رہے، حدیث شریف پڑھاتے رہے، اتباع سنت کی تلقین کرتے رہے، درود شریف کی ہدایت کرتے رہے، بدعات کو مٹاتے رہے۔

۱۴......تذکرۃ الرشید، ص: ۱۷ میں یہ الفاظ موجود نہیں، البتہ مولانا احمد رضا خان صاحب نے خاص وصیت فرمائی ہے کہ ”میرے دین ومذہب پر جو میری کتب سے ظاہر ہے، عمل کرنا ہر فرض سے اہم فرض ہے“۔ حالانکہ ان کی کتب مدت دراز سے چھاپ کر شائع کردی ہیں، ان کے جوابات بھی چھپے ہوئے ہیں۔ مگر مبتدعین رضا خانیوں کا طبقہ ان اعتراضات کو بار بار چھاپتا رہتا ہے اور ملک میں پھیلاتا رہتا ہے، بیرونِ ملک بھی پہونچاتا ہے، اسی طرح حضرت مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ اور دیگر اکابر دیوبند پر جو اعتراضات لکھے ہیں، ان کے جوابات بھی بار ہا دیئے جاچکے ہیں۔ الجنة لأهل السنة، السحاب المدرار، توضیح البیان، الشهاب الثاقب، سبیل السداد، تسهیل العرفان، تغییر العنوان، کشف حقیقت، انکشاف حقیقة البدعت، صاعقۂ آسمانی، رضا خانی مذہب اور بھی بہت سی کتابیں ہیں، مدت سے شائع شدہ ہیں، ان کو دیکھئے تو حقیقت معلوم ہوگی اور کس طرح اکابر دیوبند کی عبارتوں کو مسخ کیا ہے۔ اور کس قدر جھوٹ ان کی طرف منسوب کر کے ان کو بدنام کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور یہ کوشش اب بھی برابر جاری ہے، اگر حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب شہید رحمہ اللہ تعالیٰ نے خدائے پاک کی شان میں اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان

---

(۱) ”نفس ذکرِ میلادِ فخرِ عالم علیہ السلام کو کوئی منع نہیں کرتا، بلکہ ذکرِ ولادت آپ کا مثل ذکرِ دیگر سیر وحالات کے مندوب ہے“۔ (براهین قاطعه، ص: ۴)

”ولا بأس بالجلوس للوعظ إذا أراد به وجه الله تعالى“. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الرابع في الصلاة والتسبيح وقراءة القرآن ...... : ۵/ ۳۱۹، رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۴/ ۲۱۰، دار المعرفة بيروت)

(وكذا في إمداد الفتاوى، كتاب البدعات: ۵/ ۲۴۹، مكتبه دار العلوم كراچی)

میں گستاخی و بے ادبی کی ہے، تو ان پر صاف صاف فتویٰ خود بریلی سے ہی دریافت کریں، اگر ان سے کفر کا فتویٰ ملتا ہے، تو جواُن کو کافر نہ کہے، حالانکہ وہ ان کی کفریات سے خوب واقف ہے، تو اس پر کیا فتویٰ ہے؟ اگر مولانا مرحوم پر کفر کا فتویٰ نہیں تو کیوں نہیں؟ مہربانی فرما کر ان باتوں کا جواب بریلی سے منگا کر ہمارے پاس بھیج دیں۔

اب ان کے متعلق نمبروار جوابات مختصراً عرض ہیں:

۱-یہی حاصل ہے، مولانا احمد رضا خاں صاحب کی تحریر کا بھی، دیکھو: حیات الموات، ص:٦۔

۲-مولانا محمد اسماعیل صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی یہ عبارت نہیں۔

۳-یہ بھی مولانا محمد اسماعیل صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ پر بہتان ہے، انہوں نے یہ عبارت نہیں لکھی۔

۴-یہ بھی غلط ہے، انہوں نے ایسا نہیں لکھا۔

۵-سنن ابوداؤد شریف میں یہ حدیث پاک موجود ہے(۱)، یہ بریلوی لوگ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کیا فتویٰ لگائیں گے اور جو صحابہ کرام اس کو روایت کرتے ہیں اور محدثین لکھتے ہیں اور تمام دینی بڑے مدارس میں یہ کتاب پڑھائی جاتی ہے، صحاح ستہ میں داخل ہے، ان سب پر کیا فتویٰ لگائیں گے، اگر حدیث کے معنی کسی کو معلوم نہ ہوں، تو وہ اہل علم سے دریافت کرے، فتویٰ لگانے کا اس کو کیا حق ہے؟؟؟

٦-نبی پر وحی آتی ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی نصرت ہوتی ہے، معجزات کا ظہور ہوتا ہے، ساحر وجادوگر جو کچھ اعمال غریبہ کرتے ہیں، وہ اس کے لئے مستقل محنت وریاضت کرتے ہیں، شیاطین ان کی مدد کرتے ہیں، جس کی وجہ سے سیدھے سادھے آدمی چکر میں پڑ جاتے ہیں، اس لئے ایسی چیزوں کو دیکھ کر اپنا ایمان کمزور نہ کریں، ان کو مقرب نہ سمجھیں، اہمیت کا یہ مطلب نہیں کہ جادوگر مقرب الٰہی ہوتے ہیں، بلکہ جادو نقصان پہونچانے والی چیز ہے، اس سے بچنے کی اہمیت ہے۔

---

(۱) "عن جبير بن محمد بن مطعم عن أبيه، عن جده، قال: "أتى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أعرابي فقال: يارسول الله! جهدت الأنفس وضاعت العيال ..... قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "ويحك! أتدري ماتقول؟ ..... ويحك أتدري ما الله؟ إن عرشه على سمٰواته لهكذا". وقال بأصابعه مثل القبة عليه، وإنه ليئط به أطيط الرحل بالراكب". وقال ابن بشار في حديثه: "إن الله فوق عرشه، وعرشه فوق سمواته". وساق الحديث. (سنن أبي داود، كتاب شرح السنة، باب في الجهمية: ۲/۳۰۵، ۳۰٦، مكتبه رحمانيه)

۷- یہ تو فقہ کی کتابوں مجمع الانہر وغیرہ میں بھی لکھا ہے کہ ایسا عقیدہ رکھنا کہ ہماری ہر پکار کو اللہ تعالیٰ کی طرح ہر جگہ سے براہِ راست سنتے ہیں، شرک ہے(۱)۔ حدیث پاک میں ارشاد ہے کہ جو شخص میری قبر کے قریب صلوۃ وسلام پڑھے میں اس کو خود سنتا ہوں، جو شخص دور سے پڑھے، وہ ملائکہ کے ذریعہ میرے پاس پہونچایا جاتا ہے(۲)۔

۸- جو عقیدہ نمبرے میں لکھا ہے، اس عقیدے کے ساتھ پکارنے کا حکم تو وہی ہے، جو اوپر مذکور ہوا، انبیاء علیہم السلام، اولیاء کرام کی تعظیم تو لازم ہے، اس کی تعظیم کو شرک نہیں لکھا، یہ ان پر بہتان ہے، ان کو سجدہ کرنا شرک ہے، اس کی ہرگز اجازت نہیں، وہاں نفسِ جھاڑ دوینا اور نفسِ پیاسے کو پانی پلانا بھی شرک نہیں، جو کام اللہ پاک کے ساتھ خاص ہے، وہ غیر اللہ کے ساتھ خاص کرنا ضرور شرک ہے، مثلاً: یہ کہنا کہ مجھے بیٹا دے دیجئے یا ان کی قبر پر سجدہ کرنا وغیرہ اس کو حضرت مولانا رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرک لکھا ہے، جس سے بچنا ضروری ہے۔

حضرت اقدس مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہی کے متعلق اعتراضات کے جوابات

۱- واقعتاً حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ بہت بڑے عالم، محدث،

---

(۱) "ویکفر لقوله: أرواح المشائخ حاضرة تعلم اهـ". (مجمع الأنهر، کتاب السیر، باب المرتد، النوع الأول: ۱/۶۹۱، دار إحیاء التراث العربي بیروت)

(وکذا في البحر الرائق، کتاب السیر، باب أحکام المرتدین: ۵/۲۰۹، رشیدیه)

(وکذا في البزازیة علی هامش الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب ألفاظ تکون إسلاماً أو کفراً، الخ، الفصل الثاني، النوع الثاني فیما یتعلق بالله تعالیٰ: ۶/۳۲۶، رشیدیه)

(۲) "عن أبي هریرة رضي الله تعالیٰ عنه، قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "من صلی علي عند قبري سمعته، ومن صلی علي نائیا أبلغته". (شعب الإیمان، الخامس عشر من شعب الإیمان، باب في تعظیم النبي صلی الله تعالیٰ علیه وسلم وإجلاله وتوقیره، رقم الحدیث: ۱۵۸۳: ۲/۲۱۸، دار الکتب العلمیة بیروت)

(وکذا في کنز العمال، کتاب الأذکار، قسم الأقوال، الباب السادس في الصلاة علیه وعلی اله علیه الصلاة والسلام، رقم الحدیث: ۲۱۶۲: ۱/۴۹۲، دار الکتب العلمیة بیروت)

(ومشکاة المصابیح، کتاب الصلاة، باب الصلاة علی النبي صلی الله تعالیٰ علیه وسلم وفضلها، الفصل الثالث: ۱/۸۷، قدیمی)

بزرگ، صاحب نسبت تھے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے بھتیجے اور حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے پوتے تھے، خدا اور رسول کے دشمنوں سے جہاد کیا، بڑی مشقتیں برداشت کیں، جہاد ہی میں شہید ہوئے ''سیرت سید احمد شہید'' میں ان کے حالات دیکھئے، جن کو دیکھ کر ایمان تازہ ہوتا ہے۔ تقویۃ الایمان میں انہوں نے اپنے دور کی بدعات وشرکیہ رسوم وعقائد کی خوب تردید کی ہے، جس طرح کسی کے پیٹ میں مادہ فاسدہ جگہ پکڑ چکا ہو جس کی وجہ سے صحت برباد ہو رہی ہو، اس کو مسہل دوا دی جاتی ہے اور مادہ فاسدہ نکالا جاتا ہے اور صحت کو بحال کیا جاتا ہے، اسی طرح تقویۃ الایمان کے ذریعہ عقائد فاسدہ وشرکیہ رسوم کو انہوں نے ختم کیا ہے اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کو پیش کیا، اللہ تعالیٰ ان کے درجات کو بلند فرمائے، مسہل کی وجہ سے مریض کے پیٹ میں درد بھی ہوتا ہے اور بار بار بیت الخلاء میں بھی اس کو جانا پڑتا ہے، ذائقہ بھی خراب ہو جاتا ہے، مگر مادہ فاسدہ کے نکل جانے پر اس کی قدر معلوم ہوتی ہے کہ کتنی بڑی تباہی کی بلا سے نجات مل گئی۔ اس لئے تقویۃ الایمان میں بعض تعبیرات مسہل کی طرح تیز اور سخت بھی ہیں، مگر مضمون ان کا مفید ہے، اسی لئے حضرت مولانا رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کی تعریف فرمائی۔

۲- حضرت مولانا رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ عبارت کہیں نہیں لکھی، یہ تو ان پر بہتان ہے، فتاویٰ رشیدیہ میں ایک سوال کے جواب میں وہ فرماتے ہیں:

> ''الجواب: ذات پاک حق تعالیٰ جل جلالہ کی پاک ومنزہ ہے اس سے کہ متصف بصفت کذب کیا جائے۔
>
> قال اللّٰہ تعالی: ﴿ومن أصدق من اللّٰہ قیلا﴾(۱) جو شخص حق تعالیٰ کی نسبت یہ عقیدہ رکھے، یا زبان سے کہے، وہ کذب بولتا ہے، وہ قطعاً کافر ہے، ملعون ہے اور مخالف قرآن وحدیث اور اجماع امت کا ہے، وہ ہرگز مؤمن نہیں۔
>
> "تعالى اللّٰه عما يقول الظالمون علواً كبيراً" (فتاوی رشیدیه: ۱/۱٦)(۲)".

---

(۱) (النساء: ۱۲۲)

(۲) (فتاوی رشیدیه، کتاب العقائد، اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹ کی نسبت، ص: ۳۸۹، سعید)

وہ تو ایسے شخص کو کافر اور ملعون کہتے ہیں جو حق تعالیٰ کے کلام میں جھوٹ بتائے یا یہ کہے کہ حق تعالیٰ جھوٹ بولتا ہے، ان کے نزدیک تو اللہ پاک کے کلام میں جھوٹ کا شائبہ بھی نہیں۔

۳- حضرت مولانا رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی نسبت کرنا غلط ہے۔

۴- پوری عبارت نقل نہیں کی گئی، میں نقل کرتا ہوں:

''الجواب: محمد ابن عبدالوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں، ان کے عقائد عمدہ تھے اور مذہب ان کا حنبلی تھا، البتہ ان کے مزاج میں شدت تھی، مگر وہ اور ان کے مقتدی اچھے ہیں، مگر ہاں! جو حد سے بڑھ گئے، ان میں فساد آگیا اور عقائد سب کے متحد ہیں، اعمال میں فرق حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی کا سا ہے''۔ (فتاویٰ رشیدیہ: ۱/۱۱۱)(۱)۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں:

''الجواب: محمد ابن عبدالوہاب کو لوگ وہابی کہتے ہیں، وہ اچھا آدمی تھا، سنا ہے کہ مذہب حنبلی رکھتا تھا اور عامل الحدیث تھا، بدعت وشرک سے روکتا تھا، مگر تشدد اس کے مزاج میں تھا۔ واللہ اعلم''۔ (فتاویٰ رشیدیہ: ۲/۸۸)(۲)۔

پھر جب دوسری قسم کے حالات معلوم ہوئے، تو حضرت گنگوہی نے تعریف نہیں کی، بلکہ سکوت فرمایا، کسی مسلمان سے نیک گمان قائم کرنے کے لئے مستقل دلیل کی ضرورت نہیں، بلکہ بدگمانی کی دلیل کا نہ ہونا کافی ہے(۳)، یہی ضابطہ ہے جس کی وجہ سے دلیل کسی مسلمان کے حق میں برا لفظ کہنے سے مانع ہے، دلیل ہونے پر

---

(۱) (فتاویٰ رشیدیہ، مسائل منثورہ، وہابی کا عقیدہ، ص: ۵۵۱، سعید)

(۲) (فتاویٰ رشیدیہ، مسائل منثورہ، وہابی کا عقیدہ، ص: ۵۵۱، سعید)

(۳) قال الله تعالیٰ: ﴿یا أیها الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن إن بعض الظن إثم ولا تجسسوا﴾ (الحجرات: ۱۲)

''وروینا عن أمیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضي الله تعالیٰ عنه قال: ولا تظنن بکلمة خرجت من أخیک المؤمن إلا خیراً، وأنت تجدلها في الخیر محملا''. (تفسیر ابن کثیر، الحجرات: ۱۲: ۴/۲۷۱، دارالسلام)

''عن سعید بن المسیب رحمه الله تعالیٰ قال: کتبت إلی بعض إخواني من أصحاب رسول الله=

بھی بلاضرورت کسی کو برا کہنے کا مشغلہ اختیار کرلینا نہیں چاہیے، نیز حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحریر میں بھی اس کی رعایت ہے، جیسا کہ فرماتے ہیں: ''مگر ہاں! جو حد سے بڑھ گئے ان میں فساد آگیا اس پر آپ کو کیا اعتراض ہے؟''

۵- اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شان نبوت کے لائق اپنی ذات وصفات اور عالم آخرت سے متعلق اتنا علم عطا فرمایا کہ تمام انبیاء علیہم السلام اور ملائکہ اور سب مخلوقات کا علم ایک قطرہ کے مانند ہے اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم سمندر کے مانند ہے(۱)۔ لیکن اللہ پاک کا علم اس سے بھی زائد ہے، کیونکہ وہ غیر متناہی ہے(۲)، نیز وہ ذاتی علم ہے اور ان کا علم عطائی ہے اور جب شریعت میں علم الغیب بولا جاتا ہے، تو اس سے علم ذاتی ہی مراد ہوتا ہے، حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ اور مولانا احمد رضا خاں صاحب نے بھی اس کی تصریح کی ہے۔ قرآن کریم میں بہت سی آیات ہیں، جن میں حضور

= صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أن ضع أمر أخيك على أحسنه مالم يأتك ما يغلبك ..... الخ". (روح المعاني، الحجرات: ۱۲: ۲۲/۱۵۶، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۱) "قال عليه السلام: "أنا مدينة العلم وعليّ بابها". (فيض القدير، رقم الحديث: ۲۸۰۵: ۵/۲۳۰۰، بيروت)

"عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها قالت: كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "إذا أمرهم أمرهم من الأعمال بما يطيقون ..... ثم يقول: إن أتقاكم وأعلمكم بالله أنا". (صحيح البخاري، كتاب الإيمان: ۱/۷، قديمي)

"إن سيدنا وشفيعنا محمدا صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أعلم الخلق وأفضلهم جميعاً". (إمداد الفتاوىٰ، كتاب العقائد والكلام، استفتاء بعض علمائے مصر..... ، سوال نمبر ۵۲۲: ۶/۳۲۷ (قديم): ۶/۳۱۲(جديد)، مكتبه دارالعلوم كراچی)

(۲) "إن الله جعل للعقول في إدراكها حداتنتهي إليه لا تتعداه، ولم يجعل لها سبيلاً إلى الإدراك في كل مطلوب، ولو كانت كذلك لاستوت مع الباري تعالىٰ في إدراك جميع ماكان ومايكون ومالا يكون، إذا لوكان كيف كان يكون؟ فمعلومات الله لا تتناهي، ومعلومات العبد متناهية والمتناهي لايساوي ومالا يتناهي". (الاعتصام للشاطبي، الباب العاشر في معنى الصراط المستقيم الخ، فصل النوع الثالث، ص: ۵۶۲، دار المعرفة بيروت)

اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے علم غیب کی نفی کی گئی ہے اور علم الغیب کو اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص مانا گیا ہے۔

﴿قل لا يعلم من في السمٰوٰت والأرض الغيب إلا اللّٰه﴾(١).

﴿وعنده مفاتح الغيب لا يعلمها إلا هو﴾(٢).

﴿إنما الغيب للّٰه﴾(٣).

﴿قل لا أقول لكم عندي خزائن اللّٰه ولا أعلم الغيب﴾(٤). وغیرہ وغیرہ۔

احادیث میں تأبیر نخل(۵)، بیر معونہ(۶)، حدیبیہ(۷)، افک(۸)، امامت(۹)، شفاعت(۱۰)

---

(١) (النمل: ٦٥)

(٢) (الأنعام: ٥٩)

(٣) (يونس: ٢٠)

(٣) (الأنعام: ٥٠)

(٥) "عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم سمع أصواتا، فقال: ما هذا الصوت؟ قالوا: "النخل يؤبرونه"، فقال: لو لم يفعلوا الصلح". فلم يؤبروا عامئذٍ، فصار شيصاً، فذكروا ذلک للنبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فقال: "إن كان شيئاً من أمر دنياكم فشأنكم به، وإن كان من أمور دينكم فإليّ". (سنن ابن ماجة، أبواب الرهن، باب تلقيح النخل، ص: ١٨٠، مطبع مجتبائی لاهور)

(٦) "عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها قالت: استأذن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أبوبكر في الخروج حين اشتد عليه الأذى ...... فقتل عامر بن فهيرة يوم بئر معونة ...... فقال: "إن أصحابكم قد أصيبوا، وإنهم قد سألوا ربهم"، فقالوا: "ربنا! أخبر عنا إخواننا بما رضينا ورضيت عنا، فأخبرهم عنهم". (صحيح البخاري، كتاب المغازي، باب غزوة الرجيع ...... وبئر معونة الخ: ٢/٥٨٧، قديمى)

(٧) "عن المسورة بن مخرمة ومروان بن الحكم رضي الله تعالىٰ عنه قالا: فخرج رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عام الحديبية لا يريد قتالاً، وساق معه الهدي سبعين بدنة ...... قال: "فدعاه رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فبعثه ليخبرهم أنه لم يأت لحرب أحد، وإنما جاء زائراً لهذا البيت معظما لحرمته، فخرج عثمان رضي الله تعالىٰ عنه حتى أتى مكة ...... قال: واحتبسته قريش عندها، قال: "وبلغ رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أن عثمان رضي الله تعالىٰ عنه قد قتل ...... الخ". (تفسير ابن كثير، الفتح: ٢٦: ٣/٢٣٨-٢٥٠، دار السلام) .... =

وغیرہ بے شمار امور ہیں، جن سے علم غیب کی نفی ہوتی ہے، اگر حضرت مولانا رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے وہی بات تحریر فرمادی، جوکہ قرآن کریم اوراحادیث میں موجود ہے، مولانا احمد رضا خاں رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی عالم الغیب کہنے کو "الأمن والعلی" میں منع لکھا ہے۔ اسی طرح ملفوظات میں بھی منع لکھا ہے۔

۶- نمبر ۵ سے اس کا بھی جواب ہوگیا۔

۷- نمبر ۵ یہ بھی واضح ہوگیا، نیز حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب شہید رحمہ اللہ تعالیٰ پر اعتراضات کے جوابات میں نمبر ۷ میں بھی اس کا جواب آ گیا۔

۸- اس کا جواب بھی نمبر ۵ میں آ گیا۔

= (۸) "أن عائشة رضي الله تعالیٰ عنها زوج النبي صلی الله تعالیٰ علیه وسلم حین قال لها أهل الإفک ...... فدعا رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم علي بن أبي طالب وأسامة بن زید حین استلبث الوحي یستأمرهما في فراق أهله، فأما أسامة بن زید فأشار علی رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم بالذي یعلم من براءة أهله ...... ثم قال: "أما بعد، یا عائشة! فإنه قد بلغني عنک کذا وکذا، فإن کنت بریئة فسیبرئک الله، وإن کنت ألممت بذنب فاستغفري الله وتوبي إلیه ...... قالت: فلما سري عنه، وهو یضحک، فکانت أول کلمة تکلم بها: "یا عائشة! أما الله فقد برّأک". (صحیح البخاري، کتاب التفسیر، النور، باب قول عزوجل: ﴿إن الذین جاؤا بالإفک﴾ الخ: ۲/۲۹۶، ۲۹۸، قدیمی)

(۹) "عن عبیدالله بن عبدالله بن عتبة قال: دخلت علی عائشة رضي الله تعالیٰ عنها فقلت: "ألا تحدثیني عن مرض رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم؟ قالت: بلی، ثقل النبي صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فقال: "أصلی الناس"؟ قلنا: لاهم ینتظرونک، قال: "ضعوا لي ماء في المخضب" قالت: ففعلنا، فذهب لینوء، فأغمي علیه، ثم أفاق، فقال: ...... فأرسل النبي صلی الله تعالیٰ علیه وسلم إلی أبي بکر، بأن یصلي بالناس". (صحیح البخاري، کتاب الأذان، باب إنما جعل الإمام لیؤتم به: ۱/۹۵، قدیمی)

(۱۰) "سمعت سهل بن سعد یقول: سمعت النبي صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یقول: أنا فرطکم علی الحوض، من ورده شرب منه، ومن شرب منه لم یظمأ أبدا، لیردن عليّ أقوام أعرفهم ویعرفونني: ثم یحال بیني وبینهم" ...... قال: "إنهم منّي!! فیقال: "إنک لا تدري مابدّلوا بعدک"، فأقول: "سحقاً سحقا لمن بدّل بعدي". (صحیح البخاري، کتاب الفتن، باب ماجاء في قول الله: ﴿واتقوا فتنة لاتصیبن الذین ظلموا منکم خاصة﴾: ۲/۱۰۴۵، قدیمی)

۹-اس کا جواب بھی نمبر ۵ میں آگیا۔

۱۰-اس خیال سے دور سے کہنے کا یہی حکم ہے، جیسا کہ نمبر ۵ میں ہے۔

۱۱-اولیاء کرام کے طفیل میں بھی رحمت نازل ہوتی ہے، اگرچہ رحمت کاملہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہی طفیل میں ہے اور رحمت کاملہ کا مظہر اتم ذات مقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے (۱)۔

۱۲-عرس مروج ثابت نہیں (۲)۔

۱۳-مجلس مولود مقرر کرنا، جس میں روایات بھی غلط بیان کی جائیں اور اس میں کفریات بھی ہیں (۳)۔

---

(۱) قال الله تعالى: ﴿وما أرسلنك إلا رحمة للعالمين﴾ (الأنبياء: ۱۰۷)

"عن عمرو بن أبي قرة قال: كان حذيفة رضي الله تعالىٰ عنه، بالمدائن فكان يذكر أشياء قالها رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لأناس من أصابه في الغضب ..... ولقد علمت أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم خطب فقال: أيما رجل من سببته أو لعنته لعنة في غضبي، فإنما أنا من ولد ادم أغضب كما يغضبون، وإنما بعثني رحمة للعالمين فاجعلها عليهم صلاة يوم القيامة". (سنن أبي داود، كتاب شرح السنة، باب النهي عن سبّ أصحاب رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ۲/۲۹۲، رحمانيه)

"أن عمر بن الخطاب رضي الله تعالىٰ عنه كان إذا قحطوا استسقى بالعباس بن عبدالمطلب رضي الله تعالىٰ عنه، فقال: اللهم إنا كنا نتوسل بنبينا فتسقينا وإنا نتوسل إليك بعم نبينا فاسقنا". (صحيح البخاري، كتاب الاستسقاء، باب سؤال الناس الإمام إذا قحطوا: ۱/۱۳۹، قديمي)

(۲) "فيجب أن يحذر مما يفعلون على رأس السنة من موته، ويسمون حولاً، فيدعون الأكابر والأصاغر، ويعدّون ذلك قربة، وهي بدعة ضلالة؛ لأن التصدق لم يختص بيوم دون يوم، ولا تصح إلا على الفقراء والمحتاجين ......". (تبليغ الحق، ص: ۸۹۷، بحواله فتاوىٰ محموديه: ۳/۲۳۸، اداره الفاروق كراچي)

"قال عليه السلام: "من أحدث في أمرنا هذا ماليس منه فهو رد". (صحيح البخاري، كتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا على صلح جور فهو مردود: ۱/۳۷۱، قديمي)

"عن العرباض بن سارية رضي الله تعالىٰ عنه قال: صلى بنا رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ذات يوم ثم أقبل علينا بوجهه فوعظنا موعظة بليغة ..... وإياكم ومحدثات الأمور، فإن كل محدثة بدعة، وكل بدعة ضلالة". (سنن أبي داود، كتاب السنة اخر باب في لزوم السنة: ۲/۲۳۵، دارالحديث ملتان)

(۳) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: من كذب عليّ =

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث رحمہ اللہ تعالیٰ سے متعلق

۱- یہ عبارت براہین قاطعہ میں نہیں، جو کچھ اس میں ہے، اس کی نقل فقہ کی معتبر کتاب ردالمحتار سے پیش کردی ہے، حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ پر بھی یہ اعتراض تھا، جو کہ بہتان ہے۔

۲- یہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ پر بھی بہتان ہے، تذکرۃ الخلیل میں صاف صاف موجود ہے کہ ظلم کا تحقق خدائے تعالیٰ کے حق میں ممکن نہیں تو عقلاً محال ہوا تو اس کا امکان بھی عقلاً ممتنع ہوا۔ (تذکرۃ الخلیل، ص:۸۶)(۱)۔

۳- یہ عبارت بھی براہین قاطعہ میں نہیں۔

۴- اس کا جواب حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ پر کئے گئے اعتراضات، نمبر ۱۳ کے جوابات میں آگیا۔

حضرت مولانا اشرف علی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ تھانوی سے متعلق اعتراضات کے جوابات

۱- یہ عبارت ان الفاظ کے ساتھ حفظ الإیمان میں نہیں، اس میں اپنی طرف سے معترض نے کچھ بڑھا کر مطلب بگاڑا ہے، جو کہ صریح بہتان ہے، حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ یہ خبیث مضمون کبھی میرے خیال میں بھی نہیں آیا، میں اس کو کفر سمجھتا ہوں، دیکھو ''البیان'' اور ''السحاب المدرار'' وغیرہ۔ ظالموں نے بہتان لگا کر پھیلایا ہے، نفس مسئلہ کی تشریح حضرت مولانا رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ پر کئے گئے اعتراضات کے جواب نمبر ۵ میں ہے۔

= متعمدا فليتبوأ مقعده من النار". (صحيح البخاري، كتاب العلم، باب إثم من كذب على النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : ۱/۲۱، قديمي)

"ومن جملة ما أحدثوه من البدع مع اعتقادهم أن ذلك من أكبر العبادات، وإظهار الشعائر مايفعلونه في شهر ربيع الأول من المولد، وقد احتوى على بدع ومحرمات جمة ....". (المدخل، فصل في المود: ۲/۳، مصطفىٰ البابي الحلبي مصر)

"ونظير ذلك فعل كثير عند ذكر مولده صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، ووضع أمه له من القيام، وهو أيضاً بدعة لم يرد فيه شيء". (الفتاوىٰ الحديثية، مطلب في أن الكلام أثناء مولده الخ، ص: ۱۱۲، قديمي)

(۱) (تذكرة الخليل، ص: ۱۴۷، مكتبة الشيخ)

۲-بزرگوں کا تذکرہ کرنا اور دینی کارنامے بیان کرنا درست اور ذریعۂ اصلاح ہے، البتہ اللہ تعالیٰ کے نام کی طرح بطور وظیفہ ان کا نام پڑھنا غلط ہے اور موہم ہے، بقیہ مذکورہ چیزیں بھی بے اصل ہیں۔

تبلیغی جماعت کے بارے میں

۱-اس میں اعتراض کیا ہے، تشریح کریں۔

۲-اس کا جواب گزر چکا۔

۳-جب سے آدمی بدعت سے تائب ہو کر سنت پر عمل کرنے کا ارادہ کر لیتا ہے، اس وقت سے سنت کی رحمت وبرکت شروع ہو جاتی ہے، حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سراپا رحمت وبرکت ہیں(۱)۔ جب سے اس دنیا میں تشریف لائے رحمت وبرکت کا ظہور شروع ہو گیا، پھر کار نبوت شروع کیا اور وحی آئی، اس وقت کی رحمت وبرکت کا حساب لگانا دشوار ہے، بددینی، بدعملی، بدعت کو مٹانے اور دینداری، اعمال صالحہ، سنت کو دنیا میں پھیلانے کے لئے جب سے اجتماعی اور غیر اجتماعی شکل اختیار کی گئی، اسی وقت سے اس کی برکت ظاہر ہونا شروع ہو گئی اور جس قدر کام بڑھتا گیا، اسی قدر خیر وبرکت میں اضافہ ہوتا گیا اور ہو رہا ہے۔

۴-"كنتم خير أمة أخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنهون عن المنكر" میں ہر وہ شخص داخل ہے، جس کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لئے حق تعالیٰ قبول فرمالے(۲)۔ یہی انبیاء کا

---

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿وما أرسلنك إلا رحمة للعالمين﴾ (الأنبياء: ۱۰۷)

"عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قيل يا رسول الله! أدع على المشركين، قال: إني لم أبعث لعانا، وإنما بعثت رحمة". (صحيح مسلم، كتاب البر والصلة والأدب، باب من لعنه النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أو سبه: ۲/۳۲۳، قديمي)

"عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "إنما أنا رحمة مهداة". (تفسير ابن كثير، الأنبياء: ۱۰۷: ۲/۲۷۱، دار السلام)

(۲) "والظاهر أن الخطاب وإن كان خاصا بمن شاهد الوحي من المؤمنين أو ببعضهم، لكن حكمه يصلح أن يكون عاما للكل كما يشير إليه قول عمر رضي الله تعالىٰ عنه فيما حكى قتادة: "يا أيها الناس! من سرّه أن يكون من تلكم الأمة فليؤد شرط الله منها". (روح المعاني، آل عمران: ۱۱۰: ۲۸/۳، دار إحياء التراث العربي بيروت) .... =

طریقہ ہے، جوشخص اس طریقہ کو جس قدر اختیار کرے گا، انبیاء علیہم السلام سے اسی قدر اس کو قرب کی نسبت حاصل ہوگی، یہ نسبت شخص واحد کو بھی حاصل ہوسکتی ہے اور جس شخص کے ذریعہ لاکھوں آدمی اس مبارک کام میں لگ جائیں، ہر ایک کی محنت میں اس شخص کا حصہ ہوگا اور اس کی نسبت زیادہ سے زیادہ قوی ہوگی، چنانچہ اللہ پاک نے یہ مقام حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نور اللہ مرقدہ کو عطا فرمایا۔

حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندی رحمہ اللہ تعالیٰ سے متعلق اعتراضات کے جوابات

۱- یہی مضمون مجملاً احمد رضا خاں صاحب نے بھی لکھا ہے، جیسا کہ ''حیات الموات''، ص:۶، میں ہے۔

۲- ہر صحیح دینی کتاب کے متعلق یہی کہا جائے گا کہ جس نے اس کو مانا، اس کو ہدایت ہوئی، جس نے نہیں مانا، وہ غلط راہ پر چلا۔

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب سے متعلق اعتراضات کے جوابات

ذہن کو غصہ سے خالی کر کے غور کریں! حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ میرے صحابہ کی دو رکعت بعد والوں کی دو لاکھ رکعت سے بڑھ کر ہیں (۱) اور جو کچھ انہوں نے ایک مد یا اس کا نصف صدقہ دیا ہے، دوسرے لوگ اگر پہاڑ برابر سونا صدقہ دیں، تب بھی ان کے برابر نہیں ہوسکتے (۲)، یہ اسی وجہ سے ہے کہ

= "قال ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما: هم الذين هاجروا من مكة إلى مدينة وشهدوا بدرا والحديبية. وقال عمر ابن الخطاب رضي الله تعالىٰ عنه: من فعل فعلهم كان مثلهم". (الجامع لأحكام القرآن للقرطبي، آل عمران: ۱۱۰: ۴/۱۱۷، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في كنز العمال، كتاب الأذكار، قسم الأفعال، آل عمران، رقم الحديث: ۴۲۹۰: ۲/۱۶۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(۱) باوجود تلاش کے یہ روایت نہ مل سکی۔

(۲) "عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالىٰ قال: "قال النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "لا تسبوا أصحابي، فلو أن أحدكم أنفق مثل أحد ذهباً مابلغ مد أحدهم ولا نصيفه". (صحيح البخاري، كتاب المناقب، باب: ۱/۵۱۸، قديمي)

(وصحيح مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب تحريم سب الصحابة: ۲/۳۱۰، قديمي) .... =

ان کا ایمان نہایت قوی تھا، جس کا تعلق قوتِ علمیہ سے ہے، بعد والوں کو یہ نصیب نہیں، حضرت نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت نہیں کہ کسی دن بھی ہزار یا پانچ سو نفلیں پڑھی ہوں، حالانکہ امت کے بعض حضرات سے یہ ثابت ہے، نیز وتر کی ایک رکعت میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پورا قرآن کریم پڑھا(۱)۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے دو رکعت نفل میں پورا قرآن شریف ختم کیا ہے(۲)، رمضان المبارک میں ہر روز ایک ختم کرتے تھے(۳)، حضرت نبی کریم سے یہ چیزیں ثابت نہیں، مگر جو مقام کیفیت ایمانیہ اور شانِ نبوت کی وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ پاک نے عطا فرمایا، اس کا کروڑواں حصہ بھی ان اعمال کثیرہ کی وجہ سے کسی کو حاصل نہیں، یہ بات بالکل حق اور صحیح ہے۔

۲-حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے تحذیر الناس میں ہرگز ایسا نہیں لکھا، خاتم النبیین کے معنی آخری نبی کو جاہلوں کا خیال قرار نہیں دیا، ان پر بہتان ہے، جس کی برأت وہ ''جواب محذورات عشر'' میں

= (وسنن أبي داود، كتاب السنة، باب في النهي عن سبّ أصحاب رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ۲/۲۹۲، إمداديه)

(۱) "عن عثمان بن عبدالرحمن التيمي قال: قال أبي: لأغلبن الليلة على المقام، قال: فلما صليت العتمة تخلصت إلى المقام حتى قمت فيه، قال: فبينا أنا قائم إذا رجل وضع يده بين كتفي، فإذا هو عثمان بن عفان، قال: فبدأ بأم القرآن، فقرأ حتى ختم القرآن، فركع وسجد، ثم أخذ نعليه فلا أدري أصلى قبل ذلك شيئاً أم لا ...... عن أنس بن مالك قال: قالت امرأة عثمان بن عفان حين قتلوه: "لقد قتلتموه، وإنه ليحي الليلة بالقرآن في ركعة". (حلية الأولياء، عثمان بن عفان رضي الله تعالىٰ عنه، ص: ۵۵، ۵۶، دار الفكر)

(۲) "عن ابن المبارك: "أن أباحنيفة رحمه الله تعالىٰ صلى خمساً وأربعين سنة الصلوات الخمس بوضوء واحد، وكان يجمع القرآن في ركعتين". (تهذيب الأسماء واللغات، النوع الثاني الكنى، الحاء المهملة: ۱/۳۳۱، أبوحنيفة الإمام: ۲/۳۲۰، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في تاريخ بغداد، ذكر من اسمه النعمان، النعمان بن ثابت، أبوحنيفة التيمي، ما ذكر من عبادة أبي حنيفة وورعه: ۱۳/۳۵۳، دارالكتب العلمية بيروت)

(۳) تلاش کے باوجود بعینہٖ یہی بات نہ مل سکی، البتہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ مذکور ہے کہ عام دنوں میں روزانہ ایک قرآن ختم کرتے تھے اور رمضان میں روزانہ دو قرآن ختم کرتے تھے:

"وروي أيضاً عن أبي يوسف: كان أبوحنيفة رحمه الله تعالىٰ يختم القرآن كل يوم وليلة ختمة، =

فرما چکے ہیں۔ جس کو چھپے ہوئے سو سال سے زائد عرصہ گزر چکا ہے، انہوں نے ختم نبوت کے تین معنی بتا کر ہر طرح حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خاتم النبیین ثابت کیا ہے۔

حضرت مولانا سید حسین احمد رحمہ اللہ تعالیٰ مدنی پر اعتراضات کے جوابات

اگر مجلسِ میلاد قرآن کریم، حدیث شریف، آثار صحابہ، فقہ ائمہ مجتہدین سے ثابت ہو تو پیش کریں، بات یہ ہے کہ چھ صدی امت پر اس طرح گزر گئیں کہ اس مجلس کا کہیں وجود نہیں ملتا، تاریخ ابن خلکان میں لکھا ہے کہ سب سے پہلے شاہ اربل نے یہ مجلس منعقد کی اور شاہانہ کی، پھر اس کی نقل اس کے وزیروں اور امراء نے کی، یہ واقعہ ۶۰۲ھ کا ہے(۱)۔

= حتى إذا كان شهر رمضان، ختم فيه مع ليلة الفطر اثنين وستين ختمة". (كتاب تنوير بصائر المقلدين، الباب الأول، فصل في عبادته وكثرة صلوته، ص: ۲۴، دار ابن حزم)

"كان يختم في كل يوم وليلة مرة، وفي رمضان كل يوم مرتين، مرة في النهار، ومرة في الليل". (إقامة الحجة للإمام اللكنوي، الباب الثاني، أبوحنيفة النعمان، ص: ۷۶، مكتب المطبوعات الإسلامية)

"حدثنا يحيىٰ بن نصر قال: "كان أبوحنيفة ربما ختم القرآن في شهر رمضان ستين ختمة". (تاريخ بغداد، ذكر من اسمه النعمان، النعمان بن ثابت، أبوحنيفة التيمي، ما ذكر من عبادته وورعه: ۱۳/۳۵۳، مؤسسة الرسالة)

(۱) "وأما احتفاله بمولد النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: فإن الوصف يقصر عن الإحاطة به، لكن نذكر طرفاً منه وهو أن أهل البلاد كانوا قد سمعوا بحسن اعتقاده فيه، فكان كل سنة يصل إليه من البلاد القريبة خلق كثير من الفقهاء والصوفية والوعاظ والقراء والشعراء، ولا يزالون يتواصلون من المحرم إلى أوائل شهر ربيع الأول ...... فكان مظفر الدين (ملك إربل) ينزل كل يوم بعد صلاة العصر ويقف على قبة قبة إلى آخرها، ويسمع غناء هم، ويتفرج على خيالاتهم، وما يفعلونه في القبات ...... هكذا يعمل كل يوم إلى ليلة المولد ...... فإذا كان صبيحة يوم المولد أنزل الخلع من القلعة إلى الخانقاه على أيدي الصوفية ...... فإذا فرغوا من الموسم تجهز كل إنسان للعود إلى بلده، فيدفع لكل شخص شيئاً من النفقة، وقد ذكرت في ترجمة الحافظ أبي الخطاب ابن دحية في حرف وصوله إلى إربل وعمله لكتاب "التنوير في مولد السراج المنير" لما رأى من اهتمام مظفر الدين به". (وفيات الأعيان وأبناء أبناء الزمان لابن خلكان، ترجمة مظفر الدين صاحب إربل: ۴/۱۱۷، ۱۱۹، رقم الترجمة: ۵۴۷، دار صادر بيروت)

اس وقت علماءِ حق نے اس پر نکیر کی ہے، علامہ ابن الحاج نے ''المدخل'' میں ۳۲ صفحات اس کی تردید میں لکھے ہیں (۱)، ۷۰۰ کے کچھ بعد ان کی وفات ہے۔ اعتراضات کے اندر جان پیدا ہوجاتی، اگر ادلۂ اربعہ میں کسی دلیل سے مجلس میلاد کا ثبوت پیش کر دیا جاتا، افسوس یہ ہے کہ جس چیز کو اعلیٰ درجہ کی قربت کہا جارہا ہے، وہ بے دلیل ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/ ۱۰/ ۹۷ھ۔

جو شخص خود عمل نہ کرے وہ دوسروں کو کہہ سکتا ہے یا نہیں؟

سوال [۱۰۱۱۳]: کیا یہ اچھی بات ہے کہ جو کام خود نہ کرے، اس کو دوسروں کو کرنے کا حکم کرے اور ایک ناجائز بات کو جائز قرار دے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ناجائز بات کو جائز قرار دینا تو سراسر باطل ہے، اگر ایک شخص پر حکم شرعی عائد نہیں ہوتا، اس لئے وہ خود

---

(۱) مدخل سے چند اقتباسات:

''ومن جملة ما أحدثوه من البدع مع اعتقادهم أن ذلک من أكبر العبادات وإظهار الشعائر يفعلونه في شهر ربيع الأول من المولد، وقد احتوى على بدع ومحرمات جمة ...... ومضوا في ذلک على العوائد الذميمة في كونهم يشتغلون في أكثر الأزمنة التي فضلها الله تعالیٰ وعظمها ببدع ومحرمات، ص: ۳ ...... فتعظيم هذ الشهر الشريف إنما يكون بزيادة الأعمال الزاكيات فيه والصدقات إلى غير ذلک من القربات، فمن عجز عن ذلک، فأقل أحواله أن يجتنب ما يحرم عليه ويكره له تعظيما لهذا الشهر الشريف، وإن كان ذلک مطلوبا في غيره إلا أنه في هذا الشهر أكثر احتراماً ..... فيترک الحدث في الدين ويجتنب مواضع البدع ومالا ينبغي، ص: ۵، ۲ ...... بل يزعم يتأدب، فيبدأ المولد بقراءة الكتاب العزيز، وينظرون إلى من هو أكثر معرفة بالهنوک والطرق المهيجة لطرب النفوس، فيقرأ عشراً، وهذا فيه من المفاسد وجوه، ص: ۲ ...... ثم العجب كيف خفيت عليهم هذه المكيدة الشيطانية والدسية من العين'' ص: ۷ ...... ألا ترى أنهم لما ابتدعوا فعل المولد على ما تقدم تشوقت نفوس النساء لفعل ذلک، قد تقدم ما في مولد الرجال من البدع ...... فكيف إذا فعله النساء، ص: ۱۲''. (المدخل، فصل في المولد: ۲/۳-۱۳، مصطفیٰ البابي الحلبي مصر)

عمل نہیں کرتا اور دوسروں پر عائد ہوتا ہے، اس لئے دوسرے کو کہتا ہے، تو یہ درست ہے، مثلاً: ایک بیمار آدمی ہے، روزہ رکھنے سے معذور ہے اور غیر معذور سے روزہ رکھنے کو کہے تو اس میں کیا مضائقہ ہے، اسی طرح بیمار آدمی جو کہ مسجد نہیں جا سکتا وہ اپنے غیر معذور بیٹوں کو کہے تو یہ ٹھیک ہے اور اگرچہ حکم اس پر بھی عائد ہوتا ہے مگر خود عمل نہیں کرتا اور دوسروں کو عمل کے لئے کہتا ہے، تو اس کے کہنے کی وجہ سے اس کی پکڑ نہیں ہوگی، البتہ عمل نہ کرنے کی وجہ سے پکڑ ہوگی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

فسادِ معاشرہ کے وقت علماء کی ذمہ داری

سوال [۱۰۱۱۴]: آج کے معاشرہ میں بہت سی ایسی چیزیں ضروریات میں شامل ہیں کہ جن کو شرعاً ضروریات میں شامل کرنے میں تامل ہوتا ہے، مگر رواج میں ضرورت میں داخل ہیں، مثلاً: لباس کے مسئلہ میں شرعاً ستر پوشی کی حد تک ضرورت ہے، اس میں لباس کی وضع قطع وغیرہ کو کوئی دخل نہیں، مگر رواج میں اپنے وقار کے مطابق کپڑا پہننا پڑتا ہے، اسی طرح طعام وغیرہ اور زندگی کی دوسری ضروریات میں کہ اس کے ملحوظ رکھنے پر انسان مجبور ہوتا ہے اور اگر ایسا نہ کرے تو ذلیل اور حقیر کہلائے، قرونِ اولیٰ کے لوگوں کی معاشرت اگر عقلاً محال نہیں، تو عملاً ناممکن ضرور ہے۔

دین دار لوگوں میں بھی یہ چیز ضروری ہے اور روزمرہ کے شواہد ثبوت ہیں، علاوہ ازیں لباس، طعام

---

(۱) "عن أنس بن مالك رضي الله تعالیٰ عنه قال: قلنا يارسول الله! لا نأمر بالمعروف حتى نعمل به، ولا ننهى عن المنكر حتى نجتنبه كله، فقال رسول الله صلى الله تعالیٰ عليه وسلم: مروا بالمعروف، وإن لم تعملوا به، وانهوا عن المنكر، وإن لم تجتنبوه كله". (فيض القدير، رقم الحديث: ۸۱۲۷: ۱۰/۵۵۰۷، مكتبه نزار مصطفىٰ الباز مكه)

"فكل من الأمر بالمعروف وفعله واجب، لايسقط أحدهما بترك الآخر على أصح قولي العلماء من السلف والخلف ...... والصحيح: أن العالم يأمر بالمعروف وإن لم يفعله، وينهى عن المنكر وإن ارتكبه". (تفسير ابن كثير، البقرة: ۴۴: ۱/۱۲۵، مكتبه دار الفيحاء ومكتبه دار السلام)

(وكذا في إحيا العلوم، كتاب الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر، باب آداب المستحب: ۲/۳۹۹، دار إحياء التراث العربي بيروت)

وغیرہ کے سلسلہ میں کچھ باتیں ایسی بھی ہیں، جن کو آج کل قوئی برداشت نہیں کر سکتے، جدید معاشرت اور تعلیم سے دور رہتے ہیں، مسلمان اچھوت (۱) ہوکر رہ جائیں گے اور آج کل جدید تعلیم کے لئے روپے کی ضرورت کو بھی ضرورت میں شامل کرنا ضروری ہے اور اس پر ایک بچے پر ہزاروں روپے آتے ہیں، اب اضطرار میں قرونِ اولیٰ کا اعتبار ہوگا کہ اس دور کا؟

الجواب حامداً ومصلياً:

معاشرہ اگر عوام وخواص کا بگڑ جائے تو اس کی اصلاح ضروری ہے، نہ یہ کہ اس کی خاطر نصوص میں ترمیم کی جائے (۲)، ورنہ جو حال علمائے بنی اسرائیل کا ہوا اس کے برداشت کرنے کی طاقت کس میں ہے، انہوں نے اولاً عوام کو معاصی سے روکا، وہ باز نہ آئے تو انہیں کے اکیل، شریب، جلیس بن گئے، روکنا چھوڑ دیا، تو سب پر لعنت اتری، جیسا کہ احادیث میں صاف صاف مذکور ہے (۳)۔ الحاصل معاشرہ کے لحاظ سے عمومی محرمات

---

(۱) ''اچھوت: بغیر چھوا ہوا، کورا، تازہ، ہندوؤں میں ادنیٰ قومیں جن کے ہاتھ کا چھوا کھانا، پانی اونچی ذات کے ہندو استعمال نہیں کرتے، شودر، بھنگی، چمار وغیرہ''۔ (فیروز اللغات، ص: ۳۷، فیروز سنز لاہور)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿فبما نقضهم ميثاقهم لعنّهم وجعلنا قلوبهم قسية يحرفون الكلم عن مواضعه ونسوا حظاً مما ذكروا به﴾ (المائدة: ۱۳)

''﴿يحرفون الكلم عن مواضعه﴾ أي: فسدت فهومهم، وساء تصرفهم في آيات الله، وتأولوا كتابه على غير ما أنزله، وحملوه على غير مراده، وقالوا عليه مالم يقل، عياذاً بالله من ذلك''. (تفسير ابن كثير، المائدة: ۱۳: ۴۷/۲، دار السلام رياض)

''وقوله سبحانه وتعالىٰ: ﴿يحرفون الكلم عن مواضعه﴾ صفة أخرى (لقوم) وصفوا أولاً بمغايرتهم للسماعين تنبيها على استقلالهم، وإصالتهم في الرأي ...... ثم باستمرارهم على التحريف بياناً لإفراطهم في العتو والمكابرة والاجتراء على الله تعالىٰ، وتعييناً للكذب الذي سمعه السماعون على بعض الوجوه كما هو ظاهر ...... أو مطلق الكلم في قول عن المواضع التي وضع ذلك فيها إما لفظاً بإهماله، أو تغيير وضعه، وإما معنى بحمله على غير المراد، وإجرائه في غير مورده''. (روح المعاني، المائدة: ۱۳: ۱۳۷/۶، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۳) قال الله تعالىٰ: ﴿لعن الذين كفروا من بني إسرآء يل على لسان داود وعيسى ابن مريم ذلك بما عصوا وكانوا يعتدون○ كانوا لا يتناهون عن منكر فعلوه لبئس ماكانوا يفعلون﴾ (المائدة: ۷۸، ۷۹) =

کے ارتکاب کی گنجائش نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند۔

فتنہ کے وقت تنہائی

سوال[۱۰۱۱۵]: ۱...... جب دور پُر فتن ظاہر ہو تو خلوت وتنہائی میں سلامتی ہے، لہٰذا وہ دور ابھی ظاہر ہوا کہ نہیں؟

۲...... ﴿يا أيها الذين امنوا عليكم أنفسكم﴾ الخ آیت کریمہ کا مصداق کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

۱...... جو آدمی اپنے دین کی حفاظت اپنے معاشرہ اور ماحول میں رہ کر نہیں کرسکتا ہے اور تنہائی میں رہ کر کرسکتا ہے تو اس کے لئے اب بھی یہ وقت ہے(۱)، اگر اس کے پاس دین بھی نہیں ہے اور تنہائی میں رہ کر دین

= "﴿لبئس ما كانوا يفعلون﴾ وقال الإمام أحمد رحمه الله تعالىٰ: ...... عن عبدالله قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "لما وقعت بنو إسرائيل في المعاصي، نهتهم علماؤهم، فلم ينتهوا، فجالسوهم في مجالسهم" قال يزيد: وأحسبه قال: "وأسواقهم، ووأكلوهم وشاربوهم، فضرب الله قلوب بعضهم ببعض، ولعنهم على لسان داود وعيسىٰ ابن مريم". (تفسير ابن كثير، المائدة: ۷۹: ۲/۱۱۴، دارالسلام رياض)

(وجامع الترمذي، أبواب التفسير، المائدة: ۲/۱۳۵، سعيد)

(۱) "عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "يوشك أن يكون خير مال المسلم غنم يتبع بها شعف الجبال ومواقع القطر، يفتر بدينه من الفتن". رواه البخاري. (مشكاة المصابيح، كتاب الفتن، الفصل الأول: ۲/۴۸۰، دارالكتب العلمية بيروت)

"والآية تدل على أن من لم يتمكن من إقامة دينه في بلده كما يجب، وعلم أنه يتمكن من إقامته في غيره حقت عليه الدهاجرة". (التفسيرات الأحمدية، النساء: ۹۷، ۱/۲۷۲، قديمى)

(وكذا في أحكام القرآن للجصاص، النساء: ۹۷: ۲/۳۵۳، قديمى)

(وكذا في التفسيرات الأحمدية، النساء: ۹۷، ص: ۳۰۵، كريمى)

حاصل کرنے کی کوئی صورت نہیں یا تنہائی اختیار کرکے بھی دین کی حفاظت نہیں کرسکتا، یا حقوق واجبہ کو ترک کردے گا تو اس کو تنہائی نہیں اختیار کرنی چاہیے۔بہتر ماحول کو تلاش کرے، جہاں اچھا آدمی میسر آجائے، اس کی صحبت کو غنیمت سمجھے، برے آدمی کی صحبت سے دور رہے(۱)۔

۲......﴿یا أیها الذین امنوا علیکم أنفسکم﴾ الخ کا مطلب یہ ہے کہ دین کی اشاعت اور ادائیگی میں لگے رہو اور کوشش کرتے رہو، اس پر بھی اگر کوئی نہ مانے تو تم پر اس کا الزام نہیں، لوگوں کو نہ ماننے کی وجہ سے مایوس ہوکر اشاعت وتبلیغ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو ترک نہیں کرنا چاہیے(۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/ ۸/ ۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/ ۸/ ۸۸ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

---

(۱) "قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "مثل الجلیس الصالح والسوء کحامل المسک ونافح الکیر، فحامل المسک إما أن یحذیک، وإما أن تبتاع منه، وإما أن تجد منه ریحاً طیبة، ونافح الکیر إما أن یحرق ثیابک، وإما أن تجد منه ریحا خبیثة". (صحیح البخاري، کتاب الذبائح والصید، باب المسک، ص: ۹۸۴، دارالسلام)

"هذا الحدیث إرشاد إلی الرغبة في صحبة الصلحاء والعلماء ومجالستهم؛ فإنها تنفع في الدنیا والآخرة ...... قیل: مصاحبة الأخیار تورث الخیر، ومصاحبة الأشرار تورث الشر کالریح إذا هبت علی الطیب عقبت طیبا، وإن مرت علی النتن حملت نتنا ...... والحاصل أن الصحبة تؤثر". (التعلیق الصبیح، کتاب الأداب، باب الحب في الله: ۵/ ۲۵۶، رشیدیه)

(وکذا في مرقاة المفاتیح، کتاب الاداب، باب الحب في الله: ۸/ ۷۴۲، رشیدیه)

(۲) "وتوهم من ظاهر الآیة الرخصة في ترک الأمر بالمعروف والنهي عن المنکر، وأجیب عن ذلک بوجوه: الأول: أن الاهتداء لایتم إلا بالأمر بالمعروف والنهي عن المنکر، فإن ترک ذلک مع القدرة علیه ضلال ...... ومن الناس من فسر الاهتداء هذا بالأمر بالمعروف والنهي عن المنکر، وروی ذلک عن حذیفة وسعید بن المسیب. والثاني: أن الآیة تسلیة لمن یأمر وینهی، ولایقبل منه عند غلبة الفسق وبعد عهد الوحي ...... والثالث: أنها للمنع عن هلاک النفس حسرة وأسفاً علی مافیه الکفرة والفسقة من الضلال". (روح المعاني، المائدة: ۱۰۵: ۷/ ۴۵، ۴۶، دار إحیاء التراث العربي بیروت)

مایتعلق بالمواعظ والنصح

(وعظ ونصیحت کا بیان)

غیر عالم کی تقریر سننا

سوال[۱۰۱۱۶]: یہاں کے مسلمانوں نے ایک بیرونی مقرر کو بلایا، جن کی تقریر سے بدعقیدہ لوگوں کے عقیدے درست ہوگئے، بے نمازی نمازی بن گئے، بے داڑھی والے ڈاڑھی والے ہوگئے، عورتوں، بچوں، علماء وعوام مردوں سب نے ہی ان کی تقریروں کو دلچسپی سے سنا، ہر بات قرآن وحدیث وفقہ کے دلائل سے مبرہن ہوتی ہے، بہت سادہ اور شیریں بیان رہا، لیکن اس کے باوجود وہ مقرر محترم لکھنے پڑھنے کی استعداد مکمل نہیں رکھتے، قرأت وارد و کا تلفظ صحیح نہیں، گجراتی لکھ پڑھ لیتے ہیں، اردو بالکل نہیں آتی، البتہ اردو کی کتاب لکھ پڑھ لیتے ہیں، دینی مطالعہ بہت وسیع ہے، کبھی یہ صاحب قوال تھے، اب اللہ رب العزت نے ان کا رخ اپنی طرف موڑ لیا ہے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ ان پڑھ کی تقریر سننا اور ان کی تقاریر میں شرکت کرنا درست نہیں، کیا یہ صحیح ہے؟

حافظ بدرالدین صاحب حقانی، یونانی دواخانہ محلّہ بازار سرائے ترین مرادآباد

الجواب حامداً ومصلیاً:

وعظ واصلاح اصالۃً صاحب باطن علماء حقانی کا منصب اور فریضہ ہے، غیر عالم عامۃً حدود کی رعایت کرنے اور حق وباطل میں تمیز کرنے سے قاصر ہوتے ہیں، آج کل صحیح علمِ دین عمومی طور پر تو باضابطہ محقق علماء کی خدمت میں رہ کر کتابیں پڑھنے سے حاصل ہوتا ہے، کبھی محض اکابر کی صحبت اور مطالعہ کتب سے بھی کافی علم آجاتا ہے اور طبیعت میں سلامتی ہو اور غباوت وغوایت سے حق تعالیٰ محفوظ رکھے، تو یہ علم بھی جو کہ محض اکابر کی صحبت سے حاصل ہوا ہے، بہت نافع ہوجاتا ہے، پھر صحبتِ اکابر سے قوت مجاہدہ بھی بیدار ہوجائے، تو ایسے علم والے کے سامنے اکابر علماء بھی جھکتے اور اس کی صحبت وتذکیر کو اکسیر سمجھتے ہیں، اس کی نظیریں ماضی قریب وبعید میں بھی موجود

ہیں اور زمانہ حال بھی خالی نہیں، حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ، حضرت نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ، حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ بڑے اونچے درجے کے محقق ومستند علماء تھے اور حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی صحبت سے وہ چیز حاصل کی جو مدرسہ میں ان کو نہیں ملی تھی، لیکن ایسی نظیریں خال خال ہوتی ہیں، پس اگر مقرر موصوف کو خدائے پاک نے اپنی رحمت تذکیر وتاثیر سے نوازا ہے اور علماء ان کی تقریر وتحریر کو اصول شرع کے مطابق صحیح اور ان کے حوالجات کو معتبر فرماتے ہیں، تو ضرور ان کا وعظ سننا اور تقریر سے مستفید ہونا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۱/۸۶ھ۔

الجواب صحیح: سید مہدی حسن غفرلہ، بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۱/۸۶ھ۔

علماء سوء اور ان کا علاج

سوال[۱۰۱۱۷]: ایسے مولوی صاحبان جو گندم نما(۱) جو فروش ہیں، ہمیشہ وہ قوم کو لڑا کر فائدہ اٹھاتے ہیں، وہ کون ہیں اور ان کو کیا کہا جائے؟

"من يفرق بين الشيء فاقتلوه بالسيف" سے کیا مراد ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جو لوگ اپنے نفس واقتدار کی خاطر قوم کو لڑاتے ہیں، وہ "شر من تحت أديم السماء" ہیں(۲)۔ ان

(۱) "گندم نما جوفروش: گندم دکھا کر جو کو بیچنے والا، جس کے ظاہر اور باطن میں فرق ہو، مکار، دغاباز، دھوکا دینے والا۔ (فیروز اللغات، ص:۱۱۶۸، فیروز سنز لاہور)

(۲) "عن علي بن أبي طالب رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "يوشك أن يأتي على الناس زمان لايبقى من الإسلام إلا اسمه، ولا يبقى من القرآن إلا رسمه، مساجدهم عامرة، وهي خراب من الهدى، علماء هم أشر من تحت أديم السماء من عندهم يمدح الفتنة". (شعب الإيمان للبيهقي، الثامن عشر باب في نشر العلم: ۲/۳۱۱، رقم الحديث: ۱۹۰۸، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في كنزا لعمال، المجلد السادس: ۱۱/۸۰، دارالكتب العلمية بيروت)

(ومشكاة المصابيح، كتاب العلم، الفصل الثالث، رقم الحديث: ۲۶۷: ۱/۲۹، ۷۰، دارالكتب العلمية بيروت)

کا علاج یہ ہے کہ ان کی باتیں نہ سنی جائیں۔"فاقتلوہ بالسیف" کا حکم ہر ایک کے لئے نہیں۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۸/۲/۹ھ۔

الجواب صحیح: نظام الدین عفی عنہ، ۸۸/۳/۱۱ھ۔

نماز کے بعد متصلاً مسائل بیان کرنا

سوال[۱۰۱۱۸]: ایک شخص صبح کی نماز میں مختلف مسجدوں میں روزانہ جاتا ہے اور سلام پھیرتے ہی کھڑا ہوجاتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ نماز میں سجدہ اس طرح پر کرو، رکوع اس طرح پر، اگر ٹخنے خشک رہ گئے یا پیشاب کا قطرہ نکل گیا اور بھی چند باتیں بیان کرتا ہے کہ یہ باتیں ہوں تو نماز نہیں ہوتی، یہ تو ٹھیک ہے، مگر وہ سلام پھیرتے ہی کھڑا ہوجاتا ہے جو لوگ دوسری رکعت میں شریک ہوتے ہیں، ان کا دھیان اس کے وعظ میں تبدیل ہوجاتا ہے، اس سے کہتے ہیں جب سب نماز سے فارغ ہوجائیں اس وقت بیان کروں، بہتر تو یہ ہے کہ امام جب دعا سے فارغ ہوجائے، تو اس وقت بیان کریں، مگر وہ نہیں مانتا اور ناراض ہوتا ہے، حکم تو یہ ہے کہ قرآن شریف بھی زور سے نہ پڑھا جائے، مسجد میں داخل ہو تو سلام بھی مت کرو، لوگوں کا دھیان ہٹے گا، کیا اس کا یہ فعل جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس وقت لوگ نماز میں مشغول ہوں، اس وقت اس شخص کو بیان نہیں کرنا چاہیے، اس سے نمازیوں کی نماز میں خلل آتا ہے(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴۰۰/۵/۱۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۱۴۰۰/۵/۱۹ھ۔

---

(۱) "أجمع العلماء سلفاً وخلفاً على استحباب ذكر الجماعة في المساجد وغيرها إلا أن يشوش جهرهم على نائم أو مصل أوقارئ الخ". (الدر المختار، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها، مطلب في رفع الصوت بالذكر: ۱/۶۶۰، سعيد)

"وتكره قراءة القرآن في الطواف كذا في الملتقط، لا يقرأ جهراً عند المشتغلين بالأعمال". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الرابع في الصلاة والتسبيح وقراءة القرآن والذكر والدعاء الخ: ۵/۳۱۶، رشيدية)

(وكذا في شرح الحموي على الأشباه والنظائر، القول في أحكام المسجد: ۳/۱۹۱، إدارة القرآن كراچی)

کتاب السلوک والإحسان

اولیاء صالحین کیا پہلے بھی پیدا ہوئے تھے؟

سوال[۱۰۱۱۹]: اسلام سے پہلے دوسرے مذاہب میں بھی اس طرح اولیاء کرام یا پیر پیدا ہوتے تھے، اگر نہیں تو خدا تک رسائی کیسے ہوتی تھی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

پہلے بھی پیدا ہوتے تھے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۵/۱۴۰۰ھ۔

تحقیقِ مجدّد

سوال[۱۰۱۲۰]: الف..... مجددین کرام از روئے حدیث نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کتنے عرصہ میں من جانب اللہ تشریف لائے ہیں؟

ب..... حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد سے اب تک کتنے مجددین آئے ہیں اور ان کے بعد فوری طور پر ظاہری طور سے کون مجدد تشریف لائے اور دورِ حاضر اور متوسط میں کتنے مجدّدین کرام تشریف لا چکے ہیں؟ نیز اس صدی کا مجدد ظاہری طور پر کس کو مانا جا سکتا ہے؟

ج..... حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے مراتب نیز حضرت امام شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی، حضرت نانوتوی، حضرت علامہ انور شاہ، حضرت مدنی گنگوہ، حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب اور حضرت تھانوی رحمہم اللہ تعالیٰ کے درجات کے سلسلہ میں مندرجہ بالا سوالات کی روشنی میں جواب باصواب سے نوازا جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ابوداؤد شریف میں ہے(۱):

''رأس مأتہ پر اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو مبعوث فرماتے ہیں، جو کہ امت کے دین کی تجدید کرتا ہے، یعنی جو سنتیں متروک ہوگئیں، ان کو جاری کرتا ہے اور جو بدعتیں پھیل گئیں، ان کو مٹاتا ہے''(۲)۔

اس شخص کی تعیین حدیث شریف میں نہیں ہے، البتہ اہلِ علم وتقویٰ حضرات احوال وقرائن سے بطریقہ غلبۂ ظن تجویز کیا کرتے ہیں کہ فلاں عالم میں یہ احوال وصفات موجود ہیں، مجدد علوم ظاہرہ وباطنہ کا عالم ہوتا ہے، فقہ، حدیث، تفسیر، تزکیۂ باطن کے فنون پر حاوی ہوتا ہے، ایک صدی کے ختم پر اور دوسری صدی کے شروع پر اس کے تجدیدی کارنامے بہت نمایاں ہوتے ہیں، مجدد کبھی تنہا ایک شخص ہوتا ہے، کبھی اس سے زائد، حتیٰ کہ ایک جماعت بھی مجدد ہوتی ہے، کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ وسط صدی میں کوئی شخص مجدد سے افضل پیدا ہوتا ہے اور دین کی خدمت انجام دے کر رخصت ہوجاتا ہے، نہ صدی کا شروع پاتا ہے اور نہ صدی کا آخر، ابوداؤد کی شروح میں تفصیل مذکور ہے(۳)۔

---

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه، فيما أعلم عن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: إن الله يبعث لهذه الأمة على رأس كل مائة سنة من يجدد لها دينها". (سنن أبي داود، كتاب الملاحم، باب مايذكر في قرن المائة: ۲/۲۴۱، إمداديه)

(وكذا في المستدرك على الصحيحين، كتاب الفتن والملاحم، رقم الحديث: ۸۶۷۱: ۵/۴۲۵، قديمى)

(ومشكاة المصابيح، كتاب العلم، الفصل الثاني، رقم الحديث: ۲۴۷: ۱/۳۶، قديمى)

(۲) "يبين السنة من البدعة، ويكثر العلم، ويعز أهله، ويقمع البدعة، ويكسر أهلها". (مرقاة المفاتيح، كتاب العلم، رقم: ۲۴۷: ۱/۴۶۱، رشيديه)

(وكذا في بذل المجهود، كتاب الملاحم، باب مايذكر في قرن المائة: ۵/۱۰۳، مكتبة الشيخ)

(وكذا في عون المعبود، كتاب الملاحم، باب يذكر في قرن المائة: ۱۱/۳۰۵، دارالفكر بيروت)

(۳) "اعلم أن المراد من رأس المائة في هذا الحديث ..... وقال الطيبي: الرأس مجاز عن اٰخر السنة، وتسميته رأسا باعتبار أنه مبدأ السنة الأخرى. انتهى ..... وما قال بعض السادات الأعاظم: إن قيد الرأس =

مستقل رسالے بھی اس حدیث کی شرح میں لکھے گئے ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی اور حضرت علامہ مجدد شیخ جلال الدین سیوطی اور بدر الدین عینی رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ نے اس پر کافی بحث کی ہے۔ چند مجددین کے نام بھی شمار کئے ہیں، اول صدی کے مجدد حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ بتائے گئے ہیں، دوسری صدی کے مجدد امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ، تیسری صدی کے قاضی ابو العباس ابن سریج رحمہ اللہ تعالیٰ، ابوالحسن (الاشعری) رحمہ اللہ تعالیٰ، زمخشری رحمہ اللہ تعالیٰ، محمد ابن جریر طبری رحمہ اللہ تعالیٰ۔ چوتھی کے ابوبکر بن الباقلانی، ابوطیب صعلوکی رحمہ اللہ تعالیٰ، پانچویں صدی کے امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ، چھٹی صدی کے امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ تعالیٰ، ساتویں کے تقی الدین، آٹھویں کے زین الدین عراقی، شمس الدین جزری، سراج الدین بلقینی رحمہم اللہ تعالیٰ، نویں کے جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ، شمس الدین رحمہ اللہ تعالیٰ سخاوی رحمہ اللہ تعالیٰ، دسویں کے شہاب الدین رحمہ اللہ تعالیٰ، ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ (۱)۔

= اتفاقي، وإن المراد أن الله يبعث في كل مائة سواء كان في أول المائة أو وسطها أو اخرها، واختاره ليس بظاهر، بل الظاهر أن القيد احترازي، ولذلک لم يُعد كثير من الأكابر الدين كانوا في وسط المائة من المجددين وإن كانوا أفضل من المجدد الذي كان على رأس المائة، ففي مرقاة الصعود: قد يكون في أثناء المائة من هو أفضل من المجدد على رأسها. نعم! لو ثبت كون قيد الرأس اتفاقياً بدليل صحيح لكان دائرة المجددية أوسع". (عون المعبود شرح أبي داود، كتاب الملاحم، باب مايذكر في قرن المائة: ۱۱/ ۳۰۱، ۳۰۳، ۳۰۴دار الفكر)

(وكذا في بذل المجهود، كتاب الملاحم، باب مايذكر في قرن المائة: ۵/ ۱۰۳، المعهد الخليل)

(۱) "إنه كان في المائة الأولىٰ عمر بن عبدالعزيز وفي الثانية الشافعي، وزاد غيره، وفي الثالثة أبو العباس بن سريج وقيل أبوالحسن الأشعري، وفي الرابعة أبو الطيب سهل الصعلوكي، وأبو حامد الأسفرايني أو الباقلاني، وفي الخامسة حجة الإسلام محمد الغزالي، وفي السادسة الفخر الرازي أو الحافظ عبدالغني، وفي السابعة ابن دقيق العيد، وفي الثامنة البلقيني أوالزين العراقي قال في المقاصد الحسنة، وفي التاسعة المهدي ظناً". (كشف الخفاء، حرف الهمزه مع النون، رقم الحديث: ۷۴۰، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في المقاصد الحسنة، حرف الهمزة، رقم الحديث: ۲۳۸، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في فيض القدير، رقم الحديث: ۱۸۴۵: ۳/۱۶۵۶، ۱۶۵۷، نزار مصطفىٰ الباز مكة)

حضرت مجدد الف ثانی کے متعلق اکابر کی رائے ہے کہ انہوں نے ایک ہزار سال تک کی مردہ سنتوں کو زندہ کیا، بعض حضرات نے حضرت شاہ ولی اللہ کو بھی مجدد لکھا ہے، مگر انہوں نے نہ صدی کا شروع پایا اور نہ صدی کا آخر، جن اکابر کے نام لے کر آپ نے ان کے درجات ومراتب کو دریافت کیا ہے، میں ان حضرات کے درجات کو کیا پہچانتا، ان کے خدام کے خدام کے درجات کو بھی نہیں پہچانتا، بعض اکابر سے سنا ہے کہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ مع اپنی جماعت کے مجدد تھے کہ ان کے کارنامے تیرہویں صدی کے آخر اور چودھویں صدی کے شروع میں بہت نمایاں ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/ ۱۱/ ۱۴ھ۔

اقطاب وابدال کا مسکن معلوم کرنے کا حساب

سوال[۱۰۱۲۱]: بعض کتب تصوف میں اقطاب وابطال کے مسکن کے بارے میں ایک حساب لگا کے یہ بتایا گیا ہے کہ فلاں قطب، فلاں وقت، فلاں سمت میں رہتا ہے، آیا یہ نظریہ صحیح ہے یا غلط؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ابدال کے متعلق تو کتب حدیث میں کچھ تعیین ملتی ہے(۱)، باقی سب عالم کا جغرافیہ تو علم میں نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/ ۵/ ۹۶ھ۔

---

(۱) "عن شريح بن عبيد قال ذكر أهل الشام عند علي رضي الله تعالىٰ عنه وقيل: العنهم يا أمير المومنين! قال: لا، إني سمعت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول: الأبدال يكونون بالشام، وهم أربعون رجلاً، كلما مات رجل أبدل الله مكانه رجلا يسقى بهم الغيث وينتصر بهم على الأعداء ويصرف عن أهل الشام بهم العذاب". (مشكاة المصابيح، كتاب المناقب، باب ذكر اليمن والشام ذكر أويس القرني، الفصل الثالث: ۲/ ۵۸۲، ۵۸۳، قديمي)

(وكذا في مسند الإمام أحمد بن حنبل، مسند علي بن أبي طالب رضي الله تعالىٰ عنه: ۱/ ۱۸۰، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"عن عبادة بن الصامت رضي الله تعالىٰ عنه عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "الأبدال في =

کس کا مرتبہ زیادہ ہے؟

سوال[۱۰۱۲۲]: چه می فرمایند علماء کرام ومفتیان کرام اندریں مسئله.

خلفاءراشدین صحابہ کرام علیہم الرضوان، ائمہ عظام کے بعد اولیاء کرام میں کس کا مرتبہ زیادہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو اپنے مالک جل شانہ کو زیادہ خوش کرے، اس کا مرتبہ زیادہ ہے(۱)۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۴/۵/۱۲ھ۔

روحانیت کا حاصل

سوال[۱۰۱۲۳]: روحانیت اور حرام کاری ایک جگہ جمع ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اگر جمع ہوسکتی ہے تو کیسے؟

= هذه الأمة ثلاثون مثل إبراهيم خليل الرحمن عزوجل كلما مات رجل أبدل الله تبارك وتعالىٰ مكانه رجلاً". (مسند الإمام أحمد بن حنبل، حديث عبادة بن الصامت رضي الله تعالىٰ عنه: ۶/۴۴، رقم الحديث: ۲۲۲۴۵، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۱) "قوله تعالىٰ: ﴿إن أكرمكم عندالله أتقاكم﴾ وفي هذه الآية مايدلک على أن التقوىٰ هي المراعى عندالله تعالىٰ وعند رسوله دون الحسب والنسب ...... الخ". (الجامع لأحكام القرآن للقرطبي، الحجرات: ۱۳: ۱۶/۲۲۱، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"﴿إن أكرمكم عند الله أتقاكم﴾ تعليل للنهي عن التفاخر بالأنساب المستفاد من الكلام بطريق الاستيناف الحقيقي كأنه قيل: إن الأكرم عندالله والأرفع منزلة لديه عزوجل في الأخرة والدنيا هو الأتقىٰ، فإن تفاخرتم ففاخروا بالتقوىٰ". (روح المعاني، الحجرات: ۱۳: ۲۶/۱۶۳، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"عن درة بنت أبي لهب رضي الله تعالىٰ عنه قالت: قام رجل إلى النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وهو على المنبر، فقال: يا رسول الله! أي الناس خير؟ قال: خير الناس أقرأهم، وأتقاهم لله عزوجل، وآمرهم بالمعروف، وأنها هم عن المنكر، وأوصلهم للرحم". (مسند الإمام أحمد بن حنبل، حديث درة بنت أبي لهب رضي الله تعالىٰ عنه، رقم الحديث: ۲۶۸۸۸: ۷/۵۸۴، دار إحياء التراث العربي بيروت)

الجواب حامداً ومصلیاً:

روحانیت سے غالباً یہ مراد ہے کہ اپنے نفس کا تزکیہ کرلیا جاوے اور جسم کی خواہشات پر روح کو غلبہ حاصل ہوجاوے، ایسی حالت میں آدمی حرام کاری سے بہت بچتا ہے، مگر معصوم پھر بھی نہیں ہوجاتا، البتہ اگر کسی وقت ناجائز کام اس سے ہوجاوے، تو وہ شرمندہ اور بے قرار ہوتا ہے، روتا ہے، خدا سے توبہ کرتا ہے، بغیر سچی توبہ کئے اس کو چین نہیں آتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۴/۸۷ھ۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

مایتعلق بصفات الشیخ وأهمية التزكية

(شیخ کے اوصاف اور تصوف کی اہمیت)

اپنا علاج کیسے شخص سے کرایا جائے

سوال[۱۰۱۲۴]: مجھے مذہب کی رو سے کوئی طریقہ بتایئے، جس کے مطابق عمل کرنے سے مجھے شک وشبہ اور وسوسات کی اس خطرناک اور مہلک بیماری سے ہمیشہ کے لئے نجات ملے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اصل یہ ہے کہ بیمار کو اپنا علاج خود نہیں کرنا چاہیے، بلکہ ماہر قابل اعتماد مصلح کی رائے پر عمل کرنا چاہیے، آپ بھی اپنے لئے کسی شخص کو تجویز کرلیں، جو عالم ہو، متبع سنت، تزکیۂ نفس کے لئے کسی بزرگ کے زیر تربیت رہ چکا ہو، ان بزرگ نے اس پر اصلاح وتربیت کے لئے اعتماد کیا ہو، لوگوں کو اس کی تربیت سے نفع ہوتا ہو، پھر اپنے آپ کو اس کے حوالہ کردیجئے اور اپنے حالات سے اس کو پوری طرح مطلع کیجئے اور اس کی ہدایت پر عمل کرتے رہیئے، وقت نکال کر اس کے پاس جاکر وقت بھی گزاریئے، اللہ پاک سے دعا کرتے رہیئے وہ مقلب القلوب ہے، آپ کو پریشانی سے نجات دے اور سکون عطا فرمائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

مثنوی شریف کے مطالعہ کا فائدہ اور طبیب روحانی کی پہچان

سوال[۱۰۱۲۵]: حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمہ اللہ تعالیٰ کی مثنوی شریف کو پڑھنے کے بعد کس علم کو قوت اور مدد ملتی ہے۔ اور اس سے کیا فوائد ہیں اور طبیب روحانی کی کیا پہچان ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت مولانا جلال الدین رومی قدس سرہ کی مثنوی شریف معرفت خداوندی کا بیش بہا خزینہ ہے،

جس سے اپنے نفس کے عیوب بھی منکشف ہوتے ہیں، طبیب روحانی کی پہچان کلید مثنوی (۱)، التکشف (۲)، فتاویٰ عزیزی (۳)، القول الجمیل (۴) میں مطالعہ کریں۔ واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۵/۹۵ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

---

(۱) (کلید مثنوی لمولانا اشرف علي التهانوي، إداره تالیفات اشرفیه ملتان)

(۲) (التکشف عن مهمات التصوف، حقیقت طریقت، ص: ۷، کتب خانه مظهری)

(۳) (فتاویٰ عزیزی، فضائل شیخ: ۲/۱۰۴، ۱۰۵، مطبوعه رحیمیه دیوبند)

(۴) (شفاء العلیل (ترجمه) القول الجمیل، شرائط مرشد، ص: ۲۳-۲۵، مدینه پبلشنگ کمپنی کراچی)

مایتعلق بالبیعة

(بیعت کا بیان)

بیعت کا حکم

سوال[۱۰۱۲۶]: طریقۂ قادریہ،نقشبندیہ، چشتیہ وغیرہ پر بیعت کرنا ضروری ہے اور جائز ہے یا نہیں؟ فنافی الشیخ کا تصور جائز ہے یا نہیں؟ دلیل قطعی سے آگاہ فرمادیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اصلاح نفس اور تزکیۂ اخلاق ضروری ہے،خواہ کسی صاحب نسبت متبع سنت بزرگ سے بیعت ہوکر، یا کسی اور طرح سے،فنافی الشیخ کا تصور کسی شیخ محقق سے دریافت کریں اور یہ اصطلاحی لفظ ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۹/۸۹ھ۔

دو پیر سے بیعت ہونا

سوال[۱۰۱۲۷]: دو پیر سے بیعت ہوئے اور دونوں پیر سے محبت اخلاقی طور پر کرتے ہیں، کیا ایک پیر چھوڑ دیں یا دونوں کے ساتھ مریدین بن کر رہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب کہ پہلا پیر شریعت کے مطابق متبع سنت اور صاحب نسبت ہے اور اس کی تربیت سے فائدہ بھی ہوتا ہے،تو دوسرے پیر سے بیعت نہیں ہونا چاہیے اور اس کو برا بھی نہیں کہنا، اخلاق کا معاملہ سب کے ساتھ کرنا چاہیے، پیر تو بس پہلا ہی پیر ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۳/۱۴۰۱ھ۔

کیا پیراور مرید کے لئے ایک امام کا مقلد ہونا ضروری ہے؟

سوال[۱۰۱۲۸]: پیراور مرید کوایک امام کی تقلید کرنی ضروری ہے یا الگ الگ اماموں کی تقلید کر سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اصلاح باطن اورتزکیۂ نفس کے لئے بیعت کی جاتی ہے(۱)، فقہی مسائل میں اگر پیر ومرید کا امام الگ الگ ہو، تو بھی مضائقہ نہیں، دونوں میں اخلاص ہوگا، تو پھر بھی نفع پہونچے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۶/۹۶ھ۔

تمباکو کے تاجر کواجازتِ بیعت

سوال[۱۰۱۲۹]: زید بکر کے یہاں پیری مریدی ہوئی ہے، زید بوجہ ضعیفی اپنے اہلِ تعلق میں سے دو صاحبان کودستار بندی کرکے اجازت دینا چاہتے ہیں، ہر دو صاحبان اللہ اللہ کرنے والے ہیں اور تمباکو نوشیدنی اور خوردنی کی تجارت کرنے والے ہیں، کیاان صاحبان کواجازت دے سکتے ہیں؟ اور چوڑی کی تجارت بھی کرتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگران کواللہ پاک نے اخلاقِ فاضلہ، اعمالِ صالحہ، نسبتِ احسانیہ سے نوازا ہے اور استحکام پیدا ہوگیا ہے، توان کومجاز بنانا درست ہے، تمباکو خوردنی ونوشیدنی کی تجارت حرام نہیں ہے، ناپسند ہے بدبو کی وجہ سے۔ یہ ایسی چیز نہیں کہ اس کی وجہ سے ایک اہل کومحروم کیا جاوے، چوڑیوں کی تجارت بھی فی نفسہ جائز ہے، مگر اہلِ خانہ کو پردہ لازم ہے، ان کوتاکید کی جائے کہ وہ پردہ میں رہ کر کام کریں، بے پردگی سے خوش رہنا جائز نہیں، جو شخص صاحبِ نسبت ہوگا، وہ کبھی ناجائز چیز سے خوش نہیں رہ سکتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۶/۸۵ھ۔

---

(۱) "عن عبادة بن الصامت رضي الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: وحوله عصابة من أصحابه: بایعوني علی أن لا تشرکوا بالله شیئاً، ولا تسرقوا ولا تزنوا، ولا تقتلوا أولادکم". (مشکاة المصابیح، کتاب الإیمان: ۱/۱۲، قدیمی)

بغیر اجازتِ شیخ بیعت کرنا

سوال[۱۰۱۳۰]: اگر کوئی ایسا شخص جو کسی شیخ طریقت سے مجاز نہیں، تو اس کے لئے یہ بات جائز ہے یا نہیں کہ کسی کو اس طرح پر بیعت کردے جس طرح پر کہ مشائخ طریقت بیعت کرتے ہیں اور اس کو اس طرح پر ذکر وغیرہ بتائے بعینہ جس طرح پر کہ مشائخ اپنے مریدین کو بتاتے ہیں یا صرف نماز یا روزہ چوری وزنا وغیرہ کے کرنے اور نہ کرنے کی بیعت لیں۔

بعض حضرات کہتے ہیں کہ یہ جائز ہے، کسی کو بیعت کرنے کے لئے اس بیعت کرنے والے کا کسی شیخ طریقت سے مجاز ہونا ضروری نہیں، لیکن اس کے اندر اشکال پیدا ہوتا ہے کہ اگر ایسا جائز ہو، تو پھر اس زمانہ میں جیسا کہ بہت سارے غلط قسم کے پیر بغیر کسی نسبت شیخ کے قائم ہونے کے عوام کو بیعت کرتے رہتے ہیں، ان کو تو یہ ایک سہارا ہوگا کہ علماء نے اس کو جائز کہا ہے۔

دیگر بھی اور مفاسد اس سے پیدا ہونے کا اندیشہ ہے، نیز جب کئی کتبِ تصوف سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ راہِ تصوف میں کام کرنا ہو، تو بیعت کا ہونا ضروری ہے، ورنہ شیطان اغوا کر کے کہیں سے کہیں لے جائے گا۔ جیسا کہ تصوف کی کتاب ترجیح الجواہر المکیہ میں ہے:

"النفس للنوافل أهل من جهة أنها تعمل ما تعمل بنصوفها وراتها. فلما في ذيك لذعت التصوف وإن طلاق وفي الفرائض هي مقهورة تحت حكم التكليف ومن حيث أنها لا خطالها فيها وذلك من جملة الحكم باشتراط الدخول تحت توبيه المرثه لتدخل النفس تحت حرات فهواره ونهيه فلا تعمل بحظها وشهوتها حتىٰ قالوا لاتكون تحت حكم حلاة خير لك من أن تكون تحت حكم نفسك فقط(۱).

وفي الرسالة القشيرية، ص: ۱۸۲(۲):

---

(۱) سائل کی ذکر کردہ عبارت درست نہیں ہے اور جس کتاب (ترجیح الجواہر المکیہ) کے حوالے سے یہ عبارت نقل کی ہے، وہ کتاب تلاش بسیار کے باوجود نہیں ملی۔

(۲) (الرسالة القشيرية للإمام أبي القاسم عبدالكريم بن هوازن القشيري، باب الوصية للمريدين، ص:=

سمعت الأستاذ أبا علي الدقاق يقول: إذا نبتت بنفسها من غير غراس فإنها تورق لكن لاتثمر؛ كذلك المريد إذا لم يكن له أستاذ يأخذ منه طريقته نفساً فنفساً فهو عابد هواه، لا يجد نفاذاً. ثم إذا أراد السلوك فبعد هذه الجملة يجب أن يتوب إلى الله سبحانه من كل زلة؛ فيدع جميع الزلات وسرها وجهرها وصغيرها وكبيرها ويجتهد في إرضاء الخصوم أولاً، ومن لم يُرض خصومه لا يفتح له من هذه الطريقة بشيء، وعلى هذا النحو جروا".

اس عبارت سے کسی کے ہاتھ پر بیعت ہونا ضروری معلوم ہوتا ہے اور ایک ایسا شخص جو اگرچہ عالم ہی ہو اور سنت کے متبع ہو، مگر راہِ سلوک کے اندر کسی شیخ طریقت کے تحت رہ کر محنت ومشقت اٹھا کر اس کی کیفیت وحقائق سے مطلع نہ ہوا ہو اور اس راہ کی جملہ گھاٹیوں سے واقف نہیں ہوا ہو، اس کے لئے یہ جائز ہو سکتا ہے یا نہیں کہ وہ کسی کی بیعت کرلے اور اس راہ کی تصلیح دے؟ بندہ کو یہ اشکال ہے، براہِ کرم مسئلہ کی حقیقت سے بندہ کو مطلع فرمائیں۔ عین نوازش ہوگی۔

نیز حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارشاداتِ شیخ الاسلام میں اور مولانا تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسائل تصلیح الدین میں غیر اجازت یافتہ لوگوں کو کسی کو بیعت کرنے سے سختی سے منع فرمایا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسلمانوں کے لئے عقائد حقہ، اخلاق فاضلہ، اعمال صالح کی تحصیل ضروری ہے اور صرف درجہ علم تک اس کا جاننا یا سمجھنا کافی نہیں، بلکہ ان سے متصف وآراستہ ہونا اور اس میں ملکۂ قویہ اور کیفیت کا حصول نہایت قابلِ اہتمام ہے، اس دور میں استعدادیں اتنی ضعیف ہیں کہ بغیر شیخ کامل محقق سے رابطہ قویہ قائم کئے اصلاح نہیں ہوتی، اخلاقِ رذیلہ کی اصلاح نہیں ہوتی اور اس کو احسان اور استحضار نہیں، اس کی صحبت اور بیعت سے دوسروں کو یہ چیز کیسے میسر آئے گی، ایسے شخص کا شیخ بن کر دوسروں کو بیعت کرنا اپنے کو منافع تربیت واصلاح کے ثمرات سے محروم رکھنا اور طالبین کے لئے وصول الی الحق سے صدِ راہ بنتا ہے، شیخ کامل کی علامت "التکشف" وغیرہ میں مذکور

= ۴۲۶، ۴۲۷، دار الكتب العلمية بيروت)

ہے، تربیت کے طرق ضیاء القلوب، تربیۃ السالک وغیرہ میں مبسوط ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۷/۸۵ھ۔

پیر بدلنا

سوال[۱۰۱۳۱]: زید ایک پیر سے مرید ہوا، چند سال کے بعد دوسرے سے، پھر تیسرے پیر سے مرید ہوا، جب کہ پہلا پیر حیات میں ہے، پھر دوسرے، پھر تیسرے پیر کو چھوڑ کر (بغیر اس کی اجازت اور بغیر اطلاع کے) تیسرے چوتھے پیر سے مرید ہوا، اس طرح سے زید نے چار پیروں کو بدلا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بلا وجہ ایسا کرنے والا ہر ایک کے فیض سے محروم رہتا ہے، یک در گیر محکم گیر۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۸/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۱/۹/۸۸ھ۔

بے دین پیر سے بیعت کرنا

سوال[۱۰۱۳۲]: بکر حج کرکے آیا اور وہ ایسے آدمی سے مرید ہوگیا جس آدمی کو نمازی پور کے علماء دین نے چند وجوہات کی وجہ سے کفر کا فتویٰ دے کر علیحدہ کردیا ہے اور اس کو اپنے مرید کے دفتر سے نام کاٹ دیا، تو اب بکر کا حج برقرار رہا یا نہیں؟ اگر برقرار رہا تو ٹھیک کیا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر بکر نے خود اسلام کے خلاف کوئی ایسی چیز اختیار نہیں کی، جس سے اس پر کفر کا حکم عائد ہو، تو اس کا حج برقرار ہے(۱)، گمراہ، بددین، بے عمل، خلاف سنت چلنے والے پیر سے مرید ہونا جائز نہیں، اس میں دین کی تباہی

---

(۱) "ولو حج أي: مسلم ثم ارتد فعليه الإعادة حتماً إذا استطاع بعد الإسلام". (إرشاد الساري إلى مناسک الملا علي القاري، باب شرائط الحج، ص: ۳۶، دار الكتب العلمية بيروت)

"فلا يقع حج الكافر عن الفرض ولا عن النفل إذا أسلم، ولا المسلم إذا ارتد بعد الحج، وإن تاب ... ويجب عليهم ثانياً إذا استطاعوا". (منحة الخالق على هامش البحر الرائق، كتاب الحج: =

وبربادی ہے، ایسے شخص سے بیعت ہونا چاہیے جو بقدر ضرورت علم دین رکھتا ہو، اس کے عقائد قرآن وحدیث کے موافق ہوں، شریعت پر عمل کرتا ہو، متبع سنت ہو، دنیا کی محبت نہ رکھتا ہو، ہر کام میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طریقہ مبارکہ کی پیروی کرتا ہو اور اخلاق فاضلہ سے مزین ہو، کسی متبع سنت بزرگ کی ہدایات کے ماتحت تزکیۂ باطن کر چکا ہو، اہل نسبت بزرگ کا اس پر اعتماد ہو، اس کے پاس جانے سے اور اس کی باتیں سننے سے لوگوں کی اصلاح ہوتی ہے، دین کی رغبت زیادہ اور دنیا کی الفت کم ہوتی ہو(۱)، پھر ان شاء اللہ تعالیٰ فائدہ ہوگا۔ فقط۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، مفتی دارالعلوم دیوبند، ۱۷/ ۹/ ۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، سید احمد علی سعید دارالعلوم دیوبند، ۱۸/ ۹/ ۸۸ھ۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

= ۲: ۵۳۸ - ۵۳۹، رشیدیہ)

(وکذا في غنیة الناسک، باب شرائط الحج، ص: ۳۲، إدارة القرآن کراچی)

(۱) مرید شدن ازان کس درست است کہ دران پنج شرط متحقق باشد، شرط اول: علم کتاب وسنت رسول اللہ داشتہ باشد ... وشرط دوم: آنکہ موصوف بعدالت وتقوی باشد واجتناب از کبائر وعدم اصرار صغائر نماید۔ شرط سوم: آنکہ بے رغبت از دنیا وراغب در آخرت باشد، وبرطاعات مؤکدہ واذکار منقولہ کہ در احادیث صحیحہ آمدہ اند مداومت نماید۔ شرط چہارم: امر معروف ونہی از منکر کردہ باشد۔ شرط پنجم: آنکہ از مشائخ این امر گرفتہ باشد وصحبت معتد بہا ایشان نمودہ باشد، پس ہرگاہ این شروط در شخصے متحقق شوند مرید شدن ازان درست است"۔ (فتاویٰ عزیزی ۲: ۱۰۴، ۱۰۵، مطبوعہ رحیمیہ دیوبند)

"قال العبد الضعیف: تزکیة الأخلاق من أهم الأمور عند القوم ... ولا یتیسر ذلک إلا بالمجاهدة علی ید شیخ أکمل قد جاهد نفسه، وخالف هواه، تخلی عن الأخلاق الذمیمة، وتحلی بالأخلاق الحمیدة، ومن ظن من نفسه أنه یظفر بذلک بمجرد العلم ودرس الکتب، فقد ضل ضلالاً بعیداً، فکما أن العلم بالتعلم من العلماء کذلک الخلق بالتخلق علی ید العرفاء ... الخ". (إعلاء السنن، کتاب الأدب، باب الترهیب عن مساوي الأخلاق: ۱۸: ۴۴۲ - ۴۴۳، إدارة القرآن کراچی)

"الولي هو العارف بالله وصفاته بقدر ما یمکن له، المواظب علی الطاعات، المجتنب عن السیئات، المعرض عن الانهماک في اللذات والشهوات والغفلات واللهوات". (شرح الفقه الأکبر، ص: ۷۹، قدیمی)

مایتعلق بمجالس الصوفیة وأذکارهم

(صوفیاء کی مجالس اوران کے وظائف کا بیان)

ختم خواجگان کی تاثیر

سوال[۱۰۱۳۳]: عرض یہ ہے کہ آج سے تین سال قبل ۶۳ھ میں گپتی کے تہوار پر شہر مالیگاؤں میں فساد ہوگیا تھا، جس میں مسلمانوں کو کافی نقصان اٹھانے پڑے تھے، ان کے علاوہ مسلمانوں ہی کو طرح طرح سے پریشان اور خوف زدہ بنادیا گیا تھا، اسی بے کسی سے متأثر ہوکر کچھ لوگوں نے بعد نمازِ مغرب مسجد میں آیت کریمہ کا ورد شروع کردیا تاکہ اس کی برکت سے شہر کے مسلمانوں کو اس آفت سے نجات ملے، اس کے چند دن کے بعد وہی لوگ جن میں دوسرے حضرات شریک ہوکر بعد نماز مغرب مسجد میں ختم خواجگان کے وظیفہ کا سلسلہ جاری کردیا، جو آج تک جاری ہے۔

الحمد للہ اب تک دوسرا کوئی سانحہ دوبارہ نہیں ہوا، چونکہ ہر عقیدے کے ماتحت یہ سلسلہ جاری کیا گیا تھا، اب یہ عقیدہ زیادہ پختہ ہوگیا ہے کہ ختم خواجگان کی برکت سے مسلمان شہر آج تک محفوظ ہیں، اب یہ حلقہ روز بروز زیادہ وسیع ہوتا جارہا ہے، اب کچھ مصلیان شہر اس عمل پر معترض ہیں، ان کا کہنا ہے کہ مذکورہ عقیدہ کے ساتھ بلا ناغہ حلقہ باندھ کر اس اہتمام اور انصرام کے ساتھ جیسا کہ سنت مؤکدہ یا واجب اعمال کو کیا جاتا ہے، قطعی اسلام کے منافی ہے، بلکہ اس عمل کو بدعت فی الدین قرار دیتے ہیں، ختم خواجگان کے اختتام کے وظیفہ خواں حضرات پانی پر دم کیا کرتے ہیں، جسے بعض حضرات اس تصور کے ساتھ اپنے گھر لے جاتے ہیں کہ اس کے استعمال سے مریض کو شفا حاصل ہوتی ہے اور دیگر امراض سے حفاظت ہوتی ہے، اس تصور کو بھی لغو اور بیکار کہا جاتا ہے، اس میں اختلاف پیدا ہوا، اب آپ کے فیصلہ پر اتفاق کا وعدہ ہے۔

۱.....شریعت اسلامی میں ختم خواجگان کی کیا نوعیت واصلیت ہے؟

۲.....از روئے قرآن وحدیث وفقہ اس کا صحیح اور جائز طریقہ کار کیا ہے؟

۳..... ختم خواجگان سے متعلق مذکورہ عقائد وتصورات رکھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ختم خواجگان میں خلافِ شرع کوئی چیز نہیں، جیسا کہ ضیاء القلوب میں مذکور ہے(۱)، جو کچھ پڑھا جاتا ہے، اس کا بابرکت اور ثواب ہونا یقینی ہے، جیسے سونے سے پہلے معوذتین وغیرہ پڑھ کر دم کرنا اور ہاتھ کا جسم پر ملنا احادیث سے ثابت ہے(۲)، اس قسم کا یہ بھی عمل ہے جو کہ اکابر کے تجربہ میں آیا ہوا ہے، اس لئے وقتِ ضرورت بطورِ علاج اس پر عمل کرنا درست ہے، مگر اس کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھا جائے، اگر یہ عمل ایسی صورت اختیار کرے، تو اس کا ترک کرنا لازم ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۸/۱۳۸۶ھ۔

جواب صحیح ہے۔

اور اسی کے ساتھ اس کا لحاظ بھی ضروری ہے کہ اس میں ایسا اہتمام والتزام نہ کیا جاوے کہ لوگوں کو بلا بلا کر اس میں شریک کیا جاوے اور جو نہ شریک ہو، اس پر لعن طعن کیا جائے یا حقارت وبرائی کی نگاہ سے دیکھا جائے، اگر ایسا کیا جائے گا تو بدعت اور ناجائز ہوجائے گا(۳)، بلکہ لوگوں کو آزاد چھوڑ دیا جائے، جس کا جی

---

(۱) (کلیات امدادیہ، رسالہ ضیاء القلوب، چوتھا باب قرآن پاک پڑھنے اور نماز ادا کرنے اور دیگر اعمال کی کیفیت، ختم خواجگانِ چشت کا طریقہ، ختم خواجگان قادریہ کا طریقہ، ص: ۶۵، دارالاشاعت)

(۲) "عن عائشة رضي الله تعالیٰ عنها: أن النبي صلی الله تعالیٰ علیه وسلم کان إذا أویٰ إلی فراشه کل لیلة، جمع کفیه ثم نفث فیهما، فقرأ فیهما ﴿قل هو الله أحد﴾ و﴿قل أعوذ برب الفلق﴾ و﴿قل أعوذ برب الناس﴾ ثم یمسح بهما ما استطاع من جسده یبدأ بهما علی رأسه ووجهه، وما أقبل من جسده، یفعل ذلک ثلاث مرات". (صحیح البخاري، کتاب فضائل القرآن، باب فضل المعوذات: ۲/۷۵۰، قدیمی)

(وجامع الترمذي، کتاب الدعوات، باب ماجاء فیمن یقرأ من القرآن عند المنام: ۲/۱۷۷، سعید)

(وکذا في مسند الإمام أحمد بن حنبل، حدیث السیدة عائشة رضي الله تعالیٰ عنها: ۷/۱۶۸، رقم الحدیث: ۲۴۳۳۲، دار إحیاء التراث العربي بیروت)

(۳) "قال الطیبي: وفیه أن من أصر علی أمر مندوب، وجعله عزماً، ولم یعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشیطان من الإضلال". (مرقاة المفاتیح، کتاب الصلاة، باب الدعاء في التشهد، الفصل الأول، رقم: =

چاہے شریک ہو، جس کا جی چاہے نہ شریک ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/ ۸/ ۱۳۸۶ھ۔

پیر کے بتلائے ہوئے وظیفہ کی شرعی حیثیت

سوال[۱۰۱۳۴]: شیخ نے جو وظائف مرید کو بتلائے ہیں، ان کا پورا کرنا مرید پر فرض ہے، واجب ہے، سنت ہے یا نفل؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

خدا تعالیٰ کی طرف سے نماز، روزہ وغیرہ کی طرح تو فرض نہیں، البتہ حکیم اور ڈاکٹر کے بتلائے ہوئے نسخہ کی طرح ازالۂ مرض کے لئے فرض ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۲/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند۔

دل سے دعا پڑھنا

سوال[۱۰۱۳۵]: وقتی دعائیں دل میں پڑھے تو کیا یہ جائز ہے؟ درود وغیرہ، کلمہ سوم واستغفار میں اگر زبان سے حرکت نہ کرے، صرف دل میں پڑھے، تو یہ افضل ہے یا زبان سے حرکت دینا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ قلبی توجہ ہے، جو کہ خیر ہے، مگر پڑھنا زبان کا فعل ہے، جس کا اجر کثیر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۳/۸۷ھ۔

حلقۂ ذکر مخصوص ایام میں اور اس میں عورتوں کی شرکت

سوال[۱۰۱۳۶]: بعض لوگ بالالتزام ہر پیر اور جمعرات کو اور کسی کے مرنے پر تیسرے، ساتویں

= ۲: ۹۴۲ /۳/ ۳۱، رشیدیه)

(وكذا في السعاية، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۲/ ۲۶۳، سهيل اكيدمي لاهور)

(وكذا في فتح الباري، كتاب الصلاة، باب الانفتال والانصراف عن اليمين: ۲/ ۴۳۰، قديمي)

اور چالیسویں دن، راتوں میں حلقۂ ذکر منعقد کرتے ہیں اور اس میں عورتوں کو بھی مردوں کے ساتھ بلایا جاتا ہے اور بعض جگہ خود عورتیں (بوڑھی وجوان ہر دو قسم) شریک ہوتی ہیں مردوں کے ذکر کو سننے کی غرض سے، عین ذکر کے موقع پر چراغ گل کردیا جاتا ہے اور ذکر کے بعد کچھ شرینی تقسیم ہوتی ہے، کیا ایسے حلقوں میں عورتوں کو شرعاً بھیجنا درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

ذکر اللہ کی ترغیب اور فضیلت قرآن وحدیث شریف میں بکثرت وارد ہے(۱)، مگر ان ایام اور تاریخوں کی تعیین بے اصل ہے، اس کو شرعی چیز قرار دینا غلط اور بدعت ہے، اس پر التزام کرنا غیر ثابت کو لازم قرار دینا ہے(۲)، جو احکام شرع میں تحریف ہے، جو شرعاً مندوب ہو، وہ بھی اصرار والتزام سے مکروہ ہو جاتی ہے۔

"الإصرار على المندوب يبلغه إلى حد الكراهة اه"(۳).

---

(۱) قال الله تعالى: ﴿يا أيها الذين امنوا اذكروا الله ذكرا كثيرا وسبحوه بكرة وأصيلا﴾ (الأحزاب: ۴۱)

وقال الله تعالى: ﴿فاذكروني أذكركم واشكروا لي ولا تكفرون﴾ (البقرة: ۱۵۲)

"قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "لا يقعد قوم يذكرون الله إلا حفتهم الملائكة، وغشيتهم الرحمة ونزلت عليهم السكينة، وذكرهم الله فيمن عنده". (صحيح مسلم، كتاب الذكر والدعاء، باب فضل الاجتماع على تلاوة القران وعلى الذكر: ۲/۳۴۵، قديمي)

"عن أبي الدرداء رضي الله تعالى عنه قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: "ألا أنبئكم بخير أعمالكم، وأرضاها عند مليككم، وأرفعها في درجاتكم، وخير لكم من إعطاء الذهب والورق ومن أن تلقوا عدوكم فتضربوا أعناقهم ويضربوا أعناقكم؟ قالوا: وما ذاك يا رسول الله؟ قال: ذكر الله". (سنن ابن ماجة، أبواب الأدب، باب ثواب القرآن، ص: ۲۶۸، قديمي)

(۲) "ومنها: التزام العبادات المعينة في أوقات معينة لم يوجد لها ذلك التعيين في الشريعة". (الاعتصام، باب في تعريف البدع، ص: ۲۶۱، دار المعرفة)

(۳) (سباحة الفكر، ص: ۳۴، مجموعة رسائل اللكنوي: ۳/۴۹۰، إدارة القرآن كراچی)

(ومرقاة المفاتيح، كتاب الصلاة، باب الدعاء في التشهد، الفصل الأول: ۳/۳۱، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الصلاة، مطلب: يشترط العلم بدخول الوقت: ۱/۳۷۱، سعيد)

(وكذا في السعاية، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۲/۲۶۳، سهيل اكيڈمی لاهور) ...... =

سباحۃ الفکر، ردالمحتار، تنقیح الفتاویٰ الحامدیۃ، کبیری شرح المنیۃ، طیبی، مرقاۃ وغیرہ میں یہ مضمون بعبارات مختلفہ موجود ہے، پھر عورتوں کو ایسے حلقوں میں شریک کرنا اور عین ذکر کے موقع پر چراغ گل کردینا، مستقل مظنۂ فتنہ ہے،اس کی ہرگز اجازت نہیں۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۶/۹۴ھ۔

قوالی اورعرس کی نسبت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف کرنا

سوال[۱۰۱۳۷]: زید یہ کہتا ہے کہ علماء دیوبند سماع قوالی وعرس کو منع فرماتے ہیں،اگر منع ہے تو اولیاء کرام رحمہ اللہ تعالیٰ یعنی حضرت قطب الدین رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت نظام الدین رحمہ اللہ تعالیٰ،حضرت بابا فرید الدین رحمہ اللہ تعالیٰ،خواجہ معین الدین چشتی رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ نے سماع کیوں سنا اور عرس کیوں کیا اور یہ بھی کہتا ہے کہ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ صاحب نے اپنی کتابوں میں سماع اور عرس کو جائز فرمایا ہے،آپ ان کا جواب تحریر فرمادیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حدیث پاک میں جس چیز کو منع فرمایا گیا ہے،بزرگانِ دین نے ہمیشہ اس سے پرہیز کیا ہے،اگر کسی چیز کو کسی نے بزرگانِ دین کی طرف منسوب کیا ہے تو وہ نسبت صحیح نہیں، بلکہ غلط نسبت کرکے اپنے لئے جواز کی راہ نکالی گئی ہے اور بکثرت ایسا ہوتا ہے،جس کا مشاہدہ اور تجربہ ہے یا پھر بعض مجبوری کے احوال ایسے پیش آئے،جن سے وہ معذور ہوگئے اور ان پر شرعاً گرفت نہیں،مثلاً: کوئی بزرگ بیٹھ کر نماز پڑھتے ہیں،کسی عذر کی وجہ سے کھڑے نہیں ہوسکتے،تو غیر معذور کو اتباع کرنا اور ان کے عمل سے استدلال کرنا صحیح نہیں،عمل تو کیا جائے گا شرعی احکام پر اور ان بزرگوں پر اعتراض نہیں کیا جائے گا۔

السنۃ الجلیلۃ میں بزرگانِ دین کے اس قسم کے اعمال کی تحقیق تفصیلی مذکور ہے،حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ نے کس کتاب میں جائز لکھا ہے،اس کو نقل کیجئے تب اس کے متعلق کچھ تحریر کیا جائے گا۔ان کی بعض کتابوں میں شیعوں نے گڑبڑ بھی کی ہے،مثلاً تراویح کا انکار ہے،تعزیہ کا ذکر بھی موہم۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۱/۸۹ھ۔

= (وكذا في تنقيح الفتاوى الحامدية، كتاب الحظر والإباحة: ۲/۳۶۷، حقانيه پشاور)

کتاب السیر والتاریخ

باب في شمائل النبي صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

(شمائل نبوی کا بیان)

قدم شریف وغیرہ تبرکات کا حکم

سوال[۱۰۱۳۸]: آج کل جو تبرکاتِ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اکثر جگہ رکھے ہوئے ہیں ان کا کیا حکم ہے؟ مثلاً: ٹانڈہ بادلی رامپور میں ایک پتھر ہے جس کو قدم شریف کہتے ہیں، اس پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدم مبارک کے معراج میں جاتے وقت کے نشان پڑے ہوئے ہیں، تو ان کا کیسا احترام ہونا چاہیے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بلا سند کسی شئی کی نسبت حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف کرنا جرأت ہے، اس میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے(۱)، ٹانڈہ والے پتھر کو بھی بلا سند منسوب کرنے کی اجازت نہیں اور بھی بعض مقامات پر کچھ چیزیں ہیں، بعض کے متعلق حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے سکوت فرمایا ہے، بعض کے متعلق تردد ظاہر فرمایا

---

(۱) "عن سلمة هو ابن الأكوع (رضي الله تعالى عنه) قال: سمعت النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: من يقل علي مالم أقل فليتبوأ مقعده من النار". (صحيح البخاري، كتاب العلم، باب إثم من كذب على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: ۱/۲۱، قديمي)

(وسنن ابن ماجة، باب التغليظ في تعمد الكذب على رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ۱/۵، قديمي)

(وكذا في سنن الكبرىٰ للبيهقي، كتاب آداب القاضي، باب من يشاور: ۱۰/۱۹۲، دار الكتب العلمية بيروت)

ہے، امداد الفتاویٰ میں یہ تفصیل مذکور ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۲/۸۶ھ۔

جواب صحیح ہے: سید مہدی حسن مفتی دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۲/۸۶ھ۔

کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی کے لئے بددعا فرمائی ہے؟

سوال[۱۰۱۳۹]: زید اور بکر میں موضوع بحث یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی کے لئے بددعا نہیں فرمائی ہے، کیونکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین تھے، بکر کہتا ہے کہ بعض مرتبہ شریعت کے معاملہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بددعا فرمائی ہے، جیسا کہ ترجمہ بخاری شریف(۲) پارہ نمبر ۱۰ مطبوعہ رسالہ مولوی دہلی، حدیث نمبر: ۶۴ کا ترجمہ اس طرح پر تحریر ہے کہ "حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا خط ایک شخص کو دے کر حکم دیا کہ حاکم بحرین کو پہنچا دینا، حاکم بحرین نے وہ خط لے کر کسریٰ (شاہ ایران) کو پہنچا دیا، کسریٰ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خط کو پارہ پارہ کر دیا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب اس کی اطلاع پائی، تو آپ نے اس کے لئے بددعا فرمائی کہ اس کے بھی اسی طرح ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں"، مترجم نے جو لفظ "بددعا" استعمال کیا ہے، یہ لفظ زیر بحث ہے، درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اور بھی بعض مواقع پر ظالموں کے لئے بددعا

---

(۱) (امداد الفتاوی، کتاب الحظر والإباحة، نماز کے تسبیح وغیرہ کے احکام موئے مبارک کا اگر اصلی ہونا ثابت ہو تو اس کی تعظیم وتکریم واجب ہے: ۴/۵۶، مکتبہ دارالعلوم دیوبند)

(۲) "أن ابن عباس رضي الله تعالى عنه أخبره: أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم بعث بكتابه إلى كسرى مع عبدالله بن حذافة السهمي. فأمره أن يدفعه إلى عظيم البحرين، فدفعه عظيم البحرين إلى كسرى، فلما قرأه مزّقه. فحسبت أن ابن المسيب قال: فدعا عليه رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم أن يمزقوا كل ممزق". (صحيح البخاري، كتاب المغازي، باب كتاب النبي صلى الله تعالى عليه وسلم إلى كسرى وقيصر: ۲/۶۳۷، قديمي)

فرمائی ہے(۱)، نماز میں قنوتِ نازلہ میں پڑھی، خاص خاص آدمیوں کے نام لے کر بددعا فرمائی ہے(۲)۔ پھر

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه: أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم كان إذا رفع رأسه عن الركعة الآخرة يقول: اللهم انج عياش بن أبي ربيعة ... اللهم اشدد وطأتک على مضر، اللهم اجعلها سنين کسني يوسف". (صحيح البخاري، أبواب الاستسقاء، باب دعاء النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: اجعلها سنين کسني يوسف: ۱/۱۳۶، قديمی)

"حدثنا أنس بن مالک رضي الله تعالىٰ عنه قال: أقبل نبي الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم إلى المدينة وهو مردف أبابكر .... فالتفت أبوبكر فإذا هو بفارس قد لحقهم فقال: يا رسول الله! هذا فارس قد لحق بنا فالتفت نبي الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فقال: اللهم اصرعه، فصرعه الفرس ....". (صحيح البخاري، كتاب مناقب الأنصار، باب هجرة النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وأصحابه إلى المدينة: ۱/۵۵۶، قديمی)

".... دعا رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم على الأحزاب، فقال: اللهم منزل الكتاب، سريع الحساب، اهزم الأحزاب، اهزمهم وزلزلهم".

"حدثنا علي بن أبي طالب رضي الله تعالى عنه قال: كنا مع النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يوم الخندق فقال: ملأ الله قبورهم وبيوتهم نارا كما شغلونا عن الصلاة الوسطى حتى غابت الشمس". (صحيح البخاري، كتاب الدعوات، باب الدعاء على المشركين: ۲/۹۴۲، قديمی)

(۲) "عن عبدالله رضي الله تعالى عنه ... فقال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: اللهم عليک الملاء من قريش، اللهم عليک أبا جهل بن هشام، وعتبة بن ربيعة، وشيبة بن ربيعة، وعقبة بن أبي معيط، وأمية بن خلف ... أو أبي بن خلف ....". (صحيح البخاري، كتاب الجهاد، باب طرح جيف المشركين في البئر ولا يؤخذ لهم ثمن: ۱/۴۵۲، قديمی)

"عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه: أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كان إذا أراد أن يدعو على أحد أو يدعو لأحد قنت بعد الركوع ... حتى أنزل الله ﴿ليس لک من الأمر شيء﴾". (صحيح البخاري، كتاب التفسير، باب ﴿ليس لک من الأمر شيء﴾: ۲/۶۵۵، قديمی)

(وكذا في تفسير ابن كثير، آل عمران: ۱۲۸: ۱/۵۳۴، دارالسلام رياض)

"وعن مقاتل: أنها نزل في أهل بئر معونة، وذلک أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أرسل أربعين، وقيل: سبعين رجلاً من قراء أصحابه، وأمر عليهم المنذر بن عمرو إلى بئر معونة .... =

آیت نازل ہوئی: ﴿ليس لك من الأمر شيء أو يتوب عليهم أو يعذبهم فإنهم ظالمون﴾(۱)۔

اس کے بعد سے بددعا فرمانا بند فرمادیا تھا، لہٰذا اب تعرض نہ رہا، عادتِ مبارکہ یہ بھی تھی کہ اپنی ذات خاص کے لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انتقام نہیں لیتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی حدود کو معاف نہیں فرمایا کرتے تھے(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

سید مہدی حسن، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۳/۸۶ھ۔

لباس مسنون اور سر کے بالوں کا حال

سوال[۱۰۱۴۰]: پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مخصوص لباس کیا تھا؟ آپ نے کس لباس کو پسند فرمایا؟ آپ نے حلق وقصر کے اسوہ بنایا، بال ترشوانے میں آپ کا معمول کیا تھا؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دم اخیر تک کیسا لباس رکھا؟ آپ نے کیسے بال رکھنے کی تحسین فرمائی؟ اگر کوئی شخص آپ کے مخصوص بال کے سوا بال رکھے یا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس لباس کی تحسین کی ہے اس کے علاوہ دیگر لباس مثلاً: کوٹ پتلون، دھوتی قمیص وغیرہ استعمال کرے تو شرعاً کیسا ہوگا؟ جواز وعدمِ جواز کی تشریح کریں۔

= فاستصرخ عليهم عدو الله ...... فقاتلوا حتى قتلوا ...... فلما علم بذلك رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وجد وجداً شديداً، وقنت عليهم شهراً يلعنهم فنزلت هذه الآية فترك ذلك". (تفسير روح المعاني، ال عمران: ۱۲۸: ۴/۵۰، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۱) (ال عمران: ۱۲۸)

(۲) "عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: ...... وما انتقم رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم لنفسه إلا أن تنتهك حرمة الله فينتقم لله بها". (صحيح البخاري، كتاب المناقب، باب صفة النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: ۱/۵۰۳، قديمي)

(وصحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب مباعدته صلى الله تعالى عليه وسلم للآثام، واختياره من المباح أسهله، وانتقامه لله تعالى عند انتهاك حرماته: ۲/۲۵۶، سعيد)

(وسنن أبي داود، كتاب الأدب، باب في التجاوز في الأمر: ۲/۳۱۶، رحمانيه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

چادر، لنگی، کرتا(۱) عمامہ یہی لباس عامۃً ہوتا تھا، اس کو پسند فرماتے تھے، حرام سے حلال ہونے کے لئے حلق کو پسند فرمایا، قصر کی بھی اجازت دی(۲)، عامۃً آپ کے بالوں کے تین حال روایات میں آتے ہیں،

---

(۱) "كان صلى الله تعالى عليه وسلم يلبس من الثياب ماوجد من إزار أو رداء أو قميص أو جبة أو غير ذلك". (إتحاف السادة المتقين، بيان آدابه وأخلاقه في اللباس: ۸/ ۲۴۹، دارالكتب العلمية بيروت)

"عن أم سلمة رضي الله تعالى عنها قالت: كان أحب الثياب إلى رسول الله القميص". (شمائل الترمذي، باب ماجاء في لباس رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، ص: ۵، سعيد)

"عن أبي بردة (رضي الله تعالى عنه) قال: أخرجت إلينا عائشة رضي الله تعالى عنها كساء ملبداً وإزاراً غليظاً. فقالت قبض رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم في هذين". (شمائل الترمذي، باب ماجاء في إزار رسول الله، ص: ۸، سعيد)

"عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: خرج رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ذات غداة وعليه مرط من شعر أسود". (شمائل الترمذي، باب ماجاء في لباس رسول الله، ص: ۶، سعيد)

"عن أم سلمة رضي الله تعالى عنها قالت: لم يكن ثوب أحب إلى رسول الله من القميص". (الترغيب والترهيب، كتاب اللباس والزينة، الترغيب في القميص، ص: ۵۰۸، دارالكتب العلمية بيروت)

"عن أنس بن مالك رضي الله تعالى عنه قال: كنت أمشي مع رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، وعليه رداء نجراني غليظ الحاشية". (صحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب إعطاء المؤلفة ومن يخاف على إيمانه إن لم يعط ... رقم الحديث: ۲۴۲۹، ص: ۴۲۴، دارالسلام)

"عن أبي بردة رضي الله تعالى عنه قال: أخرجت إلينا عائشة رضي الله تعالى عنها كساء ملبداً، وقالت في هذا نزع رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم". (صحيح البخاري، رقم الحديث: ۳۱۰۸، ص: ۵۱۵، دارالسلام)

(۲) "كان ابن عمر رضي الله تعالى عنهما يقول حلق رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم في حجته".

"عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "اللهم ارحم المحلقين قالوا: والمقصرين يا رسول الله! قال: اللهم ارحم المحلقين، قالوا: والمقصرين، قال: والمقصرين". (صحيح البخاري، باب الحلق والتقصير عند الإحلال، رقم: ۱۷۲۶، ۱۷۲۷، ص: ۲۷۹، دارالسلام)

جمہ، لمہ، وفرہ، نصف کانوں تک، کانوں کی لوتک، شانوں تک، ان کے خلاف بال رکھنا مسنون نہیں ہے(۱)۔ کچھ سر پر بال رکھے جائیں، کچھ سر کے کتادیئے جائیں، یا منڈادیئے جائیں، اس کو منع فرمایا ہے(۲)، جو بال غیر قوموں کا یا فساق کا شعار ہوں، ان کی ممانعت تشبہ کی بناء پر ثابت ہے(۳)، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

= (وصحيح مسلم، باب جواز تقصير المعتمر من شعره وأنه لايجب حلقه وأنه يستحب كون حلقه، كتاب الحج، ص: ۵۲۹، دارالسلام)

(وكذا في الترغيب الترهيب، كتاب الحج، ص: ۳۰۴، دارالكتب العلمية بيروت)

(۱) "عن أنس بن مالك رضي الله تعالىٰ عنه قال: كان شعر رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم أي: واصلاً أو منتهياً إلى نصف أذنيه ... وكان له، أي: لرأسه الشريف شعر أي: نازل فوق الجمة ودون الوفرة ... وكانت جمته، تضرب شحمة أذنيه ... كان يبلغ شعره شحمة أذنيه". (جمع الوسائل: ۱/۹۰-۹۴، اداره تاليفات اشرفيه ملتان)

(وكذا في أشرف الوسائل، باب ماجاء في شعر رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، ص: ۹۳، ۹۴، دارالكتب العلمية بيروت)

(وسنن أبي داود، باب ماجاء في الشعر: ۲/۲۲۳، إمداديه)

"لمة: اللمة بالكسر الشعر المتجاوز شحمة الأذن". فإذا بلغت المنكبين فهي جمة". الوفرة إلى شحمة الأذن". (حاشية جمع الوسائل، ص: ۹۲، اداره تاليفات اشرفيه ملتان)

(۲) "عن ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما: أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم رأى صبياً قد حلق بعض رأسه وترك بعضه، فنهاهم عن ذلك، وقال احلقو كله أو اتركوا كله". (مشكاة المصابيح، كتاب اللباس، باب الترجل، ص: ۳۸۰، قديمي)

(وسنن أبي داود، كتاب الترجل، باب في الذوابة، رقم: ۴۱۹۵: ۳/۱۱۳، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وصحيح مسلم، كتاب اللباس والزينة، باب كراهة القزع، رقم الحديث: ۵۵۵۹، ص: ۹۴۷، دارالسلام)

(۳) "وعنه (ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما) قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم من تشبه بقوم فهو منهم". (مشكاة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، ص: ۳۷۵، قديمي)

"من شبه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره، أو بالفساق أو الفجار أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار "فهو منهم" أي في الإثم والخير ... قال الطيبي، هذا عام في الخلق والخُلق والشعار ولما كان الشعار أظهر في الشبه ذكر في هذا الباب قلت: بل الشعار هو المراد بالتشبه، لا غير". =

کے لباس کے خلاف لباس استعمال کرنا مسنون نہیں، جو لباس غیر قوموں یا فساق کا شعار ہو، اس کی ممانعت ہے(۱)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۰/۴/ ۸۷ھ۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

= (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني: ۸/ ۲۲۲، رقم الحديث: ۴۳۴۷، رشيديه)

"وكراهة التشبه بأهل البدع مقررة عندنا". (ردالمحتار، كتاب الخنثى، مسائل شتى: ۶/ ۷۵۳، سعيد)

(۱) "وعنه (ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما) قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم من تشبه بقوم فهو منهم". (مشكاة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، ص: ۳۷۵، قديمى)

"من شبه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره، أو بالفساق أو الفجار أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار "فهو منهم" أي في الإثم والخير .... قال الطيبي، هذا عام في الخلق والخُلق والشعار ولما كان الشعار أظهر في الشبه ذكر في هذا الباب قلت: بل الشعار هو المراد بالتشبه، لا غير". (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني: ۸/ ۲۲۲، رقم الحديث: ۴۳۴۷، رشيديه)

"وكراهة التشبه بأهل البدع مقررة عندنا". (ردالمحتار، كتاب الخنثى، مسائل شتى: ۶/ ۷۵۳، سعيد)

باب التاریخ

(تذکرۂ انبیاء، تاریخ کی روشنی میں)

ایک حکایت سے لاعلمی

سوال[۱۰۱۴۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس بارے میں کہ ''آثارِ سعید'' میں ''بادشاہ جمجمہ'' کا واقعہ لکھا ہے کہ اس بادشاہ کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا سے زندہ ہونا اور دوزخ وغیرہ کا حال بیان کرنا، پھر یہ بدعائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ دنیا میں آکر اسی برس تک طاعت ربی میں رہنا، کیا یہ واقعہ صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مجھے اس کی صحت کا علم نہیں۔ واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۴/۴/۵ھ۔

حوا اور قابیل کے تعلق کا افسانہ

سوال[۱۰۱۴۲]: ۱.....حوا آدم علیہ السلام کے نکاح میں رہتے ہوئے اس کے جنسی تعلقات قابیل سے ہوجاتے ہیں، ایک عرصہ کے بعد حوا کی آدم سے علیحدگی ہوجاتی ہے، حوا کا آدم علیہ السلام سے ایک لڑکا ہے، جس کا نام قابیل ہے، حوا قابیل سے شادی کرنا چاہتی تھیں، چند شرپسند عناصر کی وجہ سے حوا کے بچے کو نقصان پہونچنے کے خیال سے حوا اور قابیل تنہائی میں ایجاب وقبول کرتے ہیں اور اس کو راز میں رکھتے ہیں۔

۲.....حوا اور قابیل کے نکاح کی کوئی دستاویز نہیں ہے، لیکن ایک بار ایک واقعہ کا سہارا لے کر پرانی تاریخوں میں قابیل کی فرضی دستاویز تیار کی، جن پر دو گواہوں کے دستخط بھی ہوئے، ایک گواہ نے حوا علیہا السلام کے سامنے دستخط کئے اور دوسرے نے حوا علیہا السلام کی غیر موجودگی میں۔

۳.....جس وقت حوا، قابیل نے ایک دوسرے کو قبول کیا، اس وقت ان دو گواہوں میں سے کوئی نہیں

تھی، بعد میں ان دو گواہوں کو فراہم کیا گیا، تاکہ دستاویز مکمل ہو سکے۔

۴۔ آدم سے حوا کی علیحدگی کے بعد اگر عدت کے دنوں، یعنی حوا قابیل کے جنسی تعلقات برقرار ہیں اور آگے چل کر دونوں زندگی گزارنے کا فیصلہ کرتے ہیں، تو کیا حوا کی آدم علیہ السلام سے علیحدگی کے بعد اس پر عدت کا لزوم عائد نہیں ہوتا؟

متذکرہ بالا امور کی روشنی میں فن عقائد کی روشنی میں مطلع فرمائیں، آیا عدت کی مدت ختم ہونے سے قبل جنسی تعلقات قائم رکھتے ہوئے حوا، قابیل کا تنہائی میں ایجاب وقبول کرنا، زن وشوہر کی زندگی گزارنا جائز تصور کیا جاسکتا ہے؟ نیز کیا حوا علیہا السلام کی عدم موجودگی میں دوسرے کی دستاویز پر دستخط لینے سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے، جب کہ تنہائی میں ایجاب وقبول ہوا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۴،۳،۲،۱..... یہ قصہ بالکل افسانہ ہے، ماں سے نکاح کرنا کبھی کسی شریعت میں جائز نہیں ہوا (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/ ۵/ ۹۱ھ۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿حرمت علیکم أمهتکم وبناتکم...﴾ (النساء: ۲۳)

"ولا بامرأة أبیه وأجداده، لقوله تعالیٰ: ﴿ولا تنکحوا مانکح آبائکم﴾". (الهدایة، کتاب النکاح، باب المحرمات: ۲/ ۳۰۸، شرکت علمیه ملتان)

(وکذا في البحر الرائق، کتاب النکاح، فصل في المحرمات: ۳/ ۱۶۲، رشیدیه)

(عہد صحابہ تاریخ کی روشنی میں)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نکاح آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نواسی سے

سوال[۱۰۱۴۳]: ایک عالم نے اپنی تقریر میں بیان فرمایا کہ بی بی فاطمہ کی دوسری لڑکی ام کلثوم کی شادی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، جو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خسر تھے، پھر ان کا نکاح آپ کی نتنی سے کیسے ہو سکتا ہے؟ اس کے بارے میں کیا فتویٰ ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

یہ بات صحیح ہے، کتب فقہ، حدیث میں موجود ہے۔

"قال عمر (رضي الله تعالى عنه): "فتزوجت" (شامی: ۱۹۸/۲، کراچی)(۱).

"مطلب: في حديث: "كل سبب ونسب منقطع" كتاب الجنائز، أم كلثوم بنت علي رضي الله تعالى عنها (كذا في ردالمحتار: ۵۳۷/۱).

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعلق یہ بھی تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نکاح میں تھیں (۲)، مگر

---

(۱) (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة، مطلب في حديث كل سبب ونسب منقطع الاسببي ونسبي: ۱۹۸/۲، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة: ۳۶۷/۱، دارالمعرفة)

(۲) "وكانت قبل أن يتزوجها النبي صلى الله تعالى عليه وسلم عند خنيس بن حذافة، وكان ممن شهد بدراً، ومات بالمدينة، فانقضت عدتها، فعرضها عمر على أبي بكر فسكت، فعرضها على عثمان حين ماتت رقية بنت النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، فقال: ما أريد أن أتزوج اليوم، فذكر ذلك عمر =

اس کی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بیٹی سے ان کا نکاح ناجائز نہیں، حرمتِ مصاہرت یہاں نہیں ہے(١)، بلکہ اگر حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بیٹی سے نکاح ہوتا، تو وہ بھی ناجائز نہ ہوتا، حرمت کی کوئی وجہ نہیں ہے(٢)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ١٤/١٠/٩٩ھ۔

کیا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رضائی بھائی تھے؟

سوال[١٠١٤٤]: ایک کتاب میں یہ لکھا ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دودھ شریک بھائی تھے، جس کی بناء پر آپ کو بچی نے چچا کہا، کتاب کا نام ہے ''اسلام'' حصہ

= لرسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ، فقال: "يتزوج حفصة من هو خير من عثمان، ويتزوج عثمان من هو خير من حفصة" فلقي أبوبكر عمر فقال: لا تجد علي، فإن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ذكر حفصة فلم أكن أفشي سر رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ولو تركها لتزوجتها، وتزوج رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم حفصة بعد عائشة". (الإصابة، كتاب النساء، حرف الحاء المهملة: ٨/٨٥، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في أسد الغابة، حرف الحاء: ٦/٦٨، دارالفكر)

(وكذا في المستدرك للحاكم، كتاب معرفة الصحابة، ذكر أم المؤمنين حفصة بن عمر بن الخطاب: ٤/٣٨٢، قديمي)

(١) قال الله تعالىٰ: ﴿وأحل لكم ماوراء ذلكم﴾ النساء: ٢٤)

"أي ماعدا ماذكرن من المحارم هن لكم حلال". (تفسير ابن كثير: ١/٤٧٤، سهيل اكيڈمي لاهور)

(وكذا في تفسير المظهري: ٢/٢٦، حافظ كتب خانه)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في بيان بعض المحرمات: ٣/٤٣٧، دارالكتب العلمية بيروت)

(٢) "أسباب التحريم أنواع، قرابة، مصاهرة، رضاع، جمع، ملك، شرك، إدخال أمة على حرة، فهي سبعة". (ردالمحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ٣/٢٨، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب النكاح، باب المحرمات: ١/٣٢٢، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ٣/١٦٣، رشيديه)

سوم ،ص:٢٩٢،اس کی صاف صاف تفسیر بیان فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ،حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا بھی تھے اور دودھ شریک بھائی بھی تھے(١)۔اور واقعہ مذکورہ بخاری شریف میں مذکور ہے(٢)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ،دارالعلوم دیوبند،١٠/٢/٩٩ھ۔

مہاجرین کی شادی کا طریقہ انصار کی بیویوں کے ساتھ

سوال[١٠١٤٥]: مکہ مکرمہ سے مہاجرین کا قافلہ جب مدینہ منورہ پہنچا،تو انصار نے اپنی بیویوں کو مہاجرین کے حوالہ کردیا،تو اس صورت میں نکاح کی کیا صورت تھی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ غلط ہے کہ انصار نے اپنی بیویوں کو مہاجرین کے حوالہ کردیا،بعض نے یہ کہا تھا کہ تم کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میرا بھائی بنادیا ہے،اگر باپ مرجاتا ہے اور دو بھائی ہوتے تو دونوں ترکہ برابر تقسیم کرلیتے، اب تم میرے بھائی ہو،لہٰذا تم میرا آدھا مال لےلو اور میرے پاس دو بیویاں ہیں،ایک کو میں طلاق دےدوں گا، عدت گزرنے پر تم اس سے نکاح کرلینا،اس پر ان مہاجرین نے ان کی محبت کا شکریہ ادا کیا اور کہہ دیا کہ تمہارا مال

---

(١) "حمزة بن عبد المطلب: بن هاشم بن عبد مناف القرشي الهشامي، أبو عمارة عم النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وأخوه من الرضاعة أرضعتهما ثويبة مولاة أبي لهب". (الإصابة، حرف الحاء: ١٠٥/٢، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في أسد الغابة، باب الحاء: ١/٢٠٤، دارالفكر بيروت)

(وكذا في الإكمال في أسماء الرجال، ص: ٥٩٠، قديمي)

(٢) "عن البراء رضي الله تعالى عنه قال: اعتمر النبي صلى الله تعالى عليه وسلم في ذي القعدة، فأبى أهل مكة أن يدعوه يدخل مكة ...... فخرج النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فتبعتهم ابنة حمزة ياعم! ياعم! فتناولها علي فأخذ بيدها الخ". (صحيح البخاري، كتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا على صلح جور فهو مردود: ١/٣٧٢، قديمي)

بھی تمہیں مبارک ہو اور تمہاری بیویاں بھی، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو وسعت فرمائی اور انہوں نے شادیاں کی (۱)۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۰/۵/۱۴ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

---

(۱) "كان المهاجرون لما قدموا بالمدينة يرث المهاجري الأنصاري دون ذوي رحمه للأخوة التي آخى النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بينهم، فلما نزلت، "ولكل جعلنا موالي" نسخت". (حياة الصحابة، التوارث بين المهاجرين والأنصار: ۱/ ۳۸۱، دار القلم)

"إن عبدالرحمن بن عوف رضي الله تعالىٰ عنه قدم المدينة فآخى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بينه وبين سعد بن الربيع الأنصاري رضي الله تعالىٰ عنه فقال له سعد: أي أخي، أنا أكثر أهل المدينة مالاً، فانظر شطر مالي فخذه، وتحتي امرأتان فانظر أيتهما أعجب إليک حتى أطلقها، فقال عبدالرحمن: بارک الله لک في أهلک ومالک، دلوني على السوق، فدلوه، فذهب فاشترى وباع فربح". (حياة الصحابة، المواخاة بين المهاجرين والأنصار: ۱/ ۳۸۰، دار القلم)

(وكذا في أسد الغابة: ۳۳۶۴، عبدالرحمن بن عوف: ۳/ ۳۷۶، دار الفكر)

(وصحيح البخاري، كتاب مناقب الأنصار، باب إخاء النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بين المهاجرين والأنصار: ۱/ ۵۳۳، نور محمد كتب خانه)

(تاریخِ ہند)

خواجہ معین الدین اجمیری اور حضرت عبدالقادر جیلانی کا زمانہ

سوال[۱۰۱۴۶]: حضرت شیخ عبدالقادر فخر الدین جیلانی نوراللہ مرقدہ اور حضرت خواجہ معین الدین چشتی نوراللہ مرقدہ کے زمانہ میں کتنا تفاوت ہے؟ حضرت شیخ عبدالقادر محی الدین جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کیا تابعین میں سے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دونوں بزرگوں کا زمانہ قریب قریب ہے۔ ان میں تابعین کوئی نہیں، بلکہ یہ حضرات چھٹی ساتویں صدی میں گزرے ہیں(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۵/۸۶ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۵/۵/۸۶ھ۔

گاڑا کون ہیں؟

سوال[۱۰۱۴۷]: یہ گاڑا قوم کہاں سے چلی اور کون ہے؟ یہ لفظ سمجھ میں نہیں آیا کہ کہاں سے یہ نام

---

(۱) "الشيخ عبد القادر الجيلي، ابن أبي صالح أبو محمد الجيلي، ولد سنة سبعين وأربع مائة، دخل بغداد، فسمع الحديث ...... توفي وله تسعون سنة، ودفن بالمدرسة التي كانت له". (البداية والنهاية، سنة إحدى وستين وخمسائة: ۶/۷۶۸، حقانيه)

"آپ کے والد کا نام اسم شریف، غیاث الدین سنجری تھا، آپ کی پیدائش باتفاق اہل تواریخ ۵۳۷ھ ایران کے علاقہ ستیان قصبہ سنجر میں ہوئی ...... آپ کی وفات سلطان التمش کے دور میں ہوئی اور تاریخ وفات بقول جمہور اہل تاریخ ۶ رجب یوم دوشنبہ ہے ...... لیکن سنہ وفات میں اختلاف ہے۔ ۶۳۲ھ، ۶۳۳، ۶۲۷ھ اتنے اقوال ہیں"۔ (تاریخ مشائخ چشت، خواجہ معین الدین چشتی رحمہ اللہ تعالیٰ، ص: ۱۶۵، ۱۷۰، مکتبۃ الشیخ)

(وتاريخ دعوت وعزيمت، باب اول، خواجه معين الدين چشتى: ۳/۳۰، ۳۱، مجلس نشريات اسلام)

چلا ہے، اس کے متعلق تحریر کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ فقہی مسئلہ نہیں ہے، نہ کتب فقہ میں، نہ کتب حدیث وتفسیر میں، اس پر بحث ہے۔ ایسا مشہور ہے کہ سلاطین مغلیہ کے وقت کسی جنگ کو کامیاب بنانے کے لئے ایک فوج کا یہ نام تجویز کیا گیا تھا، پھر ان لوگوں کو حکومت کی طرف سے زمین کاشت کے لئے انعام میں دی گئی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۶/۴/۸ھ۔

گاندھی اور نہرو کی موت پر کس نے تلاوت کی؟

سوال[۱۰۱۴۸]: وہ کون کون سے علماء کرام تھے جنہوں نے گاندھی اور نہرو کی ارتھی (۱) پر قرآن کریم کی تلاوت فرمائی تھی؟

محمد ایوب محمد ابرار، نمبر ۴۷، اسلام پورہ بھیونڈی ضلع تھانہ مہاراشٹر

الجواب حامداً ومصلیاً:

گاندھی اور جواہر لال نہرو کی ارتھی پر کس کس نے قرآن کریم کی تلاوت کی، مجھے معلوم نہیں۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۴/۵/۹ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

---

(۱) ''ارتھی: ہندوؤں کا جنازہ''۔ (فیروز اللغات، ص: ۸۴، فیروز سنز لاہور)

كتاب السياسة والهجرة

(سیاست وہجرت کا بیان)

علماء کی سیاست میں شرکت

سوال[۱۰۱۴۹]: عوام الناس میں یہ خیال عام ہوتا جارہا ہے کہ علماء کرام کو موجودہ سیاست میں حصہ نہیں لینا چاہیے، کیا اس بگڑے ہوئے ماحول میں علماء کرام کو خاموش رہنا چاہیے؟ جو علماء کرام عملی سیاست میں حصہ لے رہے ہیں، کیا وہ غلط کر رہے ہیں؟ کیا علماء کا کام صرف مسجد کی امامت کرنا اور مدرسہ کی تعلیم دینا ہے اور بس؟

الجواب حامداً ومصلياً:

یہ خیال آج کا نہیں، بہت پرانا خیال ہے، پہلے بھی کہا کرتے تھے کہ علماء کا سیاست سے کیا تعلق؟ بات یہ ہے کہ جس عالم کے اندر صلاحیت ہو، وہ صحیح طور پر سیاست کو اور پارٹیوں کو سمجھتا ہو اور اس کے اندر صلاحیت ہو کہ سیاست میں شریک ہو کر دوسروں کو اپنا ہم خیال بنالے گا، غلط بات پر نکیر کرے گا، صحیح راہِ عمل پیش کرے گا، اس کا سیاست میں شریک ہونا درست ومفید ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

---

(۱) "عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالىٰ عنه، عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "إن من أعظم الجهاد كلمة عدل عند سلطان جائر". (جامع الترمذي، أبواب الفتن، باب أفضل الجهاد: ۲/۴۰، سعيد)

"قال الطرابلسي: السياسة نوعان ...... وسياسة عادلة تخرج الخلق من الظالم، وتدفع كثيراً من المظالم، وتردع أهل الفساد، ويتوصل بها إلى المقاصد الشرعية للعباد". (معين الحكام: ۱/۱۶۹، شركة مصطفىٰ البابي الحلبي مصر)

(وسنن ابن ماجة، كتاب الفتن، باب الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر، ص: ۲۸۹، قديمي)

''میں پہلے ہندوستانی ہوں بعد میں مسلمان''، کہنے کا حکم

سوال[۱۰۱۵۰]: زید کا کہنا ہے کہ پہلے میں مسلمان ہوں بعد میں کچھ اور، بکر کا کہنا ہے کہ پہلے میں ہندوستانی ہوں، بعد میں مسلمان۔ بکر سیاسی پارٹی سے بھی تعلق رکھتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اسلام کے ساتھ ایسا تعلق ہے کہ کسی وقت بھی اس کو ترک کر کے دوسرا دین قبول کرنے کی گنجائش نہیں۔

﴿ومن يبتغ غير الإسلام ديناً فلن يقبل منه وهو في الآخرة من الخاسرين﴾(۱).

''وطن'' کے ساتھ ایسا تعلق ہے کہ اس کو ترک کر کے دوسری جگہ وطن بنالینا (ہجرت کرجانا) بھی درست ہے، بلکہ بعض احوال میں مستحب اور بعض احوال میں ضروری ہوجاتا ہے، لیکن وطن کے حقوق بھی اسلام نے بتائے ہیں، اس کو کلیۃً نظر انداز نہیں کردیا، البتہ وطن کے حقوق تابع ہیں حقوق اسلام کے، یہ تو اصل حقیقت ہے، مگر مسئولہ فقرہ کو سیاسۃً استعمال کرنے کی وجہ سے اس پر فتویٰ لے کر دیگر مقاصد کا ذریعہ نہ بنایا جائے، کیونکہ اس کا دوسرا مطلب بھی ہوسکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

ہندوستان سے ہجرت

سوال[۱۰۱۵۱]: ہندوستان میں مسلمانوں کی حالت کا اندازہ آپ کو بخوبی طور پر ہوگا۔ میرا وطن فیروزآباد میں ہے اور اپنی اس چھوٹی سی عمر میں تین بلوے دیکھ چکا ہوں، دو فیروزآباد کے اور ایک علی گڑھ کا، فیروزآباد میں ابھی حال کے بلوے میں پولیس اور پی، اے، سی نے جو جو زیادتیاں کی ہیں، وہ سب میں اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا ہوں، لہٰذا ساتھ ہی ساتھ مسلمانوں کی بے بسی کے مناظر بھی اور اب حکومت کی خاموشی بھی دیکھ رہا ہوں، ہم سے جو نفرت کا برتاؤ ہوتا ہے، اس کا تجربہ روزانہ ہوتا رہتا ہے، یہ باتیں دیکھ کر بڑی دل آزاری کا باعث بنتی ہے۔

---

(۱) (آل عمران: ۸۵)

جہاں تک ملازمت کا سوال ہے، وہ تو آج نہیں تو کل جائے گی اس لئے کہ روزی کا وعدہ تو اس نے کر رکھا ہے، مگر دل چاہتا ہے کہ اس گھٹن کے ماحول سے نکل کر کہیں چلے جائیں، کسی بھی مسلم ملک میں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا ہندوستان سے ہجرت جائز بھی ہے یا نہیں؟ اور اگر جائز ہے بھی تو اکیلے ہجرت کرنے سے رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم اور منشاء کے خلاف تو نہیں، علاوہ ازیں اگر والدین کو ساتھ لے لیا جائے جو ضروری بھی ہے، تب بھی اور عزیز واقارب کے حقوق کی ادائیگی کے امکانات ختم ہوجاتے ہیں اور سب کو ایک ساتھ نہیں اور ہجرت کر جانا ممکن نہیں ہے، کوئی بھی ملک ہمیں قبول کرنے کو تیار نہ ہوگا، اس کے علاوہ یہاں کے ماحول سے ڈر کر بھاگ جانے والا کہیں خدا کے نزدیک بزدلانہ فعل تو نہ ہوگا یا خود غرضی میں تو شامل نہ ہوگا۔

میں چاہتا ہوں کہ ساری دشواریوں اور مسائل کے باوجود میں وہ کام کروں جو کار ثواب ہو اور خدا کی خوشنودی کا باعث ہو سکے، دوسری طرف بڑی بڑی تمنائیں بھی ہیں، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جائے پیدائش اور جہاں آپ نے زندگی گزاری اور جہاں ہمارے بزرگوں نے لق ودق صحراؤں اور پتھریلی چٹانوں کے بیچ اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا، بیسوں مقامات ہیں جنہیں دیکھنے کو دل تڑپتا ہے، جی چاہتا ہے کہ وہیں رہ کر زندگی گزاروں، ایک طرف یہاں کی دشواریوں اور میری تمنائیں تو دوسری طرف والدین اور قوم کے حقوق ہیں، میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں، آیا کہیں باہر جانے کے لئے ہاتھ پیر ماروں یا یہیں رہ کر قوم کی خدمت کروں؟ اپنی بیش قیمت رائے دیں کہ مجھے کیا کرنا چاہیے، اسلامی نقطہ نظر سے کیا صحیح ہے اور خدا میرے کون سے فعل سے خوش ہوسکتا ہے؟

دوسرا مسئلہ جو پریشان کرتا ہے وہ اسرائیل سے عربوں کی جنگ مسلسل جہاد کا درجہ رکھتی ہے، جہاد ہر مسلمان پر فرض ہے، اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم ہندوستان کے مسلمان اس جہاد میں حصہ نہ لے کر کہیں خدا کی خفگی تو نہیں مول لے رہے ہیں، دوسرے یہ کہ اگر دنیا میں کہیں ہو اور مکہ شریف کے مفتی اعظم نے جہاد کا اعلان کر دیا تو آیا ساری دنیا کے مسلمانوں پر جہاد فرض ہوگیا یا الگ الگ ممالک کے مسلمان اپنے ملک کے مفتی کے اعلان کا انتظار کریں گے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو شخص کسی مقام پر رہ کر احکام اسلام بجالاتا ہو، کوئی رکاوٹ غیر کی طرف سے نہ ہو، اس کے ذمہ

ہجرت نہیں۔ جو شخص اپنی جگہ احکام اسلام بجالانے پر قادر نہیں، غیر کی طرف سے رکاوٹ ہے اور کسی دوسرے پرامن مقام پر جانے کی قدرت رکھتا ہے اور وہاں جا کر احکام اسلام بجالانے سے کوئی رکاوٹ نہیں، اس کے ذمہ ہجرت ہے (۱)۔

یہ تو اصل کلی ہے اس کو سامنے رکھ کر حالات کا جائزہ لیا جائے، جن پریشانیوں میں یہاں ابتلاء ہے، ان سے نجات حاصل کرنے کے لئے یہاں سے جانے کے اسباب اگر کسی کو میسر ہوں اور دوسری جگہ کی حکومت قبول بھی کرے، تب بھی کلی سکون وشوار ہے، کیونکہ وہاں دوسری قسم کی پریشانیاں ہیں، ان سے گھبرا کر کسی اور جگہ ہجرت کی فکر ہوگی، طریق نبوت پر آج کوئی حکومت نہیں، علاوہ ازیں موجودہ پریشانیوں کے اسباب پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔ وہ اسباب ہیں خود ہمارے اپنے اخلاق واعمال (۲)۔ یہ اخلاق واعمال ہمارے ساتھ جہاں بھی ہوں گے، وہیں پریشانیاں ہوں گی۔

جیسے کسی جسم میں آتش گیر مادہ ہو، جہاں جائے گا، وہیں آگ لگے گی، کیونکہ دنیا کا کوئی ملک آگ سے خالی نہیں، ایسے شخص کے لئے نجات کی یہ صورت نہیں کہ ایک ملک سے دوسرے ملک میں اور دوسرے سے تیسرے میں جان بچانے کے لئے جائے، بلکہ اس کے لئے تو دانش مندانہ تدبیر یہ ہے کہ اس آتش گیر مادہ کی اصلاح کرے، پھر جہاں بھی رہے گا، امن میں رہے گا، جن اخلاق واعمال پر خدائے پاک کا غضب جوش میں آتا اور اس کا قہر نازل ہوتا ہے، وہ جب تک ساتھ رہیں گے، غضب اور قہر سے کوئی حکومت بچا نہیں سکتی، اگر ان کی اصلاح کر کے ایسے اخلاق واعمال اختیار کئے جائیں، جن پر رحمت وسکینہ کا وعدہ ہے تو ہر جگہ سکون نصیب

---

(۱) "والآية تدل على أن من لم يتمكن من إقامة دينه في بلده كما يجب، وعلم أنه يتمكن من إقامته في غيره حقت عليه المهاجرة". (التفسيرات الأحمدية، النساء: ۹۷، ۱/۲۷۶، قديمي)

(وكذا في أحكام القرآن للجصاص، النساء: ۹۷: ۲/۳۵۳، قديمي)

(وكذا في التفسيرات الأحمدية، النساء: ۹۷، ص: ۳۰۵، كريمي)

(۲) قال الله تعالیٰ: ﴿وكذلك نولي بعض الظالمين بعضاً بما كانوا يكسبون﴾ (الأنعام: ۱۲۹)

"استدل به على أن الرعية إذا كانوا ظالمين فالله تعالیٰ يسلط عليهم ظالماً مثلهم، وفي الحديث: "كما تكونوا يولى عليكم". (روح المعاني، الأنعام: ۱۲۹): ۸/۲۷، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الطلاق، مطلب الانقلاب والاقتصار: ۳/۲۷۸، سعيد)

ہوگا،کوئی حکومت اس کو چھین نہیں سکتی۔

"الاعتدال فی مراتب الرجال"(۱) میں پوری تفصیل مذکور ہے، انگریزی میں بھی اس کا ترجمہ شائع ہو چکا ہے، اس کا مطالعہ مفید ہوگا، یہ بھی واضح رہے کہ عمومی بگاڑ کے وقت ایک دو شخص کا اپنی اصلاح پر قناعت کر لینا اور سمجھ لینا کہ اس سے سب کی مصیبت ٹل جائے گی، صحیح نہیں، بلکہ اس کے لئے عمومی جدوجہد کی ضرورت ہے، آج کا جہاد یہ ہے کہ اہل اسلام کے دلوں میں دین کی طلب پیدا کی جائے اور اخلاق واعمال کو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہدایات کے تحت اختیار کرنے کی ان تھک کوشش کی جائے۔ واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۳/۹۳ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

قوم کے لوگوں کی مخالفت کے باوجود ان کی سرپنچی کرنا

سوال[۱۰۱۵۲]: عرصہ پندرہ ماہ قبل چند آدمیوں نے مجھے برادر بہشتیاں کا سرپنچ بنادیا تھا، لیکن جب قوم کے سامنے یہ سرپنچی کی بات آئی تو اس پر بارہ آنے بھر لوگوں نے مخالفت کی اور چار آنے بھر موافقت کی اور جب ہی سے اختلاف بدستور قائم ہے اور کئی مرتبہ مجھ کو شرمندگی بھی اٹھانی پڑی قوم کے سامنے۔ لہٰذا اس صورت میں مجھے کیا کرنا چاہیے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر سرپنچی (۲) کی صورت میں آپ کے ذریعہ قوم کی اصلاح متوقع ہو کہ غلط رسمیں ختم ہو کر احکام شرع کے موافق زندگی بنے تو آپ سرپنچ رہیں اور جو لوگ مخالف ہیں، حسن تدبیر سے ان کے ساتھ معاملہ کریں، اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے، اگر اصلاح کی توقع نہ ہو بلکہ اس میں شر اور فساد ہو تو سرپنچی سے الگ ہو جائیں (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۱۲/۹۵ھ۔

---

(۱) (الاعتدال في مراتب الرجال معروف به اسلامي سياست، مكتبة الشيخ)

(۲) "سرپنچ: پنچایت کا سربراہ، پنچوں کا سردار، صدر، میرمجلس"۔ (فیروز اللغات ص: ۸۳۵، فیروز سنز لاہور)

(۳) "قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "ألا كلكم راع وكلكم مسئول عن رعية، فالإمام =

حفاظت کی غرض سے مکان یا بستی چھوڑنا

سوال[۱۰۱۵۳]: اکثر بلاد میں فساد کا سلسلہ شروع ہے، کوئی شہر محفوظ نہیں، شرائط کے نہ پائے جانے کی وجہ سے جہاد کا حکم نہیں ہے اور سامان حرب نہ ہونے کی وجہ سے کافی نقصان کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جان ومال عزت وآبرو وہر چیز کی قربانی دینی پڑتی ہے، ایسی صورت میں شرع کا کیا حکم ہے؟ کہ جب ہمارے شہر میں فساد کا خطرہ مخصوص اوقات میں ہے، تو کیا اس شہر میں رہ کر جان ومال عزت وآبرو سب کچھ کر قربان کردیں، کیونکہ بلوائیوں کا مقابلہ تو کر نہیں سکتے۔ یا مخصوص ایام میں چند دنوں کے لئے شہر چھوڑ کر محفوظ مقامات دیہات وغیرہ میں چلے جائیں؟ اگر اس شہر میں رہنے کا حکم ہے جانے کی اجازت نہیں، اگر جانے کی اجازت ہے تو شخصی طور پر یا مجموعی طور پر بھی جانے کی اجازت ہے، جو حکم ہو، مفصل طور پر تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو شخص ایک بستی میں رہتے ہوئے اپنے آپ کو محفوظ نہیں پاتا، بلکہ دشمنوں میں گھرا ہوا پاتا ہے اور اس کو اپنی جان کا، ایمان کا، اولاد کا، مال کا خطرہ ہے، تو اس کو اجازت ہے کہ اس جگہ سے نکل کر کسی محفوظ جگہ پر چلا جائے، خواہ اس بستی میں دوسرے مکان یا دوسرے محلہ یا پھر دوسری بستی میں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۱۱/۱۴۰۰ھ۔

= الأعظم الذي على الناس راع، وهو مسئول عن رعيته". (صحيح البخاري، كتاب الأحكام، باب قوله تعالى: ﴿أطيعوا الله وأطيعوا الرسول﴾، ص: ۱۲۲۹، دار السلام)

"وعنه رضي الله تعالىٰ عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول: "ما من عبد يسترعيه الله رعية فلم يحطها بنصيحة إلا لم يجد رائحة الجنة". متفق عليه. (مشكاة المصابيح، كتاب الإمارة والقضاء، الفصل الأول: ۲/۷، دار الكتب العلمية بيروت)

"الراعي ههنا الحافظ المؤتمن على ما يليه، أمرهم النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بالنصيحة فيما يلونهم، وحذرهم الخيانة فيه بإخباره، أنهم مسئولون عنه". (التعليق الصبيح، كتاب الإمارة والقضاء، الفصل الأول: ۴/۲۶۲، رشيديه)

(۱) "والآية تدل على أن من لم يتمكن من إقامة دينه في بلده كما يجب، وعلم أنه يتمكن من إقامته في غيره حقت عليه المهاجرة". (التفسيرات الأحمدية، النساء: ۹۷، ۱/۲۷۲، قديمى) ....=

گناہ والی جگہ میں قیام کرنا

سوال[۱۰۱۵۴]: اگر کسی جگہ حرام کام بکثرت ہوتا ہے اوراس کو روکا جائے اوروہ رکے نہیں تو وہاں رہنادرست ہے یانہیں؟ جب کہ دوسری جگہ بھی رہ سکتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگراس کے ذریعہ سے اصلاح کی توقع ہے،اگر چہ رفتہ رفتہ ہو،تو وہیں رہنا بہتر ہے،اگرخوداس کے اندر مبتلا ہوجانے کا اندیشہ معلوم ہو،تواس جگہ کو چھوڑ دینا چاہیے(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

حررہ العبدمحمود عفی عنہ،دارالعلوم دیوبند،۱۷/۲/۱۳۸۹ھ۔

الجواب صحیح:بندہ نظام الدین غفرلہ،دارالعلوم دیوبند،۱۷/۲/۱۳۸۹ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

= (وكذا في أحكام القرآن للجصاص، النساء: ۹۷: ۲/۳۵۳، قديمي)

(وكذا في التفسيرات الأحمدية، النساء: ۹۷، ص: ۳۰۵، كريمي)

(۱) "والآية تدل على أن من لم يتمكن من إقامة دينه في بلده كما يجب، وعلم أنه يتمكن من إقامته في غيره حقت عليه المهاجرة". (التفسيرات الأحمدية، النساء: ۹۷، ۱/۲۷۶، قديمي)

(وكذا في أحكام القرآن للجصاص، النساء: ۹۷: ۲/۳۵۳، قديمي)

(وكذا في التفسيرات الأحمدية، النساء: ۹۷، ص: ۳۰۵، كريمي)

(امامت اور خلافت کا بیان)

حرمین شریفین پر کافر کی حکومت ہوسکتی ہے یا نہیں؟

سوال[۱۰۱۵۵]: حرمین شریفین پر کافر کی حکومت ہوسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حق تعالیٰ حرمین شریفین کو کفار کے تسلط سے محفوظ رکھیں گے، حتیٰ کہ آخری دور میں دجال کو بھی وہاں داخلہ کی جرأت نہیں ہوگی اور ایک وقت ایسا آئے گا کہ دین سب جگہ سے سمٹ کر حجاز میں آجائے گا، جیسے سانپ اپنے بل میں سمٹ آتا ہے۔

"إن الشيطان قد أيس من أن يعبده المصلون في جزيرة العرب" الحديث (مشكاة شريف، ص: ۱۹)(۱).

"قال: "لا يدخل المدينة رعب المسيح الدجال، لها يومئذ سبعة أبواب، على كل باب ملكان" رواه البخاري(۲)، مشكاة شريف: ۲/۴۷۵.

"فلا أدع قرية إلا هبطتها في أربعين ليلة غير مكة وطيبه، هما

---

(۱) (مشكاة المصابيح، كتاب الإيمان، باب الوسوسة، الفصل الأول: ۱/۱۹، قديمى)

(وصحيح مسلم، كتاب صفات المنافقين وأحكامهم، باب تحريش الشيطان وبعثه سراياه الخ: ۲/۳۷۶، قديمى)

(وكذا في جامع الترمذي، كتاب البر والصلة، باب ماجاء في التباغض: ۲/۱۵، سعيد)

(۲) (كتاب الرقاق، باب العلامات بين يدي الساعة وذكر الدجال، الفصل الأول: ۲/۴۷۵، قديمى)

(وصحيح البخاري، كتاب فضائل المدينة، باب لايدخل المدينة الدجال: ۱/۲۵۲، قديمى)

(وكذا في مسند الإمام أحمد بن حنبل، حديث أبي بكرة نفيع بن الحارث بن كلدة رضي الله تعالىٰ عنه، رقم الحديث: ۱۹۹۲۲: ۶/۳۱، دار إحياء التراث العربي بيروت)

محرمتان علي كلتاهما، كلما أردت أن أدخل واحداً منهما استقبلني ملك بيده السيف صلتا يصدني عنها" مشكاة شريف: ٢/٤٧٦)(١).

"عن عمرو بن عون: "إن الدين ليأرز إلى الحجاز كما تأرز الحية إلى جحرها". الحديث(٢) (مشكاة شريف: ١/٣٠). فقط والله تعالى أعلم.

☆......☆......☆......☆......☆

---

(١) (كتاب الرقاق، باب العلامات بين يدي الساعة وذكر الدجال، الفصل الأول: ٢/٤٧٥، ٤٧٦، قديمي)

(وصحيح مسلم، كتاب الفتن وأشراط الساعة، باب قصة الجساسة: ٢/٤٠٤، قديمي)

(وسنن أبي داود، كتاب الملاحم، باب في خبر الجساسة: ٢/٢٤٢، إمداديه)

(٢) (مشكاة المصابيح، كتاب الإيمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، الفصل الثاني: ١/٣٠، قديمي)

(وجامع الترمذي، كتاب الإيمان، باب ماجاء أن الإسلام بدأ غريباً وسيعود غريبا: ٢/٩١، سعيد)

(وصحيح البخاري، كتاب فضائل المدينة، باب الإيمان يأرز إلى المدينة: ٢/٢٥٢، قديمي)

(انتخابات کی شرعی حیثیت)

الیکشن میں حصہ لینا غیر مسلم عدالتوں سے فیصلہ کرانا

سوال[۱۰۱۵۲]: چہ می فرمائند علماء عظام اندریں مسائل:

الف...... غیر اسلامی ولادینی حکومت کی تائید وحمایت کرنا۔

ب...... اس کے انتخابی الیکشن میں حصہ لینا۔

ج...... ان کی عدالتوں سے متنازعہ مسائل کا حل تلاش کرنا ازروئے شریعت کیسا ہے؟

منیر احمد مدرسہ عربیہ عین العلم ٹانڈہ، فیض آباد، یوپی

الجواب حامداً ومصلیاً:

الف...... جو حکومت اسلام کی یا کسی بھی مخصوص دین کی پابند نہیں، اس کے زیرِ اثر رہنے والے مسلمانوں کو ایسے امور میں تائید وحمایت کرنا شرعاً درست ہے، جن سے احکامِ اسلام منہدم نہ ہونے متصور ہوں۔

ب...... حقوق کی حفاظت اور ظلم سے بچاؤ کے لئے انتخابی الیکشن میں حصہ لینا بھی درست ہے۔

ج...... باہمی منازعت کا فیصلہ عدالتوں سے تلاش کرنا درست ہے، تاکہ حق دار کو حق پہونچ جائے، ظلم نہ ہونے پائے، ظلم کرنے کے لئے کسی سے بھی تعاون جائز نہیں، اس سے بچنا اور بچانا لازم ہے(۱)۔ فقط واللہ

---

(۱) "عن ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنه: أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "المسلم أخو المسلم. لايظلمه ولايسلمه، ومن كان في حاجة أخيه كان الله في حاجته، ومن فرج عن مسلم كربة فرج الله عنه كربة من كربات يوم القيامة، ومن ستر مسلماً ستره الله يوم القيامة" متفق عليه. (مشكاة المصابيح، كتاب الأداب، باب الشفقة والرحمة على الخلق، الفصل الأول، رقم الحديث: ۴۹۵۸: ۲۱۱/۳، دارالكتب العلمية بيروت)

"وعن أبي موسىٰ رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "إن الله ليملي للظالم حتى إذا أخذه لم يفلته" ثم قرأ: ﴿وكذلك أخذ ربك إذا أخذ القرى وهي ظالمة﴾ متفق =

تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/ ۸/ ۹۳ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

= عليه. (مشكاة المصابيح، كتاب الأداب، باب الظلم، الفصل الأول، رقم الحديث: ۵۱۲۳: ۲۳۵/۳، دارالكتب العلمية بيروت)

"وعنه (أي: أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه) قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "لتؤدن الحقوق إلى أهلها يوم القيامة، حتى يقاد للشاة الجلحاء من الشاة القرناء". رواه مسلم. (مشكاة المصابيح، كتاب الأداب، باب الظلم، الفصل الأول، رقم الحديث: ۵۱۲۸: ۲۳۶/۳، دارالكتب العلمية بيروت)

کتاب تعبیر الرؤیا

(خوابوں کی تعبیر کا بیان)

خواب پر حکم

سوال[۱۰۱۵۷]: چندروز پہلے یہاں کے نیک بخت آدمی نے خواب دیکھا کہ اس کی غیر شادی شدہ لڑکی کے گھر میں ایک بچہ ہے (جس کے بارے میں موضع کی مسجد کے امام صاحب نے افواہ مچایا تھا کہ اس نے نکاح کرلیا ہے اور فرضی گواہ کا نام بتایا تھا، مگر گواہ کے انکار کی وجہ سے نکاح باطل ثابت ہوا اور اس مشہور مدرسہ دارالعلوم دیوبند سے فتویٰ حاصل کرلیا گیا) اس فتویٰ کے بعد یہ خواب دیکھا اور والد نے غصہ میں آکر اس بچہ کو چیر دیا اور مار ڈالا، مگر آن کی آن میں وہ بچہ زندہ ہوگیا اور جیسا تھا ویسا ہوگیا، اس خواب کے بعد وہ بے چارہ بے حد پریشان ہے۔

الجواب حامداً ومصلياً:

خواب پر فتویٰ نہیں دیا جاتا، تاہم جو فتویٰ آپ نے منگایا ہے، وہ بھیجئے، اس کے ساتھ سوال بھی ہونا چاہیے، جس پر فتویٰ دیا گیا ہے، تب کچھ معلوم ہوسکے گا، خواب کا حکم یہ ہے کہ جب کوئی پریشان خواب نظر آئے، تو بائیں طرف تھوک دیا جائے اور لاحول ولاقوۃ الا باللہ پڑھ لیا جائے اور دعا کرلی جائے کہ یا اللہ! پریشان خواب اور اس کے برے اثر سے محفوظ رکھ (۱)۔ واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۸/۹۶ھ۔

---

(۱) "عن أبي سلمة بن عبدالرحمن، يقول: لقد أرى الرؤيا، فتمرضني، حتى سمعت أبا قتادة (رضي الله تعالىٰ عنه). يقول: وأنا كنت أرى الرؤيا فتمرضني حتى سمعت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول: الرؤيا الحسنة من الله تعالىٰ، فإذا رأى أحدكم مايحب فلا يحدث به إلا من يحب، وإذا رأى =

خواب میں حق تعالیٰ کو دیکھنا

سوال[۱۰۱۵۸]: میں نے ایک خواب دیکھا وہ یہ کہ میں دیکھتا ہوں کہ حق تعالیٰ رونق افروز ہیں اور ہجوم ہو رہا ہے، لائن لگی ہوئی ہے، حق تعالیٰ ایک ایک شخص کو بلاتے ہیں اور آسان کچھ معمولی سا سوال کر کے رخصت کر دیتے ہیں، جب احقر کا نمبر آیا، تو حق تعالیٰ نے کوئی سوال کیا، وہ سوال تو مجھ کو معلوم نہیں ہے اور نہ اور لوگوں کا کوئی سوال معلوم ہوا کہ کیا سوال کیا گیا اور نہ جواب معلوم ہے، جب احقر سے سوال ہوا تو بجائے اس کے کہ میں کچھ جواب دیتا، ہیبت اور خوف سے یک دم رقت طاری ہوگئی اور خوب رویا، رونے کے بعد جب آنکھ کھولی، تو حق تعالیٰ شانہ کا دیدار نصیب ہوا، مگر اور تو کچھ نظر نہیں آیا، صرف حق تعالیٰ جل شانہ کی سیاہ ریش مبارک نظر آئی، خیال ہوا کہ حق تعالیٰ تو صورت وشکل اور ریش وغیرہ سے پاک ہیں، یہ کیا بات ہے؟

دوسرے یہ کہ حضرت آدم علیہ السلام کو کتنا زمانہ گزر چکا اور اس سے قبل نہ معلوم کس قدر زمانہ گزرا ہوگا، مگر حق تعالیٰ اب تک جوان ہیں۔

تیسری بات یہ ہے کہ دنیا میں علماء نے ہم لوگوں کو اس قدر ڈرایا کہ ہمارے ہوش گم ہوگئے، لیکن یہاں تو حق تعالیٰ کسی سے کچھ بھی نہیں کہتے، معاملہ بالکل برعکس ہے اور حق تعالیٰ اس قدر رحیم وکریم ہیں، کہ آسان آسان سوال کر کے رخصت کر دیتے ہیں، اگر حقیقت میں یہ خواب ہے، تو براہِ کرم تعبیر سے مطلع فرماویں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

خواب مبارک ہے، ان شاء اللہ سہولت کا معاملہ ہوگا، علماء کا ڈرانا بھی از خود نہیں، وہ بھی روایات ونصوص سے ماخوذ ہے، فضل خداوندی جس پر ہو جائے، وہ محفوظ رہتا ہے، خدائے پاک صورت وشکل سے پاک صاف ہیں، مگر ان کی تجلی جب ظاہر ہوتی تو بہترین صورت میں ہوگی اور وہ صورت انسانی ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ

= مايكره فليتعوذ بالله من شرها ومن شر الشيطان وليتفل ثلاثاً ولايحدّث بها أحدا، فلا يحدّث به إلا من يحب فإنها لا تضره". (صحيح البخاري، كتاب التعبير، باب إذا رأى أحدكم مايكره فلا يخبر بها ولا يذكرها: ۱۰۴۳/۲، قديمي)

(وكذا في عمل اليوم والليلة، باب مايقول إذا رأى في منامه مايكره، ص: ۲۹۱، مكتبة الشيخ)

(وسنن ابن ماجة، باب من رأى رويا يكرهها: ۲۱۱/۴، دار الجيل)

تعالیٰ علیہ وسلم نے خواب میں انسان کی بہترین صورت میں دیکھا ہے، تغیرات زمانہ (بڑھاپہ وغیرہ) سے بالاتر ہیں، جو صورت بھی دیکھی جائے وہ اصلی صورت نہیں، کیونکہ وہ حادث اور غیر ہے، بلکہ ایک نوع کی تجلی ہے(۱)۔

شیطان بھی آ کر بتا سکتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ ہوں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/ ۶/ ۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/ ۶/ ۸۸ھ۔

خواب میں اللہ تعالیٰ کی سواری دیکھنے کا حکم

سوال[۱۰۱۵۹]: سائل کا بیان ہے کہ میری عمر ۴۴ سال ہے، بچپن سے کبھی کبھی یہ خواب دیکھتا ہوں کہ جیسے کسی کی سواری اڑی ہوئی آ رہی ہے اور وہ سواری اللہ تعالیٰ کی ہے، وہ جیسے نیچے اتر رہے ہیں اور یہ سواری گرتی ہوئی دکھائی دیتی ہے، فوراً میری آنکھ کھل جاتی ہے اور میں بہت پریشان ہوتا ہوں، لیکن آج تک وہ سواری گری نہیں، گرنے سے پہلے آنکھ کھل جاتی ہے، اب براہِ کرم اس خواب کی تعبیر دیں۔

---

(۱) "ومن رأى أن الله سبحانه وتعالىٰ حاسبه أو غفر ...... لقي الله في القيامة كذلك". (كتاب الإشارات في علم العبارات لخليل بن شاهين الظاهري المطبوع مع منتخب الكرام في تفسير الأحلام وتعطير الأنام في تعبير المنام، ص: ۶۰۳، دار الفكر)

(وكذا في منتخب الكرام في تفسير الأحلام للإمام محمد بن سيرين المطبوع مع كتاب الإشارات في علم العبارات وتعطير الأنام في تعبير المنام، ص: ۳۹۹، دار الفكر)

(وكذا في تعطير الأنام في تعبير المنام المطبوع مع منتخب الكرام في تفسير الأحلام ومع كتاب الإشارت في علوم العبارات، ص: ۹، دار الفكر)

"ولا جسم لأنه متركب ومتحيز ...... ولا مصور أي: ذي صورة، وشكل مثل صورة انسان، أو فرس". (شرح العقائد النسفية، الدليل على كونه ليس جسماً، ص: ۳۸، ۳۹، قديمی)

(وكذا في النبراس، بحث الكرة، الحي القادر العليم، ص: ۱۱۱، ۱۱۲، حقانيه ملتان)

"﴿فلما تجلى ربه للجبل﴾ فإن التجلي على وجهين: ظهور بالروية أو الدلالة، والرؤية مستعلية في الله تعالىٰ فهو ظهور آياته التي أحدثها لحاضري الجبل". (أحكام القرآن للجصاص: ۵۴/۳، دار الكتاب)

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت ہے۔ جس کو حاصل کرنا آپ کی توجہ پر موقوف ہے، غفلت سے حاصل نہیں ہوتی، اتباع سنت اور پورے دھیان کے ساتھ متوجہ رہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۲/۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند۔

خواب میں جسد پاک میں کیڑے دیکھنا

سوال[۱۰۱۶۰]: ایک رضا خانی نے اپنی تقریر میں ایک خواب بیان کیا کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بدن مبارک پر کیڑے پڑ گئے، ایک صالح سے دریافت کیا، تو مجھ سے فرمایا کہ امت کے اعمال کی وجہ سے کیڑے پڑ گئے ہیں، مگر رضوی گروہ کے لوگوں نے دین کا کام بہت کیا ہے، تو اچھا ہونے لگا، ایسا خواب غلط ہے یا نہیں؟ مجھے تو امید کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کوئی تکلیف نہ ہوگی، رضا خانیوں کی غلط بیانی ہے، میں دیوبندیوں سے تھوڑا سا تعلق رکھتا ہوں، وہیں سے فارغ ہوں، میرا خیال اصح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جسمِ اطہر کیڑوں وغیرہ سے قطعاً محفوظ ہے، رضا خانی اپنے بدعقائد اور بداعمال سے سنت کو مٹاتے ہیں، اسی سے جو تکلیف روحانی پہنچی ہوگی، وہ اس رضا خانی کو کیڑوں کی شکل میں نظر آئی، اب رضوی گروہ کے لوگ تائب ہو کر تبلیغی جماعت میں آرہے ہیں، ہوسکتا ہے کہ اس سے راحت پہنچی ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۹/۵/۶ھ۔

خواب میں روٹی پر قرآن لکھا ہوا دیکھنا

سوال[۱۰۱۶۱]: ایک رات کو میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ روٹیوں پر قرآن پاک لکھا ہوا ہے، کچھ لوگ ان روٹیوں کو زمین میں دفن کر رہے ہیں، میں ان لوگوں سے کہہ رہا ہوں کہ ان کو اس جگہ دفن مت کرو، یہ راستہ آنے جانے کا ہے، بے ادبی ہوگی، ان کو جنگل میں دفن کردو، مگر ان لوگوں نے دروازے کے آگے ہی دفن کردی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

خواب سے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آج کل قرآن کریم کو روٹی کما لینے کا ذریعہ بنا لیا گیا ہے اور بجائے اس پر عمل کرنے کے یہ فکر ہے کہ اس کو دفن کر دیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/ ۶/ ۱۴۰۰ھ۔

خواب میں حدیث پڑھنا پڑھانا

سوال [۱۰۱۶۲]: زید ایک روز خواب میں اپنے آپ کو درس حدیث میں حاضر پاتا ہے اور محدث صاحب کو حدیث پڑھانے کی تیاری کرتے ہوئے دیکھتا ہے، تو اس کی تعبیر کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان شاء اللہ حدیث پاک کی برکات زید کو حاصل ہوں گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/ ۷/ ۱۴۰۱ھ۔

خواب میں حج کرنا

سوال [۱۰۱۶۳]: ایک شخص نے بروز جمعہ، بوقت تین بجے شب کو جو کہ شب سنیچر بھی کہی جا سکتی ہے، خواب دیکھا کہ حج کو جا رہا ہوں، تو میری بیوی اور والدہ بھی تیار ہو گئیں، ہم چلے بھی گئے، ملنے والے پہچانے بھی گئے اور کعبہ شریف پہونچ بھی گیا، کعبہ شریف کے پاس بیٹھ کر بالو والی زمین کو لکڑی سے ہٹا رہے تھے کہ میرے کانوں میں آواز آئی:

"اللّٰھم لبیك اللّٰھم لبیك"

ہم نے بھی اسی مجمع میں مل کر "اللّٰھم لبیك الخ" شروع کیا اور ہمیں پتہ نہیں، میری والدہ اور میری بیوی کہاں ہے، اس مجمع میں ایک آدمی نے کہا، میرے کھانے میں بیس روپے خرچ ہو گئے ہیں اور میری آنکھ کھل گئی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

خواب ماشاء اللہ مبارک ہے، اگر آپ کے ذمہ حج فرض ہے تو جلد از جلد تیاری کیجئے، اگر فرض نہیں تو

دعا کیجئے کہ حق تعالیٰ شانہ انتظام فرمادے، میں بھی دعا کرتا ہوں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۴/۱۲/۱۶ھ۔

دشمن کے ہاتھوں گرفتار بیٹے کو خواب میں حج کر کے آیا ہوا پایا

سوال [۱۰۱۶۴]: ۱...... بنگال کے ایک شخص کا لڑکا عبدالمبارک ۱۹۷۱ء کی ہندوپاک کی جنگ میں ہندوستان فوج کے ہاتھ گرفتار ہوگیا تھا، اس کے بعد اس کا کچھ پتہ نہیں زندہ ہے یا وفات پاگیا، اس کے باپ نے ایک خواب دیکھا کہ ان کے دونوں ہاتھوں میں گھڑی باندھی ہے اور کوئی یہ کہہ رہا ہے کہ تمہارے لڑکا عبدالمبارک حج کر کے آگیا ہے۔

نوٹ: والد نے نذر مانی تھی کہ اگر لڑکا زندہ آگیا، تو اس کو حج کرنے بھیج دوں گا۔

۲...... اس کے بعد دوسرا خواب دیکھا کہ لڑکے کے والد اپنے والد مرحوم سے کہہ رہا ہے کہ مکہ مکرمہ سے خط بھیجو، میں پیسہ روانہ کردوں گا، اس خواب سے متعلق یہ بات ہے کہ انہوں نے اپنے والد مرحوم کی طرف حج بدل کررہا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... پہلے خواب کی تعبیر یہ ہے کہ وہ لڑکا انشاء اللہ تعالیٰ اچھے حال میں ہے اور اس سے جو کچھ کوتاہیاں ہوئی ہیں، وہ ان سے تائب ہوگیا (۲)۔

۲......اس میں اشارہ ہے کہ حج بدل کرانے کی وجہ سے والد خوش ہیں اور جو کچھ حج بدل میں خرچ ہوا ہے، اس سے بہت زیادہ حق تعالیٰ عطا فرمائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) حضرت ابن سیرین رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر خواب میں دیکھے کہ اس نے حج کیا ہے، تو حق تعالیٰ اس کے نصیب میں حج کرے گا۔ (تعبیر الرؤیا، ص: ۲۲۳، ادارہ اسلامیات)

(۲) ''خواب میں حج کرنا، بیت اللہ کا طواف کرنا اور مناسک حج میں سے بعض کو ادا کرنا دینی درستگی اور دین پر استقامت، ثواب ملنے، خوف سے مامون ہونے پر دلالت کرتا ہے......اور اگر گمراہی کے راستہ پر چل رہا ہے تو راہِ راست پر آئے گا''۔ (خواب اور تعبیر، تعطیر الأنام في تعبیر المنام، ص: ۲۰۱، إدارہ اسلامیات)

خواب میں وضو کرتے ہوئے مینار دیکھنا

سوال[۱۰۱۶۵]: مجھے خواب میں نظر آیا کہ وضو کر رہا ہوں، جب مینار کی طرف دیکھا تو مینار آسمان سے زمین تک ہل رہا ہے، اس خواب کی تعبیر کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

انشاء اللہ تعالیٰ اسلامی شعار بلند ہوں گے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۴/۶/۹۴ھ۔

خواب میں خود کو برہنہ دیکھنا

سوال[۱۰۱۶۶]: عرض ہے کہ اکثر چار چھ روز میں خواب میں اپنے آپ کو برہنہ ننگا دیکھتا ہوں اور خواب میں ہی شرمندہ ہوں، اس لئے آپ صاحبان سے گزارش ہے کہ میرے خواب کی تعبیر برائے کرم روانہ کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

خواب ماشاء اللہ مبارک ہے، یہ اشارہ ہے کہ اپنے اندر جو عیوب اور گناہ ہیں، وہ سامنے آرہے ہیں(۱)، ان کی اصلاح کی طرف توجہ کی ضرورت ہے، حق تعالیٰ توفیق دے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۰/۷/۱۳۹۹ھ۔

خواب میں استاد کو برہنہ دیکھنا

سوال[۱۰۱۶۷]: میں نے خواب میں اپنے استاد کو دیکھا کہ برہنہ حالت میں کہیں جارہے ہیں، میں نے ان سے نرمی سے پوچھا کہ اس طرح کہاں جارہے ہیں اور میں نے ان کو اس حالت میں اپنی گود میں اٹھا لیا، تاکہ ان کو کپڑے پہنالوں، بس فوراً ہی میری آنکھ کھل گئی۔ اس خواب کی تعبیر کیا ہے؟

---

(۱) حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ خواب میں برہنہ ہونا صالح مرد کے لئے خیر اور نیکی ہے۔ (تعبیر الرؤیا، ص: ۱۴۱، ادارہ اسلامیات)

الجواب حامداً ومصلیاً:

خواب مبارک ہے، اشارہ ہے کہ استاد محترم اس دنیا کے فانی لباس کو ترک کر کے لباس التقویٰ اختیار کررہے ہیں اور آپ غایت تعلق کی بناء پر خیر خواہی اس میں سمجھ رہے ہیں کہ اسبابِ دنیا کو وہ ترک نہ کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۶/۱۴۰۰ھ۔

خواب میں کیکر کی ڈالی میں چمبیلی کے پھول دیکھنا

سوال[۱۰۱۶۸]: ایک رات کو میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ ایک ڈالی کیکر کی سوکھی زمین پر پڑی ہے، کیکر کی ڈالی پر چمبیلی کے پھول اور یہ ڈالی قبرستان میں پڑی دیکھی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بسا اوقات اللہ تبارک وتعالیٰ نااہل کو بھی اہل بنا کر اس سے کام لے لیتے ہیں، نااہل سے بھی اہل کو پیدا فرمادیتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۶/۱۴۰۰ھ۔

خواب میں کوڑھ والے آدمی کو پیچھا کرتے ہوئے دیکھنا

سوال[۱۰۱۶۹]: خواب کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک سال سے دیکھ رہا ہوں کہ کوڑھ والا آدمی میرا پیچھا کرتا ہے، جس کے سارے بدن پر زخم ہیں، کبھی ایک آدمی مجھے پکڑنے کی کوشش کرتا ہے اور کبھی دو آدمی، مجھے بہت زیادہ ستاتے ہیں، میں بھاگتا ہوں اور مجھے یہ لوگ زبردستی پکڑنا چاہتے ہیں، اسی طرح چھ دفعہ دیکھا، آج سے چار روز پہلے خواب میں دیکھتا ہوں کہ میرے بدن میں سفید داغ ہوگیا ہے، دو جگہ نیند ٹوٹی، بہت گھبرایا، صبح خیال کیا تو بدن میں کچھ نہیں ہے، اب کافی ڈر محسوس کرتا ہوں، براہِ کرم اس خواب کی تعبیر بتائیں اور چھٹکارا کا کوئی راستہ بتائیں، تاکہ اللہ تعالیٰ اس بیماری سے دور رکھے، میری عمر اکتیس سال دو ماہ ہے، میرا پیشہ درزی کا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

خواب سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کے کچھ حقوق آپ کے ذمہ رہ جاتے ہیں، ہوسکتا ہے کہ جو لوگ

کپڑا سلوانے آتے ہیں، ان کا کچھ کپڑا بچا ہوا رہ جاتا ہو یا اور کوئی صورت ہو، غلط آمدنی کھانے سے اس قسم کے خواب نظر آتے ہیں، خوب سوچ کر جس جس کا حق ذمے ہے، اس کو دے دیں اور معافی چاہیں، اللہ کے سامنے بھی توبہ کریں، اللہ آپ کو محفوظ رکھے، ہر غلط آمدنی سے بچائے، حلال روزی برکت والی عطا فرمائے (آمین)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۳/۱۳۹۹ھ۔

خواب میں حیض والی گدی سے استنجاء خشک کرتے ہوئے دیکھنا

سوال[۱۰۱۷۰]: خادم نے ایک خواب دیکھا ہے، وہ یہ کہ میں قضائے حاجت کے لئے بیت الخلا میں گیا تو قضائے حاجت کے بعد استنجاء خشک کرنے کے لئے بجائے مٹی کے ڈھیلے کے، عورتوں کی ماہواری حیض کی گدی سے استنجاء کر رہا ہوں، یہ خواب دوپہر میں قیلولہ میں سوتے وقت دیکھا، اس خواب کی کیا تعبیر ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اہلیہ کے ساتھ مباشرت میں اس کا خیال رکھا کریں کہ وہ ماہواری سے فارغ ہونے کے بعد پوری طرح غسل کر کے پاک صاف ہو جائے، تب مباشرت کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ۔

☆......☆......☆......☆......☆

كتاب الطهارة

باب في نواقض الوضوء

(نواقضِ وضوکا بیان)

کیا آنکھ کے زخم کا پانی ناقضِ وضو ہے؟

سوال[۱۰۱۷۱]: زید کی آنکھ سے بعض مرتبہ کسی تکلیف کی وجہ سے پانی آتا ہے اور زید امام بھی ہے اور یہ پانی نماز پڑھنے کے دوران بھی آجاتا ہے، ایسی صورت میں نماز درست ہو جاتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر اندرونِ جسم کوئی زخم ہے اس سے مواد کی صورت میں پانی آجاتا ہے، تو یہ ناقضِ وضو اور مفسدِ صلوۃ ہے، اگر یہ بات نہیں تو ناقضِ وضو اور مفسدِ صلوۃ نہیں ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند، ۸/۱/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین، ۱۲/۱/۸۸ھ۔

---

(۱) "لاينقض لو خرج من أذنه ونحوها كعينه وثديه قيح ونحوه كصديد وماء سرة وعين لابوجع، وإن خرج به أي: بوجع نقض؛ لأنه دليل الجرح". (الدرالمختار، كتاب الطهارة، مطلب في ندب مراعاة الخلاف: ۱/۱۴۷، سعيد)

"الطاهر إذا خرج من السبيلين نقض الوضوء كالريح بخلاف غير السبيلين كالدمع والعرق ...... إن كان الماء يسيل من الجرح ينقض الوضوء". (البحرالرائق، كتاب الطهارة: ۱/۸۲، رشيديه)

"الدم، والقيح، والصديد، وماء الجرح، والنفطة، والسرة، والثدي، والعين، والأذن لعلة سواء على الأصح. ولوصب دهناً في أذنه فمكث في دماغه ثم سال من أذنه أو من أنفه لاينقض الوضوء". =

کیا صرف لیٹنا ناقض وضو ہے؟

سوال[۱۰۱۷۲]: مسائل کی کتاب میں لکھا ہے کہ چت یا کروٹ سونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ کیا صرف چت یا کروٹ سونے سے ٹوٹ جاتا ہے یا نیند لگنا ضروری ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

صرف لیٹنے سے وضو نہیں ٹوٹتا، خواہ چت لیٹے یا کروٹ پر، نیند لگنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے(۱)، چاہے کروٹ سے لگی ہو یا چت سے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/ ۷/ ۹۶ھ۔

پلوتھا مارے ہوئے نیند کا حکم

سوال[۱۰۱۷۳]: کوئی شخص باوضو پلوتھا(۲) مار کر نماز کی حالت کی طرح بیٹھا ہوا ہے، داخل نماز

= (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الطهارة، الباب الأول، الفصل الخامس في نواقض الوضوء: ١/ ١٠، رشيديه)

(١) "عن علي رضي الله تعالىٰ عنه، قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "وكاء السه العينان، فمن نام فليتوضأ" رواه أبوداود.

قال الشيخ الإمام محي السنة، رحمه الله تعالىٰ: هذا في غير القاعد (هذا) أي: هذا الحكم (في غير القاعد) أي: من النائمين يعني هذا فيمن نام مضطجعاً، فأما من نام قاعداً ممكناً مقعده من الأرض ثم استيقظ ومقعده ممكن كما كان فلا يبطل وضوءه وإن طال نومه". (مرقاة المفاتيح، كتاب الطهارة، باب مايوجب الوضوء، الفصل الثاني، رقم الحديث: ٣١٦: ٢/ ٣٦، رشيديه)

"وينقضه حكماً نوم يزيل مسكة أي: قوة الماسكة بحيث تزول مقعدته من الأرض، وهو النوم على أحد جنبيه أو وركيه أو قفاه أو وجهه وإلا يزول مسكة لا ينقض وإن تعمده في الصلاة أو في غيرها على المختار كالنوم قاعداً، ولو مستنداً إلى ما لو أزيل لسقط، على المذهب، وساجداً أو محتبياً ورأسه على ركبتيه أو شبه المنكب الخ". (الدر المختار، كتاب الطهارة، مطلب في نواقض الوضوء: ١/ ١٤١، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الطهارة، الباب الأول، الفصل الخامس في نواقض الوضوء، ومنها النوم: ١/ ١٢، رشيديه)

(٢) "پلوتھا: سرین کے بل بیٹھنے کا خاص طریقہ"۔ (نوراللغات، ص: ۸۴۸، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور)

نہیں ہے، نیند آ گئی اس حالت میں اس کا ایک پاؤں زمین پر ٹک گیا، مگر نیند فوراً ٹوٹ گئی، تو وضو باقی رہا یا جاتا رہا؟ نیز ہاتھ ٹیکنے کے تھوڑی دیر بعد دونوں صورتوں کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہ اسی طرح بیٹھا رہا، بیٹھنے کی جگہ زمین سے نہیں اٹھی، تو وضو برقرار ہے(۱)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۷/۹۶ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

---

(۱) "وينقضه حكماً نوم يزيل مسكة أي: قوة الماسكة بحيث تزول مقعدته من الأرض ...... وإلا يزيل مسكة لاينقض، وإن تعمده في الصلاة أو غيرها على المختار، كالنوم قاعداً.

(قوله: كالنوم) مثال للنوم الذي لايزيل المسكة". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الطهارة، مطلب نواقض الوضوء: ۱/۱۴۱، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الطهارة، نواقض الوضوء: ۱/۵۲، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الطهارة، نواقض الوضوء: ۱/۳۵، مكتبه غفاريه كوئٹه)

باب الغسل

(غسل کا بیان)

نطفۂ ناپاک سے پیدا ہونے والا کیسے پاک ہو سکتا ہے؟

سوال[۱۰۱۷۴]: ایک صاحب کا کہنا ہے کہ جب کہ انسان کا وجود ہی نطفہ سے ہے، تو غسل سے اور وضو سے کیسے پاک ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قطرۂ ناپاک کی ماہیت بدل دی گئی، اس کو اشرف المخلوقات بنا دیا(۱)، اب اگر وہ ناپاک ہو جائے تو اس کے پاک ہونے کی صورت بتادی گئی۔

﴿إذا قمتم إلى الصلوة فاغسلوا وجوهكم﴾ ﴿وإن كنتم جنبا فاطهروا﴾(۲)۔ واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: نظام الدین، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) قال الله تعالى: ﴿ولقد خلقنا الإنسان من سللة من طين ○ ثم جعلنه نطفة في قرار مكين ○ ثم خلقنا النطفة علقة فخلقنا العلقة مضغة فخلقنا المضغة عظما فكسونا العظم لحماً ثم انشأنه خلقا آخر فتبرك الله أحسن الخلقين﴾ (المؤمنون: ۱۲-۱۴)

"فهذا يدلك على أن الإنسان أحسن خلق باطناً وظاهراً جمال هيئة وبديع تركيب، الرأس بما فيه، والصدر بما جمعه، والبطن بما حواه، والفرج وما طواه، واليدان وما بطشتاه، والرجلان وما احتملتاه؛ ولذلك قالت الفلاسفة: إنه العالم الأصغر؛ إذ كل ما في المخلوقات جمع فيه". (أحكام القرآن للقرطبي، التين: ۲۰/۸۴، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في روح المعاني، التين: ۳۰/۱۷۵، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۲) (المائدة: ۶)

الفصل الأول في فرائض الغسل

(فرائضِ غسل کا بیان)

غسل میں کلی کا بھول جانا

سوال[۱۰۱۷۵]: غسل کرتے وقت اگر کلی کرنا بھول جائے جب یاد آجائے، کر لینا۔ مسائل کی کتاب میں لکھا ہے کہ کیا جسم کے سوکھ جانے کپڑے وغیرہ پہننے کے بعد بھی کر سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر واجب ادا کرتے ہوئے کلی کرنا یاد نہ رہا، تو بدن خشک ہونے سے پہلے یا بعد میں جب بھی یاد آئے، کلی کرے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۹/۱/۸۸ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

---

(۱) "ترک المضمضة او الاستنشاق أو لمعة من أي موضع كان من البدن ناسياً فصلى، ثم تذكر ذلك يتمضمض أو يستنشق أو يغسل اللمعة، ويعيد ما صلى إن كان فرضاً لعدم صحته". (الحلبي الكبير، كتاب الصلاة، فرائض الغسل، ص: ۵۰، سهيل اكيڈمی لاهور)

"(وإذا نسي المضمضة والاستنشاق في الجناية حتى صلى لم يجزه) وهو عندنا؛ فإن المضمضة والاستنشاق فرضان في الجنابة، سنتان في الوضوء". (كتاب المبسوط، كتاب الصلاة، باب الوضوء والغسل: ۱/۱۷۷، مكتبه غفاريه)

"نسي المضمضة أوجزأمن بدنه فصلى، ثم تذكر فلونفلاً لم يعده لعدم صحة شروعه".

(قوله: نسي المضمضة) أي: في الغسل المفروض (قوله: فلو نفلاً لم يعد) وأما الفرض فيطالب بأدائه لعدم انعقاده". (حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الصلاة، كتاب الطهارة: ۱/۸۹، دار المعرفة بيروت)

الفصل الثاني في موجبات الغسل

(موجباتِ غسل کا بیان)

کیا شراب موجبِ غسل ہے؟

سوال[۱۰۱۷۶]: شراب پی کر وضوکر کے نماز پڑھی جاسکتی ہے یا نہیں؟ جب کہ نشہ نہ ہو۔ رات کو شراب پی تھی، صبح بغیر غسل کئے صرف وضوکر کے نماز پڑھی گئی، تو آیا غسل ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

شراب پینا حرام ہے۔ اس کے پینے والے پر حدیث شریف میں لعنت آئی ہے(۱) اور قرآنی حکومت

---

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿يا أيها الذين امنو إنما الخمر والميسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشيطان فاجتنبوه لعلكم تفلحون﴾ (المائدة: ۹۰)

"عن ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: لعن الله الخمر، وشاربها، وساقيها، وبائعها، ومبتاعها، وعاصرها، ومعتصرها، وحاملها، والمحمولة إليه". (سنن أبي داود، كتاب الأشربة، باب تحريم الخمر: ۱۶۲/۲، رحمانيه لاهور)

"اقتضت هذه الأية تحريم الخمر من وجهين: أحدهما قوله: (رجس) لأن الرجس اسم في الشرع لما يلزم اجتنابه؛ ويقع اسم الرجس على الشيء المستقذر النجس، وهذا أيضاً يلزم اجتنابه فأوجب وصفه إياها بأنها رجس لزوم اجتنابها، والوجه الأخر: قوله تعالى: ﴿فاجتنبوه﴾ وذلك أمر والأمر يقتضي الإيجاب، فانتظمت الأية تحريم الخمر من هذين الوجهين". (أحكام القرآن للجصاص، المائدة، باب تحريم الخمر: ۶۴۸/۲، قديمي)

"(وحرم قليلها وكثيرها) بالإجماع (لعينها) أي: لذاتها وفي قوله تعالىٰ: ﴿إنما الخمر والميسر﴾ الآية، عشر دلائل على حرمتها مبسوطة في المجتبى وغيرها". (الدرالمختار، كتاب الأشربة: ۴۴۸/۶، ۴۴۹، سعيد)

ہوتو حد بھی جاری کرنے کا حکم ہے(۱)۔ تاہم اس سے غسل واجب نہیں ہوتا، بلا غسل بھی وضو کر کے نماز درست ہے(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۳/۱۴۰۱ھ۔

ایضاً

سوال[۱۰۱۷۷]: ایک شخص نمازی ہے، مگر کمبخت شرابی ہے، بعد نمازِ عشاء شراب پیتا ہے، تو وہ صبح کی نماز بغیر غسل کے پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

شراب پینا کبیرہ گناہ ہے، اس پر لعنت ہوتی ہے(۳)، مگر اس سے غسل واجب نہیں ہوتا(۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) "يحد مسلم، ناطق، مكلف، شرب الخمر ولو قطرة ...... ثمانين سوطاً". (الدرالمختار، كتاب الحدود، باب حد الشرب: ۳۷/۴، ۴۰، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الحدود، باب حد الشرب: ۴۷/۵، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الحدود، الباب السادس في حد الشرب: ۱۶۰/۲، رشيديه)

(۲) "المعاني الموجبة للغسل إنزال المني على وجه الدفق والشهوة من الرجل والمرأة حالة النوم واليقظة، والتقاء الختانين من غير إنزال، والحيض، وكذا النفاس بالإجماع". (الهداية، كتاب الطهارة، فصل في الغسل: ۳۱/۱، ۳۲، مكتبه شركت علميه ملتان)

"يفترض الغسل بواحد من سبعة أشياء: أولها: خروج المني إلى ظاهر الجسد إذا انفصل عن مقره، وهو الصلب بشهوة، وكان خروجه من غير جماع كاحتلام ...... ومنها: تواري حشفة، وتواري قدرها من مقطوعها في أحد سبيلي آدمي حي فيلزمهما الغسل ...... ومنها: وجود ماء رقيق بعد الانتباه من النوم ...... ومنها: وجود بلل ظنه منيا بعد إفاقته إن سكر وبعد إفاقته من إغماء احتياطاً. ويفترض بحيض، ونفاس بعد الطهر من نجاستهما بالانقطاع إجماعاً". (مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، كتاب الطهارة، فصل مايوجب الاغتسال، ص: ۹۶، ۱۰۰، قديمى)

(وكذا في مختصر القدوري، كتاب الطهارة، ص: ۷، ۸، قديمى)

(۳) تقدم تخريجه تحت عنوان: "کیا شراب موجبِ غسل ہے؟"۔

(۴) تقدم تخريجه تحت عنوان: "کیا شراب موجبِ غسل ہے؟"۔

باب التیمم

(تیمّم کے احکام کا بیان)

تنگیٔ وقت کی وجہ سے تیمّم کا حکم

سوال[۱۰۱۷۸]: میرا ایک چھوٹا سا کمرہ ہے اور میں ایک چھوٹے سے بچے کی ماں ہوں، رات میں اپنے شوہر سے ہمبستری کرتی ہوں اور مجھے صبح میں فجر سے پہلے پانی سے نہانے کا موقع نہیں ملتا ہے، کیا جسم میں جہاں نجاست لگی ہو، اُسے دھوکر تیمّم کرکے فجر کی نماز ادا کرسکتی ہوں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب تک عذرِ شرعی نہ ہو، تیمّم کافی نہیں، دیر میں اٹھنا وقت تنگ ہوجانا عذر نہیں، اس لئے تیمّم کی اجازت نہیں ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۸/۸۸ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

---

(۱) "ولا يتيمم لفوت جمعة، ووقتٍ، ولو وتراً؛ لفواتها إلى بدل". (الدر المختار، كتاب الطهارة، باب التيمم: ۱/۲۴۶، سعيد)

"الأصل: أن كل موضع يفوت فيه الأداء لا إلى الخلف، فإنه يجوز له التيمم، وما يفوت إلى خلف، لايجوز له التيمم كالجمعة، كذا في الجوهرة النيرة". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الطهارة، الباب الرابع في التيمم، الفصل الثالث في المتفرقات: ۱/۳۱، رشيديه)

"ولو خاف خروج الوقت لو اشتغل بالوضوء في سائر الصلاة ماعدا صلاة الجنازة والعيد لايتيمم عندنا، بل يتوضوء ويقضي الصلاة وإن خرج الوقت". (الحلبي الكبير، فصل في التيمم، ص: ۸۳، سهيل اكيڈمی لاهور)

أحكام المعذورين

(معذور کے احکام کا بیان)

معذور کی تعریف اور حکم

سوال[۱۰۱۷۹]: مسئلہ یہ ہے کہ ناچیز ایک بیماری میں مبتلا ہے۔ مجھے ریح کی بیماری ہے، وضو کرتا ہوں، لیکن بار بار پیچھے کی راہ سے ہوا نکل جاتی ہے، کوئی پانچ منٹ کے بعد یا دس منٹ کے بعد یا پندرہ منٹ کے بعد ہوا نکلتی رہتی ہے، کئی بار تو ایک منٹ بھی نہیں ہوتا ہے کہ ہوا نکل جاتی ہے، اس وجہ سے مجھے نماز میں بہت تکلیف ہوتی ہے۔ مہربانی فرما کر کچھ راستہ بتائیے، کہ اس کے بارے میں شریعت کا کیا مسئلہ ہے؟ بار بار وضو چلے جانے کی وجہ سے میں نماز کو ایک بار وضو کر کے ادا کر لیتا ہوں، تو نماز ہوگئی یا نہیں اور اس طرح ادا کی ہوئی نماز کو لوٹانا پڑے گا یا نہیں؟ یا نماز ہو جائے گی۔

کبھی کبھی جاگ کر اٹھنے کے بعد کبھی کبھی وضو ۲۰ یا ۲۵ منٹ تک رہتا ہے یا کبھی آدھ گھنٹہ تک بھی رہتا ہے روزانہ پانچ وقت کی نماز میں سے ایک دو بار کی نماز میں ہی ایسا نہیں ہوتا، باقی اکثر ٹائم بھی ایسا ہوتا ہی رہتا ہے۔ ہوا نکلنے کا ایسا موقع کبھی کبھی پیش آتا ہے، باقی اکثر ٹائم پر ہوا چھوڑتی رہتی ہے۔ مجھے یہ بیماری دو تین سال سے ہے، میری ابھی تک تو نمازوں کو ایک بار ہی وضو کر کے ادا کرتا رہتا ہوں پر دو تین بار بھی وضو کیا۔

الجواب حامداً ومصلياً:

ایک دفعہ آپ اندازہ کر لیں اس طرح کہ مثلاً: مغرب کا وقت ڈیڑھ گھنٹہ کے قریب ہوتا ہے اس پورے وقت میں اگر آپ کو اتنا وقت بھی نہ ملے، کہ آپ وضو کر کے مغرب کی نماز اس وضو سے ادا کر سکیں، بلکہ ہوا نکلتی رہے تو آپ معذور ہیں (۱)۔ آپ کا حکم یہ ہے کہ ہر نماز کا وقت آنے پر تازہ وضو کر لیا کریں، پھر جب

---

(۱) "(والمعذور من لا يمضي عليه وقت صلاة إلا والذي ابتلي به يوجد فيه) هذا تعريف المعذور في حالة البقاء، وأما في حالة الابتداء فإن يستوعب استمرار العذر وقت الصلاة كاملاً". (مجمع الأنهر، =

دوسری نماز کا وقت آئے، تو پھر وضو کرلیں (۱)۔

غرض ایک وقت کی نماز کے لئے ایک وضو کافی ہے اور دوسری وقت کی نماز کے لئے دوسرا وضو کریں، جب تک وقت باقی رہے گا اس وضو سے نماز درست ہوگی، غرض اس طرح وقت کے اندر اندر ہوا نکلنے سے دوبارہ وضو کرنا ضروری نہیں، پھر آپ معذور ہی رہیں گے اور یہ ضروری نہیں کہ ہر وقت کی نماز کا حال ایسا ہی رہے، بلکہ پورے وقت میں ایک دو بار ہوا نکلتی رہے تب ہی معذور ہوں گے، اگر چہ ۲۰، ۲۵ منٹ تک ہوا نہ نکلے۔ جب کسی ایک نماز کا پورا وقت مثلاً: مغرب کا وقت ڈیڑھ گھنٹہ اس طرح گزر جائے کہ بالکل ہوا نہ نکلے تو آپ معذور نہیں رہیں گے (۲) پھر

= كتاب الطهارة، فصل في المعذور: ۱/۸۵، مكتبه غفاريه كوئٹه)

"وصاحب عذر من به سلس بول لا يمكنه إمساكه أو استطلاق بطن أو انفلات ريح أو استحاضة ..... إن استوعب عذره تمام وقت صلاة مفروضة بأن لايجد في جميع وقتها زمنا يتوضأ ويصلي فيه خالياً عن الحدث". (الدرالمختار، كتاب الطهارة، باب الحيض، مطلب في أحكام المعذور: ۱/۳۰۵، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الطهارة، الباب السادس، الفصل الرابع، ومما يتصل بذلك أحكام المعذور: ۱/۴۰، ۴۱، رشيديه)

(۱) "وحكمه الوضوء لكل فرض، ثم يصلي به فيه فرضاً ونفلاً، فإذا خرج الوقت بطل أي: ظهر حدثه السابق". (الدرالمختار، كتاب الطهارة، باب الحيض، مطلب في أحكام المعذور: ۱/۳۰۵، ۳۰۶، سعيد)

(وكذا في الفقه الإسلامي وأدلته، المطلب الثامن وضوء المعذور: ۱/۴۴۳، رشيديه)

(وكذا في ملتقى الأبحر، كتاب الطهارة، فصل في المعذور: ۱/۸۴، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(۲) "وفي حق الزوال يشترط استيعاب الانقطاع تمام الوقت حقيقة؛ لأنه الانقطاع الكامل". (قوله: وفي حق الزوال) أي: زوال العذر، وخروج صاحبه عن كونه معذوراً (قوله: تمام الوقت حقيقة) أي: بأن لايوجد العذر في جزء منه أصلاً فيسقط العذر من أول الانقطاع". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الطهارة، باب الحيض، مطلب في أحكام المعذور: ۱/۳۰۵، سعيد)

"ثم إذا انقطع وعاد في وقت آخر إن استمر العذر وقتاً كاملاً كان صاحب عذرٍ وإلا فلا". (حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب الطهارة، باب الحيض، قبيل باب الأنجاس: ۱/۱۵۵، دارالمعرفة بيروت)

(وكذا في الدرالمنتقى المعروف بسكب الأنهر، كتاب الطهارة، فصل في المعذور: ۱/۸۲، مكتبه غفاريه كوئٹه)

جب بھی ہوا نکلے دوبارہ وضو کی ضرورت ہوگی۔ خدائے پاک آپ کو شفاعطا فرمائے۔ واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۸۸/۸/۲۹ھ۔

الجواب صحیح: نظام الدین دار العلوم دیوبند، ۸۸/۹/۱ھ۔

تقاطر مذی کا حکم

سوال[۱۰۱۸۰]: زید کو دو دن تک مذی کے قطرات نکلتے ہیں، پھر دو دن بند ہو کر پھر یہ مرض شروع ہو جاتا ہے۔ کیا یہ بیماری میں شمار کیا جائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر بحالتِ قیام نماز پڑھتے وقت رکوع وسجود میں مذی کے قطرات نکلتے ہیں اور بیٹھ کر نہیں نکلتے، تو نماز بیٹھ کر پڑھنی چاہیے(۱)، اگر دو روز یہ حالت رہتی ہے کہ نماز پڑھنے کا وقت بغیر قطرات کے نہیں ملتا، تو وہ دو دن میں معذور ہے، پھر جب یہ حالت نہیں رہتی، تو وہ معذور نہیں رہتا (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۸۸/۱/۱۹ھ۔

---

(۱) "وما لو صلى قائماً سلس بوله، ولو صلى قاعداً لا، فإنه يصلي قاعداً". (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب صلاة المريض: ۱۹۹/۲، رشيديه)

"وكذا إن صلى قائماً سلس بوله أو سال جرحه أو لم يقدر على القراءة، ولو صلى قاعداً لم يصبه شيء يصلي قاعداً، كذا في السراجية". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الرابع عشر في صلاة المريض: ۱۳۶/۱، رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، باب صلوة المريض، ص: ۴۳۱، قديمى)

(۲) "وصاحب عذر من به سلس بول لا يمكنه إمساكه أو استطلاق بطن أو انفلات ريح أو استحاضة ...... إن استوعب عذره تمام وقت صلاة مفروضة بأن لايجد في جميع وقتها زمنا يتوضأ ويصلي فيه خالياً عن الحدث ...... وهذا شرط العذر في حق الابتداء، وفي حق البقاء، كفى وجوده في جزء من الوقت ولو مرة. وفي حق الزوال يشترط استيعاب الانقطاع تمام الوقت حقيقة؛ لأنه الانقطاع الكامل". (الدر المختار، كتاب الطهارة، باب الحيض، مطلب في أحكام المعذور: ۳۰۵/۱، سعيد)

"شرط ثبوت العذر ابتداء أن يستوعب استمراره وقت الصلاة كاملاً وهو الأظهر كالانقطاع=

طہارت ونماز میں وہم

سوال[۱۰۱۸۱]: گزارش یہ ہے کہ احقر کوشک اور وہم کا مرض ہے، غسل وغیرہ یا دوسری پاکی میں تسلی نہیں ہوتی، انتہاء یہ کہ پانی ڈالتا ہوں، لیکن پھر بھی وہم باقی رہتا ہے، وضو ہے یا کسی قسم کی طہارت ہے؟

حتیٰ کہ نماز میں بھی دعا نہیں پڑھتا ہوں اور مکرر پڑھتا ہوں، بار بار یہی وسوسہ لگا رہتا ہے، وضو کریں یا نماز پڑھے اور اعادہ کرتا رہتا ہوں۔لہٰذا آپ کی خدمت میں عریضہ تحریر کیا ہے، تاکہ جناب مجھے کوئی وظیفہ یا تعویذ بتائیے، تو میری یہ حالت بدل جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

محترمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

آپ "لا حول ولا قوة إلا بالله العلي العظيم" کثرت سے پڑھا کریں(۱) اور کچھ مدت کسی

= لايثبت مالم يستوعب الوقت كله ...... وشرط بقائه أن لايمضي عليه وقت فرض إلا والحدث الذي ابتلي به يوجد فيه هكذا في التبيين". (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الطهارة، ومما يتصل بذلك أحكام المعذور: ۱/۴۰، ۴۱، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الطهارة، فصل في المعذور: ۱/۸۵، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(۱) "وضد جميع وساوس الشيطان ذكر الله بالاستعاذة والتبري عن الحول والقوة، وهو معنى قولك: أعوذ بالله من الشيطان الرجيم ولا حول ولا قوة إلا بالله العلي العظيم، وذلك لايقدر عليه إلا المتقون الغالب عليهم ذكر الله تعالىٰ". (إحياء علوم الدين، كتاب شرح عجائب القلب، بيان تسليط الشيطان على القلب بالوساوس ...... الخ: ۳/۴۷، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "يأتي الشيطان أحدكم، فيقول: من خلق كذا؟ من خلق كذا؟ حتى يقول: من خلق ربك؟ فإذا بلغه؛ وليستعذ بالله ولينته".

(فليستعذ بالله) طرداً للشيطان إشارة إلى قوله تعالىٰ: ﴿إلا عبادك منهم المخلصين﴾ وإيماء إلى قوله عليه الصلوة والسلام: "لاحول ولا قوة إلا بالله" فإن العبد بحوله وقوته ليس له قوة المغالبة مع الشيطان ومجادلته، فيجب عليه أن يلتجئ إلى مولاه يعتصم بالله من الشيطان الذي أوقعه في هذا الخاطر الذي لا أقبح منه ...... الخ". (مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح، كتاب الإيمان، باب الوسوة، رقم =

بزرگ کی خدمت میں جا کر رہیں، حق تعالیٰ آپ کو اس پریشانی سے نجات دے آمین۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۸/۲/۲۲ھ

☆......☆......☆......☆......☆

= الحدیث: ٦٥: ١/٢٢٦، رشیدیہ)

"وأما قوله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فلیستعذ باللہ ولینتہ: فمعناه إذا عرض له هذا الوسواس فليلجأ إلى الله تعالى في دفع شره عنه، وليعرض عن الفكر في ذلك". (شرح صحيح مسلم للنووي، باب بيان الوسوسة في الإيمان: ١/١٥٥، المطبعة المصرية ومكتبتها)

باب في الأنجاس وتطهيرها

(نجاست اور اس سے پاکی کا بیان)

کتے کی قے اور پائخانہ سے مسجد کو پاک کرنا

سوال[۱۰۱۸۲]: زید نے جب کہ وہ مسجد میں نماز کے لئے داخل ہوا، تو اندرونی حصہ میں ایک سمت کتے کا پاخانہ دیکھا اور دوسری طرف اس کی قے مشاہدہ کی، تو مسجد کی صفائی اور مشکوک صفوں کی پاکی کا کیا طریقہ ہوگا؟ کیا محض قے کو اس کے مقام سے دور کردینا کافی ہوگا، یا شک وشبہ کے ماتحت تمام مسجد اور سب صفوں کو دھوکر پاک کرنا ضروری ہے؟ اور کتنی مرتبہ دھونا درست ہوگا؟ صرف سرسری اور محدود صفائی سے زید کو اطمینان نہیں ہے، اس لئے جب سے یہ صورت پیش آئی ہے، مسجد مذکور میں نماز ادا کرنے کے بجائے گھر پر ہی نماز ادا کرنا مناسب خیال کیا ہے۔ اس کا کچھ جواز ہوسکتا ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس جگہ "مسجد یا صف پر" کتے کا پاخانہ یا قے موجود ہو، اس کو صاف اور پاک کردینا ضروری ہے۔ تب اس جگہ نماز پڑھی جائے۔ تمام مسجد اور تمام صف کا پاک کرنا ضروری نہیں (۱)۔ شک کو ختم کردیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) "هي ستة: طهارة بدنه من حدث وخبث ..... ومكانه أي: موضع قدميه أو إحداهما إن رفع الأخرى وموضع سجوده اتفاقاً في الأصح، لاموضع يديه وركبتيه على الظاهر إلا إذا سجد على كفه كما سيجيء من الثاني أي: الخبث، لقوله تعالىٰ: ﴿وثيابک فطهر﴾، فبدنه ومكانه أولى لأنها ألزم". (الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة: ۱/۴۰۲، ۴۰۳، سعيد)

"(يجب) أي: يفرض (على المصلي) أي: من يريد أن يصلي قبل الشروع في الصلاة (أن يزيل النجاسة) المانعة (عن بدنه وثوبه والمكان الذي يصلي فيه) أي: عليه ..... أو المراد المكان الذي يقع فعل =

ناپاک گھی اور مٹی کے برتن کو پاک کرنے کا طریقہ

سوال[۱۰۱۸۳]: کسی گھی یا دودھ کے مٹی کے برتن میں چوہا گرکر مرجائے تو اس دودھ یا گھی کو استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر ناجائز ہے تو اس برتن کا دھونے کے بعد استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ کیونکہ عوام میں مشہور ہے کہ مٹی کے برتن میں چوہا مرجائے یا کتا مٹی کے برتن میں منہ ڈال دے، تو وہ مٹی کا برتن دھونے سے بھی پاک نہیں ہوتا، کیا اس کی کچھ اصل ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

گھی اگر جما ہوا ہے تو چوہا نکال کر اس کے آس پاس سے تھوڑا تھوڑا نکال کر پھینک دے، باقی پاک ہے(۱)، اگر گھی پتلا بہتا ہوا ہے، تو سب ناپاک ہوگیا اس کے پاک کرنے کی صورت یہ ہے کہ اس میں اس کے برابر پانی ملا کر آگ پر پکایا جائے، جو پانی سے جل جائے، تو پھر اتنا ہی پانی ڈال کر پکالیا جائے، اسی طرح تین دفعہ پکانے سے پاک ہوجاتا ہے۔ یہ صورت بھی ہوسکتی ہے کہ گھی کے برابر پانی ملا کر رکھ دیا جائے، جب گھی اوپر آجائے اور پانی نیچے رہ جائے تو گھی کو الگ کرلیا جائے، پھر اسی طرح کیا جائے، تین دفعہ اس طرح کرنے سے پاک ہوجائے گا(۲)۔

= الصلاة فيه". (الحلبي الكبير، كتاب الصلاة، الشرط الثاني الطهارة، ص: ۱۷۷، سهيل اكيڈمی لاهور)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة: ۱/۴۶۵، رشيديه)

(۱) "أنّ فأرة وقعت في سمن، فماتت، فسئل رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فقال: "ألقوها وماحولها وكلوه" رواه البخاري. (مشكاة المصابيح، كتاب الصيد، باب مايحل أكله: ۲/۸۱، دارالكتب العلمية بيروت)

"الفأرة لو ماتت في السمن إن كان جامداً قورماحوله ورمي به، والباقي طاهر يؤكل ...... وحد الجامد أنه إذا أخذ من ذلك الموضع لايستوي من ساعته، وإن كان يستوي فهو مائع". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الطهارة، الباب السابع في النجاسة، الفصل الأول: ۱/۴۵، رشيديه)

"وتقورنحو سمن جامد بأن لايستوي من ساعته ...... لأن السمن الجامد لم يتنجس كله، بل ما ألقي منه فقط". (ردالمحتار، كتاب الطهارة، باب الأنجاس: ۱/۳۱۴، سعيد)

"ألا ترى أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم حكم بطهارة ما جاور السمن الذي جاور الفأرة، وحكم بنجاسة ما جاوراء الفأرة". (بدائع الصنائع، كتاب الطهارة، في الفأرة تموت في السمن: ۱/۲۲۵، رشيديه)

(۲) "ويطهر لبن، وعسل، ودبس، ودهن يغلى ثلاثاً". (الدرالمختار). "لو تنجس العسل فتطهيره أن =

دودھ میں چوہا گر کر مرنے سے ناپاک ہوجاتا ہے(۱)۔

مٹی کا برتن تین دفعہ دھونے سے پاک ہوجاتا ہے، خواہ کسی طرح ناپاک ہوا ہو، اس کو مٹی سے رگڑ کر دھو لیا جائے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۹۳/۱/۱۳ھ۔

= يصب فيه ماء بقدره فيغلي حتى يعود إلى مكانه، والدهن يصب عليه الماء، فيغلي، فيعلو الدهن الماء، فيرفع بشيء، هكذا ثلاث مرات، وهذا عند أبي يوسف خلافاً لمحمد، وهو أوسع، وعليه الفتوىٰ". (ردالمحتار، كتاب الطهارة، باب الأنجاس: ۱/۳۳۴، سعيد)

"ولو تنجس العسل فتطهيره أن يصب فيه ماء بقدره، فيغلي حتى يعود إلى مكانه والدهن يصب عليه الماء، فيغلي، فيعلو الدهن الماء، فيرفع بشيء، هكذا يفعل ثلاث مرات". (درر الحكام في غرر الأحكام، باب تطهير الأنجاس: ۱/۴۵، مير محمد كتب خانه كراچی)

"تنجس العسل، يلقى في طنجير، ويصب عليه الماء، ويغلي حتى يعود إلى مقداره، هكذا ثلاثاً فيطهر. قالوا: وعلى هذا الدبس، الدهن النجس يغسل ثلاثاً بأن يلقى في الخابية، ثم يصب فيه مثله ماء، ويحرك، ثم يترك حتى يعلو الدهن، فيؤخذ ويثقب أسفل الخابية حتى يخرج الماء، هكذا ثلاثاً فيطهر". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الطهارة، الباب السابع في النجاسة، الفصل الأول: ۱/۴۳، رشيديه)

(۱) "فأرة وجدت في قمقمة ولم يدر هل ماتت فيها، أو في جرة، أو في بئر، يحمل على القمقمة". (الدرالمختار). "صورته: ملأجرة من بئر، ثم ملأ قمقمة من تلك الجرة، ثم وجدت في القمقمة فأرة وفي نهاية الحديث: القمقمة مايسخن فيه الماء من نحاس وغيره ويكون ضيق الرأس". (ردالمحتار، كتاب الطهارة، باب الأنجاس: ۱/۳۴۸، سعيد)

(وكذا في الحلبي الكبير، باب الأنجاس، ص: ۱۵۰، سهيل اكيڈمی لاهور)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، باب الأنجاس: ۱/۲۸، رشيديه)

(۲) "الأواني ثلثة أنواع: خزف وخشب وحديد ونحوها ... فإن كان الإناء من خزف أو حجر وكان جديداً ودخلت النجاسة في أجزائه يحرق، وإن كان عتيقا يغسل". (حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، باب الأنجاس: ۱/۱۶۳، دار المعرفة بيروت)

"دن الخمر إذا غسل ثلاثاً وكان عتيقاً مستعملاً يطهر". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الطهارة، باب الأنجاس: ۱/۴۳، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار، باب الأنجاس: ۱/۳۳۲، سعيد)

باب الاستنجاء

(استنجاء کا بیان)

استنجاء وغسل کے وقت استقبالِ قبلہ

سوال[۱۰۱۸۴]: آیا مسجد میں غسل خانہ یا استنجاء پاک کرنے کی جگہ اگر اس طریقہ سے بنوالی جائے کہ اگر نہانے کے لئے جائیں یا استنجاء پاک کرنے کی غرض سے جائیں تو قبلہ کی طرف نشست ہوتی ہے۔ اگر دوسری طرف سے کھڑے ہوں یا بیٹھیں تو منہ قبلہ کی طرف ہوتا ہے یہ درست ہے؟ اگر درست نہیں، تو اس کے لئے کیا حکم ہے۔ مشرح طریقہ سے تحریر فرمائیں۔ اگر ایسے غسل خانہ بنے ہوئے ہوں، تو اس کے لئے کیا کرنا چاہیے؟

الجواب حامداً ومصلياً

استنجاء پاک کرنے کے لئے قبلہ رو بیٹھنا یا غسل کے لئے قبلہ رو ہونا خلافِ ادب ہے(۱)، اس لئے یا تو ان غسل خانوں کا رخ بدلوا دیا جائے اور اگر دشواری ہو، تو پھر لوگوں کو چاہئے کہ وہ استنجاء پاک کرتے وقت اور غسل کرتے وقت غرض بحالتِ برہنگی قبلہ رو نہ ہوا کریں، بلکہ رخ ذرا بدل کر استنجاء وغسل کریں (۲)۔

---

(۱) (ردالمحتار مع الدر المختار، کتاب الطهارة، باب الأنجاس، فصل الاستنجاء: ۱/۳۴۱، سعيد)

"(قوله: لم يكره) أي: تحريماً على ما اختاره التمرتاشي. أما التنزيهية فثابتة لقول الحلبي "تركه أدب". (حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب الطهارة، فصل الاستنجاء: ۱/۱۶۲، دارالمعرفة)

(وكذا في الحلبي الكبير، كتاب الطهارة، مطلب في آداب الوضوء، ص: ۲۸، سهيل اكيڈمی لاهور)

"وآدابه كآدابه سوى استقبال القبلة؛ لأنه يكون غالباً مع كشف عورة. (قوله مع كشف عورة) فلو كان متزراً فلا بأس به". (ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الطهارة، مطلب سنن الغسل: ۱/۱۵۶، سعيد)

(۲) "عن أبي أيوب الأنصاري (رضي الله تعالىٰ عنه): أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "إذا أتيتم الغائط فلا تستقبلوا القبلة ولا تستدبروها، ولكن شرقوا أو غربوا". .... =

"کره تحريماً استقبال قبلة، واستدبارها لأجل بول أو غائط، فلو للاستنجاء لم يكره". (درمختار مع هامش الشامي: ١/٢٢٨).

"لم يكره أي: تحريماً لما في المنية: أن تركه أدب، ولما مر في الغسل أن من ادابه أن لايستقبل القبلة؛ لأنه يكون غالباً مع كشف العورة حتى لوكانت مستورة لا بأس به". (شامی، نعمانیه: ١/٢٢٨.

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۱۰/۱۱/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ ہذا۔

عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم۔

ایسے زیور کے ساتھ بیت الخلا میں جانا، جس پر اللہ لکھا ہو

سوال[۱۰۱۸۵]: عورتیں جو برائے تزئینِ شوہر گلے میں ہار پہنی ہوئی ہوں، ان میں بعض جگہ اللہ یا محمد کا نام لکھا ہوتا ہے تو آیا اس ہار کو پہنے ہوئے بیت الخلاء میں جانا کیسا ہے؟ مکروہ ہے، تو اس کو متعین کریں۔ مکروہ تنزیہی ہے یا تحریمی؟

= قال أبو أيوب: فقد منا الشام فوجدنا مراحيض قد بنيت قبل القبلة فنحرف ونستغفر الله".
(صحيح البخاري، كتاب الصلاة، باب قبلة أهل المدينة: ١/٥٧، قديمى)

"قوله: فكنا ننحرف عنها ونستغفر الله تعالىٰ، يعني كنا نجلس مستقبل القبلة نسياناً على وفق بناء المراحيض ثم ننتبه على ذلك الهيئة المكروة، فننحرف عنها، ونستغفر الله تعالىٰ". (بذل المجهود، كتاب الطهارة، باب كراهية استبقال القبلة عند قضاء الحاجة: ١/٧، قاسمية ملتان)

"قوله: فننحرف عنها الضمير إما يرجع إلى القبلة فالمعنى: كنا نتخلى فيها، ونميل عن سمت القبلة قدر ما أمكن لنا، ونستغفر الله تعالىٰ من عدم تحويل السمت كاملاً وهو الأقرب". (معارف السنن، باب النهي عن استقبال القبلة بغائط أو بول: ١/٩٠، سعيد)

"ولو غفل عن ذلك وجلس يقضي حاجته، ثم وجد نفسه كذلك فلا بأس، لكن إن أمكنه الانحراف ينحرف فإنه عد ذلك من موجبات الرحمة، فإن لم يفعل فلا بأس اهـ". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها، مطلب في أحكام المساجد: ١/٦٥٥، سعيد)

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ نام پاک کے احترام کے خلاف ہے، مکروہ تحریمی ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/ ۷/ ۱۴۰۶ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

---

(۱) "ویکره الدخول للخلاء، ومعه شيء مكتوب فيه اسم الله أو قرآن وفي حاشية الطحطاوي: "لما روى أبوداود والترمذي عن أنس قال: كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: إذا دخل الخلاء نزع خاتمه أي: لأن نقشه محمد رسول الله". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الطهارة، فصل فيما يجوز به الاستنجاء، ص: ۵۴، قديمی)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الطهارة، فصل الاستنجاء، مطلب في الفرق بين الاستبراء والاستنقاء والاستنجاء: ۱/۳۴۵، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الطهارة، الباب السابع: ۱/۵۰، رشيديه)

کتاب الصلاۃ

کیا بغیر نماز پڑھے بخشش ہوجائے گی؟

سوال[۱۰۱۸۲]: کچھ لوگ جونماز پڑھتے ہیں، بے نمازیوں کوبھی نماز پڑھنے کی دعوت دیتے ہیں، وہ جواب دیتے ہیں: ''تم جونمازیں پڑھتے ہو، ہمیں علم ہے، ہم انشاء اللہ خدا کے فضل وکرم سے ویسے ہی بخشے جائیں گے''۔ یہ کس حد تک ٹھیک ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

پانچ وقت کی نماز فرض عین ہے(۱)، اس کے ترک پر سخت وعید آئی ہے، حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی ترک نہیں فرمائی، حالانکہ بخشے بخشائے تھے، تارک نماز کے متعلق ارشاد ہے کہ اس کا حشر فرعون وہامان وغیرہ کے ساتھ ہوگا(۲)، اس سے بے پروائی اختیار کرنا نہایت خطرناک ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۴/۱۴۰۱ھ۔

(۱) ''عن عبادة بن الصامت رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ''خمس صلوات افترضهن الله تعالى، من أحسن وضوئهن وصلاهن لوقتهن وأتم ركوعهن وخشوعهن، كان له على الله عهد أن يغفر له، ومن لم يفعل ذلك فليس له على الله عهد، إن شاء غفر له وإن شاء عذبه''. (مشكاة المصابيح، كتاب الصلاة، الفصل الثاني: ۱/۵۸، قديمي)

''هي فرض عين على كل مكلف ...... ويكفر جاحدها بدليل قطعي ...... الخ''. (الدر المختار، كتاب الصلاة: ۱/۳۵۱، ۳۵۲، سعيد)

''(اعلم) ... (بأن الصلاة) ..... (فريضة) أي: مفروضة مقطوع بالحكم بها ..... (ثابتة) ..... (بالكتاب) أي: بالقرآن ..... (والسنة) .... الخ''. (الحلبي الكبير، ص: ۲، سهيل اكيڈمي لاهور)

(۲) ''عن عبدالله بن عمرو بن العاص رضي الله تعالى عنه، عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: أنه ذكر الصلاة يوماً، فقال: من حافظ عليها، كانت له نوراً وبرهاناً ونجاة يوم القيمة، ومن لم يحافظ عليها، لم =

تعزیہ داری چھوڑنے کے لئے نماز چھوڑنے کی شرط

سوال[۱۰۱۸۷]: زید نماز بھی پڑھتا ہے اور تعزیہ داری بھی کرتا ہے، اگر اس سے کہا جاتا ہے کہ تم تعزیہ داری چھوڑ دو، تو وہ یہ شرط لگاتا ہے کہ میں تعزیہ داری اس وقت چھوڑ دوں گا جب کہ نماز بھی چھوڑ دوں گا، بکر نے اس کو شرط سے بچانے کے لئے کہا کہ ٹھیک ہے، تم تعزیہ داری چھوڑ دو اور نماز چھوڑ دو، کیا بکر کا یہ کہنا درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نماز خدائے پاک کا فریضہ ہے، جس کا ادا کرنا ہر مسلمان کے ذمہ فرض ہے(۱)، مروجہ تعزیہ شیطان کی اطاعت ہے، شیطان کی اطاعت سے روکنے کے لئے یہ شرط لگانا کہ خدا کا فریضہ بھی ترک کر دے گا، یہ غلط ہے۔ اس کا کسی کو بھی حق نہیں، لہٰذا زید کا شرط لگانا بھی غلط ہے اور بکر کا اس شرط کو منظور کرنا بھی غلط ہے، بکر کو اس کا کوئی حق نہیں، اس کو بھی توبہ لازم ہے، زید بھی شیطان کی اطاعت چھوڑ دے اور خدائے پاک کے فریضہ پر قائم رہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۱/۹۶ھ۔

تارکِ نماز کا کیا حکم ہے؟

سوال[۱۰۱۸۸]: ایک خاص مسئلہ حضور سے دریافت طلب ہے، وہ یہ کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جو

= تكن له نورا ولا برهاناً ولا نجاة، وكان يوم القيمة مع قارون وفرعون وهامان وأبي بن خلف".

(مشكاة المصابيح، كتاب الصلاة، الفصل الثالث: ۱/۵۸، ۵۹، قديمي)

(وكذا في مسند الإمام أحمد بن حنبل، مسند عبدالله بن عمرو رضي الله تعالىٰ عنهما، رقم: ۶۵۴۰: ۲/۳۵۷، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿وأقيموا الصلوة واتو الزكوة﴾ (البقرة: ۴۳)

"عن عبدالله بن الصامت (رضي الله تعالىٰ عنه)، قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "خمس صلوات افترضهن الله تعالىٰ، من أحسن وضوئهن وصلاهن لوقتهن ... الخ". (مسند الإمام أحمد بن حنبل، حديث عبادة بن الصامت (رضي الله تعالىٰ عنه): ۲/۴۳۲، رقم: ۲۲۱۹۶، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"هي فرض عين على كل مكلف". (الدر المختار، كتاب الصلاة: ۱/۳۵۱، ۳۵۲، سعيد)

جمعہ کی نماز پڑھتے ہیں اور دوسری نمازیں بالکل نہیں پڑھتے اور کچھ ایسے بھی ہیں کہ صرف عید و بقرعید کی نماز پڑھتے ہیں اور سال بھر فرض نمازیں اور جمعہ کی نماز بھی نہیں پڑھتے، ان کے لئے شریعت کا کیا مسئلہ ہے؟ وہ مسلمان رہ جاتے ہیں یا نہیں؟ اگر وہ اس ترک نماز کی حالت میں فوت ہو جائیں، تو ان کا شریعت کے مطابق مسلمانوں میں شمار ہوگا یا نہیں؟ اور کچھ لوگ کوئی نماز بھی ساری عمر میں نہیں پڑھتے، لیکن نماز سے انکار نہیں کرتے، ان کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نماز فرض عین ہے، جو شخص بلا عذر عمداً نماز ترک کردے، قضا پڑھنے کی بھی نیت نہ ہو اور خوف عذاب بھی نہ ہو، تو فقہاء نے ایسے شخص کی تکفیر کی ہے، جیسا کہ مجمع الأنہر میں موجود ہے(۱) اور حدیث میں صاف صاف آیا ہے کہ:

"من ترك الصلوة متعمداً فقد كفر جهاراً، كما في الجامع الصغير"(۲)۔

تاہم ایسے شخص کے ساتھ معاملہ مسلمان ہی جیسا کرنا چاہیے، وہ مرجائے تو غسل وکفن ونماز جنازہ کے

---

(۱) "فمن أنكر شرعيتها كفر بلا خوف". (مجمع الأنهر، كتاب الصلاة: ۱/۱۰۳، مكتبه غفاريه كوئته)

"ويكفر بترك الصلاة متعمداً غير ناوٍ للقضاء، وغير خائف من العقاب". (البحر الرائق، كتاب السير. باب أحكام المرتدين: ۵/۲۰۶، رشيديه)

"هي فرض عين على كل مكلف ... ويكفر جاحدها لثبوتها بدليل قطعي، وتاركها عمداً مجانة، أي: تكاسلاً فاسق، يحبس حتى يصلي. لأنه لحق العبد، فحق الحق أحق". (الدر المختار، كتاب الصلاة: ۱/۳۵۱، ۳۵۲، سعيد)

(وكذا في الترغيب والترهيب، كتاب الصلاة، الترهيب من ترك الصلاة تعمداً وإخراجها عن وقتها تهاوناً: ۱/۱۳۸، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) (فيض القدير شرح الجامع الصغير، رقم الحديث: ۸۵۸۷: ۱۱/۵۲۳۸، مكتبه نزار مصطفى الباز مكة)

بعد دفن کیا جائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۴/۱۴۰۱ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

---

(۱) "وهي فرض على كل مسلم مات خلا أربعة: (بغاة) اهـ". (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة: ۲/۲۱۰، سعيد)

"وأما بيان من يصلى عليه، فكل مسلم مات بعد الولادة يصلى عليه، صغيراً كان أو كبيراً، ذكراً كان أو أنثى، حراً كان أو عبداً، إلا البغاة وقطاع الطريق، ومن بمثل حالهم، لقول النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "صلوا على كل بر وفاجر" وقوله: "للمسلم ست حقوق وذكر من جملتها: أن يصلى على جنازته من غير فصل". (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل في بيان من يصلى عليه: ۲/۳۳۶، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلاة، باب الجنائز، الفصل الخامس في الصلاة على الميت: ۱/۱۶۲، ۱۶۳، رشيديه)

باب المواقیت

الفصل الأول في أوقات الصلاة

(اوقاتِ نماز کا بیان)

فجر کی نماز کا وقتِ مستحب

سوال[۱۰۱۸۹]: حنفی صاحب کے نزدیک فجر کا وقت کب شروع ہوتا ہے اور بطریقِ سنت، نماز جماعت کس ٹائم گھنٹہ کے وقت کے مطابق کھڑی ہونی چاہیے؟ میں شرع کے مطابق وقت معلوم کرنا چاہتا ہوں، جو کہ ہمارے آقائے نامدار کا نماز پڑھنے کا وقت تھا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فجر کی نماز، عامۃً صبح صادق ہونے پر اتنی دیر کے بعد ادا فرمایا کرتے تھے کہ زیادہ تاریکی ختم ہو کر ایسی حالت ہو جائے کہ لوگ ایک دوسرے کو دیکھ کر صورت پہچان لیں، جس کو عربی میں اِسفار کہتے ہیں(۱)۔

---

(۱) "عن أبي سمرة قال: حدثني أبو طريف: أنه كان شاهداً مع رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم حصن الطائف، فكان يصلي بنا صلاة الفجر حتى لو أن إنساناً رمى بنبله أبصر مواقع نبله". (شرح معاني الآثار، كتاب الصلاة، باب الوقت الذي يصلى فيه الفجر أي وقت هو: ۱/۱۲۲، سعيد)

"عن رافع بن خديج قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول: أسفروا بالفجر فإنه أعظم للأجر .. قال أبوعيسى: حديث رافع بن خديج حديث حسن صحيح". (جامع الترمذي، أبواب الصلاة، باب ماجاء في الإسفار بالفجر: ۱/۴۰، سعيد)

"قال عبدالله بن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه: "ما صلى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم صلاة قبل ميقاتها إلا صلاتين: صلاة العصر بعرفة، وصلاة الفجر بمزدلفة" فإنه قد غلس بها، فسمى =

اس کا اندازہ یہ ہے کہ نماز ختم ہونے پر اگر یہ معلوم ہو کہ نماز صحیح نہیں ہوئی، تو دوبارہ قرأت مسنونہ کے ساتھ اس کو سورج نکلنے سے پہلے لوٹایا جائے (۱)۔ اس طرح اس زمانہ کا نمازوں کے وقت کو بیان کیا جا سکتا ہے، کیونکہ اس وقت گھڑی، گھنٹہ، منٹ کا حساب نہیں کیا جاتا تھا، آپ سورج نکلنے سے پندرہ منٹ پہلے نماز ختم کردیں گے تو انشاء اللہ یہ نماز سنت کے موافق ہوگی (۲)۔ طلوع وغروب سال بھر میں مختلف رہتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۱۱/۱۴۰۰ھ۔

= التغليس بالفجر صلاة قبل الميقات؛ فعلم أن العادة كانت في الفجر الإسفار". (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل في بيان شرائط الأركان: ۱/۵۷۴، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الحلبي الكبير، كتاب الصلاة، الشرط الخامس الوقت، ص: ۲۳۲، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۱) "والمستحب للرجل الابتداء في الفجر بإسفارٍ والختم به هو المختار بحيث يرتل أربعين آية، ثم يعيده بطهارة لو فسد، وقيل: يؤخر جداً.

(قوله: ثم يعيده بطهارة) أي: يعيد الفجر أي: صلاته مع ترتيل القراءة المذكوره ويعيد الطهارة لو فسد بفسادها أو ظهر فسادها بعدمها ناسياً. والحاصل: أن حد الإسفار أن يمكنه إعادة الطهارة ولو من حدث أكبر ...... وإعادة الصلاة على الحالة الأولىٰ قبل الشمس". (ردالمحتار مع الدرالمختار، كتاب الصلاة، مطلب في نوع الشمس من مغربها: ۱/۳۶۶، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الصلاة: ۱/۴۲۹، رشيديه)

(وكذا في الحلبي الكبير، كتاب الصلاة، الشرط الخامس الوقت، ص: ۲۳۲، ۲۳۳، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۲) "عن أبي هريرة (رضي الله تعالىٰ عنه) قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: إن للصلاة أولاً وآخراً، وإن أول وقت صلاة الظهر حين تزول الشمس ...... وإن أول وقت صلاة الظهر حين تزول الشمس ...... وإن أول وقت الفجر حين يطلع الفجر وإن آخر وقتها حين تطلع الشمس". (جامع الترمذي، أبواب الصلاة، باب منه: ۱/۳۹، ۴۰، سعيد)

"ووقت صلاة الصبح من طلوع الفجر مالم تطلع الشمس، فإذا طلعت الشمس، فأمسك عن الصلاة قوله: (مالم تطلع الشمس) أي: شيء منها". (مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح، كتاب الصلاة، باب المواقيت، الفصل الأول، رقم الحديث: ۵۸۱: ۲/۲۶۲، رشيديه)

(وكذا في الدرالمختار، كتاب الصلاة، مطلب في تعبده عليه الصلاة والسلام قبل البعثة: ۱/۳۵۷-۳۵۹، سعيد) .... =

وقت فجر میں تین طرح کا عمل

سوال[۱۰۱۹۰]: جب مسجد کی گھڑی کا وقت ریڈیو کے وقت کے مطابق ہو اور نقشہ طلوع وغروب میں طلوع آفتاب کا وقت سات بج کر ۲۰ منٹ دکھایا گیا ہو۔

''الف'' وضو کر کے سات بج کر دس منٹ پر مسجد میں داخل ہوتا ہے۔ اور طلوعِ آفتاب کا انتظار کرتا ہے اور تیس منٹ گزارنے کے بعد سات بج کر چالیس منٹ پر فجر قضا پڑھتا ہے۔

''ب'' وضو کر کے سات بج کر پندرہ منٹ پر مسجد میں آتا ہے۔ اور فوراً دو رکعت نماز فجر ادا کر لیتا ہے۔ جو ۷ بج کر ۱۸ منٹ میں فارغ ہو سکتا ہے۔

دو سنت ۷ بج کر ۳۵ منٹ پر قضا پڑھتا ہے۔ ''ب'' کا خیال یہ ہے کہ طلوعِ آفتاب سے دو منٹ قبل تک، ادا نماز کا وقت ہے۔ صرف طلوعِ آفتاب کے وقت سجدہ حرام ہے۔

''ج'' وضو کر کے سات بج کر ۳۰ منٹ پر مسجد میں داخل ہوتا ہے۔ فوراً دو رکعت نماز سنت قضا پڑھ کر دو رکعت نماز فرض قضاء پڑھتا ہے۔

''ج'' کا خیال ہے کہ طلوعِ آفتاب کا وقت گزر چکا، سورج باہر ہو چکا، چونکہ موت کا کوئی بھروسہ نہیں ہے، لہٰذا نمازِ فجر پڑھنی چاہیے۔

استفسار یہ ہے کہ ان تینوں حضرات۔ ''الف''، ''ب''، ''ج'' کے عمل میں کیا کوتاہی ہے؟ کس کو کس جگہ اصلاح کر لینی چاہیے؟ کس کا خیال درست اور کس کا نادرست ہے؟ کس کو نماز لوٹانا واجب ہے کس کو نہیں؟ مسئلہ صرف نمازِ فجر سے متعلق ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب کہ طلوعِ شمس سے دس منٹ قبل ''الف'' کو نماز کا وقت ملا، پھر بھی اس نے نمازِ فجر ادا نہیں کی، بلکہ بیٹھ گیا، یہاں تک کہ سورج نکل آیا اور اس نے قضا نماز پڑھی، تو الف گنہگار رہا(۱)۔ کنارۂ آفتاب ظاہر ہونے

= (وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل في بيان شرائط الأركان، ومنها: الوقت: ۱/۵۵۸، دار الكتب العلمية بيروت)

(۱) "عن ابن شهاب الزهري قال: قال سعيد بن المسيب: إن أبا قتادة بن ربعي أخبره قال: قال رسول =

سے پہلے تک نمازِ فجر کا وقت رہتا ہے۔ اس کا یہ کہنا کہ نماز اور سجدہ اس وقت ہی حرام ہے، غلط ہے(۱)۔ البتہ کنارۂ آفتاب ظاہر ہونے پر نمازِ فجر کا وقت ختم ہوگیا۔ اس وقت سجدہ کرنا بھی منع ہے(۲)۔ البتہ اس کی تحقیق اگر

= الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : قال الله عز وجل: إني فرضت على أمتك خمس صلوات وعهدت عندي عهداً أنه من جاء يحافظ عليهن لوقتهن أدخلته الجنة، ومن لم يحافظ عليهن فلا عهد له عندي".

(سنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب في المحافظة على الصلوات: ۱/۶۳، رحمانيه لاهور)

"عن ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما، قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : "الذي تفوته صلاة العصر، فكأنما وتر أهله وماله" متفق عليه. ......قال ابن عبد البر: ويحتمل أن يلحق بالعصر باقي الصلوات، وقد نبّه بالعصر على غيرها، وخصت بالذكر لكونها الوسطى فتركها أقبح من غيرها".

(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب الصلاة، باب تعجيل الصلوات، رقم الحديث: ۵۹۴: ۲/۲۸۱، رشيديه)

"﴿فويل للمصلين الذين هم عن صلاتهم ساهون﴾ ..... وإما عن فعلها في الوقت المقدر لها شرعاً فيخرجون عن وقتها بالكلية، كما قاله مسروق وأبو الضحى". (تفسير ابن كثير، الماعون: ۴/۷۱۸، مكتبة دار السلام)

(۱) "عن ابي هريرة (رضي الله تعالىٰ عنه) قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : إن للصلاة أولاً وآخراً، وإن أول وقت صلاة الظهر حين تزول الشمس ..... وإن أول وقت صلاة الظهر حين تزول الشمس ..... وإن أول وقت الفجر حين يطلع الفجر وإن آخر وقتها حين تطلع الشمس". (جامع الترمذي، أبواب الصلاة، باب منه: ۱/۳۹، ۴۰، سعيد)

"ووقت صلاة الصبح من طلوع الفجر مالم تطلع الشمس، فإذا طلعت الشمس، فأمسك عن الصلاة قوله: (مالم تطلع الشمس) أي: شيء منها". (مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح، كتاب الصلاة، باب المواقيت، الفصل الأول، رقم الحديث: ۵۸۱: ۲/۲۶۲، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الصلاة، مطلب في تعبده عليه الصلاة والسلام قبل البعثة: ۱/۳۵۷-۳۵۹، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل في بيان شرائط الأركان، ومنها: الوقت: ۱/۵۵۸، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "عن عقبة بن عامر الجهني يقول: ثلاث ساعات كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : ينهانا =

کی ہے کہ نقشہ طلوع وغروب میں تحریر کردہ وقت صحیح نہیں، بلکہ کنارۂ آفتاب سات بج کر دس منٹ پر ظاہر ہوتا ہے، تو ''الف'' کا اس وقت نماز نہ پڑھنا درست ہوا۔ اور طلوع کے بعد آفتاب کی زردی ختم ہوکر سفیدی نمایاں ہوجائے، اس وقت نماز پڑھنا درست ہوتا ہے(۱)۔ اور ۲۰ منٹ گزرنے پر اس میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا، بلکہ اس سے پہلے ہی سورج کا رنگ صاف ہوجاتا ہے۔

''ب'' نے جو نمازِ فجر ادا کی ہے وہ صحیح وقت پر ادا کی ہے(۲)۔ پھر اگر یہ اندیشہ تھا کہ سنت ختم ہونے سے پہلے ہی کنارۂ آفتاب ظاہر ہوجائے گا، اس لئے اس وقت سنت ادا نہ کی، بلکہ طلوعِ آفتاب کے ۱۵ منٹ بعد قضا پڑھی تو وہ صحیح ہوگی (۳)۔ سنت کا وقت فرض سے پہلے ہے، البتہ فرض کے بعد طلوع سے پہلے سنت کا پڑھنا

= أن نصلي فيهن أو أن نقبر فيهن موتانا، حين تطلع الشمس بازغة حتى ترتفع، وحين يقوم قائم الظهيرة حتى تميل الشمس، وحين تضيف الشمس للغروب حتى تغرب". (صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب الأوقات نهي عن الصلاة فيها: ۱/ ۲۷۶، قديمي)

"(وكره) تحريماً، وكل مالا يجوز مكروه (صلاة) مطلقاً (ولو) قضاء أو واجبة أو نفلاً أو (على جنازة وسجدة تلاوة وسهو) ... (مع شروق) ...... (واستواء) ... (وغروب إلا عصر يومه) فلا يكره فعله لأدائه، قوله: (مع شروق) وما دامت العين لا تحار فيها فهي في حكم الشروق ... أقول: ينبغي تصحيح مانقلوه عن الأصل للإمام محمد رحمه الله تعالى من أنه مالم ترتفع الشمس قدر رمح فهي في حكم الطلوع". (ردالمحتار مع الدرالمختار، كتاب الصلاة، مطلب يشترط العلم بدخول الوقت: ۱/ ۳۷۰-۳۷۲، سعيد)

(وكذا في مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في الأوقات المكروهة، ص: ۱۸۵، ۱۸۶، قديمي)

(۱) (حواله بالا، يعني حتى ترتفع ... مالم ترتفع الشمس قدر رمح الخ)

(۲) راجع رقم الحاشية: ۱، ص: ۴۴۷

(۳) "(وإذا خاف فوت ركعتي الفجر لاشتغاله بسنتها تركها لكون الجماعة أكمل (وإلا لا)".

(قوله: إذا خاف الخ) علم منه ما إذا غلب على ظنه بالأولى، نهر. وإذا تركت لخوف فوت الجماعة فالأولى أن تترك لخوف خروج الوقت". (ردالمحتار مع الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب إدراك الفريضة: ۲/ ۵۶، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب إدراك الفريضة: ۱/ ۳۰۰، دارالمعرفة بيروت)

"ومن انتهى إلى الإمام في صلاة الفجر وهو لم يصل ركعتي الفجر إن خشي أن تفوته ركعة =

بھی مکروہ ہے(۱)۔

''ج'' کی یہ بات صحیح ہے کہ موت کا بھروسہ نہیں، مگر نماز پڑھنے کے لئے اتنا لحاظ کرنا چاہیے کہ سورج صاف ہوجائے، زردی ختم ہوجائے (۲)۔ اگر یہ بات دل میں پختہ ہوجائے کہ موت کا بھروسہ نہیں، تو انشاء اللہ تعالیٰ نماز قضا کرنے کی نوبت ہی نہ آئے گی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۷/۴/۱۴ھ۔

نمازِ فجر دن کی نماز ہے یا رات کی؟

سوال[۱۰۱۹۱]: زید کہتا ہے کہ فجر کی نماز دن کی نماز ہے۔ عمر کہتا ہے کہ رات کی نماز ہے اور زید اپنی تائید میں جناب مولانا عبدالحیٔ صاحب لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ اور مولانا عاشق الٰہی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ میرٹھی اور حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول بطور استدلال پیش کرتا ہے اور عمر نہارِ عرفی کو استدلال میں پیش کرتا ہے، تو شرعاً فجر کی نماز دن کی نماز ہے یا رات کی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایک حدیث شریف میں ہے کہ ''صلوة النهار عجماء''(۳)، یعنی دن کی نماز میں قرأت زور سے

= ویدرک الأخرى یصلي رکعتي الفجر عند باب المسجد ثم یدخل؛ لأنه أمکنه الجمع بین الفضیلتین، وإن خشي فوتها دخل مع الإمام؛ لأن ثواب الجماعة أعظم والثواب بالترک ألزم بخلاف سنة الظهر حیث یترکها في الحالین''. (الهدایة، کتاب الصلاة، باب إدراک الفریضة: ۱/۱۵۲، شرکت علمیه ملتان)

(۱) ''وأما إذا فاتت وحدها فلا تقضی قبل طلوع الشمس بالإجماع، لکراهة النفل بعد الصبح''. (ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب إدراک الفریضة: ۲/۵۷، سعید)

''فأفاد المصنف أنها لا تقضی قبل طلوع الشمس أصلاً''. (البحر الرائق، کتاب الصلاة، باب إدراک الفریضة: ۲/۱۳۱، رشیدیه)

''وإذا ترکها فعندهما لا تقضی أصلاً لا قبل طلوع الشمس لکراهة النفل فیه''. (الحلبي الکبیر، کتاب الصلاة، فصل في النوافل، ص: ۳۹۷، سهیل اکیڈمی لاهور)

(۲) راجع رقم الحاشیة: ۱، ص: ۴۴۷

(۳) (تفسیر الطبري، بني إسرائیل: ۱۵/۱۲۵، دار المعرفة) .... =

نہیں کی جاتی۔ اس حدیث کے اعتبار سے فجر کی نماز کو دن کی نمازوں میں شمار نہ کرنا بھی درست ہے۔ اس لئے اس میں قرأت زور سے کی جاتی ہے، اس لئے کہ یہ رات کی نماز ہے۔ نیز لغۃً عرفاً دن سورج نکلنے سے شروع ہوتا ہے، اس لئے بھی فجر کی نماز دن کی نمازوں میں داخل نہیں، کیونکہ طلوع شمس سے پہلے پڑھی جاتی ہے، اصطلاح شرع میں نہار (دن) کی ابتداء صبح صادق سے ہوتی ہے(۱)۔ صوم وغیرہ میں اس کا بھی اعتبار کیا گیا ہے اور نمازِ فجر کا وقت صبح صادق ہونے پر شروع ہوتا ہے حتیٰ کہ رات میں امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک فجر کی اذان بھی درست نہیں (۲)۔ نمازِ فجر دن کی نمازوں میں داخل ہے، اس لئے نہ یہ اختلاف کی چیز ہے، نہ آپس میں لڑنے

= (وكذا في إعلاء السنن، كتاب الصلاة، أبواب القراءة، باب وجوب الجهر في الجهرية والسر في السرية: ۴/۱، إدارة القرآن كراچي)

(۱) "(اليوم): معروف مقداره من طلوع الشمس إلى غروبها، أو من طلوع الفجر الصادق إلى غروب الشمس ...... والأخير تعريف شرعي عند الأكثر". (تاج العروس للإمام الزبيدي، فصل الياء من باب الميم: ۹/۱۱۵)

"(اليوم): زمن مقداره من طلوع الشمس إلى غروبها". (المجمع الوسيط: ۲/۱۰۶۷، انتشارات ناصر خسروا طهران ايران)

"یوم: طلوع آفتاب سے غروب آفتاب تک کا وقت"۔ (القاموس الوحید، ص: ۱۷۱۵، ادارہ اسلامیہ لاہور)

"اليوم: معروف مقداره من طلوع الشمس إلى غروبها أو من طلوع الفجر الصادق إلى غروب الشمس ...... والأخير تعريف شرعي عند الأكثر". (تاج العروس للإمام الزبيدي، فصل اليا من باب الميم: ۹/۱۱۵)

"(قوله: اليوم) أي: اليوم الشرعي من طلوع الفجر إلى الغروب". (ردالمحتار، كتاب الصوم: ۲/۳۷۱، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصوم: ۲/۴۵۴، رشيديه)

(۲) "وعند أبي حنيفة ومحمد لايؤذن في الفجر قبله لما رواه البيهقي: أنه عليه الصلاة والسلام قال: يا بلال! لاتؤذن حتى يطلع الفجر". (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۱/۴۵۷، رشيديه)

"وأما بيان وقت الأذان والإقامة، فوقتهما ما هو وقت الصلاة المكتوبات، حتى لو أذن قبل دخول الوقت لايجزئه ويعيده إذا دخل الوقت في الصلاة كلها: في قول أبي حنيفة ومحمد". (بدائع =

اور بحث کرنے کی چیز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۲/۸۶ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۴/۸۶ھ۔

جواب صحیح ہے: سید مہدی حسن غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۴/۸۶ھ۔

ظہر اور عصر کا وقت

سوال[۱۰۱۹۲]: ظہر اور عصر کا وقت احادیث کی روشنی میں کون سا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ظہر کے وقت کی ابتداء اس وقت سے ہے جب کہ استواء کے بعد زوال ہوکر سایہ بڑھنا شروع ہوجائے اور انتہا اس وقت ہے جب کہ ہر شی کا سایہ اس کے دو مثل ہوجائے، سایۂ اصلی کے علاوہ (۱)۔

= الصنائع، کتاب الصلاة، فصل في بيان وقت الأذان والإقامة: ۱/۲۵۸، دار الكتب العلمية بيروت)

"تقديم الأذان على الوقت في غير الصبح لايجوز اتفاقاً، وكذا في الصبح عند أبي حنيفة ومحمد رحمه الله تعالى، وإن قدم يعاد في الوقت هكذا في شرح مجمع البحرين لابن الملك".
(الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الثاني في الأذان: ۱/۵۳، رشيديه)

(۱) "(وأول وقت) (صلاة (الظهر زوال الشمس) أي الجزء الكائن بعيد زوال الشمس عن خط الاستواء من الزمان، وهذا أيضاً بالإجماع (وآخر وقتها عند أبي حنيفة إذا صار ظل كل شيء مثليه سوى فيء الزوال) أي: سوى الفيء الذي يكون للأشياء عند الزوال (وقالا) أي: أبويوسف ومحمد وهو قول الأئمة الثلاثة آخر وقتها (إذا صار ظل كل شيء مثله) سوى فيء الزوال ..... (وأول وقت) صلاة (العصر إذا خرج وقت الظهر على القولين) فعلى قوله إذا صار ظل كل شيء مثليه سوى فيء الزوال على القولين) فعلى قوله إذا صار ظل كل شيء مثليه سوى فيء الزوال، وعلى قولهما إذا صار مثله سواء (وآخر وقتها مالم تغرب الشمس) أي الجزء الكائن قبيل غروب الشمس من الزمان وهذا بالإجماع". (الحلبي الكبير، كتاب الصلاة، باب المواقيت، الشرط الخامس الوقت، ص: ۲۲۷، ۲۲۸، سهيل اكيڈمي لاهور)

"واختلف العلماء في أوقات الصلاة مع الاتفاق على أن الصلاة لها أوقات مخصوصة لاتجز =

عصر کے وقت کی ابتداء اس وقت سے ہے جب کہ ظہر کا وقت ختم ہوجائے اور انتہاء غروبِ شمس تک ہے(۱)۔

ظہر کے وقت کی ابتداء اور عصر کے وقت کی انتہاء میں جمہور کا مسلک بھی یہی ہے۔ظہر کے وقت کی انتہاء اور عصر کے وقت کی ابتداء میں اختلاف ہے(۲)۔دلائل سب کے پاس ہیں۔

گرمی میں ظہر کے وقت تاخیر مستحب ہے۔امام اعظم کی دلیل ظہر کے وقت کی ابتداء کے لئے یہ حدیث ہے۔

"فصلی بي الظهر حین زالت الشمس وکان قدر الشراك اهـ" أبوداود شریف(۳).

"والمراد منه أن وقت الظهر حین یأخذ الظل في الزیادة بعد الزوال اهـ". بذل المجهود: ۱/۲۲۶(٤).

ظہر کے وقت کی انتہاء کے لئے یہ حدیث ہے:

"فلما کان الغد صلی بي الظهر حین کان ظله مثله اهـ" أبوداود شریف(٥).

= قبلها، وأجمعوا علی أن ابتداء وقت الظهر الزوال ولا خلاف في ذلک یعتد به واختلف في آخره ... ثم اختلفوا في آخر وقت الظهر، فقال الأکثرون وفیهم أبویوسف ومحمد: آخر وقت الظهر إذا صار ظل کل شيء مثله، وهو روایة عن الإمام الأعظم أبي حنیفة رحمه الله تعالی، وقال أبوحنیفة رحمه الله تعالی ظاهر الروایة عنه: آخر وقت الظهر إذا صار الظل قامتین واحتجوا له بحدیث أمر فیه بإبراد الظهر حتی ساوی الظل التلول ولا یحصل ذلک الإبراد إلا إذا بلغ ظل کل شيء مثلیه، وأما أول وقت العصر فعلی الاختلاف الذي ذکرنا في آخر وقت الظهر". (بذل المجهود، کتاب الصلاة، باب المواقیت: ۱/۲۲۷، معهد الخلیل الإسلامي)

(وکذا في البحر الرائق، کتاب الصلاة: ۱/۴۲۵، ۴۲۶، رشیدیه)

(۱) راجع رقم الحاشیة: ۱، ص: ۴۵۱

(۲) راجع رقم الحاشیة: ۱، ص: ۴۵۱

(۳) (سنن أبي داود، کتاب الصلاة، باب المواقیت: ۱/٦۷، رحمانیه لاهور)

(وجامع الترمذي، أبواب الصلاة عن رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم، باب ماجاء في مواقیت الصلاة عن النبي صلی الله تعالی علیه وسلم: ۱/۳۸، سعید)

(۴) (بذل المجهود، کتاب الصلاة، باب المواقیت: ۱/۲۲٦، الخلیل الإسلامي)

(۵) (سنن أبي داود، کتاب الصلاة، باب المواقیت: ۱/٦۸، رحمانیه لاهور) ......

عصر کے وقت کی ابتداء کے لئے یہ دلیل ہے:

"وصلى بي العصر حين كان ظله مثليه اه" أبوداود شريف(١).

"أي: فرغ من الظهر حينئذ كما شرع في العصر في اليوم الأول حينئذ قال الشافعي وبه يندفع اشتراكهما في وقت واحد ويدل له خبر مسلم، وقت الظهر مالم يحضر العصر اه" بذل المجهود، ص: ٢٢٧(٢).

عصر کے وقت کی انتہاء کے لئے یہ دلیل ہے:

"من أدرك ركعة من العصر قبل أن تغرب الشمس فقد أدركها اه".

بذل المجهود: ١/٢٢٧(٣).

ٹیلوں کا سایہ برابر ہو جانے پر ظہر کی نماز پڑھنا امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے مسلک کے خلاف نہیں، بلکہ عین موافق ہے(۴)۔ دلائل کے تعارض، ترجیح، تضعیف، تنسیخ، تعدیل، تجریح وغیرہ مباحث کی تفصیل مطلوب ہو، تو شروح حدیث، فتح الملہم، بذل المجہود، فیض الباری، اوجز المسالک وغیرہ کا مطالعہ کریں۔

مثل اول پر نمازِ عصر پڑھنا

سوال[۱۰۱۹۳]: امام اہلِ حدیث اگر عصر کی نماز ایک مثل کے بعد پڑھے، تو کیا حنفی کی نماز ہو جائے گی؟

= (وجامع الترمذي، أبواب الصلاة عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، باب ماجاء في مواقيت الصلاة عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: ١/٣٨، سعيد)

(١) (سنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب المواقيت: ١/٢٨، رحمانيه لاهور)

(وجامع الترمذي، أبواب الصلاة عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، باب ماجاء في مواقيت الصلاة عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: ١/٣٨، سعيد)

(٢) (بذل المجهود، كتاب الصلاة، باب المواقيت: ١/٢٢٧، الخليل الإسلامى)

(٣) (بذل المجهود، كتاب الصلاة، باب المواقيت: ١/٢٢٧، الخليل الإسلامى)

(٤) راجع رقم الحاشية: ١، ص: ٤٥١

الجواب حامداً ومصلیاً:

بلاضرورت ایسا نہ کرے، ضرورۃً گنجائش ہے(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۳/۸۷ھ۔

کلاس میں حاضری کی مجبوری سے عصر ایک مثل پر پڑھنا

سوال[۱۰۱۹۴]: میں مقامی کالج میں ایم، اے اردو سال اول کا متعلم ہوں، ہماری کلاس شام کے اوقات میں لگتی ہے، کوئی نہ کوئی نماز بروقت شروع ہوکر ختم بھی ہوجاتی ہے، جب کہ ہم پڑھ رہے ہوتے ہیں، جواب طلب بات یہ ہے کہ آپ بتائیں کہ کیا میں اس نماز کو قبل از وقت پڑھ سکتا ہوں یا پھر قضاء پڑھوں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

پہلے پڑھنے کا کوئی حق ہی نہیں، الا یہ کہ اجازت ہو، جیسے عصر کی نماز کہ عامۃً سایہ دومثل ہونے پر ادا کی جاتی ہے، مگر ایک مثل پر بھی گنجائش ہے، لہٰذا عصر کی نماز مثل واحد پر پڑھ سکتے ہیں اس کی قضا نہ کریں(۲)، لیکن مغرب کی نماز غروب سے پہلے نہیں ہوسکتی(۳)۔اسی طرح ظہر کی نماز زوال آفتاب سے

(۱) "والأحسن ما في السراج عن شيخ الإسلام أن الاحتياط أن لا يؤخر الظهر إلى المثل، وأن لا يصلي العصر حتى يبلغ المثلين ليكون مؤديا للصلاتين في وقتها بالإجماع". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، مطلب في تعبده عليه الصلاة الخ: ۱/۳۵۹، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب الصلاة: ۱/۱۷۳، دارالمعرفة بيروت)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الصلاة: ۱/۴۲۵، ۴۲۶، رشيديه)

(۲) "وروى الحسن عن أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ أن آخر وقتها إذا صار ظل كل شيء مثله سوى فيء الزوال، وهو قول أبي يوسف، ومحمد، وزفر، والحسن، والشافعي". (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل في بيان شرائط الأركان: ۱/۵۲۱، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الدرالمختار، كتاب الصلاة: ۱/۳۵۹، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الصلاة: ۱/۴۲۵، رشيديه)

(۳) "وأما أول وقت المغرب: فحين تغرب الشمس بلا خلاف". (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل في بيان شرائط الأركان: ۱/۵۲۱، دارالكتب العلمية بيروت) .... =

پہلے نہیں ہوسکتی (۱)، مثل واحد پر ظہر کا وقت ختم ہوجاتا ہے۔ مگر ایک قول میں مثلین تک گنجائش ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۱۱/۹۰ھ۔

مغرب وعشاء کی نمازوں میں فاصلہ

سوال[۱۰۱۹۵]: مغرب کی نماز سے عشاء کی نماز تک کا کم ازکم کیا فاصلہ ہونا چاہیے؟ یہاں عام طور پر رواج بنایا گیا ہے کہ اس کے درمیان زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ کا فاصلہ رکھتے ہیں۔ اگر کوئی عالم یا عابد اس طریق کار کا شکار بن جائے، تو آپ اس کی نماز ہونے نہ ہونے کے بارے میں کیا فرمائیں گے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہمارے اطراف میں مغرب سے عشاء تک کا فاصلہ تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ ہوتا ہے، غروب شمس سے شفق

= "قوله: (والمغرب منه إلى غروب الشفق) أي وقت المعرب من غروب الشمس إلى غروب الشفق". (البحر الرائق، كتاب الصلاة: ۱/۴۲۲، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الصلاة: ۱/۳۶۱، سعيد)

(۱) "وأول وقت الظهر: فحين تزول الشمس بلا خلاف". (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل في بيان شرائط الأركان: ۱/۵۶۱، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة: ۱/، ۴۲۵، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الصلاة: ۱/۳۵۹، سعيد)

(۲) "وأما آخره: فلم يذكر في ظاهر الرواية نصاً، واختلفت الرواية عن أبي حنيفة، روى محمد عنه: إذا صار ظل كل شيء مثليه سوى فيء الزوال، المذكور في الأصل: ولا يدخل وقت العصر حتى يصير الظل قامتين ..... وروى الحسن عن أبي حنيفة أن آخر وقتها: إذا صار ظل كل شيء مثله، سوى فيء الزوال، وهو قول أبي يوسف، ومحمد وزفر والحسن". (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل في بيان شرائط الأركان: ۲/۵۶۱، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة: ۱/۴۲۵، رشيديه)

(وكذا في مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، كتاب الصلاة، ص: ۱۷۵، ۱۷۶، قديمى)

ابیض کے غروب ہونے تک اتنا ہی وقت ہوتا ہے(۱)، جس کا دل چاہے مشاہدہ کرلے یا یہاں کی جنتریوں میں دیکھ لے، اس سے کم فاصلہ پر عشاء کا وقت شروع نہیں ہوتا۔ لہٰذا یہ نماز قبل از وقت ہوئی، جس کو دوبارہ پڑھنا لازم ہے(۲)۔ ایک قول پر صحیح بھی ہوجائے گی(۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۳/۲۸ھ۔

---

(۱) "وأول وقت المغرب إذا غربت الشمس وآخر وقتها مالم يغب الشفق ..... ثم الشفق هو البياض الذي في الأفق بعد الحمرة عند أبي حنيفة وعندهما هو الحمرة وهو رواية عن أبي حنيفة". (الهداية، كتاب الصلاة، باب المواقيت: ۱/ ۸۱، ۸۲، مكتبه شركت علميه)

"والمغرب منه إلى غروب الشفق الأحمر وهو البياض.

قوله: (وهو البياض) أي: الشفق هو البياض عند الإمام، وهو مذهب أبي بكر الصديق، وعمر ومعاذ، وعائشة رضي الله تعالىٰ عنهم، وعندهما وهو رواية عنه هو الحمرة ..... فثبت أن قول الإمام هو الأصح، وبهذا ظهر أنه لايفتى ويعمل إلا بقول الإمام الأعظم". (البحر الرائق، كتاب الصلاة: ۱/ ۴۲۷، رشيديه)

(وكذا في كتاب المبسوط، كتاب الصلاة، باب المواقيت: ۱/ ۲۹۲، ۲۹۳، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(۲) "ومنها الوقت؛ لأن الوقت كما هو سبب لوجوب الصلاة فهو شرط لأدائها، قال الله تعالىٰ: ﴿إن الصلاة كانت على المؤمنين كتاباً موقوتاً﴾ أي: فرضاً مؤقتاً، حتى لايجوز أداء الفرض قبل وقته". (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل في بيان شرائط الأركان: ۱/ ۵۵۸، دار الكتب العلمية بيروت)

"ابتداء ببيان الوقت؛ لأنه سبب للوجوب وشرط للأداء". (فتح القدير، كتاب الصلاة، باب المواقيت: ۱/ ۲۱۷، مصطفى البابي الحلبي مصر)

"والشرط الخامس من الشروط الستة هو الوقت، قدمه على النية مع زيادة اهتمامها؛ لكونها شرطاً لكل صلاة كالاستقبال ..... ثم إن دخول الوقت شرط لصحة أداء الصلاة". (الحلبي الكبير، كتاب الصلاة، الشرط الخامس الوقت، ص: ۲۲۵، سهيل اكيڈمي لاهور)

(۳) مغرب کی انتہاء اور عشاء کی ابتداء غروبِ شفق پر ہوتی ہے۔ لیکن شفق کی مراد میں اختلاف ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اس سے شفق ابیض مراد لیتے ہیں جب کہ صاحبین رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول کے مطابق اس سے شفق احمر مراد ہے۔ لہٰذا ان کے قول کے مطابق نماز صحیح ہوجائے گی۔

"ووقت المغرب منه إلى غروب الشفق وهو الحمرة عندهما، وبه قالت الثلاثة، وإليه رجع الإمام كما في شروح المجمع وغيرهما، (قوله وإليه رجع الإمام) أي: إلى قولهما الذي هو رواية عنه أيضاً، وصرح=

صلوۃ الحاجۃ وغیرہ بعدِ مغرب پڑھنے کا حکم

سوال[۱۰۱۹۶]: کیا صلاۃِ حاجت، تحیۃ المسجد، تحیۃ الوضوبھی بعد المغرب بلا کراہت جائز ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بلا کراہت اجازت ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۲/۲۳ھ۔

= في المجمع بأن عليها الفتوىٰ، ورده المحقق في الفتح بأنه لايسعده رواية ولا دراية الخ. وقال تلميذه العلامة قاسم في تصحيح القدوري: إن رجوعه لم يثبت ...... وفي السراج: قولهما أوسع وقوله أحوط، والله أعلم". (ردالمحتار مع الدرالمختار، كتاب الصلاة، مطلب في الصلاة الوسطى: ۱/۳۶۱، سعيد)

"وأما أول وقت العشاء: فحين يغيب الشفق بلا خلاف بين أصحابنا لما روي في خبر أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه، وأول وقت العشاء حين يغيب الشفق" واختلفوا في تفسير الشفق: فعند أبي حنيفة: هو البياض، وهو قول أبي بكر، وعمر ...... وعند أبي يوسف ومحمد، والشافعي: هو الحمرة وهو قول عبدالله بن عباس وعبدالله بن عمر رضي الله تعالىٰ عنهم". (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل في بيان شرائط الأركان: ۱/۵۲۸، ۵۲۹، دارالكتب العلمية بيروت)

"ووقت المغرب منه إلىٰ غيبوتة الشفق وهو الحمرة عندهما، وبه يفتى ...... وقولهما أوسع للناس وقول أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ أحوط؛ لأنه الأصل في باب الصلاة أن لايثبت فيها ركن ولا شرط إلا بما فيه يقين". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الأول في المواقيت: ۱/۵۱، رشيديه)

(۱) "ولا بد أن نذكر أحكام تحية المسجد فنقول: هي على حذف مضاف أي: تحية رب المسجد؛ لأن المقصود منها التقرب إلى الله تعالىٰ لا إلى المسجد؛ لأن الإنسان إذا دل بيت الملك فإنما يحيي لا بيته ...... وقد ذكر الإجماع على سنيتها غير أن أصحابنا يكرهونها في الأوقات المكروهة ...... ففي أي وقت صلاها حصل المقصود من ذلك". (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها: ۲/۲۳، رشيديه)

"سن تحية المسجد بركعتين يصليها في غير وقت مكروه قبل الجلوس لقوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: إذا دخل أحدكم المسجد فلا يجلس حتى يركع ركعتين.

قوله: (في غير وقت مكروه) في القهستاني إذا دخل المسجد بعد الفجر، أو العصر لا يأتي =

انگلینڈ میں وقت عشاء

سوال[۱۰۱۹۷]: یہاں انگلینڈ میں آج کل چھ گھنٹے کی رات ہوتی ہے، تو اکثر فتوے کے مطابق شفق احمر کے بعد عشاء کی نماز پڑھی جاتی ہے۔ کوئی ایک گھنٹہ کے بعد، ڈیڑھ گھنٹہ کے بعد، کوئی سوا گھنٹہ کے بعد عشاء کی نماز پڑھتا ہے، لیکن ابھی بعض لوگ غروب کے بعد ۳۶/منٹ کے بعد یا ۴۳/منٹ کے بعد عشاء کی نماز پڑھتے ہیں، تو کیا عشاء کی نماز ہوجاتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

شفق احمر غروب ہونے پر بھی نماز عشاء کا وقت آجائے گا، جتنے منٹ بعد بھی غروب ہو، شفق ابیض غروب ہونے پر بالاتفاق وقت عشاء شروع ہوجائے گا(۱)۔

= بالتحية، بل يسبح، ويهلل ويصلي على النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل تحية المسجد، ص: ۳۹۴، قديمي)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل، مطلب في تحية المسجد: ۱۸/۲، سعيد)

(۱) "وأما أول وقت العشاء: فحين يغيب الشفق بلا خلاف بين أصحابنا لما روي في خبر أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه، وأول وقت العشاء حين يغيب الشفق". (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل في بيان شرائط الأركان: ۵۲۸/۱، دارالكتب العلمية بيروت)

"قوله: (والمغرب منه إلى غروب الشفق) أي: وقت المغرب من غروب الشمس إلى غروب الشفق لرواية مسلم "وقت صلاة مالم يسقط نور الشفق ..... قوله (وهو البياض) أي: الشفق هو البياض عند الإمام وهو مذهب أبي بكر الصديق وعمر وعائشة رضي الله تعالىٰ عنهم. وعندهما وهو رواية عنه هو الحمرة وهو قول ابن عباس وابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما ..... وفي السراج الوهاج: فقولهما أوسع للناس وقول أبي حنيفة أحوط". (البحرالرائق، كتاب الصلاة: ۴۲۶/۱، ۴۲۷، رشيديه)

"ووقت المغرب منه إلى غيوبة الشفق وهو الحمرة عندهما وبه يفتى هكذا في شرح الوقاية. وعند أبي حنيفة الشفق هو البياض الذي يلي الحمرة هكذا، وقولهما أوسع للناس، وقول أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ أحوط". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلاة، باب المواقيت، الفصل الأول: ۵۱/۱، رشيديه)

پنجگانہ نماز کے مستحب اوقات

سوال[۱۰۱۹۸]: باجماعت نمازِ پنجگانہ کے خصوصاً آج کل موسم گرما میں اول وبہتر اوقات کیا ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

فجر کی نماز اسفار میں پڑھنا مستحب ہے۔

"لقوله عليه الصلاة والسلام: أسفروا بالفجر فإنه أعظم للأجر". رواه الترمذي. (مشكاة شريف: ١/٦١)(١).

ظہر کی نماز ایک مثل کے اندر اندر ایسے وقت مستحب ہے کہ گرمی کی شدت میں کمی آجائے۔

"لقوله عليه الصلاة والسلام أبردوا بالظهر فإن شدة الحر من فيح جهنم". رواه البخاري: ١/٧٧(٢).

عصر کی نماز ایسے وقت مستحب ہے کہ دو مثل کے بعد سورج میں تغیر پیدا نہ ہو۔

"لأنه عليه الصلاة والسلام فكان يؤخر العصر ما دامت الشمس بيضاء نقية" رواه أبوداود: ١/٥٩(٣).

مغرب کی نماز آفتاب غروب ہونے پر جلدی پڑھنا مستحب ہے۔

"لأنه عليه الصلاة والسلام: كان يصلي المغرب إذا غربت الشمس وتوارت بالحجاب" رواه الترمذي(٤).

عشاء کی نماز کو ثلث لیل تک مؤخر کرنا مستحب ہے۔

"لقوله عليه الصلاة والسلام: لو لا أن أشق على أمتي لأمرتهم أن

---

(١) (مشكاة المصابيح، كتاب الصلاة، باب تعجيل الصلوات، الفصل الثاني، ص: ٦١، قديمى)

(٢) (صحيح البخاري، كتاب الصلاة، باب مواقيت الصلاة، باب الإبراد بالظهر: ٢/٧٧، قديمى)

(٣) (سنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب وقت صلاة العصر: ١/٧٠، رحمانيه لاهور)

(٤) (جامع الترمذي، أبواب الصلاة، باب ماجاء في وقت المغرب: ١/٤٢، سعيد)

يؤخروا العشاء إلى ثلث الليل أو نصفه" رواه الترمذي(١). وقال حديث حسن صحيح. (تبيين الحقائق: ١/٢٠١، ٨٣-٨٤)(٢).

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

تہجد کا وقت

سوال[۱۰۱۹۹]: ایک شخص دس گیارہ بجے نفل وتر پڑھ کر سوجاتا ہے کہ اگر تہجد کے لئے بیدار نہ ہوجائے تو نفل رات کی اس کو تہجد میں مجرا(۳) ملیں گے۔ یہ شخص بارہ ایک بجے جاگتا ہے، لیکن اس وقت تہجد اس نیت سے نہیں پڑھتا کہ شاید صبح کی نماز کے لئے بعد میں نہ جاگ سکے اور اخیر رات میں نماز پڑھتا ہے، اللہ تعالیٰ سے مغفرت کا طلب گار ہے اور اس وقت تہجد بھی ادا کرے اور ساتھ ہی نماز صبح بھی ادا کرے۔ اگر یہ شخص تہجد کے لئے صبح نہیں جاگتا، تو کیا سونے کے وقت کے نفل جو اس نے تہجد میں مجرا کیا ہے یا بارہ ایک بجے جب کہ وہ جاگے، اسی وقت تہجد ادا کرے؟ بہتر طریقہ سے مطلع فرمایئے۔

الجواب حامداً ومصلياً:

تہجد کا اصل وقت سوکر اٹھ کر اخیر شب ہے(۴)، اگر اس وقت نہ اٹھ سکے تو سونے سے پہلے بھی پڑھ لینے سے ثواب مل جائے گا(۵)، پھر سونے میں جس قدر تاخیر ہوجائے، مثلاً: ایک بجے سوئے گا تو اس وقت پڑھ لے یہ زیادہ اچھا ہے، اگرچہ دس بجے پڑھنے سے بھی اجر کا مستحق ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۱۲/۱۴۰۰ھ۔

---

(١) (جامع الترمذي، أبواب الصلاة، باب ماجاء في تأخير صلاة العشاء الآخرة: ١/٤٢، سعيد)

(٢) (تبيين الحقائق، كتاب الصلاة: ١/٢٢٥، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) "مجرا دینا: وضع کرنا، حساب میں لگادینا، حساب میں محسوب کردینا"۔ (فیروز اللغات، ص:۱۲۶۷، فیروز سنز لاہور)

(٤) "(وندب صلاة الليل) خصوصاً آخره كما ذكرناه، وأقل ماينبغي أن يتنفل بالليل ثمان ركعات.

قوله: (خصوصاً آخره) وهو السدس الخامس من أسداس الليل، وهو الوقت الذي ورد فيه =

تہجد کا وقت کب تک ہے؟

سوال[۱۰۲۰۰]: مکتوبات شیخ الاسلام،ص:۱۸۹،جلداول مکتوب نمبر ۷۷ میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ نے صلوۃ تہجد کا وقت عشاء کی نماز کے بعد سے صبح صادق تک بیان فرمایا ہے۔حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے صحاح میں روایت موجود ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابتدائے شب میں بھی اور وسط شب میں بھی اور اخیر شب میں بھی تہجد پڑھی ہے،مگر آخری ایام میں اور زیادہ اخیر شب میں پڑھنا ہوا ہے،جس قدر بھی رات کا حصہ متاخر ہوتا جاتا ہے،برکات اور رحمتیں زیادہ ہوتی جاتی ہیں اور سدس اخیر میں سب حصوں سے زیادہ برکات ہوتی ہیں۔تہجد ترک ہجو یعنی ترک نوم سے عبارت ہے،اس

= النزول الإلهي". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب الوتر، فصل في تحية المسجد الخ، ص: ۳۹۲، قديمي)

"ومن المندوبات ركعتا السفر ... وصلاة الليل، وأقلها على ما في الجوهرة، ولو جعله أثلاثاً فالأوسط أفضل، ولو أنصافاً فالأخير أفضل.

(قوله ولو جعله أثلاثاً الخ) أي: لو أراد أن يقوم ثلثه وينام ثلثيه والثلث الأوسط أفضل من طرفيه، ولو أراد أن يقوم نصفه وينام نصفه، الأخير أفضل لقلة المعاصي، وللحديث الصحيح، ينزل ربنا إلى سماء الدنيا في كل ليلة حين يبقى ثلث الليل الأخير، فيقول: من يدعوني فأستجيب له؟ من يسألني فأعطيه من يستغفرني فأغفر له". (ردالمحتار مع الدرالمختار، كتاب الصلاة، مطلب في صلاة الليل: ۲/۲۵، سعيد)

"يندب الصلاة ليلاً خصوصاً آخره، وهي أفضل من صلاة النهار". (الفقه الإسلامي وأدلته، الباب الثاني -الصلاة الفصل الثامن- النوافل أو صلاة التطوع، صلاة التهجد: ۲/۱۰۲۳، رشيديه)

(۵) "وهذا يفيد أن هذه السنة تحصل بالتنفل بعد صلاة العشاء قبل النوم". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، مطلب في صلاة الليل: ۲/۲۴، سعيد)

"عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها قالت: كان النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يصلي أي: غالباً (فيما بين أن يفرغ من صلاة العشاء إلى الفجر) وهو بظاهره يشمل ما إذا كان بعد نوم أم لا". (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب الصلاة، باب صلاة الليل، الفصل الأول، رقم الحديث: ۱۱۸۸: ۳/۲۳۵، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ۲/۹۲، رشيديه)

لئے اوقاتِ نوم بعد عشاء سب کے سب وقت تہجد ہی ہیں (۱)۔

اتنا ارشاد کیا گیا ہے، لیکن یہ بات ارشاد نہیں کی کہ کوئی شخص اگر نماز تہجد کا پابند ہو اور کسی وجہ سے سفر میں تھا، نیند آ گئی، آنکھ نہ کھل سکی اور نماز تہجد رہ گئی، ساتھ ہی تسبیح وغیرہ اذکار رہ گئے تو دن کے تقریباً ساڑھے نو بجے یا دس بجے کے اتنی ہی پڑھ لے، تو کیا نماز تہجد ادا میں لگ سکتی ہے یا نہیں؟ اس ناکارہ نے حضرت محمد یوسف صاحب خلیفہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب قدس سرہ سے سنا تھا۔ کیا ایسا کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس صورت میں ایسا شخص تہجد کی فضیلت سے محروم نہیں رہے گا (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۴/۹۲ھ۔

وقتِ اشراق

سوال[۱۰۲۰۱]: طلوعِ آفتاب ۴ بج کر اٹھارہ منٹ پر ہے اور ایک شخص اشراق کی نماز ۴ بج کر ۲۵

---

(۱) "عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها قالت: كان النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يصلي فيما بين أن يفرغ من صلاة العشاء إلى الفجر أحدى عشر ركعة، يسلم من كل ركعتين، ويوتر بواحدة، فيسجد السجدة من ذلك قدر ما يقرأ أحدكم خمسين آية قبل أن يرفع رأسه، فإذا سكت المؤذن من صلاة، وتبين له الفجر، قام فركع ركعتين خفيفتين، ثم اضطجع على شقه الأيمن حتى يأتيه المؤذن للإقامة".

(صحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب صلاة الليل الخ: ۱/۲۵۳، قديمى)

(۲) "عن ابن وهب ابن عبدالقارئ قال: سمعت عمر بن الخطاب رضي الله تعالىٰ عنه يقول: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: من نام من حزبه أو عن شيء منه فقرأه مابين صلاة الفجر وصلاة الظهر كتب له كأنما قرأه من الليل". (سنن أبي داود، كتاب الصلاة، أبواب التطوع، باب من نام عن حزبه: ۱/۱۹۴، رحمانيه)

"قوله: (كأنما قرأه) ..... أي أثبت أجره في صحيفة عمله إثباتاً مثل إثباته حين قرأه من الليل".

(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، باب القصد في العمل، الفصل الأول، رقم الحديث: ۱۲۴۷: ۳/۲۸۹، رشيديه)

(وصحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب صلاة الليل وعدد ركعات النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم الخ: ۱/۲۵۶، قديمى)

منٹ پر شروع کرے، تو کیا صحیح ہوئی؟ کم سے کم کتنا توقف کیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اتنی دیر میں شعاعِ شمس صاف نہیں ہوتی، بلکہ وقت مکروہ رہتا ہے۔ بیس منٹ میں بالکل وقت مکروہ خارج ہوجاتا ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۴/۹۶ھ۔

جنتری سے اوقات مقرر کرنا

سوال[۱۰۲۰۲]: ۱...... حاجی اور نمازی کچھ اس قدر نیک ہیں کہ ان کی باتیں سمجھ سے بالاتر ہیں، ان کے آئے دن کے مسائل سے مساجد ویران ہیں۔ یہاں یہ مسئلہ درپیش ہے کہ کسی بھی وقت کی جماعت کی نماز میں لوگوں کی رعایت ضروری ہے۔ یا جو ٹائم مقرر علی الاعلان کیا گیا ہے، کبھی معترض حاجی ونمازی کہتے ہیں کہ میں سنتیں پڑھ رہا تھا کہ امام نے جماعت کی تکبیر کیوں پڑھنے دی، کبھی کہتے ہیں کہ جماعت کی نماز بہت طویل ہونی چاہیے، اگر کبھی اتفاق سے پہلے آ گئے، تو سارے اعتراض مفقود ورنہ اعتراض کی باری ہے۔

سوال یہ ہے کہ نماز جماعت میں کسی کا لحاظ پاس ہے، یا ٹائم مقررہ کا سنت کے مطابق؟

۲...... کیا نماز جماعت کو آدمیوں کی کھانسی یا آواز سن کر طویل کر دیا جائے یا نہیں؟

۳...... فجر کی نماز کی جماعت کس وقت ہونی چاہیے؟ کیا پندرہ منٹ تک جماعت کھڑی رہے یا اتنی طویل ہونی چاہیے کہ اگر کسی کو غسل جنابت کی ضرورت ہو، تو وہ غسل کر کے سنتیں پڑھے اور اس کی پہلی رکعت نہ نکل سکے اور آفتاب طلوع ہونے سے کتنی دیر پہلے جماعت ختم ہوجانی چاہیے اور کتنی طویل؟

---

(۱) "وذكر في الأصل مالم ترتفع الشمس قدر رمح فهي في حكم الطلوع، واختار الفضيلي أن الإنسان مادام يقدر على النظر إلى قرص الشمس في الطلوع فلا تحل الصلاة، فإذا عجز عن النظر حلت وهو مناسب لتفسير التغير المصحح كما قدمناه". (البحر الرائق، كتاب الصلاة: ۱/۴۳۴، رشيديه)

"(قوله: مع شروق) وما دامت العين لا تحار فيها فهي في حكم الشروق كما تقدم في الغروب أنه الأصح". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، مطلب يشترط العلم بدخول الوقت: ۱/۳۷۱، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الصلاة: ۱/۱۷۹، ۱۸۰، دار المعرفة بيروت)

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... اس پریشانی سے نجات کے لئے سلامتی اس میں ہے کہ سال بھر کی نمازوں کے اوقات وہاں کے حالات کے مناسب جنتریوں کو دیکھ کر نیز آس پاس کی مسجدوں کا حال معلوم کر کے متعین کر لئے جائیں اور ہر ماہ کا نقشہ اوقات مسجد میں لگا دیا جائے، تاکہ امام صاحب اس وقت پر جماعت شروع کرادیں اور آنے والے اس کی پابندی کریں۔

۲..... لوگوں کا جماعت شروع ہونے کے بعد مسجد پہنچ کر اس لئے کھانسنا کہ امام صاحب نماز طویل کردیں اور اس پر امام صاحب کا نماز کو طویل کرنا شرعاً درست نہیں (۱)۔

۳..... فجر کی جماعت آفتاب نکلنے سے اتنے پہلے ختم کر دی جائے، کہ اگر سلام کے بعد معلوم ہو کہ نماز نہیں ہوئی، مثلاً: امام صاحب نے بے خبری میں بلاغسل پڑھادی، پھر ان کو معلوم ہوا کہ غسل کی حاجت ہے، تو وہ جلدی جلدی غسل کر کے دوبارہ جماعت طلوع سے پہلے کرادیں، تب سورج نکلے (۲)۔ مثلاً: سورج سے ۱۵ منٹ

(۱) "وكره تحريماً إطالة ركوع أو قراءة لإدراك الجائي: أي: إن عرفه وإلا فلا بأس به. ولو أراد التقرب إلى الله تعالى لم يكره اتفاقاً لكنه نادر، وتسمى مسألة الرياء، فينبغي التحرز عنها". (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/ ۴۹۴، ۴۹۵، سعيد)

"وأطال الركوع لإدراك الجائي لا تقرباً لله فهو مكروه، وفي الذخيرة والبدائع وغيرهما قال أبويوسف: سألت أبا حنيفة عن ذلك فقال: أخشى عليه أمراً عظيماً يعني الشرك". (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/ ۵۵۱، ۵۵۲، رشيديه)

"(قوله: إن عرفه) عليه حمل ماروي عن الإمام أخشى عليه أمراً عظيماً وهو الرياء الذي هو شرك العمل ... قوله فلا بأس به يفيد أنه خلاف الأولى والضمير في به يرجع إلى الطول المأخوذ من الإطالة". (حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الصلاة، فصل الشروع في الصلاة: ۱/ ۲۲۰، دار المعرفة بيروت)

(۲) "والمستحب للرجل الابتداء في الفجر بإسفار والختم هو المختار بحيث يرتل أربعين آية ثم يعيده بطهارة لو فسد.

(قوله ثم يعيده بطهارة) أي: يعيد الفجر أي: صلاته مع ترتيل القراءة المذكورة ويعيد الطهارة لو فسد بفسادها أو ظهر فسادها بعدمها ناسياً، والحاصل أن حد الإسفار أن يمكنه إعادة الطهارة =

پہلے ختم ہوجائے اور نمازِ فجر میں قرأت طویل مسنون ہے۔ سورہ حجرات سے سورۃ البروج تک۔ جب جماعت کا وقت متعین کردیا جائے گا تو امید ہے کہ شکایت ختم ہوجائے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

جنتریوں میں فرق ہو تو نماز کے لئے کس کا اعتبار کیا جائے؟

سوال[۱۰۲۰۳]: دوامی اسلامی جنتریوں اور قاسمی جنتری میں کم وبیش ۴/منٹ کا فرق ہے، قاسمی جنتری ریڈیو ٹائم کے مطابق تیار کی گئی ہے، قاسمی جنتری کے اول صفحہ پر نوٹ درج ہے کہ اس جنتری کو استعمال کرنے والے اپنی گھڑیاں ریڈیو ٹائم سے ملا کر رکھیں۔ اب صورت یہ ہے کہ گھڑیاں سب مسجدوں کی ریڈیو ٹائم سے چلتی ہیں اور جنتری دوامی اسلامی استعمال کرتے ہیں۔ قاسمی جنتری میں طلوع دوامی جنتری سے چار منٹ قبل ہوتا ہے اور دوامی اسلامی جنتری میں چار منٹ بعد، بہت آدمی اس چار منٹ کے دوران نمازِ فجر ادا پڑھتے ہیں، ان کی نماز صحیح ہوتی ہے یا نہیں؟ ہمارے یہاں کی اکثریت دوامی اسلامی جنتری کو ہی صحیح مانتی ہے، جب کہ دوامی اسلامی جنتری کے ضمیمہ میں صاف لکھا ہوا ہے کہ ریڈیو ٹائم سے ملانے والے تفاوت کرلیا کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

چار منٹ کا فرق ایسا نہیں ہے کہ جس کا لحاظ رکھنے سے کچھ پریشانی لاحق ہو، اس کی رعایت سے ہی نماز

= ولو من حدث أكبر". (ردالمحتار مع الدرالمختار، كتاب الصلاة، مطلب في طلوع الشمس من مغربها: ۱/۳۶۶، سعيد)

"يستحب تأخير الفجر، ولا يؤخرها بحيث يقع الشك في طلوع الشمس بل يسفر بها بحيث لوظهر فساد صلاته يمكنه أن يعيدها في الوقت بقراءة مستحبة كذا في التبيين". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلاة، الفصل الثاني في بيان فضيلة الأوقات: ۱/۵۱، ۵۲، رشيديه)

"وقد قالوا في حد الإسفار أيضاً أن يبدأ في وقت يمكنه أن يصليها فيه على وجه السنة، ويبقى من الوقت بعد سلامه مالوظهر أنه كان على غيرطهارة يمكنه أن يتوضأ ويعيدها على وجه السنة قبل خروجه".

(الحلبي الكبير، كتاب الصلاة، الشرط الخامس الوقت، ص: ۲۳۲، ۲۳۳، سهيل اكيڈمی لاهور)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب الصلاة: ۱/۱۷۷، دارالمعرفة بيروت)

ادا کی جائے، تاکہ دونوں جنتریوں کے موافق نماز صحیح ہو جائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۶/۱۴۰۶ھ۔

فجر کی سنتوں کا وقتِ اَداوقضا

سوال[۱۰۲۰۴]: فجر کی سنتوں کا وقت فرض کے اول ہے یا بعد، سنتیں پہلے پڑھے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

فجر کی سنتیں فرض سے پہلے پڑھنی چاہیے (۲)، اگر وقت نہیں ملا تو طلوعِ شمس سے پہلے نہیں پڑھی جائیں

---

(۱) "عن الحسن بن علي رضي الله تعالىٰ عنه قال: حفظت من رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: دع ما يريبک إلى ما لا يريبک، فإن الصدق طمانينة وإن الكذب ريبة". (جامع الترمذي، أبواب صفة القيامة، باب: ۲/۷۸، سعيد)

"والمعنى اترک ماتشک فيه من الأقوال والأعمال أنه منهي عنه أو لا أو سنة أو بدعة، واعدل إلى مالا تشک فيه منهما، والمقصود أن يبني المكلف أمره على اليقين البحت، والتحقيق الصرف، ويكون على بصيرة في دينه". (مرقاة المفاتيح، كتاب البيوع، باب الكسب وطلب الحلال، الفصل الثاني، رقم الحديث: ۲۷۷۳: ۶/۱۹، رشيديه)

"يندب الخروج من الخلاف لا سيما للإمام لكن بشرط عدم لزوم ارتكاب مكروه مذهبه". (الدرالمختار، كتاب الطهارة، مطلب في ندب مراعاة الخلاف: ۱/۱۴۷، سعيد)

"أن الاحتياط أن لا يؤخر الظهر إلى المثل، وأن لايصلي العصر حتى يبلغ المثلين ليكون مؤدياً للصلاتين في وقتهما بالإجماع". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، مطلب في تعبده عليه الصلاة والسلام قبل البعثة: ۱/۳۵۹، سعيد)

(۲) "وسن مؤكداً أربع قبل الظهر ..... وركعتان قبل الصبح". (الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ۲/۱۲، ۱۳، سعيد)

"(سن سنة مؤكدة) منها (ركعتان قبل) صلاة (الفجر)". (مراقي الفلاح شرح نورالإيضاح، فصل في بيان النوافل، ص: ۳۸۷، قديمى)

"(اعلم أن السنة قبل الفجر) أي: صلاة الفجر (ركعتان) وابتدأ بها؛ لأنها أقوى السنة المؤكدة". (الحلبي الكبير، كتاب الصلاة، فصل في النوافل، ص: ۳۸۳، سهيل اكيڈمی لاهور)

گی، بلکہ سورج کے بلند ہونے پر پڑھیں (۱)، مگر قضا لازم نہیں، بلکہ غیر مؤکدہ ہے (۲)۔ اگر جماعت شروع ہوگئی تو جماعت کے ساتھ صف میں کھڑے ہوکر سنت فجر نہ پڑھیں، بلکہ دور وضوخانہ، حجرہ وغیرہ میں پڑھ لیں، بشرطیکہ جماعت بالکلیہ فوت ہونے کا اندیشہ نہ ہو، بلکہ ایک رکعت یا تشہد میں شریک ہونے کی توقع ہو (۳)۔

(۱) "إذا خاف فوت ركعتي الفجر لاشتغاله بسنتها تركها ...... ولا يقضيها إلا بطريق التبعية.

(قوله وإذا خاف الخ) علم منه ما إذا غلب على ظنه بالأولىٰ نهر، وإذا تركت لخوف فوت الجماعة، فالأولىٰ أن تترك لخوف خروج الوقت ...... (قوله ولا يقضيها إلا بطريق التبعية الخ) أي: لايقضي سنة الفجر إلا إذا فاتت مع الفجر فيقضيها تبعا لقضائه لو قبل الزوال؛ وما إذا فاتت وحدها فلا تقضي قبل طلوع الشمس بالإجماع، لكراهة النفل بعد الصبح. وأما بعد طلوع الشمس فكذلك عندهما، وقال محمد: أحب إلى أن يقضيها إلى الزوال كما في الدرر. قيل هذا قريب من الاتفاق؛ لأن قوله أحب إلي دليل على أنه لولم يفعل لا لوم عليه. وقالا: لايقضي، وإن قضى فلا بأس به". (ردالمحتار مع الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب إدراك الفريضة: ۲/ ۵۶، ۵۷، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الصلاة، باب إدراك الفريضة: ۲/ ۱۳۱، رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب إدراك الفريضة: ۱/ ۳۰۰، دارالمعرفة بيروت)

(۲) راجع الحاشية المتقدمة انفاً

(۳) "ثم السنة المؤكدة التي يكره خلافها في سنة الفجر وكذا في سائر السنن هو أن لا يأتي بها مخالطا للصف بعد شروع القوم في الفريضة، ولا خلف الصف من غير حائل، وأن يأتي بها إما في بيته وهو الأفضل، أو عند باب المسجد إن أمكنه ذلك بأن كان ثمه موضع يليق للصلاة، وإن لم يمكنه ذلك ففي المسجد الخارج إن كانو يصلون في الداخل أو في الداخل إن كانوا يصلون في الخارج، إن كان هناك مسجدان صيفي وشتوي، وإن كان المسجد واحد فخلف اسطوانة ونحو ذلك كالعمود والشجرة وما أشبهها في كونها حائلاً، والإتيان بها خلف الصف من غير حائل مكروه، ومخالطا للصف كما يفعله كثير من الجهال أشد كراهة لما فيه من مخالفة الجماعة، هذا الحكم المذكور إذا كان إتيانه بها بعد الشروع ... بخلاف سنة الفجر فإنه يجوز أداؤها إذا علم أنه يدركه في التشهد عندهما. وعند محمد إذا علم أنه يدرك الركعة الثانية، كذا قيل بناء على الاختلاف في الجمعة" (الحلبي الكبير، كتاب الصلاة، فصل في النوافل، فروع، ص: ۳۹۶، ۳۹۷، سهيل اكيڈمی لاهور) .... =

یہ طریقہ حنفیہ نے اس لئے اختیار کیا ہے کہ احادیث میں جماعت میں شریک ہونے کی بھی اہمیت وارد ہوئی ہے اور فجر کی سنتوں کی بھی تاکید شدید ہے اور جماعت شروع ہوجانے پر کوئی دوسری نماز پڑھنے پر نکیر بھی ہے اور نمازِ فجر کے بعد کسی اور نماز کی ممانعت بھی ہے اور سورج کچھ بلند ہونے پر فجر کی سنتوں کی قضا بھی ثابت ہے۔ اس طریق کو اختیار کرنے سے ان جملہ احادیث پر عمل ہوجاتا ہے اور کوئی حدیث ترک نہیں ہوتی۔ حنفیہ کو اللہ پاک نے یہ خاص کمال عطافرمایا ہے۔ شکر اللہ سعیہم وکثر سوادہم.

"عن أبي ابن كعب رضي الله تعالى عنه قال صلى بنا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يوماً الصبح فلما سلم قال: أشاهد فلان؟ قالوا: لا قال: شاهد فلان؟ قالوا: لا، قال: إن هاتين الصلاتين أثقل الصلوات على المنافقين، ولو تعلمون ما فيهما لاتيتموهما ولو حبواً على الركب، وإن الصف الأول على مثل صف الملائكة ولو علمتم ما فضيلته لابتدرتموه، وإن صلاة الرجل مع الرجل أزكى من صلاته وحده، وصلاته مع الرجلين أزكى من صلاته مع الرجل، وما كثر فهو أحب إلى الله، رواه أبوداود والنسائي اه".

= "(وإلا) بأن رجا إدراك ركعة في ظاهر المذهب، وقيل التشهد ... (لا) يتركها، بل يصليها عند باب المسجد إن وجد مكانا وإلا تركها؛ لأن ترك المكروه مقدم.

(قوله وقيل التشهد) أي إذا رجا إدراك الإمام في التشهد لا يتركها بل يصليها ... (قوله عند باب المسجد) أي خارج المسجد كما صرح به القهستاني، وقال في العناية: لأنه لو صلاها في المسجد كان متنفلاً فيه عند اشتغال الإمام بالفريضة وهو مكروه. فإن لم يكن على باب المسجد موضع للصلاة يصليها في المسجد خلف سارية من سواري المسجد. وأشد كراهة أن يصليها مخالطا للصف والذي يلي ذلك خلف الصف من غير حائل (قوله: وإلا تركها) قال في الفتح: وعلى هذا أي: على كراهة صلاتها في المسجد ينبغي أن لايصلي فيه إذا لم يكن عند باب مكان؛ لأن ترك المكروه مقدم على فعل السنة".

(ردالمحتار مع الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب إدراك الفريضة: ۲/۵۶، ۵۷، سعيد)

(وكذا في فتح القدير، كتاب الصلاة، باب إدراك الفريضة: ۱/۴۴۳، ۴۴۴، مصطفى البابي الحلبي مصر)

مشکاۃ شریف: ۱/۹۶(۱)۔

"عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "لاتدعوهما أي (الركعتين قبل الفجر) وإن طردتكم الخيل" اه. أبوداود شريف: ۱/۱۷۹(۲)۔

"عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: إذا أقيمت الصلاة فلا صلاة إلا المكتوبة رواه مسلم اه"۔ مشکاۃ شریف: ۱/۹۶(۳)۔

"عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "لا صلاة بعد الصبح حتى ترتفع الشمس، ولا صلاة بعد العصر حتى تغيب الشمس. متفق عليه" اه. مشکاۃ، ص: ۹۴(۴)۔

"وقصة قضاء السنة صبيحة ليلة التعريس معروفة مشهورة في كتب الحديث. عن أبي مجلز قال: دخلت المسجد في صلاة الغداة مع ابن عمر رضي الله تعالى عنهما وابن عباس رضي الله تعالى عنه، والإمام يصلي فأما ابن عمر فدخل في الصف، وأما ابن عباس فصلى ركعتين، ثم دخل مع الإمام فلما سلم الإمام قعد ابن عمر مكانه حتى طلعت الشمس، فقام فركع ركعتين ..... عن ابن عمر أنه جاء والإمام يصلي الصبح، ولم يكن صلى ركعتين قبل صلاة الصبح فصلاهما في حجرة حفصة رضي الله تعالى عنها ثم أنه صلى مع الإمام اه. طحاوی شریف، ص: ۲۵۶، مطبوعه(۵)۔

---

(۱) (مشكاة المصابيح، كتاب الصلاة، باب الجماعة، الفصل الثاني: ۱/۹۶، قديمى)

(۲) (سنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب في تخفيفهما: ۱/۱۸۷، رحمانيه)

(۳) (مشكاة المصابيح، كتاب الصلاة، باب الجماعة، الفصل الثاني: ۱/۹۶، قديمى)

(۴) (مشكاة المصابيح، كتاب الصلاة، باب أوقات النهي، الفصل الأول، ص: ۹۴، قديمى)

(۵) شرح معاني الآثار، كتاب الصلاة، باب أداء سنة الفجر بعد إقامة الصلاة: ۱/۲۵۷، ۲۵۸، سعيد)

"عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من لم يصل ركعتي الفجر فليصليهما بعد ماتطلع الشمس" رواه الترمذي وإسناده صحيح اهـ". آثار السنن(۱)، والروايات مبسوطة في هذا الباب في آثار السنن وشرح معاني الآثار وإعلاء السنن وغيره من كتب الأحناف.

☆......☆......☆......☆......☆

(۱) (آثار السنن، كتاب الصلاة، باب كراهة قضاء ركعتي الفجر قبل طلوع الشمس، ص: ۲۳۵، امداديه ملتان)

الفصل الثاني في الأوقات المكروهة

(اوقاتِ مکروہہ کا بیان)

نمازِ فجر ختم ہونے سے پہلے سورج کا طلوع ہونا

سوال[۱۰۲۰۵]: انتہائے وقت فجر ۵:۳۸ منٹ تھا، تو ابر کی وجہ سے سورتیں لمبی ہوکر ۵:۴۳ کو ختم ہوئی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

نمازِ فجر ختم ہونے سے پہلے اگر سورج نکل آیا، تو اس نماز کو لوٹانا ضروری ہے۔ وہ نماز صحیح نہیں ہوئی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۴/۸۷ھ۔

نمازِ فجر میں طلوع تک تاخیر کرنا

سوال[۱۰۲۰۶]: ایک مسجد کا امام جو مسجد ہی کے حجرہ میں رہتے ہوئے، فجر کی نماز اس قدر تاخیر

---

(۱) "وكره صلاة مطلقاً ...... مع شروق واستواء وغروب إلا عصر يومه ...... بخلاف الفجر.

(قوله بخلاف الفجر) أي: فإنه لايؤدي فجر يومه وقت الطلوع؛ لأن وقت الفجر كله كامل فوجبت كاملة فتبطل بطروّ الطلوع الذي هو وقت فساد". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، مطلب يشترط العلم بدخول الوقت: ۱/۳۷۳، سعيد)

"والفجر كل وقته وقت كامل؛ لأن الشمس لا تعبد قبل طلوعها فوجب كاملاً، فإذا اعترض الفساد بالطلوع، تفسد؛ لأنه لم يؤدها كما وجب". (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب الصلاة، باب تعجيل الصلاة، الفصل الأول، رقم الحديث: ۶۰۱: ۲/۲۸۶، رشيديه)

"ووقت الفجر كله كامل فوجبت كاملة فتبطل بطروّ الطلوع الذي هو وقت فساد لعدم الملائمة بينهما". (البحرالرائق، كتاب الصلاة: ۱/۴۳۶، رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب الصلاة: ۱/۱۸۰، دارالمعرفة بيروت)

سے پڑھتے ہیں کہ سلام پھیرنے کے بعد ہی ایک یا دو منٹ کے بعد طلوعِ شمس ہوجاتا ہے، اکثر ایسا کرتے ہیں۔ امام کا یہ فعل کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

امام کا یہ طریقہ خلافِ سنت ہے۔اس کی اصلاح کی جائے (۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۱/۴/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: العبد نظام الدین، ۲/۲/۹۲ھ۔

فجر کی سنت کے بعد تحیۃ المسجد پڑھنا

سوال[۱۰۲۰۷]: میرا عقیدہ ہے کہ صبح کی سفیدی ہونے کے بعد جب سے ایک روزہ دار کے لئے کھانا بند ہوجاتا ہے، صرف دو رکعت سنت ہی ادا کرنی ہے، اس کے علاوہ کوئی نوافل اشراق تک پڑھنی جائز نہیں ہیں۔کیا صبح کی سنت گھر ادا کرنے کے بعد مسجد میں داخل ہوتے وقت تحیۃ المسجد دو رکعت ادا کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

---

(۱) "(والمستحب) للرجل (الابتداء) في الفجر (بإسفار والختم به) هو المختار بحيث يرتل أربعين آية ثم يعيده بطهارة لو فسد، وقيل يؤخر جداً، (قوله: ثم يعيده بطهارة) أي: يعيد الفجر أي: صلاته مع ترتيل القراءة المذكورة، ويعيد الطهارة لو فسد بفسادها أو ظهر فسادها بعدمها ناسياً. والحاصل: أن حد الإسفار أن يمكنه إعادة الطهارة ولو من حدث أكبر ... (قوله: وقيل يؤخر جداً) قال في البحر: وهو ظاهر إطلاق الكتاب أي: الكنز، لكن لا يؤخرها بحيث يقع الشك في طلوع الشمس". (ردالمحتار مع الدرالمختار، كتاب الصلاة، مطلب في طلوع الشمس من مغربها: ۱/۳۶۶، سعيد)

"يستحب تأخير الفجر، ولا يؤخرها بحيث يقع الشك في طلوع الشمس، بل يسفر بها بحيث لو ظهر فساد صلاته يمكنه أن يعيدها في الوقت بقراءة مستحبة كذا في التبيين". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الأول، الفصل الثاني في بيان فضيلة الأوقات: ۱/۵۱، ۵۲، رشيديه)

(وكذا في الحلبي الكبير، كتاب الصلاة، الشرط الخامس الوقت، ص: ۲۳۲، ۲۳۳، سهيل اكيدمى لاهور)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب الصلاة: ۱/۱۷۷، دارالمعرفة بيروت)

الجواب حامداً ومصلیاً:

فجر کے وقت میں جب کہ سنت گھر پر ادا کرلی، تو مسجد میں جاکر تحیۃ المسجد نہ پڑھیں (۱)، جو فرض پڑھیں گے، اسی سے تحیۃ المسجد بھی ادا ہوجائے گی (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

فجر کے وقت سنتِ فجر کے علاوہ نفل پڑھنا

سوال[۱۰۲۰۸]: ہم صبح فجر کی سنت گھر میں پڑھ کر چلتے ہیں، اس کے بعد مسجد میں داخل ہوتے

---

(۱) "وكره نفل قصداً ولو تحية مسجد ...... بعد صلاة فجر، وصلاة عصر ...... وكذا الحكم من كراهة نفل وواجب لغيره، لا فرض وواجب لعينه بعد طلوع فجر، سوى سنته لشغل الوقت به تقديراً، حتى لو نوى تطوعاً كان سنة الفجر بلا تعين.

(قوله ولو تحية مسجد) أشار به إلى أنه لا فرق بين ماله سبب أو لا كما في البحر ...... (قوله حتى لو نوى الخ) تفريع على ما ذكره من التعليل أي: وإذا كان المقصود كون الوقت مشغولاً بالفرض تقديراً وسنته تابعة له فإذا تطوع انصرف تطوعه إلى سنته لئلا يكون اتيا بالمنهي عنه فتأمل". (ردالمحتار مع الدرالمختار، كتاب الصلاة، مطلب يشترط العلم بدخول الوقت: ۱/۳۷۵، ۳۷۶، سعيد)

"قوله: (وبعد طلوع الفجر بأكثر من سنة الفجر) أي: ومنع عن التنفل بعد طلوع الفجر قبل صلاة الفجر بأكثر من سنته قصدً لما رواه أحمد وأبو داود "لا صلاة بعد الصبح إلا ركعتين" وفي رواية الطبراني: "إذا طلع الفجر فلا تصلوا إلا ركعتين". (البحرالرائق، كتاب الصلاة: ۱/۴۳۸، ۴۳۹، رشيديه)

(وكذا في الحلبي الكبير، كتاب الصلاة، الشرط الخامس الوقت، ص: ۳۲۸، ۳۲۹، سهيل اكيڈمی لاهور)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلاة: ۱/۲۳۴، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) "وأداء الفرض أو غيره، وكذا دخوله بنية فرض أو اقتداء ينوب عنها بلا نية.

(قوله: ينوب عنهابلا نية) قال في الحلية: لو اشتغل داخل المسجد بالفريضة غيرناوٍ للتحية قامت تلك الفريضة مقام تحية المسجد لحصول تعظيم المسجد". (ردالمحتار مع الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل، مطلب في تحية المسجد: ۲/۱۸، سعيد)

"وقد قالوا: إن كل صلاة صلاها عند دخوله فرضاً أو سنة فإنها تقوم مقام التحية بلا نية كما في البدائع وغيره". (البحرالرائق، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها: ۲/۶۳، رشيديه) =

ہیں، تو معلوم ہوتا ہے کہ ابھی جماعت کھڑی ہونے میں پانچ منٹ باقی ہیں۔ ایسی صورت میں دورکعت آداب مسجد پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

وقتِ فجر میں اس کی اجازت نہیں (۱)، اگر چہ جماعت میں کچھ دیر ہو۔ کذا في الشامي. فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۳/۱۴۰۱ھ۔

عصر کے بعد باتیں کرنا

سوال[۱۰۲۰۹]: نمازِ عصر کے بعد سے نمازِ مغرب تک باتیں جائز ہیں یا نہیں؟

۱- تلاوت قرآن، ۲- درس قرآن، ۳- دینی بحث ومباحثہ۔ اور آخر میں یہ بھی معلوم کرادیں کہ اس وقت میں کسی قسم کی عبادت ممنوع ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ سب باتیں اس وقت بھی درست ہیں، البتہ وقتِ غروب جب کہ نماز مکروہ ہوتی ہے، ذکر تسبیح وغیرہ میں مشغول ہونا، تلاوت میں مشغول رہنے سے افضل ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

= (وكذا في مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب الوتر، فصل في تحية المسجد، ص: ۳۹۴، قديمي)

(۱) "قوله: (وبعد طلوع الفجر، بأكثر من سنة الفجر) أي: ومنع عن التنفل بعد طلوع الفجر قبل صلاة الفجر بأكثر من سنته قصداً لما رواه أحمد وأبوداود "لا صلاة بعد الصبح إلا ركعتين"، وفي رواية الطبراني "إذا طلع الفجر فلا تصلوا إلا ركعتين". (البحر الرائق، كتاب الصلاة: ۱/۴۳۸، ۴۳۹، رشيديه)

"وكره نفل قصداً ولو تحية المسجد ...... بعد طلوع فجر سوى سنته.

(قوله ولو تحية المسجد) أشار به إلى أنه لا فرق بين ماله سبب أو لا كما في البحر".

(ردالمحتار مع الدرالمختار، كتاب الصلاة، مطلب يشترط العلم بدخول الوقت: ۱/۳۷۵، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلاة: ۱/۲۳۴، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) "وفي البغية: الصلاة على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم في الأوقات التي تكره فيها الصلاة =

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

☆......☆......☆......☆......☆

= والدعاء والتسبيح أفضل من قراءة القرآن". (البحرالرائق، كتاب الصلاة: ۱/۴۳۷، رشيديه)

"الصلاة فيها على النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أفضل من قراءة القرآن وكأنه لأنها من أركان الصلاة، فالأولىٰ ترك ماكان ركنا لها".

(قوله: الصلاة فيها) أي: في الأوقات الثلاثة، وكالصلاة الدعاء والتسبيح كما هو في البحر ......

(قوله: فالأولىٰ) أي: فالأفضل ليوافق كلام البغية، فإن مفاده إنه لا كراهة أصلاً؛ لأن ترك الفاضل لا كراهة فيه". (ردالمحتار مع الدرالمختار، كتاب الصلاة، مطلب يشترط العلم بدخول الوقت: ۱/۳۷۴، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب الصلاة: ۱/۱۸۱، دارالمعرفة بيروت)

باب الأذان

الفصل الأول في إجابة الأذان

(اذان کے جواب کا بیان)

اذان کا جواب اوراذان ونماز میں فصل

سوال[۱۰۲۱۰]: اذان کے وقت اذان کا جواب دینا کیا ہے؟ فرض ہے یا سنت ہے یا واجب ہے یا مستحب ہے؟ اذان وجماعت میں کتنا فصل ہونا چاہیے؟ امید ہے کہ حدیث کی روشنی میں سلف وخلف کے واقعات کے ساتھ مفصل جواب تحریر فرما کر مشکور فرمائیں گے۔

محمد ایوب سورتی غفرلہ

الجواب حامداً ومصلیاً:

اذان کا جواب مستحب ہے(۱)، مغرب کی اذان وجماعت میں کچھ زیادہ فصل کی ضرورت نہیں۔

---

(۱) "عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالىٰ عنه: أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "إذا سمعتم النداء فقولوا مثل ما يقول المؤذن". (صحيح البخاري، كتاب الأذان، باب مايقول إذا سمع المنادي: ۱/۸۶، قديمی)

"(ويجيب) وجوباً، وقال الحلواني: ندباً، والواجب الإجابة بالقدم (من سمع الأذان بأن يقول) بلسانه (كمقالته إلا في الحيعلتين) فيحوقل (وفي: الصلاة خير من النوم) فيقول: صدقت وبررت". (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۱/۳۹۶، ۳۹۷، سعيد)

"يجب على السامعين عند الأذان الإجابة، وهي أن يقول مثل ماقال المؤذن إلا في قوله: حي على الصلاة حي على الفلاح، فإنه يقول مكان حي على الصلاة لا حول ولا قوة إلا بالله العلي العظيم ومكان قوله على الفلاح ماشاء الله كان ومالم يشأ لم يكن، كذا في محيط السرخسي". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الثاني في الأذان، الفصل الثاني في كلمات الأذان والإقامة وكيفيتهما: ۱/۵۷، رشيديه)

دوسرے اوقات اذان وجماعت میں نصف گھنٹہ کا فصل مناسب ہے(۱)۔ جمعہ کی اذان اول اوراذان ثانی میں بھی فصل مناسب ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۹/۹۵ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

---

(۱) "عن جابر رضي الله تعالیٰ عنه أن رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم قال: لبلال "یا بلال! إذا أذنت فترسل في أذانک وإذا أقمت فاحدر، واجعل بین أذانک وإقامتک قدر مایفرغ الآکل من أکله، والشارب من شربه، والمعتصر إذا دخل لقضاء حاجته ولا تقوموا حتی تروني". (جامع الترمذي، أبواب الصلاة، باب ماجاء في الترسل في الأذان: ۱/۴۸، سعید)

"(ویجلس بینهما) بقدرمایحضر الملازمون مراعیا لوقت الندب (إلا في المغرب) فیسکت قائما قدر ثلاث آیات قصار، ویکره الوصل إجماعاً". (الدرالمختار، کتاب الصلاة، باب الأذان: ۱/۳۸۹، ۳۹۰، سعید)

"ومنها: الفصل فیما سوی المغرب بین الأذان والإقامة؛ لأن الإعلام المطلوب من کل واحد منهما لایحصل إلا بالفصل، والفصل فیما سوی المغرب بالصلاة، أو بالجلوس مسنون، والوصل مکروه، وأصله ماروي عن رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم أنه قال لبلال: "إذا أذنت ...... ولأن الأذان لاستحضار الغائبین، فلا بد من الإمهال لیحضروا". (بدائع الصنائع، کتاب الصلاة، فصل في بیان سنن الأذان: ۱/۳۴۴، دارالکتب العلمیة بیروت)

"ویفصل بین الأذان والإقامة مقدار رکعتین، أو أربع یقرأ في کل رکعة نحوا من عشر آیات کذا في الزاهدي، والوصل بین الأذان والإقامة مکروه بالاتفاق کذا في معراج الدرایة ...... وأما إذا کان في المغرب فالمستحب أن یفصل بینهما بسکتة یسکت قائماً مقدار مایتمکن من قراء ة ثلاث آیات قصار، هکذا في النهایة". (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الصلاة، الباب الثاني في الأذان، الفصل الثاني في کلمات الأذان: ۱/۵۶، ۵۷، رشیدیه)

الفصل الثاني في الدعاء بعد الأذان

(اذان کے بعد دعا کا بیان)

اذان کے بعد وسیلہ کی دعا

سوال[۱۰۲۱۱]: لفظ وسیلہ سے کیا مراد ہے؟

تفسیر ابن کثیر ودیگر تفاسیر میں ہے کہ وسیلہ ایک منزل ہے، جنت میں جو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے مخصوص ہے اور اس منزل کے حصول کے لئے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب مؤذن اذان ختم کردے تو اور دعا پڑھنے کے بعد میرے لئے اللہ سے وسیلہ طلب کرو(۱)۔

الجواب حامداً ومصلياً:

''الوسیلہ'' ایک بہت بڑا بلند درجہ ہے، جو کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے حق تعالیٰ

---

(۱) ''والوسيلة هي التي يتوصل بها إلى تحصيل المقصود، والوسيلة أيضاً علَم على أعلى منزلة في الجنة، وهي منزلة رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وداره في الجنة، وهي أقرب أمكنة الجنة إلى العرش. وقد ثبت في صحيح البخاري ..... عن جابر بن عبدالله رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: من قال حين يسمع النداء: ''اللهم رب هذه الدعوة التامة، والصلاة القائمة، آت محمدا الوسيلة والفضيلة، وابعثه مقاماً محموداً الذي وعدته''، إلا حلت له الشفاعة يوم القيامة''. (تفسير ابن كثير، المائدة: ۳۵: ۲/۷۴، دار الفيحاء)

"والوسيلة درجة في الجنة، وهي التي جاء الحديث الصحيح بها في قوله عليه السلام: "فمن سأل لي الوسيلة حلت له شفاعتي". (الجامع لأحكام القرآن للقرطبي، المائدة: ۳۵: ۶/۹۲، دار إحياء التراث العربي بيروت)

''وفسر بعضهم الوسيلة بمنزلة في الجنة ..... بناء على ما رواه مسلم وغيره، إنها منزلة في الجنة جعلها الله تعالىٰ لعبد من عباده وأرجوا أن أكون أنا، فاسئلوا لي الوسيلة''. (روح المعاني، المائدة: ۳۵: ۶/۱۲۴، دار إحياء التراث العربي بيروت)

نے متعین فرمایا ہے، جس کے متعلق اذان کے بعد دعا کی ترغیب حدیث میں آئی ہے، یہ حدیث مشکوۃ شریف (۱) اور دیگر کتب صحاح میں موجود ہے (۲)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند، ۱۴/۲/۹۶ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

---

(۱) "عن عبدالله بن عمرو بن العاص رضي الله تعالىٰ عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : إذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل مايقول، ثم صلوا عليّ، فإنه من صلىّ عليّ صلاة، صلّى الله عليه بها عشراً، ثم سلوا الله لي الوسيلة، فإنها منزلة في الجنة لاينبغي إلا لعبد من عباد الله وأرجوا أكون هو، فمن سأل لي الوسيلة حلت له الشفاعة". رواه مسلم. (مشكاة المصابيح، كتاب الصلاة، باب فضل الأذان وإجابة المؤذن، الفصل الأول: ۱/۶۵، قديمى)

(۲) "عن جابر بن عبدالله رضي الله تعالىٰ عنهما أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: من قال حين يسمع النداء: "اللهم رب هذه الدعوة التامة والصلاة القائمة ات محمدا الوسيلة والفضيلة، وابعثه مقاماً محمودا الذي وعدته" حلت له شفاعتي يوم القيامة". (صحيح البخاري، كتاب التفسير، باب قوله: ﴿عسى أن يبعثک ربک مقاما محمودا﴾: ۱/۲۸۶، قديمى)

(وصحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب استحباب القول مثل...... : ۱/۱۶۶، قديمى)

(وسنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب مايقول إذا سمع المؤذن: ۱/۸۸، رحمانيه)

(وسنن النسائي، كتاب الصلاة، باب الدعاء عند الأذان: ۱/۱۱۰، قديمى)

وابن ماجة، كتاب الصلاة، باب مايقال إذا أذن المؤذن: ۱/۵۳، قديمى)

الفصل الثالث فيما يكره في الأذان

(مکروہاتِ اذان کا بیان)

بحالتِ نشہ اذان ونماز کا حکم

سوال[۱۰۲۱۲]: ۱...... ایک مسلمان جوشراب پینے کا عادی ہے، مگر اتنی نہیں پیتا ہے کہ مدہوش ہوجائے، اپنے ہوش وحواس میں رہتا ہے، یہ ہے کہ کوئی شخص بات چیت کرے، تو تمیز نہیں کرسکتا کہ یہ شراب پئے ہے۔ نماز کا جب وقت ہوتا ہے تو باقاعدہ وضوکر کے نماز ادا کرتا ہے اور اکثر مسجد میں اذان بھی دے دیا کرتا ہے۔ تو براہِ کرم تحریر فرمایئے کہ ایسے شراب پئے ہوئے شخص کو ایک مسلمان نماز پڑھنے سے اس کو ایسی حالت میں روک سکتا ہے یا نہیں؟ اور اذان دینے پر منع کرسکتا ہے یا نہیں؟

۲...... ایسے شخص کو نماز شراب پئے ہوئے ادا کرنا چاہیے یا نہیں اور شراب پی کر نماز ادا کرنے پر گنہگار ہوا یا نہیں؟

۳...... ایک صاحب فرماتے ہیں کہ اول شراب پی کر گنہگار رہا، دوسرے شراب پئے ہوئے نماز پڑھی تو دوسرا گناہ اس نے کیا۔ دوسرے صاحب کہتے ہیں کہ شراب پینے پر گنہگار ضرور ہوا، مگر نماز ادا کرنے پر نماز کا اجر وثواب ضرور پائے گا، ان دونوں میں سے کس کا قول صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

۱...... شراب پینا حرام ہے(۱)، لیکن اگر اس سے نشہ نہ ہو، ہوش وحواس درست رہیں، تو اس حالت میں

---

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿يا أيها الذين امنو إنما الخمر والميسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشيطان فاجتنبوه لعلكم تفلحون﴾ (المائدة: ۹۰)

"عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها قالت: سئل رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عن البتع وهو شراب العسل، وكان أهل اليمن يشربونه، فقال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "كل شراب أسكر =

ایسے شخص کو نماز پڑھنے سے نہیں روکنا چاہیے(۱)، جب کہ وہ با قاعدہ وضو کر کے نماز ادا کرتا ہے اور کوئی بات ایسی نہیں کرتا جو کہ احترام مسجد اور احترام نماز کے خلاف ہو۔

۲..... ایسے شخص کو اس حالت میں بھی نماز ضرور پڑھنی چاہیے(۲)، لیکن شراب کو ترک کرنا بھی لازم اور فرض ہے، جب تک شراب کا کوئی قطرہ پیٹ میں رہے گا، اللہ تعالیٰ کے دربار میں نماز قبول نہیں ہوگی۔

۳..... شراب پینے سے گنہگار ہونے پر تو سب کا اتفاق ہے(۳)، اس لئے اس کا چھوڑنا بھی سب

= فهو حرام". (صحيح البخاري، كتاب الأشربة، باب الخمر من العسل وهو البتع: ۲/۸۳۷، قديمى)

"اقتضت هذه الآية تحريم الخمر من وجهين: أحدهما قوله: (رجس) لأن الرجس اسم في الشرع لما يلزم اجتنابه؛ ويقع اسم الرجس على الشيء المستقذر النجس، وهذا أيضاً يلزم اجتنابه، فأوجب وصفه إياها بأنها رجس لزوم اجتنابها، والوجه الآخر: قوله تعالىٰ: ﴿فاجتنبوه﴾ وذلک أمر والأمر يقتضي الإيجاب، فانتظمت الاية تحريم الخمر من هذين الوجهين". (أحكام القرآن للجصاص، المائدة، باب تحريم الخمر: ۲/۶۴۸، قديمى)

"(وحرم قليلها وكثيرها) بالإجماع (لعينها) أي: لذاتها وفي قوله تعالىٰ: ﴿إنما الخمر والميسر﴾ الآية عشر دلائل على حرمتها مبسوطة في المجتبى وغيره". (الدر المختار، كتاب الأشربة: ۶/۴۴۸، ۴۴۹، سعيد)

(۱) "﴿حتى تعلموا ماتقولون﴾ يدل على أن السكران الذي منع من الصلاة هو الذي قد بلغ به السكر إلى حال لايدري مايقول، وأن السكران الذي يدري مايقول لم يتناول النهي عن فعل الصلاة". (أحكام القرآن للجصاص، النساء، باب الجنب يمر في المسجد: ۲/۲۸۷، قديمى)

"﴿حتى تعلموا ماتقولون﴾ فإن كان بحيث لايعلم مايقول تجنب ..... وإن كان بحيث يعلم مايقول فأتى بالصلة فحكمه حكم الصاحي". (الجامع لأحكام القرآن للقرطبي، النساء: ۴۳: ۵/۱۴۴، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"﴿حتى تعلموا ما تقولون﴾ ..... والمعنى لا تصلوا في حالة السكر، حتى تعلموا قبل الشروع ماتقولون قبلها إن بذلک يظهر أنكم ستعلمون ماستقرء ونه فيها". (تفسير روح المعاني، النساء: ۵/۳۸، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۲) راجع الحاشية المقتدمة انفاً

(۳) "قال أبوهريرة رضي الله تعالىٰ عنه : إن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: لا يزني الزاني حين يزني=

کے نزدیک ضروری ہے۔نشہ نہ ہونے کی حالت میں ہوش وحواس صحیح رہتے ہوئے نماز پڑھنے سے فریضۂ نماز ادا ہوجائے گا اوراس نماز سے وہ گنہگار نہیں ہوگا(۱)،لیکن اس کی نماز قبول نہیں ہوگی اور خدا تعالیٰ اس سے خوش نہیں ہوں گے(۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: سید مہدی حسن،صدر مفتی دارالعلوم دیوبند۔

پیشہ ور پھرائی کو مؤذن بنانا

سوال[۱۰۲۱۳]: پیشہ ور پھرائی کی اذان جب کہ وہ ڈھولک اور سارنگی کے ساتھ مانگتا ہوا اور ساتھ

= وهو مؤمن، ولا يشرب الخمر حين يشربها وهو مؤمن، ولا يسرق السارق حين يسرق وهو مؤمن". (صحيح البخاري، كتاب الأشربة، باب قول الله تعالىٰ: ﴿إنما الخمر ...... ﴾ الخ: ۸۳۶/۲، قديمى)

"أقول: الحديث: نص في حرمة الخمر، وحرمة بيعها، وحرمتها منصوصة في القرآن، ومصرح بكونها نجسة، وهذا القدر مما اتفق عليه المسلمون". (إعلاء السنن، كتاب الأشربة، باب حرمة الخمر: ۲۲/۱۸، إدارة القرآن كراچى)

"وأما بيان أحكام هذه الأشربة: أما الخمر فيتعلق بها أحكام: منها: أنه يحرم شرب قليلها وكثيرها إلا عند الضرورة؛ لأنها محرمة العين، فيستوفي في الحرمة قليلها وكثيرها ...... ومنها: أنه يكفر مستحلها؛ لأن حرمتها ثبت بدليل مقطوع به". (بدائع الصنائع، كتاب الأشربة: ۴۲۸-۴۱۶/۶، دارالكتب العلمية بيروت)

(۱) راجع رقم الحاشية: ۱، ص: ۴۸۱

(۲) "لا يلزم من صحة العمل قبوله ووجوده لقوله تعالىٰ: ﴿إنما يتقبل الله من المتقين﴾". (مرقاة المفاتيح، حديث النيه المسمي بطليعة كتب الحديث: ۱۰۰/۱، رشيديه)

"وقال العلامة العيني رحمه الله تعالىٰ في شرح البخاري: الإخلاص في الطاعة ترك الرياء ومعدنه القلب، وهذه النية لتحصيل الثواب لا لصحة العمل؛ لأن الصحة تتعلق بالشرائط والأركان والنية التي هي شرط لصحة الصلاة مثلاً أن يعلم بقلبه أيّ صلاة يصلي". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۴۲۵/۶، سعيد)

(وكذا في إعلاء السنن، كتاب الطهارة، باب أن النية ليست واجبة في الوضوء: ۱۰۸/۱، إدارة القرآن كراچى)

غیر اللہ کے نام کا کھانا پینا بھی بلا تکلف کھاتا پیتا ہو، نرمی اور گرمی کے ساتھ منع کرنے کے باوجود بھی اپنے اس کام سے باز نہ آتا ہو، کیسی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس شخص کو مؤذن نہ بنایا جائے اس کی اذان مکروہ ہے۔ ڈھولک، سارنگی وغیرہ لے کر مستقلاً مانگنے کا پیشہ کرنے والے اور غیر اللہ کے نام کی نذر وغیرہ کھانے والے بھی اس میں شامل ہیں، یعنی ان کی اذان مکروہ ہے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند، ۹/۱۰/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیو بند، ۹/۱۰/۸۸ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

(۱) "ویکره أذان جنب وإقامته إقامة محدث لا أذانه وأذان امرأة وخنثى وفاسق ولو عالماً، لكنه أولى بإمامة وأذان من جاهل تقي.

(قوله: من جاهل تقي) أي: حيث لم يوجد عالم تقي". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الأذان، مطلب في المؤذن إذا كان غير محتسب في أذانه: ۱/۳۹۲، سعيد)

"وأما الفاسق فلأن قوله لا يوثق به، ولا يقبل في الأمور الدينية، ولا يلزم أحداً فلم يوجد الإعلام". (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۱/۴۵۸، رشيديه)

"وصرح بكراهة أذان الفاسق ولا يعاد، فالإعادة فيه ليقع على وجه السنة". (فتح القدير، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۱/۲۵۳، مصطفى البابي الحلبي مصر)

الفصل الرابع في إعادة الأذان

(دوبارہ اذان دینے کا بیان)

غروب سے پہلے اذان کا حکم

سوال[۱۰۲۱۴]: امام صاحب کی گھڑی میں دومنٹ باقی تھے مغرب کی اذان میں، مگر قاری صاحب نے اذان پڑھوادی، جب کہ امام صاحب نے منع کیا تھا، مگر وہ نہیں مانے۔ جب مؤذن حی علی الفلاح پر پہونچے، تب سائرن ہوا(۱)، اس پر امام صاحب نے کہا دومنٹ رک جاؤ، قاری صاحب اس سے پہلے بھی امام صاحب کی اجازت کے بغیر نماز پڑھا چکے تھے اور پہلے امام صاحب کو ہٹایا ہے، ان قاری کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

غروبِ آفتاب سے پہلے مغرب کی اذان جائز نہیں، اگر اذان وقت سے پہلے ہوگئی، تو اس اذان کا اعادہ لازم ہے(۲) اور نمازِ مغرب غروب سے پہلے جائز نہیں، اس طرح پڑھنے سے نماز ادا نہیں ہوتی(۳)۔

---

(۱) ''سائرن: ایک آلہ جس سے بلند آواز پیدا ہوتی ہے۔ بھونپو''۔ (فیروز اللغات ص: ۸۱۵، فیروز سنز لاہور)

(۲) ''وأما بيان وقت الأذان والإقامة، فوقتهما ماهو وقت الصلوات المكتوبات، حتى لو أذن قبل دخول الوقت لايجزئه، ويعيده في الصلوات كلها''. (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل في بيان وقت الأذان والإقامة: ۱/۲۵۸، دار الكتب العلمية بيروت)

''قوله: (ولا يؤذن قبل وقت ويعاد فيه) أي: في الوقت إذا أذن قبله؛ لأن يراد للإعلام بالوقت فلا يجوز قبله بلاخلاف في غير الفجر''. (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۱/۴۵۷، رشيديه)

''ولا يؤذن لصلاة قبل دخول وقتها ويعاد في الوقت؛ لأن الأذان للإعلام وقبل الوقت تجهيل.

(قوله ولا يؤذن لصلاة قبل دخول وقتها) ويكره ويعاد، وبه قال أبويوسف والشافعي رحمه الله تعالىٰ إلا في الفجر على ما في الكتاب''. (فتح القدير، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۱/۲۵۳، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۳) ''قوله: (والمغرب منه إلى غروب الشمس) أي: وقت المغرب من غروب الشمس إلى غروب =

ضد کی وجہ سے مخالفت کرکے امامت سے الگ کرادینا بہت بیجا اور غلط حرکت ہے(۱)۔ لازم ہے کہ آپس میں صلح وصفائی کرکے ہر ایک اپنی غلطی کی دوسرے سے معافی مانگے اور غلط طریقہ چھوڑ کر صحیح طریقہ اختیار کرے، جو شخص تمام نمازیوں میں صحیح العقیدہ، صحیح العمل، صحیح الاخلاق، مسائل نماز وطہارت سے واقف، صحیح پڑھنے والا ہو، اس کو امام تجویز کریں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/ ۵/ ۱۴۰۰ھ۔

= الشفق لرواية مسلم "وقت صلاة المغرب مالم يسقط نور الشفق". (البحر الرائق، كتاب الصلاة: ۱/ ۴۲۶، رشيديه)

"وأول وقت المغرب إذا غربت الشمس وآخر وقتها مالم يغب الشفق". (الهداية، كتاب الصلاة، باب المواقيت: ۱/ ۸۱، مكتبه شركت علميه ملتان)

"ومنها: الوقت؛ لأن الوقت كما هو سبب لوجوب الصلاة فهو شرط لأدائها، قال الله تعالىٰ: (إن الصلاة كانت على المؤمنين كتاباً موقوتاً) أي: فرض مؤقتا؛ حتى لايجوز أداء الفرض قبل وقته، إلا صلاة العصر يوم عرفة على ما يذكر". (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل في بيان شرائط الأركان: ۱/ ۵۵۸، دارالكتب العلمية بيروت)

"والشرط الخامس من الشروط الستة هو الوقت قدمه على النية مع زيادة اهتمامها لكونها شرطاً لكل صلاة كالاستقبال ..... ثم إن دخول الوقت شرط لصحة أداء الصلاة". (الحلبي الكبير، كتاب الصلاة، الشرط الخامس، الوقت، ص: ۲۲۵، سهيل اكيڈمي لاهور)

(۱) "استفيد من عدم صحة عزل الناظر بلا جنحة عدمها لصاحب وظيفة في وقف بلا جنحة وعدم أهلية". (ردالمحتار، كتاب الوقف، مطلب: لا يصح عزل صاحب وظيفة بلا جنحة، أو عدم أهلية: ۴/ ۳۸۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الوقف: ۵/ ۳۸۰، رشيديه)

(۲) "والأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلاة فقط صحةً وفساداً بشرط اجتنابه الفواحش الظاهرة ...... ثم الأورع أي: الأكثر اتقاء للشبهات، والتقوى اتقاء المحرمات". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/ ۵۵۷، سعيد)

"وأولىٰ الناس بالإمامة أعلمهم بالسنة، فإن تساووا فأقرؤهم، فإن تساووا فأورعهم". (الهداية، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/ ۱۲۱، ۱۲۲، شركت علميه ملتان)

(وكذا في الحلبي الكبير، كتاب الصلاة، فصل الإمامة، الأولىٰ بالإمامة، ص: ۲۱۲، سهيل اكيڈمي لاهور)

الفصل الخامس في الأذان لقضاء الفوائت

(فوت شدہ نمازوں کے لئے اذان دینے کا بیان)

قضا نماز کے لئے اذان واقامت

سوال[۱۰۲۱۵]: میں قضا نماز کبھی گھر پر پڑھتا ہوں، کبھی مسجد میں، مسجد میں قضا نماز اکثر نماز با جماعت کے بعد ادا کرتا ہوں، اب مسئلہ یہ ہے کہ کیا مجھے گھر پر قضا نماز کے لئے اذان واقامت دونوں کہنا ہے یا نہیں اور مسجد میں کیا اذان واقامت بھی کہنی ہے یا نہیں؟ اور اگر اذان واقامت کہنی ضروری ہے، تو آہستہ کہنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

قضا نماز اس طرح پڑھنی چاہیے کہ کسی کو علم نہ ہو کہ یہ قضا نماز پڑھ رہے ہیں (۱)، اس لئے مسجد میں فجر نماز کے بعد اور عصر نماز کے بعد نہ پڑھیں، جب مسجد میں قضا نماز پڑھتے ہیں تو وہاں اذان واقامت ہوتی ہی ہے اور مکان پر جب پڑھتے ہیں تو وہاں مسجد کی اذان کافی سمجھی جاتی ہے۔ اگر اذان واقامت کی نوبت آئے، تو آہستہ آہستہ کہیں تاکہ دوسروں کو اشتباہ نہ ہو (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

---

(۱) "ويسن ذلك (أي الأذان) ...... ولا فيما يقضي من الفوائت في مسجد ...... لأن فيه تشويشاً وتغليطاً، ويكره قضاء ها فيه؛ لأن التأخير معصية فلا يظهرها، بزازية". (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۱/۳۹۱، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۱/۴۵۵، رشيديه)

(وكذا في السعاية في كشف ما في شرح الوقاية، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۲/۱۰، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۲) "وهذا إنما يظهر أن لو كان الأذان لجماعة، أما إذا كان منفرداً ويؤذن بقدر مايسمع نفسه فلا يلزم فيه تشويش وتغليط". (حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۱/۱۸۷، دار المعرفة بيروت)

"...... وأما إذا لم يكن كذلك فلا يؤذن له في المسجد لخوف التشويش، وأحب أن يؤذن لنفسه بحيث لايسمعه من سواه". (السعاية في كشف ما في شرح الوقاية، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۲/۱۰، سهيل اكيڈمی لاهور)

الفصل السادس في الأذان في اٰذان المولود

(بچہ کے کان میں اذان دینے کا بیان)

بچہ کے کان میں اذان دینے کا طریقہ

سوال[۱۰۲۱۶]: بچہ کے پیدا ہونے پر بعض لوگ کچھ فاصلہ سے بچہ کے کان میں اذان وتکبیر کہتے ہیں، اس لئے کہ بچہ کے قریب ہونے سے نفرت کرتے ہیں تو کیا یہ مسنون طریقہ سے اذان ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بچہ جب پیدا ہونے کے بعد اس کو پاک صاف کر کے اس کے کان کے قریب اذان واقامت کہی جائے، اس سے نفرت نہ کی جائے، کان میں اس زور سے آواز نہ دی جائے، کہ بچہ پریشان ہو جائے اور آواز کو برداشت نہ کر سکے(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۳/۹۰ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

---

(۱) "قلت: قد جاء في مسند أبي يعلى الموصلي عن الحسين رضي الله تعالىٰ عنه مرفوعاً: "من ولد له ولد، فأذن في أذنه اليمنىٰ وأقام في أذنه اليسرىٰ، لم تضره أم الصبيان، كذا في الجامع الصغير للسيوطي". (مرقاة المفاتيح، كتاب الصيد والذبائح، باب العقيقة: ۷/۷۵، رشيديه)

"وقال الرافعي رحمه الله تعالىٰ: قال السندي رحمه الله تعالىٰ: فيرفع المولود عند ولادة على يديه مستقبل القبلة، ويؤذن في أذنه اليمنىٰ، ويقيم في اليسرىٰ". (تقريرات الرافعي على ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۱/۴۵، سعيد)

(وكذا في العرف الشذي على جامع الترمذي، باب الأذان في اٰذان المولود: ۱/۲۷۸، سعيد)

باب الإقامة والتثويب

الفصل الأول في الإقامة

(اقامت کا بیان)

منفرد کے لئے اقامت کا حکم

سوال[۱۰۲۱۷]: اگر اکیلے فرض نماز ادا کرے، تو اقامت کی ضرورت ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اکیلے فرض نماز پڑھتے وقت بھی نیت سے پہلے اقامت مستحب ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

کیا ہر نماز میں مؤذن سے تکبیر کی اجازت لی جائے؟

سوال[۱۰۲۱۸]: اگر مؤذن کسی شخص سے صرف ایک مرتبہ یہ کہہ دے کہ جب بھی آپ مسجد میں تشریف لائیں، آپ میرے بغیر کچھ کہے تکبیر کہہ دیا کریں، تو کیا اس شخص کا ایک مرتبہ کی اجازت کے بعد پھر دوبارہ اجازت نہ لینا اور تکبیر کہہ دینا جائز اور درست ہوگا یا ہر مرتبہ اور ہر نماز میں مؤذن سے تکبیر کی اجازت لی جائے؟

---

(۱) "وذكر الشيخ أن الضابط عندنا: أن كل فرض أداء كان أو قضاء يؤذن له ويقام، سواء أدى منفرداً أو بجماعة إلا الظهر يوم الجمعة في المصر". (البحرالرائق، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۱/۴۵۵، رشيديه)

"(قوله: في بيته) أي؛ فيما يتعلق بالبلد من الدار والكرم وغيرهما قهستاني. وفي التفاريق: وإن كان في كرم أو ضيعة يكتفي بأذان القرية أو البلدة إن كان قريباً وإلا فلا. وحد القرب أن يبلغ الأذان إليه منه". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۱/۳۹۵، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۱/۲۴۲، دارالكتب العلمية بيروت)

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایک دفعہ کی اجازت بھی کافی ہے، جب کہ وہ ہمیشہ کے لئے ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱۰/۸۸ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

---

(۱) "وإن أذن رجل وأقام آخر بإذنه لابأس به". (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۱/۴۴۷، رشيديه)

"وإن أذن رجل وأقام آخر إن غاب الأول جاز من غير كراهة، وإن كان حاضراً، ويلحقه الوحشة بإقامة غيره، وإن رضي به لايكره عندنا". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الأول في الأذان: ۱/۵۴، رشيديه)

(وكذا في خلاصة الفتاوى، كتاب الصلاة، الفصل الأول في الأذان: ۱/۵۰، رشيديه)

الفصل الثاني في التثويب

(تثویب کا بیان)

نمازِ فجر کے لئے قرآن کریم کی تلاوت یا نظم وغیرہ سے جگانے کا حکم

سوال[۱۰۲۱۹]: ہمارے قصبہ کی مسجد میں روزانہ فجر کی اذان کے بعد ایک یا دو رکوع پڑھتے ہیں، اس کے بعد نظم پڑھتے ہیں، جماعت ہونے سے دس پندرہ منٹ پہلے رک جاتے ہیں، اس نیت سے کہ لوگوں کو فجر کی نماز جماعت سے مل جائے، کیا ایسا کرنا ٹھیک ہے؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلياً:

یہ پڑھنا غالباً ریڈیو اور اسپیکر پر ہوتا ہوگا، ایسے وقت پر کچھ لوگ سو رہے ہوں گے، کچھ ضروریات میں مشغول ہوں گے، قرآن پاک کی طرف توجہ دینے سے قاصر ہوں گے، اس لئے اس کو ترک کیا جائے (۱)، ویسے ہی نماز کے واسطے بلانے کے لئے شریعت نے اذان تجویز کی ہے، ریڈیو اسپیکر پر قرآن پاک اور نظم پڑھنا تجویز

---

(۱) "قال العلائي: "[فروع] يجب الاستماع للقرآن مطلقاً؛ لأن العبرة لعموم اللفظ.

قال العلامة الشامي رحمه الله تعالىٰ: وفي الفتح عن الخلاصة: رجل يكتب الفقه وبجنبه رجل يقرأ القرآن فلا يمكنه استماع القرآن فالإثم على القارئ، وعلى هذا: لو قرأ على السطح والناس نيام يأثم اهـ لأنه يكون سبب لإعراضهم على استماعه، أو لأنه يؤذيهم بإيقاظهم تأمل ...... يجب على القارئ احترامه بأن لايقرأه في الأسواق ومواضع الاشتغال، فإذا قرأه فيها كان هو المضيع لحرمته".

(ردالمحتار، كتاب الصلاة، قبيل باب الإمامة: ۱/۵۴۶، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الرابع في الصلاة والتسبيح وقرأة القرآن ..... الخ: ۵/۳۱۸، رشيديه)

(وكذا في مجموعة الفتاوىٰ على هامش خلاصة الفتاوىٰ، كتاب الكراهية: ۴/۳۳۰، امجد اكيڈمی لاهور)

نہیں کیا(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

☆......☆......☆......☆......☆

(۱) "عن ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما قال: كان المسلمون حين قدموا المدينة يجتمعون فيتحينون الصلوات، وليس ينادي بها أحد تكلموا يوماً في ذلك، فقال بعضهم: اتخذوا ناقوساً مثل ناقوس النصارى، وقال بعضهم: اتخذوا قرناً مثل قرن اليهود، قال: فقال عمر رضي الله تعالىٰ عنه: أولا تبعثون رجلاً ينادي بالصلاة؟ فقال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: يا بلال! قم فناد بالصلاة". (سنن الترمذي، أبواب الصلاة، باب ماجاء في بدء الأذان: ۱/۴۸، سعيد)

"لما روي عن علي رضي الله تعالىٰ عنه رأى مؤذناً يثوب في العشاء فقال: "أخرجوا هذا المبتدع من المسجد". (المبسوط للسرخسي، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۱/۲۷۴، مكتبه غفاريه كوئته)

باب صفة الصلاۃ

الفصل الأول في شروط الصلاۃ

(شروطِ صلاۃ کا بیان)

کیا نیت کے لئے زبان سے کہنا ضروری ہے؟

سوال[۱۰۲۲۰]: جوکام نماز سے پہلے جائز تھے، نماز میں تکبیر تحریمہ کے بعد جائز ہے کیا؟ امام نے تکبیر تحریمہ کرلی اس کے بعد مقتدی کا نیت کرنا یعنی زبان سے نیت کے الفاظ کا دہرانا کیسا ہے؟ ہمارے امام صاحب کا کہنا ہے کہ مقتدی اللہ اکبر کہہ کر جماعت میں شامل ہوجائے، ان کا یہ کلام درست ہے کیا؟

نیت کی کیا تعریف ہے؟ جس کام کے کرنے کا ارادہ دل سے ہو، اُسے نیت کہتے ہیں یا دل کی بات کو زبان سے دہرایا جاتا ہے، اس کو نیت کہتے ہیں۔ کسی مقصد کے تحت جوکلمات زبان سے نکلتے ہیں، اس کو اقرار کہتے ہیں کیا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قطعاً نہیں(۱)۔ "نية عزم القلب على الفعل" کسی بھی کام کے لئے دل کی آمادگی کا نام نیت ہے۔

---

(۱) "عن علي رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "مفتاح الصلاة الطهور، وتحريمها التكبير، وتحليلها التسليم". (سنن أبي داود، كتاب الطهارة، باب فرض الوضوء: ۱/ ۲۰، رحمانيه لاهور)

"(وتحريمها التكبير) قال المظهر: سمي الدخول في الصلاة تحريماً؛ لأنه يحرم الأكل، والشرب، وغيرهما على المصلي. فلا يجوز الدخول في الصلاة إلا بالتكبير". (مرقاة المفاتيح، كتاب الطهارة، باب مايوجب الوضوء، رقم الحديث: ۳۱۲: ۲/ ۳۴، رشيديه) .... =

اورشرعی اصطلاح میں اطاعت وقرب خداوندی کے لئے کسی کام کے کرنے کا نام،اس کونیت کہتے ہیں،زبان سے اقرارضروری نہیں اورزبان سے کہنا بھی ممنوع نہیں(۱)۔

"واصطلاحاً قصد الطاعة، والتقرب إلى الله تعالىٰ في إيجاد فعل"

(شرح الحموي على الأشباه، ص: ۲۹)(۲).

بہت سی باتیں مقصدواضح کرنے کی نظرسے مثال کےطورپربھی پیش کی جاتی ہیں،اس کوفقہ کی اصطلاح میں اقرارنہیں کہاجاتا۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

عربی میں نیت نماز

سوال[۱۰۲۲۱]: کوئی آدمی مثلاً:فجرکی نماز میں نیت عربی میں یوں کرےکہ:

"نويت أن أصلي لله تعالى ركعتي صلاة الفجر فرض الله تعالى متوجها إلى جهة الكعبة الشريفة الله أكبر".

= "والتحريم جعل الشيء محرماً، سميت بها لتحريم الأشياء المباحة قبل الشروع".

(ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/۴۴۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/۵۰۶، رشيديه)

(۱) "والنية هي الإرادة والشرط أن يعلم بقلبه أيّ صلاة يصلي أما الذكر باللسان فلا معتبر به، ويحسن ذلك لاجتماع عزيمته". (الهداية، كتاب الصلاة، باب شروط التي تتقدمها: ۱/۹۶، شركت علميه ملتان)

"(وهو) أي: عمل القلب (أي يعلم) عند الإرادة (بداهةً) بلا تأمل (أيّ صلاة يصلي والتلفظ) عند الإرادة (بها مستحب) هو المختار". (الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة: ۱/۴۱۵، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الثالث في شروط الصلاة، الفصل الرابع في النية: ۱/۶۵، رشيديه)

(۲) (شرح الحموي على الأشباه، الفن الأول، قول في القواعد الكلية، الأولى: لا ثواب إلا بالنية: ۱/۶۳، إدارة القرآن كراچى)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة وأركانها، ص: ۲۱۵، قديمى)

اس طریقہ سے نیت کر کے نماز پڑھنا، نماز ہو جائے گی یا نہیں؟ کیا یہ الفاظ قرآن وحدیث سے ثابت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

نیت نام ہے ارادۂ قلبی کا، جو چیز کرنے کے لئے دل میں سوچ لی جاوے، وہی نیت ہے، یہی چیز دل میں سوچی گئی ہے، اس کو زبان سے استحباباً کیا تو اس سے نماز میں خرابی نہیں آئی، بغیر زبان سے کہے صرف دل کی سوچی ہوئی نیت پر کفایت کرے تب بھی کافی اور درست ہے۔ طریقۂ مذکورہ پر زبان سے کہنا قرآن واحادیث سے ثابت نہیں۔

"النية هي إرادة لا العلم والمعتبر فيها عمل القلب اللازم للإرادة، وهو أن يعلم بداهة أيّ صلاة يصلي، والتلفظ بها مستحب هو المختار. وقيل: سنة" (درمختار مع هامش الشامي: ۱/۲۷۸)(۱).

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۴/۸۷ھ۔

سنت میں نیت کا طریقہ

سوال[۱۰۲۲۲]: سنتوں کی نیت کیسے کرنا چاہیے؟ تحریر فرمائیے گا۔ یہاں کچھ لوگ ایسا کہتے ہیں: ''سنت اللہ رسول اور کچھ کہتے ہیں طریقہ رسول کا''۔

الجواب حامداً ومصلياً:

سنتوں کی نیت اس طرح کرے کہ مثلاً: مغرب کی دو رکعت سنت، اللہ کے واسطے پڑھتا ہوں، سنت رسول اللہ کے طریقہ کو کہتے ہیں، زبان سے کہنا ضروری نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة: ۱/۴۱۴، ۴۱۵، سعيد)

(وكذا في الهداية، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة التي تتقدمها: ۲/۹۶، شركت علميه ملتان)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة: ۱/۴۸۲، رشيديه)

(۲) "والنية هي الإرادة والشرط أن يعلم بقلبه أيّ صلاة يصلي، أما الذكر باللسان فلا معتبر به، ويحسن ذلك =

نفل نماز میں حتمی نیت کرنا

سوال[۱۰۲۲۳] : ایک شخص عرصہ سے نفل نماز کی نیت اس طرح باندھتا ہے:

''نیت کی میں نے دو رکعت نماز نفل کی، نفل اپنے، واسطے اللہ تعالیٰ کے، منہ میرا کعبہ شریف کی طرف، وقت فلاں''۔

کیا یہ طریقہ شرک میں داخل ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کا مطلب یہ ہے کہ نفل اللہ نے لازم قرار نہیں دی، اس لئے اس کے پڑھنے پر کوئی پکڑ نہیں، بلکہ یہ میرا اپنا حق ہے، اگر پڑھوں گا تو مجھے ثواب ملے گا، نہیں پڑھوں گا تو ثواب سے محروم نہیں رہوں گا، اس لئے یہ شرک نہیں اور ایسے شخص کو مشرک نہیں کہا جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۸۶/۳/۱۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: سید مہدی حسن غفرلہ، ۸۶/۱۰/۱۵ھ۔

لنگوٹ باندھ کر نماز پڑھنا

سوال[۱۰۲۲۴] : تہبند کے نیچے لنگوٹ باندھ کر کے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہ پاک ہے، تو جائز ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

= لاجتماع عزيمته". (الهداية، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة التي تتقدمها: ۱/۹۶، شركت علميه ملتان)

"(وهو) أي: عمل القلب (أن يعلم) عند الإرادة (بداهة) بلا تأمل (أيّ صلاة يصلي والتلفظ) عند الإرادة (بها مستحب) هو المختار". (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة: ۱/۴۱۵، سعيد)

"والحق: أنهم إنما ذكروا العلم بالقلب لإفادة أن النية إنما هي عمل القلب، وأنه لايعتبر باللسان لا أنه شرط زائد على أصل النية". (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة: ۱/۴۸۲، رشيديه)

(۱) "(هي ستة: طهارة بدنه من حدث وخبث وثوبه) وكذا مايتحرك بحركته أو يعد حاملاً له ...... الخ. =

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

جواب درست ہے: سید مہدی حسن غفرلہ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۳/۸۹ھ۔

جس کپڑے میں بدن نظر آئے اس میں نماز پڑھنے کا حکم

سوال[۱۰۲۲۵]: ٹرالین کپڑا جس میں بعض میں تمام بدن نظر آتا ہے، بعض میں نہیں آتا۔ اس کا پہننا مردوں اور عورتوں کے لئے کیسا ہے؟ اس کو پہن کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟ عورتوں کے لباس میں اوڑھنی ہو یا ساڑھی یا کرتا سب کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اس کپڑے میں اعضاء نظر آتے ہیں اور ستر عورت نہیں ہوتا تو اس کا پہننا مرد اور عورت ہر دو کے لئے ناجائز ہے(۱)۔ اِلا یہ کہ اس سے اوپر یا اس کے نیچے ساترِ عورت کپڑا ہو، اگر اس میں اعضاء نظر نہ آئیں، بلکہ وہ ساترِ عورت ہو، یعنی گاڑھی قسم کا ہو، تو دونوں کے لئے درست ہے، اس کو پہن کر نماز بھی درست ہے(۲)۔

= (قوله: وثوبه) أراد مالابس البدن، فدخل القلنسوة، والخف، والنعل عن الحموي". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة: ۱/ ۴۰۲، سعيد)

"وأما طهارة ثوبه فلقوله تعالى: ﴿وثيابك فطهر﴾ فإن الأظهر أن المراد ثيابك الملبوسة وأن معناها طهرها من النجاسة". (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة: ۱/ ۴۶۴، رشيديه)

"تطهير النجاسة من بدن المصلي، وثوبه، والمكان الذي يصلي عليه واجب هكذا في الزاهدي". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الثالث في شروط الصلاة: ۱/ ۵۸، رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، باب شروط الصلاة: ۱/ ۱۸۹، دارالمعرفة بيروت)

(۱) "وحد الستر أن لايرى ماتحته، حتى لو ستر بثوب رقيق يصف ماتحته لايجوز". (البحرالرائق، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة: ۱/ ۴۶۷، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة: ۱/ ۲۵۲، ۲۵۳، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الثالث في شروط الصلاة: ۱/ ۵۸، رشيديه)

(۲) "فإن الإسلام ... لم يقصره على نوع دون نوع، ولم يقرر للإنسان نوعاً خاصاً أو هيئة خاصة من =

اگر اس میں ریشم غالب ہو،تو مردوں کے لئے منع ہے(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۱۲/۸۸ھ۔

مستورات کے لئے ٹخنہ ستر ہے یا نہیں؟

سوال[۱۰۲۲۶]: عورتوں کے ٹخنے بسا اوقات نماز میں کھل جاتے ہیں،لہٰذا اعادہ نماز کی ضرورت ہے یا نہیں؟ٹخنہ ایک عضو ہے یا کسی عضو کا جزو ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

"الكعب تبع للساق اه" سكب الأنهر: ۱/۸۱(۲).

= اللباس، ولا أسلوباً خاصاً للمعيشة، وإنما وضع مجموعة من المبادي". (تكملة فتح الملهم، كتاب اللباس والزينة: ۴/۸۷، مكتبه دارالعلوم كراچى)

"لا بأس بلبس الثياب الجميلة إذا كان لاينكر عليه فيه". (البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۸/۳۴۹، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۴/۱۹۱، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(۱) "عن أبي موسىٰ الأشعري رضي الله تعالىٰ عنه، أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "إن الله عزوجل أحل لأناث أمتي الحرير والذهب، وحرمه على ذكورها". (سنن النسائي، كتاب الزينة، باب لبس تحريم الذهب: ۲/۲۹۳، قديمى)

"عن ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما قال: سمعت عمر رضي الله تعالىٰ عنه يذكر أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "من لبس الحرير في الدنيا لم يلبسه في الآخرة". (جامع الترمذي، أبواب الاستئذان والأدب، باب ماجاء في كراهية الحرير والديباج: ۲/۱۰۹، سعيد)

"قوله: (حرم للرجل لا للمرأة لبس الحرير إلا قدر أربع أصابع) يعني يحرم على الرجل لا على المرأة لبس الحرير ..... وإنما حرم لبس الحرير على الرجال دون النساء لما روى أبوموسىٰ الأشعري ..... الخ". (البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۸/۳۴۷، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۷/۳۱، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) (الدر المنتقى المعروف بسكب الأنهر على هامش مجمع الأنهر، كتاب الصلاة، باب شروط =

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ ٹخنے مستقل عضو نہیں، بلکہ تابع ساق ہیں۔

ان کے کھل جانے سے نماز کا اعادہ لازم نہیں (۱)، کیونکہ یہ ربع ساق نہیں، گو احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ ان کے پوشیدہ رکھنے کا اہتمام کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۸/۱۲/۸۸ھ۔

قبلہ سے معمولی انحراف کی صورت میں نماز کا حکم

سوال[۱۰۲۲۷]: محلّہ میں صرف ایک مسجد ہے اور جمعہ کی نماز میں نیز عیدین کی نماز میں بعد پُر ہونے مسجد کے دیگر مصلیان سڑک پر نماز بوجہ مجبوری ادا کرتے ہیں اور سڑک پر نماز پڑھنے کی شکل میں کسی کا رخ قبلہ کی طرف نہیں ہو پاتا، اس کی وجہ یہ ہے کہ قبلہ تھوڑا سا ٹیڑھا ہے اور سڑک بالکل سیدھی ہے اور کوئی شکل بھی نہیں ہے، اگر صفیں قبلہ کی شکل میں لے جائیں، تو تمام راستہ بند ہو جاتا ہے اور موٹر وغیرہ سب رک جاتی ہیں، اس سے بھی ٹریفک والے اعتراض کرتے ہیں، تو اس شکل سے ان مجبوریوں کے ساتھ نماز ادا کی جا سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہندوستان میں مغرب کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی جاتی ہے، معمولی انحراف ہو تو بھی ادا ہو جاتی ہے،

= الصلاة: ۱/۱۲۲، مکتبه غفاریه کوئته)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة: ۱/۴۷۲، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة: ۱/۱۸۳، رشيديه)

(۱) "قوله: (وكشف ربع ساقها يمنع ... الخ) لأن قليل الانكشاف عفو عندنا للضرورة، فإن ثياب الفقراء لاتخلو عن قليل خرق كالنجاسة القليلة". (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة: ۱/۴۷۱، رشيديه)

"واعلم أن انكشاف ما دون الربع عفو إذا كان في عضو واحد". (مجمع الأنهر، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة: ۱/۱۲۳، مکتبه غفاریه کوئته)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الثالث في شروط الصلاة: ۱/۵۸، رشيديه)

اگر شمال یا جنوب کی طرف رخ ہو جائے گا تو نماز نہیں ہوگی (۱)۔ اب آپ خود اندازہ کرلیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

کیا مسلمان کعبہ کی عبادت کرتے ہیں؟

سوال[۱۰۲۲۸]: ایک غیر مسلم نے ہم سے سوال کیا کہ مسلمان سوائے خدا کے اور کسی کی عبادت نہیں کرتا، تو پھر مسلمان کعبہ کے رخ کیوں سجدہ کرتے ہیں؟ معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان کعبہ ہی کی عبادت کرتے ہیں۔ اس کا جواب کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

سجدہ خدائے وحدہ لاشریک لہ کو ہی کیا جاتا ہے، کعبہ کو ہرگز نہیں کیا جاتا، جو شخص کعبہ کو سجدہ کرے، اسلام اس کو مشرک قرار دیتا ہے (۲)، سجدہ کرتے وقت رخ کسی جانب ضرور ہوگا، اس کے لئے سمت کعبہ کو تجویز

---

(۱) "فيعلم منه أنه لو انحرف عن العين انحرافاً لاتزول منه المقابلة بالكلية جاز، ويؤيده ماقال في الظهيرية: إذا تيامن أو تياسر تجوز؛ لأن وجه الإنسان مقوس؛ لأن عند التيامن أو التياسر يكون أحد جوانبه إلى القبلة ..... ولا بأس بالانحراف انحرافاً لا تزول به المقابلة بالكلية، بأن يبقى شيء من سطح الوجه مسامتاً للكعبة ..... فعلم أن الانحراف اليسير لايضر، وهو الذي يبقى معه الوجه أو شيء من جوانبه مسامتاً لعين الكعبة أو لهوائها". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة: ۱/۴۲۸، ۴۳۰، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة: ۱/۴۹۵، ۴۹۲، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة: ۱/۸۳، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۲) "(قوله: حتى لو سجد للكعبة نفسها كفر) تفريع على كون الاستقبال شرطاً، يعني لما كان المسجود له هو الله تعالىٰ، والتوجه إلى الكعبة مأموراً به كما تقدم كان السجود لنفس الكعبة كفراً. قال الرافعي: (قوله كان السجود لنفس الكعبة كفراً) أي: إذا نوى العبادة كما ذكروه في الردة. وقال السندي: لجعله شريكاً لله تعالىٰ في العبادة، ولم يأذن بالعبادة لسواه اهـ". (الدرالمختار مع تقريرات الرافعي، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة: ۱/۴۲۷، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة: ۱/۱۹۷، دارالمعرفة بيروت)

کردیا گیا(۱)۔ اس کی خصوصیت معلوم کرنا چاہیں، تو ''قبلہ نما'' مصنفہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مطالعہ کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۱۱/۸۸ھ۔

قبلہ کا مشتبہ ہونا

سوال[۱۰۲۲۹]: نماز پڑھنے کے بعد معلوم ہوا کہ غلط رخ پر نماز پڑھی گئی ہے، تو کیا نماز ہوجائے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر کوئی قبلہ کا رخ بتانے والا نہیں تھا اور مسجد کے ذریعہ بھی معلوم نہیں ہوسکا اور تحری کرکے نماز پڑھی، تو ہوگئی (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۳/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿فول وجهك شطر المسجد الحرام﴾ (البقرة: ۱۴۴)

"عن ابن عباس رضي الله تعالیٰ عنهما أن رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: "البیت قبلة لأهل المسجد والمسجد قبلة لأهل الحرم، والحرم قبلة لأهل الأرض في مشارقها ومغاربها من أمتي". (تفسیر ابن کثیر، التوبة: ۱/۲۶۳، دار السلام ریاض)

"لا خلاف بین العلماء أن الکعبة قبلة في کل أفق، وأجمعوا علی أن من شاهدها وعاینها فرض علیه استقبالها، وأنه إن ترك استقبالها وهو معاین لها وعالم بجهتها فلا صلاة له". (الجامع لأحکام القرآن للقرطبي، التوبة: ۲/۲۰۸، دار إحیاء التراث العربي بیروت)

(۲) "فإن اشتبهت علیه القبلة ولیس بحضرته من یسأله عنها اجتهد، فإن علم أنه أخطأ بعد ماصلی لا یعیدها". (الهدایة، کتاب الصلاة، باب شروط الصلاة التي تتقدمها: ۱/۹۷، شرکت علمیه ملتان)

"ویتحری عاجز عن معرفة القبلة، فإن ظهر خطؤه لم یعد". (الدر المختار، کتاب الصلاة، باب شروط الصلاة: ۱/۴۳۳، سعید)

"وأطلق في الاشتباه فشمل ما إذا کان بمکة أو بالمدینة بأن کان محبوساً، ولم یکن بحضرته من یسئله فصلی بالتحري ثم تبین أنه خطأ، روي عن محمد أنه لا إعادة علیه، وکان الرازي یقول: تلزمه الإعادة والأول أحسن کذا في الظهیریة". (البحر الرائق، کتاب الصلاة، باب شروط الصلاة: ۱/۵۰۰، رشیدیه)

الفصل الثاني في أركان الصلاة

(ارکانِ نماز کا بیان)

فرض ونفل نماز میں قیام کا حکم

سوال[۱۰۲۳۰]: نماز کے فرائض میں قیام بھی ہے، جواب طلب امر یہ ہے کہ قیام سے کیا مراد ہے؟ بہشتی زیور میں لکھا ہے کہ تین بار ''سبحان اللہ'' کہنے کی مقدار قیام فرض ہے، اس سے تو سمجھ میں آتا ہے کہ نماز بیٹھ کر جائز ہی نہیں، کیونکہ ایک فرض قیام کی کمی رہ جاتی ہے اور کسی فرض کے رہنے پر نماز نہیں ہوتی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

فرض نماز میں قیام فرض ہے(۱)، بلا عذر ترک قیام سے نماز فرض ادا نہیں ہوگی (۲)نفل میں قیام فرض

---

(۱) ''من فرائضها التي لاتصح بدونها ..... ومنها القيام في فرض لقادر عليه''. (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة: ۱/ ۴۴۲، ۴۴۵، سعيد)

''وهو فرض في الصلاة للقادر عليه في الفرض''. (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/ ۵۰۹، رشيديه)

(وكذا في الفتاویٰ العالمكيرية، الباب الثالث في شروط الصلاة، الباب الرابع في صفة الصلاة: ۱/ ۶۹، رشيديه)

(۲) ''وأما الفرض فلا يصح قاعداً مع القدرة على القيام''. (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ۲/ ۱۱۰، رشيديه)

''ولا يجوز أن يصليها قاعداً مع القدرة على القيام''. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب التاسع في النوافل: ۱/ ۱۱۲، رشيديه)

''(من فرائضها التي لا تصح بدونها ..... الخ). (قوله: التي لاتصح بدونها صفة كاشفة إذ لا شيء من الفروض ما تصح الصلاة بدونه بلا عذرٍ''. (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة: ۱/ ۴۴۲، رشيديه) ..... =

نہیں وہ بیٹھ کر بھی درست ہے، البتہ بلا عذر بیٹھ کر پڑھنے سے نصف اجر ملتا ہے۔ کذا في البحر الرائق (۳).
فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/ ۶/ ۹۶ھ۔

چار پائی پر نماز

سوال [۱۰۲۴۱]: ایک شخص کہتا ہے کہ میں نے جنگل میں رات کو عشاء کی نماز چار پائی پر پڑھی، اندھیرے اور گھاس کباڑ کی وجہ سے چار پائی پر پڑھی۔ اس کی نماز ہوگئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر چار پائی پاک ہے یا اس پر پاک کپڑا یا بوریا وغیرہ ہے اور سجدہ صحیح طریقہ سے ہو جائے، تو اس پر نماز ہو جائے گی (۱)، اندھیرے اور گھاس کی وجہ سے اس کی نوبت آجاتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/ ۲/ ۱۴۰۰ھ۔

= "قوله: (ويتنفل قاعداً مع قدرته على القيام ابتداء وبناء) بيان أيضاً لما خلف فيه النفل والفرائض والواجبات وهو جوازه بالقعود مع القدرة على القيام، وقد حكي فيه إجماع العلماء ... وروى البخاري عن عمران بن الحصين مرفوعاً "من صلى قائماً فهو أفضل، ومن صلى قاعداً فله نصف أجر القائم" وقد ذكر الجمهور كما نقله النووي رحمه الله تعالى: أنه محمول على صلاة النفل قاعداً مع القدرة على القيام، وأما إذا صلاها مع عجزه فلا ينقص ثوابه عن ثوابه قائماً". (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ۲/ ۱۱۰، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ۲/ ۳۶، سعيد)

(وكذا في مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في صلاة النفل جالساً الخ، ص ۴۰۲، ۴۰۳، قديمي)

(۱) "(قوله: وأن يجد حجم الأرض) تفسيره: أن الساجد لو بالغ لايتسفل رأسه أبلغ من ذلك، فصح على طنفسة، وحصير، وحنطة، وشعير، وسرير، وعجلة إن كانت على الأرض، لا على ظهر حيوان كبساط مشدود بين أشجار". (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل في بيان تأليف الصلاة إلى انتهائها: ۱/ ۵۰۰، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل: الشروع في =

بیٹھ کرنماز پڑھنے میں سجدہ کی کیفیت

سوال[۱۰۲۳۲]: ایک شخص ہے، جو کہ بیٹھ کر مستحب نماز ادا کرتا ہے، آیا وہ سجدہ کس طرح کرے، رانوں کو پیروں سے جدا کرنا چاہیے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جس طرح کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی حالت میں سجدہ کرتا ہے، اسی طرح بیٹھ کر پڑھنے کی حالت میں سجدہ کرے، رانوں کو پنڈلیوں سے اوپر اٹھائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۱۰/۱۴۰۰ھ۔

نماز کے دوران سجدے میں دعا کرنا

سوال[۱۰۲۳۳]: حدیث شریف میں یہ کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سجدہ میں دعا مانگا کرتے تھے، اس سے کیا مراد ہے؟ آیا نماز ختم کر کے سجدہ میں جا کر کے دعا مانگتے یا پھر نماز کے دوران میں سجدہ

= الصلاة: ۱/۲۲۲، دارالمعرفة بيروت)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/۵۵۸، رشيديه)

(۱) "عن ميمونة رضي الله تعالىٰ عنها: "أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كان إذا سجد جافى بين يديه حتى لو أن بهمة أرادت أن تمر تحت يديه مرت". (سنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب صفة السجود: ۱/۱۳۷، مكتبه إمداديه)

"ويظهر عضديه في غير زحمة، ويباعد بطنه عن فخذيه ليظهر كل عضو بنفسه".

(الدرالمختار، باب صفة الصلاة، مطلب في إطالة الركوع للجائي: ۱/۵۰۳، سعيد)

"(قوله: ليظهر كل عضو بنفسه) فلا تعتمد الأعضاء على بعضها؛ ولأنه أشبه بالتواضع، وأبلغ في تمكين الجبهة والأنف من الأرض، وأبعد من هيئات الكسالى، فإن المنبسط يشبه الكلب، ويشعر حاله بالتهاون بالصلاة، وقلة الاعتناء بها". (حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب الصلاة، فصل: الشروع في الصلاة: ۱/۲۲۳، دارالمعرفة بيروت)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/۵۵۹، ۵۶۰، رشيديه)

دوران میں دعا مانگا کرتے تھے؟ کسی نے مجھے بتایا ہے کہ نماز کے دوران سجدے میں جب جاتے تھے، تو گھنٹوں سجدے میں گرے ہوئے گڑگڑا کر دعائیں مانگا کرتے تھے، اس کی تشریح مجھے چاہیے۔

الجواب حامداً ومصلياً:

نفل نماز بہت طویل پڑھتے تھے، قیام بھی بہت طویل ہوتا تھا، بعض دفعہ سوا پارہ ایک رکعت میں پڑھتے تھے(۱)، اتنے طویل قیام کے ساتھ رکوع بھی طویل ہوتا تھا اور سجدہ بھی اسی کے موافق ہوتا تھا اور تسبیحات کے علاوہ کچھ دعائیں بھی ہیں(۲)، یہ نماز کے ساتھ انتہائی انس اور ذوق کی بات ہے کہ اتنی دیر تک اپنے مولیٰ جل

---

(۱) "عن حذيفة رضي الله تعالىٰ عنه قال: صليت مع النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ذات ليلة فافتتح البقرة فقلت: يركع عند المائة ثم مضى فقلت: يصلي بها في ركعة، فمضى فقلت يركع بها، ثم افتتح النساء فقرأها، ثم افتتح آل عمران فقرأها، يقرأ مترسلاً، إذا مر بآية فيها تسبيح سبّح، وإذا مرّ بسؤال سأل، وإذا مر بتعوّذ عوّذ، ثم ركع فجعل يقول: "سبحان ربي العظيم" فكان ركوعه نحواً من قيامه، ثم قال: سمع الله لمن حمده، ثم قام طويلاً قريباً مما ركع، ثم سجد فقال: "سبحان ربي الأعلى" فكان سجوده قريباً من قيامه قال: وفي حديث جرير من الزيادة فقال: سمع الله لمن حمده". (صحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب استحباب تطويل القرأة في صلاة الليل: ۱/۲۶۴، قديمي)

"عن المغيرة رضي الله تعالى عنه يقول: إن كان النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ليقوم أو ليصلي حتى ترم قدماه أو ساقاه فيقال له فيقول: "أفلا أكون عبداً شكوراً". (صحيح البخاري، كتاب التهجد، باب قيام النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم حتى ترم قدماه: ۱/۱۵۲، قديمي)

(ومشكاة المصابيح، كتاب الصلاة، باب التحريض على قيام الليل، الفصل الأول، ص: ۱۰۸، قديمي)

(۲) "عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: كان النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يكثر أن يقول في ركوعه وسجوده، "سبحانك اللهم ربنا وبحمدك اللهم اغفرلي" يتأول القرآن". (صحيح البخاري، كتاب الأذان، باب التسبيح والدعاء في السجود: ۱/۱۱۳، قديمي)

"عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كان يقول في سجوده: "اللهم اغفرلي ذنبي كله دقه وجله، وأوله وآخره، وعلانيته وسره". (صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب مايقال في الركوع والسجود: ۱/۱۹۱، قديمي)

(وسنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب في الدعاء في الركوع والسجود: ۱/۱۳۵، رحمانيه لاهور)

شانہ کے سامنے سر رکھے ہوئے اور دعائیں مانگ رہے ہیں، یہ صورت نہیں تھی کہ نماز سے فارغ ہوکر کے مستقل سجدہ کر کے اس میں دعا مانگتے تھے، جیسا کہ بعض آدمی کرتے ہیں، البتہ کسی خاص نعمت کے شکریہ میں سجدہ بھی درست ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۲۱/۶/۸۵ھ۔

محمد جمیل الرحمٰن، نائب مفتی۔

مرد وعورت کی نماز میں فرق

سوال[۱۰۲۳۴]: ہمارے یہاں مردوں اور عورتوں کے نماز پڑھنے کا طریقہ مختلف ہے، ایسا کیوں ہے؟ کیا کسی حدیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ عورتوں کو اور طریقہ سے نماز ادا کرنی چاہیے، یہ طریقہ ہے، میرا مطلب سجدہ میں جانے کا طریقہ پاؤں خاص طرح سے رکھنے کا طریقہ ہے، جب کہ حدیث شریف میں یہ بھی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ سجدہ میں یوں نہ بیٹھو جس طرح کتا بیٹھتا ہے، بہرحال کچھ اس طرح کے الفاظ ہیں، مگر عورتوں کو جس طرح جانا سکھایا جاتا ہے، اس سے کچھ وہی صورت پیدا ہوتی ہے۔ عورتوں کو اس طرح سجدہ وغیرہ پردہ داری کے خیال سے علماء نے سکھایا ہے، تو کیا حدیث اور قرآن کے علاوہ خود ایسے طریقے رائج کئے جاسکتے ہیں؟ مجھے اس سلسلہ میں واضح جواب چاہیے۔

---

(۱) "وسجدة الشكر مستحبة به يفتى، لكنها تكره بعد الصلاة؛ لأن الجهلة يعتقدونها سنة أو واجبة وكل مباح يؤدي إليه فمكروه.

(قوله وسجدة الشكر) ...... وهي لمن تجددت عنده نعمة ظاهرة، أو رزقه الله تعالىٰ مالاً أو ولداً أو اندفعت عنه نقمة، ونحو ذلك يستحب له أن يسجد لله تعالىٰ شكراً مستقبل القبلة يحمد الله تعالىٰ فيها ويسبحه، ثم يكبر فيرفع رأسه كما في سجدة التلاوة". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب سجود التلاوة: ۱۱۹/۲، ۱۲۰، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الصلاة، باب سجود التلاوة: ۳۲۸/۱، دار المعرفة بيروت)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الثالث عشر في سجود التلاوة، ومما يتصل بذلك مسائل سجدة الشكر: ۱۳۵/۱، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

عورتوں کے لئے اس طرح سجدہ کرنے کا حکم خود حدیث شریف میں ہے، علماء نے حدیث کی مخالفت کرکے یا حدیث سے بے نیاز ہوکر کے کسی مصلحت کی بناء پر یہ حکم اپنی طرف سے نہیں دیا ہے۔

"والمرأة تنخفض وتلزق بطنها بفخذيها، روي عن يزيد ابن أبي حبيب: أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم مرّ على امرأتين تصليان، فقال: إذا سجدتما فضما بعض اللحم إلى بعض، فإن المرأة ليست في ذلك كالرجل". زيلعي: ۱/۱۱۸(۱).

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۲۱/۶/۸۵ھ۔

محمد جمیل الرحمٰن، نائب مفتی۔

☆......☆......☆......☆......☆

---

(۱) (تبيين الحقائق، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/۳۰۲، دار الكتب العلمية بيروت)

"عن يزيد بن أبي حبيب، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم: "مرّ على امرأتين تصليان، فقال: إذا سجدتما فضما بعض اللحم إلى للأرض؛ فإن المرأة ليست في ذلك كالرجل". (كتاب المراسيل للإمام أبي داود السجستاني، كتاب الصلاة، باب جامع الصلاة، رقم الحديث: ۸۹، ص: ۱۹۱، دار الصميعي المملكة العربية السعودية، الطبعة الأولىٰ ۱۴۲۲هـ)

"عن يزيد بن أبي حبيب، أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم مر على امرأتين تصليان، فقال: "إذا سجدتما فضما بعض اللحم إلى الأرض، فإن المرأة ليست في ذلك كالرجل". (سنن الكبرى للبيهقي، كتاب الصلاة، باب مايستحب للمرأة من ترك التجافي في الركوع والسجود: ۲/۳۱۵، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/۵۲۱، رشيديه)

(وكذا في تلخيص الحبير، باب صفة الصلاة: ۱/۳۹۴، مكتبه نزار مصطفىٰ البابي الحلبي مصر)

الفصل الثالث في سنن الصلاة

(نماز کی سنتوں کا بیان)

دوقدموں کے درمیان کتنا فصل ہو؟

سوال[۱۰۲۳۵]: اگر کسی کی عادت ہوگئی، ایک بالشت سے زیادہ فاصلہ رکھ کر نماز میں کھڑے ہونے کی اور اس سے اس کو خشوع اور خضوع زیادہ ہوتا ہے، تو ایسا کرنا کسی حنفی کے لئے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دونوں پیروں کے درمیان چار انگشت کا فصل کر کے کھڑا ہونا مستحب ہے۔ ترک مستحب سے نہ نماز فاسد ہوتی ہے، نہ مکروہ ہوتی ہے(۱)، البتہ مستحب کا ثواب حاصل نہیں ہوتا۔ كذا في الطحطاوي(۲). فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند، ۲۱/۵/۹۴ھ۔

---

(۱) "ويسن تفريج القدمين في القيام قدر أربع أصابع؛ لأنه أقرب إلى الخشوع". (مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في بيان سننها، ص: ۲۶۲، قديمى)

"وينبغي أن يكون بينهما مقدار أربع أصابع اليد؛ لأنه أقرب إلى الخشوع". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/۴۴۴، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلاة، الفصل الثالث في سنن الصلاة: ۱/۷۳، رشيديه)

(۲) "والأولىٰ ما عليه الأصوليون من عدم الفرق بين المستحب والمندوب، وتركه لا يوجب إساءة ولا عتاباً لكن فعله أفضل". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في آدابها، ص: ۲۷۶، قديمى)

"ولا يلزم من ترك المستحب ثبوت الكراهة، إذ لابدلها من دليل خاص اهـ". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب العيدين، مطلب لايلزم من ترك المستحب ثبوت الكراهة إذ لابدلها من دليل خاص: ۲/۱۷۷، سعيد) .... =

نماز میں ٹخنوں کو ملانے کا حکم

سوال[۱۰۲۳۶]: نماز میں ٹخنہ سے ٹخنہ ملانا چاہیے یا نہیں؟ کیا حدیث یا فقہ میں اس کی ممانعت ہے یا اس کا ثبوت ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

علامہ شرنبلالی نے مراقی الفلاح میں تصریح کی ہے کہ دونوں قدم کے درمیان چار انگل کا فاصلہ رکھے(۱)، اس سے معلوم ہوا کہ ٹخنہ سے ٹخنہ نہیں ملایا جائے گا۔علاوہ ازیں ٹخنہ سے ٹخنہ ملا کر نماز پڑھنا بہت دشوار ہے اور قعدہ تو اس حالت میں ممکن بھی نہیں، البتہ ایک نمازی دوسرے نمازی کے ساتھ صف میں کھڑا ہو کر اپنا ٹخنہ دوسرے کے ساتھ سیدھ میں رکھے، آگے پیچھے نہ رکھے، تاکہ صف سیدھی رہے، یہی حکم حدیث وفقہ سے ثابت ہے(۲)۔

= (وكذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب العيدين: ۱/۳۵۵، دارالمعرفة بيروت)

(۱) "ويسن تفريج القدمين في القيام قدر أربع أصابع؛ لأنه أقرب إلى الخشوع". (مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في بيان سننها، ص: ۲۶۲، قديمي)

"وينبغي أن يكون بينهما مقدار أربع أصابع اليد؛ لأنه أقرب إلى الخشوع". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/۴۴۴، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب الرابع في صفة الصلاة، الفصل الثالث في سنن الصلاة وآدابها وكيفيتها: ۱/۷۳، رشيديه)

(۲) "عن أنس رضي الله تعالى عنه، عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: أقيموا صفوفكم فإني أراكم من وراء ظهري، وكان أحدنا يلزق منكبه بمنكب صاحبه وقدمه بقدمه". (صحيح البخاري، كتاب الأذان، باب إلزاق المنكب بالمنكب والقدم بالقدم في الصف: ۱/۱۰۰، قديمي)

"عن أبي القاسم الجدلي قال: سمعت النعمان بن بشير رضي الله تعالى عنه يقول: أقبل رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم على الناس بوجهه فقال: "أقيموا صفوفكم ثلاثاً، والله لتقيمن صفوفكم أو ليخالفن الله بين قلوبكم" قال: فرأيت الرجل يلزق منكبه بمنكب صاحبه، وركبته بركبة صاحبه، وكعبه بكعبه". (سنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب تسوية الصفوف: ۱/۱۰۶، رحمانيه لاهور)

"قال: أي: نعمان بن بشير رضي الله تعالى عنه: فرأيت الرجل: "أي: من الصحابة المصلين =

یہ نہیں کہ ایک نمازی ٹخنہ کو دوسرے نمازی کے ٹخنہ سے ملالے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/ ۶/ ۸۵ھ۔

امام تکبیرِ تحریمہ کب کہے؟

سوال[۱۰۲۳۷]: امام صاحب کس وقت تکبیرِ تحریمہ یعنی نیت باندھے، کتاب وسنت کے مطابق کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس میں یہ قول بھی ہے کہ قد قامت الصلوٰۃ پر امام نماز شروع کردے اور سب مقتدی بھی اس کی اقتداء میں شروع کردیں، دوسرا قول یہ ہے کہ اقامت ختم ہونے پر شروع کرے، امام بھی مقتدی بھی، اس میں بھی کوئی تشدد اختیار نہ کیا جائے، دونوں قول درمختار اور شامی میں مذکور ہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/ ۲/ ۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/ ۲/ ۸۹ھ۔

= بالجماعة بعد صدور ذلك القول من رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم "يلزق": أي يلصق منكبه بمنكب صاحبه، وركبته بركبة صاحبه، وكعبه بكعبه، ولعل المراد بالإلزاق المحاذاة، فإن إلزاق الركبة بالركبة، الكعب بالكعب في الصلاة مشكل، وأما إلزاق المنكب بالمنكب فمحمول على الحقيقة".

(بذل المجهود شرح أبي داود، كتاب الصلاة، باب تسوية الصفوف: ١/ ٣٦٠، إمداديه ملتان)

(وإعلاء السنن، أبواب الإمامة، باب سنية تسوية الصف ورصها: ٤/ ٣١٩، إدارة القرآن كراچی)

"(ويصف) أي: يصفهم الإمام بأن يأمرهم بذلك، قال الشمني: وينبغي أن يأمرهم بأن يتراصوا ويسدوا الخلل ويسووا مناكبهم". (الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ١/ ٥٦٨، سعيد)

(١) "(وشروع الإمام) في الصلاة (مذ قيل قد قامت الصلاة) ولو أخر حتى أتمها لا بأس به إجماعاً وهو قول الثاني والثالث، وهو أعدل المذاهب (قوله وشروع الإمام) وكذا القوم؛ لأن الأفضل عند أبي حنيفة مقارنتهم له كما سيأتي. (قوله: لابأس به إجماعاً) أي: لأن الخلاف في الأفضلية فنفي البأس أي: الشدة ثابت في كلا القولين وإن كان الفعل أولى في أحدهما". (ردالمحتار مع الدرالمختار، كتاب الصلاة، آداب الصلاة: ١/ ٤٧٩، سعيد) .... =

امام کے پیچھے ثناء پڑھنا

سوال[۱۰۲۳۸]: اگر آہستہ نمازوں میں یا فرض نماز کی تیسری اور چوتھی رکعت میں کوئی مقتدی نماز میں شامل ہو جائے، کیا وہ اس وقت ثناء پڑھے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نہیں(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

سورت سے پہلے بسم اللہ پڑھنا

سوال[۱۰۲۳۹]: ۱..... سورہ فاتحہ پڑھنے کے بعد آمین پیش امام ومقتدی دونوں کو کہنا چاہیے اور پھر بسم اللہ پڑھ کر دوسری سورت شروع کرنی چاہیے یا بغیر بسم اللہ کے پڑھنا چاہیے؟ پیش امام صاحب سورہ فاتحہ کے بعد بسم اللہ پڑھ کر دوسری سورت شروع کرتے ہیں ایسا کرنا چاہیے یا نہیں؟

۲..... قد قامت الصلوۃ پر نیت باندھنا چاہیے، مگر ہمارے پیش امام تکبیر کے کافی دیر بعد نیت باندھتے

= (وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۵۳۱/۱، رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل من آدابها، ص: ۲۷۶، قديمي)

(۱) "وقرأ سبحانك اللهم تاركاً وجل ثناؤك إلا في الجنازة متقصراً عليه ..... إلا إذا شرع الإمام في القراءة سواء كان مسبوقاً أو مدركاً، سواء كان إمامه يجهر بالقراءة أولاً، فإنه لايأتي به لما في النهر عن الصغرى: أدرك الإمام في القيام يثني مالم يبدأ بالقراءة". (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب في بيان المتواتر والشاذ: ۴۸۸/۱، سعيد)

"أطلقه فأفاد أنه يأتي به كل مصل، إماماً كان أو منفرداً لكن قالوا: المسبوق لا يأتي به إذا كان الإمام يجهر بالقراءة للاستماع، وصححه في الذخيرة". (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل: ۵۴۰/۱، رشيديه)

"ثم اعلم أن الثناء يأتي به كل مصل فالمقتدى يأتي به مالم يشرع الإمام في القراءة مطلقاً سواء كان مسبوقاً، أو مدركاً في حالة الجهر أو السر". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في بيان سننها، ص: ۲۵۲، قديمي)

ہیں، کیا ایسا کرنا درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......جس نماز میں قرأت آہستہ کی جاتی ہے، اس میں الحمد کے بعد آمین کہہ کر بسم اللہ پڑھ کر سورت شروع کی جائے اور جس نماز میں آواز سے قرأت کی جاتی ہے، سورت سے پہلے پڑھنا مسنون نہیں (۱)، مقتدی الحمد للہ پڑھتا ہے، نہ سورت۔

۲......اقامت ختم ہونے پر بھی نماز شروع کرنا درست ہے، قد قامت الصلوٰة پر بھی اجازت ہے،

---

(۱) اس جواب میں حضرت مفتی صاحب قدس سرہ نے جواب امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذہب کے مطابق دیا ہے، جب کہ فتویٰ شیخین کے مذہب پر ہے کہ امام کے لئے سورہ فاتحہ اور سورت کے درمیان ''بسم اللہ'' پڑھنا مستحب ہے، مسنون نہیں۔ نماز جہری ہو یا سری، دونوں میں یہی مسئلہ ہے۔

''ثم اعلم أنه لا فرق في الإتيان بالبسملة بين الصلاة الجهرية، والسرية، وفي حاشية المؤلف على الدرر: واتفقوا على عدم الكراهة في ذكرها بين الفاتحة والسورة، بل هو حسن سواء كانت الصلاة سرية اوجهرية، وينافيه ما في القهستاني أنه لا يسمي بين الفاتحة والسورة في قولهما، وفي رواية: عن محمد قال في المضمرات: والفتوىٰ على قولهما، وعن محمد أنها تسن في السرية دون الجهرية لئلا يلزم الإخفاء بين جهرين، وهو شنيع واختاره في العناية، والمحيط، وقال في شرح الضياء: لفظ الفتوىٰ اكد من المختار، وما في الحاشية تبع فيه الكمال وتلميذه ابن أمير حاج حيث رجحا أن الخلاف في السنية. فلا خلاف أنه لو سمي لكان حسناً لشبهة الخلاف في كونها آية من كل سورة''. (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في بيان سننها، ص: ۲۶۰، ۲۶۱، قديمی)

''وفيه أيضاً ...... قوله: (ولا تكره اتفاقاً) ولهذا صرح في الذخيرة والمجتبىٰ بأنه إن سمى بين الفاتحة والسورة المقروءة سراً أو جهراً كان حسناً عند أبي حنيفة، ورجحه المحقق ابن الهمام وتلميذه الحلبي شبهة الاختلاف في كونها آية من كل سورة، بحر''. (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الصلاة، مطلب قرأة البسملة بين الفاتحة والسورة حسن: ۱/۴۹۰، سعيد)

(وكذا في معارف السنن، كتاب الصلاه، حديث أن الجهر بالبسملة بدعة والبسملة بين السورة والفاتحة: ۲/۳۷۲، ۳۷۳، سعيد)

تکبیر ختم ہونے کے بعد بلا وجہ تاخیر مناسب نہیں (۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

نماز شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کا حکم

سوال[۱۰۲۴۰]: وضو بنا کر جب نماز کے لئے کھڑے ہو گئے، تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر نیت باندھے یا بغیر بسم اللہ پڑھے نیت باندھ لے، یعنی نیت باندھنے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بغیر بسم اللہ کے نیت باندھنے میں کوئی اعتراض کی بات نہیں، اس موقع پر بسم اللہ پڑھنا ضروری نہیں، اس کو ضروری سمجھنا غلط اور ناجائز ہے (۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

رفع یدین کتنی جگہ ہے؟ نیز مرد وعورت کی نماز میں فرق

سوال[۱۰۲۴۱]: ایک جماعت اہل حدیث ہے، جن کی نمازوں میں فرق ہے، وہ جماعت ایک

---

(۱) "(وشروع الإمام) في الصلاة (مذ قيل: قد قامت الصلاة) ولو أخر حتى أتمها لا بأس به إجماعا، قوله (لا بأس به إجماعاً) أي: لأن الخلاف في الأفضلية فنفي البأس أي: الشدة ثابت في كلا القولين، وإن كان الفعل أولى في أحدهما". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، اداب الصلاة: ۱/ ۴۷۹، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل من ادابها، ص: ۲۷۸، قديمي)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/ ۵۳۱، رشيدية)

(۲) "قال ابن منير: فيه أن المندوبات قد تنقلب مكروهات إذا رفعت عن رتبتها ... الخ". (فتح الباري، كتاب الصلاة، باب الانفتال والانصراف عن اليمين: ۲/ ۴۳۰، قديمي)

"قال الطيبي: وفيه أن من أصر على أمر مندوب وجعله عزماً ولم يعمل بالرخصة، فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال". (مرقاة المفاتيح، كتاب الصلاة، باب الدعاء في التشهد، الفصل الأول، رقم الحديث: ۹۴۶: ۳/ ۳۱، رشيديه)

(وكذا في السعاية في كشف مافي شرح الوقاية، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۲/ ۲۶۳، سهيل اكيڈمى لاهور)

رکعت میں تین مرتبہ رفع الیدین کرتی ہے اور وہ جماعت عورتوں اور مردوں کی نماز میں فرق نہیں بتلاتی، مرد بھی کندھوں تک ہاتھ اٹھا کر سینے پر باندھتے ہیں اور عورتیں بھی مردوں کی طرح سجدہ کرتی ہیں، صحیح حدیثوں کا حوالہ دے کر بتلائے کہ عورتوں اور مردوں کی نماز میں کچھ فرق ہے یا نہیں؟ اور وتر میں بھی ان کے یہاں فرق ہے، وہ رکعت وتر پڑھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور الحمد اور سورت پڑھنے کے بعد رکوع میں چلے جاتے ہیں، پھر رکوع سے اٹھنے کے بعد تسبیح پڑھ کر سیدھے کھڑے ہو کر دعاء کے لئے ہاتھ اٹھا کر دعا قنوت پڑھتے ہیں، پھر سجدہ میں جاتے ہیں، غرض کہ ہماری نماز سے بالکل مختلف ہے۔ آپ لکھیں کہ ایسا کرنا کیسا ہے؟ تراویح آٹھ رکعت پڑھتے ہیں اور زور سے نماز میں آمین کہتے ہیں، یہ کون سے دور کی حدیثوں میں ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

ابتداء میں رفع یدین ایک رکعت میں کئی مرتبہ کیا جاتا تھا (۱)، اس کے بعد صرف نماز شروع کرتے وقت رفع یدین باقی رہ گیا، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے اس طرح ثابت ہے (۲)،

---

(۱) "عن سالم بن عبدالله، عن أبيه: أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كان يرفع يديه حذو منكبيه إذا افتتح الصلاة، وإذا كبر للركوع، وإذا رفع رأسه من الركوع رفعهما كذلك أيضاً، وقال "سمع الله لمن حمده، ربنا ولك الحمد" وكان لا يفعل ذلك في السجود". (صحيح البخاري، كتاب الأذان، باب رفع اليدين في التكبيرة الأولىٰ مع الافتتاح سواءً: ۱/۱۰۲، قديمي)

(وصحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب استحباب رفع اليدين حذو المنكبين مع تكبيرة الإحرام، والركوع، وفي الرفع من الركوع: ۱/۱۶۸، قديمي)

(ومشكاة المصابيح، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، الفصل الأول، ص: ۷۵، قديمي)

(۲) "عن علقمة قال: قال لنا ابن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه: ألا أصلي بكم صلاة رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم؟ فصلى ولم يرفع يديه إلا مرة واحدة مع تكبيرة الافتتاح". (مشكاة المصابيح، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، الفصل الثالث، ص: ۷۷، قديمي)

(وجامع الترمذي، وقال: حديث ابن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه، حديث حسن، أبواب الصلاة، باب رفع اليدين عند الركوع: ۱/۵۹، سعيد)

(وسنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب من لم يذكر الرفع عند الركوع: ۱/۱۱۸، رحمانيه)

پھر حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صرف تکبیر افتتاح کے وقت رفع یدین فرماتے تھے(۱)۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اختیار فرمایا ہے۔ دوسرے بعض حضرات فرماتے ہیں کہ رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت بھی رفع یدین کیا جاوے۔ ان کے پاس بھی روایات موجود ہیں(۲)۔ اور یہ مسئلہ اتنا اہم نہیں ہے کہ اس پر کچھ لڑائی کی جائے اور جو کچھ اختلاف ہے، افضل وغیر افضل کا ہے، جیسا کہ ابوبکر جصاص رازی نے احکام القرآن میں تصریح کی ہے(۳)۔ مستقل رسائل بھی لکھے ہیں۔

البحر الرائق: ۱/۳۲۲، میں ہے:

---

(۱) "عن البراء رضي الله تعالیٰ عنه: "أن رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم كان إذا افتتح الصلاة رفع يديه إلى قريب من أذنيه ثم لا يعود". (سنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب من لم يذكر الرفع عند الركوع: ۱/۱۱۸، رحمانيه)

(۲) "عن ابن عمر رضي الله تعالیٰ عنهما، أن رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم كان يرفع يديه حذو منكبيه إذا افتتح الصلاة، وإذا كبر للركوع، وإذا رفع رأسه من الركوع رفعها كذلك وقال "سمع الله لمن حمده، ربنالك الحمد" وكان لايفعل ذلك في السجود". (مشكاة المصابيح، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، الفصل الأول، ص: ۷۵، قديمی)

"عن نافع: أن ابن عمر (رضي الله تعالیٰ عنهما) كان إذا دخل في الصلاه كبر ورفع يديه، وإذا ركع رفع يديه، وإذا قال سمع الله لمن حمده، رفع يديه، وإذا قام من الركعتين رفع يديه، ورفع ذلك ابن عمر إلى النبي صلى الله تعالیٰ علیه وسلم". (صحيح البخاري، كتاب الأذان، باب رفع اليدين إذا قام من الركعتين: ۱/۱۰۲، قديمی)

"عن مالك بن الحويرث (رضي الله تعالیٰ عنه) أن رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم كان إذا كبر رفع يديه حتى يحاذي بهما أذنيه، وإذا ركع رفع يديه حتى يحاذي بهما أذنيه، وإذارفع رأسه من الركوع قال: "سمع الله لمن حمده" فعل مثل ذلك". (صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب استحباب رفع اليدين حذو المنكبين مع تكبيرة الإحرام: ۱/۱۶۸، قديمی)

(۳) "وأما ماليس بفرض فهم يخيرون في أن يفعلوا ما شأوا منه، وإنما الخلاف بين الفقهاء فيه في الأفضل منه". (أحكام القرآن للجصاص تحت آية: ﴿يا أيها الذين امنوا كتب عليكم الصيام﴾ البقرة: ۱۸۳، باب كيفية شهود الشهر: ۱/۲۸۲، قديمی)

"فلا يرفع يديه عند الركوع، ولا عند الرفع منه، ولا في تكبيرات الجنائز؛ لحديث أبي داود عن البراء رضي الله تعالىٰ عنه قال: رأيت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يرفع يديه حين افتتح الصلوة، ثم لم يرفعهما حتى انصرف"(١).

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی دونوں طرح کے عمل کی روایات ثابت ہیں (۲)۔

وفي فتح القدير: "واعلم أن الآثار عن الصحابة والطرق عنه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كثيرة جداً، والكلام فيها واسع من جهة الطحاوي وغيره، والقدر المتحقق بعد ذلك كله ثبوت رواية كل من الأمرين عنه عليه الصلاة والسلام الرفع عند الركوع كما رواه الأئمة الستة في كتبهم عن ابن عمر، وعدمه كما رواه أبوداود وغيره عن ابن مسعود وغيره الخ. البحر الرائق: ١/٣٢٣(٣).

"عن عبدالله بن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه: أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كان لايرفع يده إلا عند افتتاح الصلاة ثم لا يعود بشيء من ذلك"(٤).

مجمع الزوائد میں روایت موجود ہے کہ دوعورتیں نماز پڑھ رہی تھیں، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو فرمایا: بعض اعضاء کو بعض اعضاء سے ملا کر چپکا کر سجدہ کیا کریں (۵)، یعنی مردوں کی طرح کشادگی کے

---

(١) (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ١/٥٦٣، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ١/٣١١، دارالكتب العلمية بيروت)

(٢) راجع رقم الحاشية: ٢، ص: ٥١٣، وأيضاً، ص: ٥١٤، رقم الحاشية ١، ٢

(٣) (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ١/٥٦٣، رشيديه)

(٤) (إعلاء السنن، كتاب الصلاة، باب ترك رفع اليدين في غير الافتتاح: ٣/٤٣، إدارة القرآن كراچی)

(٥) لم أجده في مجمع الزوائد ولكن في سنن الكبرىٰ للبيهقي:

"عن يزيد بن أبي حبيب (رضي الله تعالىٰ عنه): أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم مر على امرأتين تصليان فقال: "إذا سجدتما فضما بعض اللحم إلى الأرض، فإن المرأة ليست في ذلك كالرجل". (سنن الكبرىٰ للبيهقي، كتاب الصلاة، باب مايستحب للمرأة من ترك التجافي الخ: ٢/٣١٥، دارالكتب العلمية بيروت) .... =

ساتھ سجدہ نہ کریں، بلکہ سجدہ کی حالت میں اپنے ذراعین (کہنیوں) کو زمین سے لگائیں اور عضدین (بازوؤں) کو سینے سے اور شکم (پیٹ) کو زانو پر رکھلیں کریں، ان کا قعود بھی تورک (۱) کے ساتھ ہوتا ہے، رفع یدین بھی مردوں کی طرح نہیں کریں گی، کسی روایت میں ایسا بھی ہے کہ دو رکعت پر سلام پھیر کر بعد میں ایک رکعت مستقل پڑھی، مگر عامۃً تین رکعت ایک ہی سلام کے ساتھ پڑھنے کا معمول تھا (۲)۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیس رکعت تراویح کا اہتمام فرمایا اور دیگر صحابہ کا بھی یہی معمول تھا (۳)۔

= (وكذا في تلخيص الحبير، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/ ۳۹۲، مكتبه نزار مصطفى الباز مكة)

(۱) ''تورک: سرین پر بیٹھنا''۔ (القاموس الوحيد، ص: ۱۸۴۱، إدارة اسلاميات)

(۲) "عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما: أن رجلاً سأل النبي صلى الله تعالى عليه وسلم عن صلاة الليل فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "صلاة الليل مثنى مثنى، فإذا خشي أحدكم الصبح صلى ركعة واحدة توتر له ماقد صلى" وعن نافع أن عبدالله ابن عمر رضي الله تعالى عنهما كان يسلم بين الركعة والركعتين في الوتر حتى يأمر ببعض حاجته". (صحيح البخاري، كتاب الصلاة، أبواب الوتر، باب ماجاء في الوتر: ۱/ ۱۳۵، قديمي)

"عن عبدالعزيز بن جريج قال: سألت عائشة رضي الله تعالى عنها: بأي شيء كان يوتر رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم؟ قالت: كان يقرأ في الأولى بسبح اسم ربك الأعلى، وفي الثانية: "بقل يا أيها الكافرون" وفي الثالثة "بقل هو الله أحد، والمعوّذتين". (جامع الترمذي، أبواب صلاة الوتر، باب ماجاء مايقرأ في الوتر: ۱/ ۱۰۶، سعيد)

(وسنن ابن ماجة، كتاب الصلاة، باب ماجاء في الوتر، ص: ۸۲، قديمي)

(۳) "عن عبدالرحمن بن عبدالقاري أنه قال: خرجت مع عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه في رمضان إلى المسجد، فإذا الناس أوزاع متفرقون يصلي الرجل لنفسه، ويصلي الرجل ويصلي بصلاته الرهط، فقال عمر رضي الله تعالى عنه: والله! إني لأراني لو جمعت هؤلاء على قارئ واحد، لكان أمثل، فجمعهم على أبي بن كعب رضي الله تعالى عنه". (الموطأ للإمام مالك، كتاب الصلاة في رمضان، باب ماجاء في قيام رمضان، ص: ۹۸، مير محمد كتب خانه)

"كان الناس يقومون في زمن عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه رمضان بثلاث وعشرين ركعة". (المؤطا للإمام مالك، كتاب الصلاة في رمضان، باب ماجاء في قيام رمضان، ص: ۹۷، مير محمد كتب خانه) =

آمین زور سے بھی ثابت ہے، آہستہ بھی، یہ کہنا غلط ہے کہ آہستہ سے ثابت نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/ ۶/ ۱۴۰۰ھ۔

قومہ میں تحمید اور تسبیح کا حکم

سوال [۱۰۲۴۲]: ۱..... نماز میں قعدہ اخیرہ میں درود شریف کے بعد دعاء ماثورہ پڑھنا ضروری ہے؟

۲..... رکوع سے کھڑے ہونے پر "سمع اللہ لمن حمدہ" اور "ربنالك الحمد" دونوں کا پڑھنا ضروری ہے؟ اس کے متعلق علماء کیا فرماتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... سنت ہے (۲)۔

= "إن عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه جمع الناس في رمضان على أبي بن كعب وعلى تميم الداري، الخ". (عمدة القاري، كتاب التراويح، باب فضل من قام رمضان: ۱۱/۱۷۷، دارالكتب العلمية بيروت)

(۱) "عن وائل بن حجر رضي الله تعالىٰ عنه قال: صلى بنا رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ، فلما قرأ غير المغضوب عليهم ولا الضالين، قال: "امين" وأخفى بها صوته". (مسند الإمام أحمد بن حنبل: ۵/۴۱۳، رقم الحديث: ۱۸۳۷۵، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: إذا أمّن الإمام فأمّنوا، فإنه من وافق تأمينه تأمين الملائكة غفرله ماتقدم من ذنبه" قال ابن شهاب: وكان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول: "امين". (صحيح البخاري، كتاب الأذان، باب جهر الإمام بالتأمين: ۱/۱۰۸، قديمي)

(وكذا في اثار السنن، باب ترك الجهر بالتأمين، ص: ۱۲۴، مكتبه إمداديه ملتان)

(۲) "(ودعا بما يشبه ألفاظ القرآن والسنة) أي: دعا لنفسه ولغيره من المؤمنين، وهذا أحسن من قول بعضهم ودعا لنفسه؛ لأن من السنة أن لايخص نفسه بالدعاء وهو سنة لما روينا، ولقوله تعالى: ﴿فإذا فرغت فانصب﴾". (تبيين الحقائق، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/۳۲۰، دارالكتب العلمية بيروت)

"ويتشهد وصلى على النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، ودعا بما يشبه ألفاظ القرآن؛ والأدعية المأثورة". (الهداية، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/۱۱۲، ۱۱۳، مكتبه شركت علميه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلاة، الفصل الثالث في سنن الصلاة وآدابها: ۱/۷۶، رشيديه)

۲.....منفرد تو دونوں کو پڑھے، مقتدی صرف "ربنا لك الحمد" پڑھے، امام صرف "سمع الله لمن حمده" پڑھے، یہ طریقہ سنت ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

مصلی پر کھڑے ہوکر زمین پر سجدہ کرنے کا حکم

سوال [۱۰۲۴۳]: امام صاحب نے نماز فرض پڑھانے کے بعد اس مصلے پر آگے بڑھ کر نماز سنت ادا کی، تو لوگوں نے اعتراض کیا کہ پیر مصلے پر (یعنی) اونچے پر اور سجدہ زمین (یعنی) نیچے پر نہیں کرنا چاہیے، از روئے شریعت ان مسئلوں سے آگاہ کیجئے۔

الجواب حامداً ومصلياً:

لوگوں کا یہ اعتراض بے محل اور لغو ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

---

(۱) "ثم يرفع رأسه من ركوعه مسمعاً، ويكتفي به الإمام، ويكتفي بالتحميد المؤتم، ويجمع بينهما لو منفرداً على المعتمد يسمع رافعاً، ويحمد مستوياً". (الدر المختار، كتاب الصلاة، فصل في بيان تأليف الصلاة: ۱/۴۹۶، ۴۹۷، سعيد)

"فإن كان إماماً يقول سمع الله لمن حمده بالإجماع، وإن كان مقتدياً يأتي بالتحميد، ولا يأتي بالتسميع بلا خلاف، وإن كان منفرداً الأصح أنه يأتي بهما كذا في المحيط". (الفتاوى العالمكيرية، الفصل الثالث في سنن الصلاة وآدابها: ۱/۷۴، رشيديه)

(وكذا في مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في كيفية ترتيب أفعال الصلاة، ص: ۲۷۹، قديمى)

(۲) مصلی اور زمین کے درمیان نصف ذراع سے کم کا فاصلہ ہے، اس وجہ سے اس طریقے سے سجدہ کرنا درست ہے۔

"ولو كان موضع سجوده أرفع من موضع القدمين بمقدار لبنتين منصوبتين جاز سجوده، وإن أكثر لا، إلا لزحمة كما مر، والمراد لبنة بخارى، وهي ربع ذراع، عرض ستة أصابع، فمقدار ارتفاعهما نصف ذراع ثنتا عشر إصبعاً". (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب في إطالة الركوع للجائي: ۱/۵۰۳، سعيد)

(وكذا في الحلبي الكبير، فرائض الصلاة، الخامس السجدة، ص: ۲۸۶، سهيل اكيڈمى لاهور)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/۵۵۸، رشيديه)

تشہد کے بعد کی دعا

سوال[۱۰۲۴۴]: حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشہد میں کون سی دعائیں پڑھتے تھے؟ اور بعد نماز کون سی؟ کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے "اللهم أنت السلام ومنك السلام وإليك يرجع السلام حيّنا ربنا بالسلام وأدخلنا دار السلام تباركت ربنا وتعاليت يا ذا الجلال والإكرام" دعا مانگی ہے؟ مشکوۃ شریف میں اتنی بھی کوئی دعا نہیں مل رہی ہے، بلکہ مختصر، شک اس وجہ سے پیدا ہوا ہے کہ یہ دعا ایک دیوبندی فارغ التحصیل طالب علم نے اپنے کتابچہ میں درج فرمایا ہے، ملاحظہ ہو، کتابچہ شائع کردہ محمود شریف پونچھی کشمیری درسال ۱۹۴۹ء جواب کے لئے لفافہ ارسال ہے۔ برائے مہربانی جواب سے مشکور فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

حالتِ تشہد میں سلام سے پہلے "اللهم إني ظلمت نفسي الخ" اور "اللهم إني أعوذبك من عذاب جهنم الخ" وغیرہ منقول ہیں۔ مشکوۃ شریف میں باب الدعاء في التشهد ملاحظہ کریں(۱)، نیز باب الذكر بعد الصلاة میں منقول ہے:

"اللهم أنت السلام ومنك السلام تباركت يا ذا الجلال والإكرام" اور دعائیں بھی منقول ہیں(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴۰۰/۱۲/۵ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

---

(۱) (مشكاة المصابيح، باب الدعاء في التشهد، الفصل الأول، ص: ۸۷، قديمي)

(وسنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب مايقول بعد التشهد: ۱/۱۴۹، رحمانيه لاهور)

(وصحيح مسلم، كتاب المساجد، باب استحباب التعوّذ من عذاب القبر وعذاب جهنم: ۱/۲۱۸، قديمي)

(۲) (مشكاة المصابيح، كتاب الصلاة، باب الذكر بعد الصلاة، الفصل الأول، ص: ۸۸، قديمي)

(وصحيح مسلم، كتاب المساجد، باب استحباب الذكر بعد الصلاة وبيان صفته: ۱/۲۱۸، قديمي)

(وسنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب مايقول الرجل إذا سلم: ۱/۲۲۲، رحمانيه لاهور)

الفصل الرابع في آداب الصلاة

(نماز کے آداب کا بیان)

جوتے پہن کر نماز پڑھنا

سوال[۱۰۲۴۵]: جوتے پہن کر نماز پڑھنے کا حکم ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہے، تو لوگ کس امام کی پیروی کرتے ہیں؟ جو جوتے پہن کر نماز پڑھتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

جوتے پہن کر نماز پڑھنا حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصحابہ کرام سے بھی منقول ہے(۱)۔ اب ہماری مساجد کی وہ حالت نہیں جو اس زمانہ میں تھی، اب فقہاء نے لکھا ہے، کہ جوتہ پہن کر مسجد میں جانا مکروہ ہے۔ کذا في عالمگیری(۲). فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۵/۱۴۰۰ھ۔

---

(۱) "عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالى عنه قال: بينما رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يصلي بأصحابه إذ خلع نعليه، فوضعهما عن يساره، فلما رأى القوم ذلك، ألقوا أنعالهم، فلما قضى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم صلاته قال: "ماحملكم على إلقائكم نعالكم"؟ قالوا: رأيناك ألقيت نعليك فألقينا نعالنا الخ". (سنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب الصلاة في النعل: ۱/۱۰۳، مكتبة إمداديه ملتان)

"عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده رضي الله تعالىٰ عنه قال: رأيت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يصلي حافيا ومتنعلا". (سنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب الصلاة في النعل: ۱/۱۰۳، مكتبة إمداديه ملتان)

"عن النعمان بن سلام عن ابن أبي أوس، قال: كان جدي، أوس، أحياناً يصلي، فيشير إليّ وهو في الصلاة، فأعطيته نعليه، ويقول: رأيت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يصلي في نعليه". (سنن ابن ماجة، كتاب الصلاة، أبواب إقامة الصلوات والسنة فيها، باب الصلاة في النعال، ص: ۷۴، قديمي)

(۲) "ودخول المسجد متنعلا مكروه كذا في السراجية". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، =

نماز میں کیا خیال رکھنا چاہیے؟

سوال[۱۰۲۴۶]: ۱...... نماز میں اگر کسی چیز کا خیال آوے، مثلاً: شہر دکان مکان کا اور وہیں جم جاوے اور نماز پڑھتا رہے، کچھ بھول بھی نہ ہو، تو نماز ہوگی یا نہیں؟

۲...... ایک شخص ایک کونے میں نماز پڑھ رہا ہے، مگر وعظ ونصیحت بھی ہو رہا تھا، وہ بھی سن رہا ہے اور نماز ادا کر رہا ہے، تو اس سے نماز میں کچھ فرق تو نہیں آتا؟

۳...... اگر کوئی حاجی کعبہ شریف کا اور رخ اقدس کا نماز میں دل میں خیال رکھے، تو اس کی بھی نماز میں کچھ فرق تو نہیں آتا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱،۲...... اگر فرائض وواجبات صحیح ادا کردے، تو فریضۂ نماز ادا ہو جائے گا(۱)، مگر اللہ پاک کی خوشنودی کا

= الباب الخامس في آداب المسجد ...... الخ: ۱/ ۳۲۱، رشیدیه)

قلت: لكن إذا خشي تلويث فرش المسجد بها ينبغي عدمه وإن كانت طاهرة، وأما المسجد النبوي فقد كان مفروشا بالحصا في زمنه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بخلافه في زماننا، ولعل ذلك محمل ما في عمدة المفتي من أن دخول المسجد متنعلا من سوء الأدب، تأمل". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها، مطلب: في أحكام المسجد: ۱/ ۶۵۷، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها، فصل: كره استقبال القبلة: ۲/ ۶۱، رشيديه)

(۱) "(قوله ويخل بخشوعها) ...... ومحل الخشوع القلب، وهو فرض عند أهل الله تعالىٰ، وورد في الحديث أن الإنسان ليس له من صلاته إلا بقدر ما استحضر فيها، فتارة يكون له عشرها أو أقل أو أكثر". (الدرالمختار، كتاب الصلاة، مطلب: في تكرار الجماعه والاقتداء بالمخالف: ۱/ ۵۷۹، سعيد)

"نظر المصلي إلى موضع سجوده قائماً، وإلى ظاهر قدميه راكعاً، وإلى أرنبة أنفه ساجداً، وإلى حجره جالساً، وإلى منكبيه مسلماً، تحصيلاً للخشوع في الصلاة ملاحظاً قوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "اعبد الله كأنك تراه، فإن لم تكن تراه، فإنه يراك". (الفقه الإسلامي وأدلته، كتاب الصلاة، آداب الصلاة عند الحنفية: ۲/ ۹۱۳، رشيديه) ...... =

ذریعہ اور گناہوں سے حفاظت کا ذریعہ نماز اس وقت بنے گی، جب دل بھی اللہ کے سامنے حاضر رہے اور اس کی عظمت سے بھرا ہوگا، اس لئے پوری کوشش کی جاوے کہ دل میں کوئی دوسرا خیال جمنے نہ پائے (۱)۔

۳..... عین نماز کی حالت میں یہ دھیان جمائے کہ اللہ پاک کو میں دیکھ رہا ہوں اور اللہ پاک مجھے دیکھ رہے ہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۳/۸۷ھ۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

= (وكذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/۲۱۴، دارالمعرفة بيروت)

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "إن الله تجاوز عن أمتي ماوسوست به صدرها مالم تحمل به أو تتكلم" متفق عليه". (مشكاة المصابيح، كتاب الإيمان، باب الوسوسة، ص: ۱۸، قديمى)

"وفي شرح مقدمة الكيداني للعلامة القهستاني: يجب حضور القلب عند التحريمة. فلو أشغل قلبه بتفكر مسئلة مثلاً في أثناء الأركان، فلا تستحب الإعادة، وقال البقالي: لم ينقص أجره، إلا إذا قصر، وقيل: يلزم في كل ركن، ولا يؤخذ بالسهو؛ لأنه معفو عنه، لكنه لم يستحق ثواباً كما في المنية". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، مطلب في حضور القلب والخشوع: ۱/۴۱۷، سعيد)

(۲) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: كان النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بارزاً يوماً للناس، فأتاه رجل، فقال: ما الإيمان؟ قال: "الإيمان أن تؤمن بالله وملئكته وبلقائه ورسله وتؤمن بالبعث ..... قال: ما الإحسان؟ قال: أن تعبد الله كأنك تراه، فإن لم تكن تراه فإنه يراك الخ". (صحيح البخاري، كتاب الإيمان، باب سؤال جبريل النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عن الإيمان الخ: ۱/۱۲، قديمى)

"وفي رواية: "فإن لم تره" أي: بأن غفلت عن تلك المشاهدة المحصلة لغاية الكمال فلا تغفل عما يحعل لك أصل الكمال؛ فإن ما لايدرك كله لايترك جُلُّهُ، بل استمر على إحسان العبادة مهما أمكن فإنه يراك أي: دائماً فاستحضر ذلك لتستحي منه حتى لا تغفل عن مراقبته، ولا تقصر في إحسان طاعته". (مرقاة المفاتيح، كتاب الإيمان، الفصل الأول، رقم الحديث: ۲: ۱/۱۲۵، رشيديه)

(وصحيح مسلم، كتاب الإيمان: ۱/۲۷، قديمى)

باب الذکر والدعاء بعد الصلوات

الفصل الأول في الذکر

(نماز کے بعد ذکر کا بیان)

نماز کے بعد جہراً ذکر کرنا

سوال[۱۰۲۴۷]: نماز ختم ہونے پر زور زور سے ذکر کرنا درست ہے یا نہیں؟ جب کہ پیچھے لوگ چھوٹی ہوئی نماز ادا کر رہے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس سے پرہیز کرنا چاہیے، تا کہ ان کی نماز میں خلل نہ آئے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

فرض نماز کے بعد وظیفہ پڑھنا

سوال[۱۰۲۴۸]: کیا ظہر، مغرب اور عشاء کے فرض کے بعد دو تین منٹ بیٹھ کر کچھ خصوصی وظائف پورے کر سکتے ہیں؟ یا فرض کے بالکل فوراً بعد سنت پڑھ کر اس کے بعد وہ وظائف پڑھنا چاہیے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دونوں طرح گنجائش ہے، زیادہ بہتر یہ ہے کہ سنن کے بعد پڑھے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۹/۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "فالإسرار أفضل حيث خيف الرياء أو تأذى المصلين أو النيام، والجهر أفضل حيث خلا".

(ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۳۹۸/۲، سعيد) ....=

فجر اورعصر کے بعد کتنی دیر ذکر میں مشغول رہنے سے مخصوص ثواب ملتا ہے؟

سوال[۱۰۲۴۹]: حدیث شریف میں نمازِ صبح ونمازِ عصر کے بعد ذرا دیر ذکر کرنے کی بہت فضیلت وارد ہوئی ہے، تو اس تھوڑی دیر سے نماز فجر وعصر کے بعد پورا وقت مراد ہے یا اس سے کم؟ اگر کم مراد ہے، تو کم از کم کتنی دیر ذکر کرنے سے فضیلت مل سکتی ہے؟

= (وكذا في سباحة الفكر في الجهر بالذكر، الباب الأول، ص: ۱۳، من مجموعة رسائل اللكنوي رحمه الله تعالىٰ: ۳/۳۶۹، إدارة القرآن كراچي)

(۲) "عن وراد مولى المغيرة بن شعبة قال: كتب مغيرة بن شعبة إلى معاوية رضي الله تعالىٰ عنه: أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كان إذا فرغ من الصلاة وسلم قال: لا إله إلا الله وحده لاشريک له، له الملک وله الحمد، وهو على كل شيء قدير، أللهم لا مانع لما أعطيت، ولا معطي لما منعت، ولا ينفع ذالجد منک الجد".

"...... عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها قالت: كان النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم إذا سلم لم يقعد إلا مقدار مايقول: "اللهم! أنت السلام ومنک السلام تباركت ياذاالجلال والإكرام". (صحيح مسلم، كتاب المساجد، باب استحباب الذكر بعد الصلاة وبيان صفته: ۱/۲۱۸، قديمي)

"ويكره تأخير السنة إلا بقدر "أللهم أنت السلام" الخ، قال الحلواني: لابأس بالفصل بالأوراد، واختاره الكمال، قال الحلبي: إن أريد بالكراهة التنزيهية، ارتفع الخلاف قلت: وفي حفظي حمله على القليلة".

(قوله: ارتفع الخلاف)؛ لأنه إذا كانت الزيادة مكروهة تنزيهاً، كانت خلاف الأولىٰ الذي هو معنى: لابأس ...... لا بأس بالفصل بالأوراد: أي: القليلة التي بقدر أللهم أنت السلام الخ". (ردالمحتار مع الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل إذا أراد الشروع: ۱/۵۳۰، سعيد)

"وقال الحلواني: لابأس بالفصل بالأوراد، قال الكمال: هذا القول لا يعارض القولين قبله؛ لأن المشهور في "لا بأس" كونه خلاف الأولىٰ، فالأولىٰ أن لايقرأ قبل السنة ولو فعل لا بأس به، ولا تسقط السنة لكن ينقص الثواب، ففي الفصل بالأوراد أولىٰ". (حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب الصلاة، فصل الشروع في الصلاة: ۱/۲۳۳، دارالمعرفة بيروت)

(وكذا في الحلبي الكبير، كتاب الصلاة، وأما بيان صفة الصلاة، ص: ۳۴۱، ۳۴۲، سهيل اكيڈمی لاهور)

الجواب حامداً ومصلیاً:

فجر کے بعد اشراق تک اور عصر کے بعد غروب تک ذکر میں مشغول رہنے کی بڑی فضیلت ہے(۱)، اگر یہ سارا وقت نہ مل سکے، تو کم سے کم تسبیحات فاطمہ کی مقدار پر ہی قناعت کرے، یعنی سبحان اللّٰہ ۳۳، الحمدللّٰہ ۳۳، اللّٰہ اکبر ۳۴ ، لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لاشریك له، الملك وله الحمد وهو علی کل شيء قدير (۲). فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۹۴/۶/۱۶ھ۔

---

(۱) "عن أنس رضي الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم : "من صلی الفجر في جماعة، ثم قعد يذكر الله حتی تطلع الشمس، ثم صلی ركعتين، كانت له كأجر حجة وعمرة". قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم : "تامة تامة تامة". (جامع الترمذي، أبواب السفر، باب ماذكر مما يستحب من الجلوس في المسجد بعد صلاة الصبح حتی تطلع الشمس: ۱/۱۳۰، سعيد)

"عن أبي أمامة رضي الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم : "من صلی صلاة الغداة في جماعة، ثم جلس يذكر الله حتی تطلع الشمس، ثم قام، فصلی ركعتين، انقلب بأجر حجة وعمرة" رواه الطبراني وإسناده جيد". (مجمع الزوائد للهيثمي، كتاب الأذكار، باب مايقول بعد صلاة الصبح والمغرب: ۱۰/۱۰۴، دارالفكر بيروت)

(۲) "ويسبحون الله تعالیٰ ثلاثاً وثلاثين، ويحمدونه كذلک ثلاثاً وثلاثين، ويكبرونه كذلک ثلاثاً وثلاثين، ثم يقولون تمام المائة: لا إله إلا الله وحده لاشريک له، له الملک، وله الحمد، وهو علی كل شيء قدير لقوله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم : "من سبح الله في دبر كل صلاة ثلاثاً وثلاثين، وحمد الله تعالیٰ ثلاثا وثلاثين، وكبر الله ثلاثاً وثلاثين فتلک تسعة وتسعون. وقال: تمام المائة لا إله إلا الله وحده لا شريک له له الملک وله الحمد، وهو علی كل شيء قدير غفرت خطاياه وإن كانت مثل زبد البحر". (مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، كتاب الصلاة، فصل في صفة الأذكار، ص: ۳۱۵، ۳۱۶، قديمي)

"ويستحب أن يستغفر ثلاثاً، ويقرأ آية الكرسي والمعوذات، ويسبح ويحمد ويكبر ثلاثاً وثلاثين، ويهلل تمام المائة، ويدعوويختم بسبحان ربک". (الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل: إذا أراد الشروع: ۱/۵۳۰، سعيد)

(وكذا في حجة الله البالغة، أذكار الصلاة وهيئاتها المندوب إليها، أذكار ما بعد الصلاة: ۲/۲۳، قديمي)

چلتے پھرتے ذکر کرنا

سوال[۱۰۲۵۰]: اٹھتے بیٹھے اور لیٹتے تو میرے نزدیک عبادت درست ہے، کیا چلتے پھرتے بھی تسبیح تحمید وغیرہ یا درود شریف ادا کی جاسکتی ہے؟ اور کیا درود شریف بھی بغیر زبان ہلائے چلتے پھرتے پڑھ سکتا ہے؟ یا زبان ہلا کر پڑھنا ضروری ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہاں! زبان سے چلتے پھرتے بھی ذکر اللہ کیا جاسکتا ہے، حدیث پاک میں ہے: "لا یزال لسانک رطبا من ذکر اللّٰہ" الحدیث(۱)۔ یہ جملہ اوقات واحوال کو شامل ہے، ہاں! جس جگہ جس حال میں منع ہے، اس سے اجتناب چاہیے، جیسے بیت الخلاء میں پہونچ کر زبان ہلا کر پڑھنے سے زبان بھی عبادت میں مشغول رہے گی، صرف دل سے پڑھنے سے دل تو مشغولِ عبادت رہے گا، زبان مشغولِ عبادت نہیں رہے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۵/۱۲/۱۴۰۰ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

---

(۱) "عن عبداللّٰه بن بسر رضي اللّٰه تعالی عنه: أن رجلاً قال: یارسول اللّٰه! إن شرائع الإسلام قد كثرت عليّ فأخبرني بشيء أتشبث به قال: لا یزال لسانک رطباً من ذکر اللّٰه، قال الإمام الترمذي: هذا حدیث حسن غریب". (جامع الترمذي، أبواب الدعوات، باب ماجاء في فضل الذکر: ۲/۱۷۵، سعید)

"عن المهاجر بن قنفذ رضي اللّٰه تعالیٰ عنه: أتی النبي صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم وهو یبول فسلم علیه فلم یرد علیه حتی توضأ ثم اعتذر إلیه فقال: إني كرهت أن أذکر اللّٰه تعالیٰ ذکره إلا علی طهر أو قال علی طهارة". (سنن أبي داود، کتاب الطهارة، باب في الرجل یرد السلام وهو یبول: ۱/۱۴، مکتبه رحمانیه)

"یکره الذکر والکلام في حال قضاء الحاجة، سواء کان في الصحراء أو في البنیان، وسواء في ذلک جمیع الأذکار والکلام، إلا کلام الضرورة حتی قال بعض أصحابنا: إذا عطس لایحمد اللّٰه تعالی ولا یشمت عاطساً، ولا یرد السلام، ولا یجیب المؤذن، ویکون المسلم مقصراً لایستحق جواباً، والکلام بهذا کله مکروه کراهة تنزیه، ولا یحرم، فإن عطس فحمد اللّٰه تعالی بقلبه، ولم یتحرک لسانه فلا بأس".

(کتاب الأذکار للإمام النووي، باب النهي عن الذکر والکلام علی الخلاء، ص: ۲۷، مکتبه دار البیان)

الفصل الثاني في الدعاء بعد الصلاة

(نماز کے بعد دعا کا بیان)

نماز کے بعد دعا کا طریقہ

سوال[۱۰۲۵۱]: کیا جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرض نمازوں کے بعد جماعتی رنگ میں بالجہر یا آہستہ دعا مانگا کرتے تھے؟ یا سب مقتدی اپنی اپنی حاجتیں اللہ تعالیٰ سے انفرادی طور پر مانگا کرتے تھے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کوئی پابندی نہیں تھی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۱۲/۱۴۰۰ھ۔

---

(۱) "عن أنس رضي الله تعالىٰ عنه، قال: ماصلى بنا رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم صلاةً مكتوبةً إلا أقبل بوجهه علينا، فقال: "أللهم! إني أعوذبك من كل عمل يخزيني، وأعوذبك من كل صاحب يؤذيني، وأعوذبك من كل أمل يلهيني، وأعوذبك من كل فقر ينسيني، وأعوذبك من كل غنى يطغيني". (عمل اليوم والليلة لابن السني، باب مايقول: في دبر صلاة الصبح، ص: ۱۰۷، رقم الحديث: ۱۲۰، مكتبة الشيخ)

"عن أبي امامة رضي الله تعالى عنه، قال: قيل لرسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: أي الدعاء أسمع؟ قال: جوف الليل الآخر ودبر الصلاة المكتوبات" قال الترمذي رحمه الله تعالىٰ: هذا حديث حسن". (جامع الترمذي، أبواب الدعوات، باب بلا ترجمة: ۱۸۷/۲، سعيد)

"عن أنس بن مالك رضي الله تعالىٰ عنه، عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، أنه قال: "ما من عبد بسط كفيه في دبر كل صلاة ثم يقول: أللهم إلٰهي وإليه إبراهيم وإسحاق ويعقوب، وإله جبرئيل وميكائيل وإسرافيل عليهم السلام. أسئلك أن تستجيب دعوتي فإني مضطر، وتعصمني في ديني فإني مبتلى، وتنالني برحمتك فإني مذنب، وتنفي عني الفقر فإني متمسكن، إلا كان حقاً على الله أن لايرد =

نماز کے بعد دعا اور اس پر آمین بالجہر کہنا

سوال[۱۰۲۵۲]: ایک امام صاحب نے نماز کے بعد دعا کرانا شروع کی، تمام مقتدیوں میں ایک مقتدی نے بآواز بلند "اللھم آمین" کہا اور آخر دعا میں بآواز بلند "برحمتك يا أرحم الراحمين" کہا، اس پر ایک عالم دین نے کہا کہ یہ بدعت بمبئی والوں کی طرح سے کس نے کی؟ اس طرح پر بمبئی کے اکثر لوگ کرتے ہیں، یہ بدعت ہے۔

جہر سے کہنے والے کو اس سے بڑا دکھ ہوا، کیونکہ وہ دعا کرنے والے کی دعا پر احیاناً جہر سے آمین کہہ دینے کو سنت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جانتا رہا ہے، جیسا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منبر پر چڑھتے ہوئے دعائے جبرئیل پر زور سے آمین ثابت ہے(۱)۔

آپ سے درخواست ہے کہ از روئے شرع تحریر فرمائیں کہ یہ بدعت ہے یا سنت؟ اور اس واقعہ میں شرعاً راستہ پر کون ہے؟

= يديه خائبتين". (عمل اليوم والليلة لابن السني رحمه الله تعالىٰ، باب مايقول في دبر صلاة الصبح، رقم الحديث: ۱۳۸، ص: ۱۲۱، مكتبة الشيخ)

"إذا انصرف من صلاته، استغفر الله تعالىٰ؛ وقال: أللهم أنت السلام ...... ثم يدعون لأنفسهم وللمؤمنين بالأدعية الماثورة، لقول أبي أمامة ...... رافعي أيديهم حذاء الصدر ...... ثم يختمون بقوله تعالىٰ: ﴿سبحان ربك رب العزة عما يصفون﴾ ...... ثم يمسحون بها أي: بأيديهم وجوههم في آخره".
(مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، كتاب الصلاة، فصل فيما يفعله المقتدي، ص: ۳۱۵، قديمی)

(۱) "عن كعب بن عجرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: احضروا المنبر، فحضرنا، فلما ارتقى درجة، قال: امين، فلما ارتقى الدرجة الثانية، قال: امين، فلما ارتقى الدرجة الثالثة، قال: أمين، فلما نزل قلنا يا رسول الله! لقد سمعنا منك اليوم شيئاً ما كنا نسمعه، قال: إن جبرئيل عرض لي، فقال: بعد من أدرك رمضان فلم يغفر له، وقلت، امين، فلما رقيت الثانية، قال: بعد من ذكرت عنده، فلم يصل عليك، قلت: امين، فلما رقيت الثالثة، قال: بعد من أدرك أبويه الكبر عنده أو أحدهما، فلم يدخلاه الجنة، قلت: امين". (المستدرك على الصحيحين للحاكم، كتاب البر والصلة: ۴/۱۷۰، رقم الحديث: ۷۲۵۶، دارالكتب العلمية بيروت)

الجواب حامداً ومصلیاً:

احیاناً ایسا کرنے میں مضائقہ نہیں، ثابت بھی ہے(۱)، لیکن التزام کرنا اور جو شخص نہ کرے، اس پر ملامت کرنا ممنوع ہے، عامۃً ابتداء اسی طرح ہوتی ہے، پھر اس پر مداومت اور التزام ہوکر ایک گروہ کے لئے شعار کی صورت بن جاتی ہے(۲)، غالباً امام صاحب کا مقصود بھی یہی ہوگا، اسی وجہ سے انہوں نے بمبئی سے تشبیہ دی ہوگی، تاہم اب اگر امام صاحب محبت اور نرمی سے تفہیم کردیں، تو امید ہے کہ یہ تفہیم اس دکھ کی دوا بن جائے گی اور دکھ والے کو شفا ہوجائے گی۔ خدا کرے دونوں کے دل صاف ہوجائیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۲/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: العبد نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۲/۹۱ھ۔

---

(۱) "عن أبي أمامة رضي الله تعالیٰ عنه قال: قيل لرسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم: أي الدعاء أسمع؟ قال: "جوف الليل الآخر، ودبر الصلوات المكتوبات، وقال الترمذي: هذا حديث حسن". (جامع الترمذي، أبواب الدعوات، باب بلاترجمة: ۱۸۷/۲، سعيد)

"قال: سمعت أم سلمة رضي الله تعالیٰ عنها تقول: كان رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم إذا صلی الصبح قال: اللهم إني أسئلك علماً نافعاً وعملاً متقبلاً". (عمل اليوم والليلة لابن سني، باب مايقول دبر صلوة الصبح، رقم الحديث: ۱۱۰، ص: ۱۰۰، مكتبة الشيخ)

"إذا انصرف من صلاته، استغفر الله تعالیٰ! وقال: اللهم أنت السلام ...... ثم يدعون لأنفسهم وللمؤمنين بالأدعية المأثورة، لقول أبي أمامة ...... رافعي أيديهم حذاء الصدر ...... ثم يختمون بقوله تعالیٰ: ﴿سبحان ربك رب العزة عما يصفون﴾ ...... ثم يمسحون بها أي: بأيديهم وجوههم في آخره". (مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي، كتاب الصلاة، فصل فيما يفعله المقتدي، ص: ۳۱۵، ۳۱۸، قديمی)

(۲) "الإصرار على المندوب تبلغه إلى حد الكراهة". (السعاية، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۲۶۵/۲، سهيل اكيڈمی لاهور)

"قال الطيبي: وفيه أن من أصر على أمر مندوب وجعله عزماً ولم يعمل بالرخصة، فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال، فكيف من أمر على بدعة منكرة". (مرقاة المفاتيح، كتاب الصلاة، باب الدعاء في التشهد، الفصل الأول، رقم: ۹۴۲: ۳۱/۳، رشيديه)

(وكذا في فتح الباري، كتاب الصلاة، باب الانفتال والانصراف عن اليمين: ۴۳۰/۲، قديمی)

نماز کے ختم پر "اللهم أنت السلام" کی دعا کہاں تک ہے؟

سوال[۱۰۲۵۳]: نماز کی چھوٹی کتابوں میں بعد فرائض پڑھنے کے جو دعا ہے:

"اللهم أنت السلام، ومنك السلام، وإليك يرجع السلام، حيّنا ربنا بالسلام، وأدخلنا دار السلام تباركت ربنا وتعاليت يا ذالجلال والإكرام".

اس کو نمازی سنت ہی سمجھ کر پڑھتے ہیں، مگر ایک عالم صاحب نے بتایا کہ سنت صرف اتنی دعا ہے:

"اللهم أنت السلام ومنك السلام تباركت يا ذا الجلال والإكرام".

ان کی بات صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جو الفاظ حدیث شریف میں نہیں، ان کو اس طرح پڑھنا جس سے لوگ یہ سمجھیں، کہ یہ بھی حدیث شریف کے الفاظ ہیں، مغالطہ کا موجب ہے، اس لئے اس سے پرہیز چاہیے(۱)۔ عالم صاحب نے جو بتایا وہ صحیح ہے(۲)۔ جہاں مغالطہ نہ ہو، وہاں مضائقہ نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۹۲/۳/۲۸ھ۔

الجواب صحیح: العبد نظام الدین غفرلہ، ۹۲/۳/۲۹ھ۔

---

(۱) "عن حفص بن عاصم رضي الله تعالىٰ عنه، قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "كفى بالمرء كذباً أن يحدث بكل ما سمع". (صحيح مسلم، المقدمة، باب النهي عن الحديث بكل ما سمع: ۹/۱، قديمي)

"وهذا زجر عن التحديث بشيء لم يعلم صدقه، بل على الرجل أن يبحث في كل ماسمع خصوصاً في أحاديث النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، ولذا ورد هذا الحديث في باب الاعتصام". (مرقاة المفاتيح، كتاب الإيمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، الفصل الأول، رقم الحديث: ۱۵۲: ۳۹۲/۱، رشيديه)

(۲) "عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها قالت: كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: إذا سلم لم يقعد إلا مقدار مايقول "اللهم أنت السلام ومنك السلام تباركت يا ذالجلال والإكرام". (صحيح مسلم، كتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب استحباب الذكر بعد الصلاة وبيان صفته: ۲۱۸/۱، قديمي)

(وسنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب مايقول الرجل إذا سلم: ۲۲۲/۱، رحمانيه لاهور)

سنتوں سے پہلے مسنون دعاؤں کا پڑھنا

سوال[۱۰۲۵۴]: فرائض کے بعد سنتوں کے قبل وہ دعائیں جو حصن حصین وغیرہ میں منقول ہیں، مانگنا کیسا ہے؟ افضل ہے یا مکروہ؟ جیسا کہ عالمگیری وغیرہ میں طویل دعائیں مانگنا مکروہ لکھا ہے، جب کہ حجۃ اللہ البالغہ میں شاہ صاحب فرماتے ہیں:

"والأولى أن يأتي بهذه الأذكار قبل الرواتب"(۱).

امید ہے کہ تفصیل سے مشرف فرمائیں گے۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اس میں دونوں قول ہیں۔

"كذا في الدر المختار مع ردالمحتار: ١/٤٥٦"(٢). فقط والله تعالى اعلم.

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۷/۱۴۰۱ھ۔

---

(۱) (حجة الله البالغه، أذكار الصلاة وهيئاتها المندوب إليها، أذكار ما بعد الصلاة: ۲/۲۳، قديمي)

(۲) "ويكره تأخير السنة إلا بقدر "اللهم أنت السلام" الخ، قال الحلواني: لا بأس بالفصل بالأوراد، واختاره الكمال. قال الحلبي: إن أريد بالكراهة التنزيهية، ارتفع الخلاف قلت: وفي حفظي حمله على القليلة.

(قوله: ارتفع الخلاف)؛ لأن إذا كانت الزيادة مكروهة تنزيهياً، كانت خلاف الأولىٰ الذي هو معنى لابأس. (قوله: وفي حفظي الخ) توفيق آخر بين القولين المذكورين، وذلک بأن المراد في قول الحلواني لابأس بالفصل بالأوراد أي: القليل التي بمقدار "اللهم أنت السلام الخ" لما علمت من أنه ليس المراد خصوص ذلک". (ردالمحتار مع الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل في بيان تأليف الصلاة إلى انتهائها: ۱/۵۳۰، سعيد)

"وقال الحلواني: "لا بأس" بالفصل بالأوراد، قال الكمال هذا القول لا يعارض القولين قبله؛ لأن المشهور في: "لابأس" كونه خلاف الأولى، فالأولىٰ أن لا يقرأ قبل السنة ولو فعل لابأس به، ولا تسقط السنة لكن ينقص الثواب، ففي الفصل بالأوراد أولى". (حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الصلاة، فصل: الشروع في الصلاة: ۱/۲۳۳، دار المعرفة بيروت)

(وكذا في الحلبي الكبير، كتاب الصلاة، وأما بيان صفة الصلاة، ص: ۳۴۱، ۳۴۲، سهيل اكيڈمی لاهور)

مشترک دعا میں کتنا وقت صَرف ہونا چاہیے؟

سوال[۱۰۲۵۵]: ۱..... اشتراکی دعا کتنی دیر تک مانگنی چاہیے؟ اگر آدھ گھنٹہ، ڈیڑھ گھنٹہ مشترکہ دعا میں وقت لگایا جائے، جب کہ آج کی دنیا میں مختلف لوگوں کی مختلف مصروفیات ہیں، تو کیا شرعی اعتبار سے درست ہے؟

۲..... مسجد میں مشترکہ دعا کے وقت الحاح وزاری کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہر شخص کا حال یکساں نہیں، کسی کو دعا میں وقت خرچ کرنا عین سعادت معلوم ہوتا ہے اور واقعۃً ہے بھی بہت بڑی سعادت (۱)، کسی کو یہ وقت بار معلوم ہوتا ہے یا حوائج وضروریات کی وجہ سے گنجائش نہیں ہوتی، اگر کوئی شخص بالکل شریک نہ ہو، یا جلد ہی ختم کر کے چلا آئے، وہ اپنی مصالح کو خود جانتا ہے، اس لئے کسی پر اصرار نہ کیا جائے، ترغیب دینے میں مضائقہ نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

سنت ونفل کے بعد کس قدر طویل دعا مسنون ہے؟

سوال[۱۰۲۵۶]: سنت ونفل کے بعد طویل دعا مشروع ومسنون ہے یا نہیں؟

محمد انس تکی تال نینی تال

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿أجيب دعوة الداع إذا دعان﴾ (البقرة: ۱۸۶)

وقال اللہ تعالیٰ: ﴿وقال ربكم ادعوني استجب لكم﴾ (المؤمن: ۲۰)

"عن أنس بن مالك رضي اللہ تعالیٰ عنه، عن النبي صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم، قال: "الدعاء مخ العبادة". (جامع الترمذي، أبواب الدعوات، باب ماجاء في فضل الدعاء: ۲/۱۷۵، سعيد)

"والمعنى: أن العبادة لا تقوم إلا بالدعاء كما أن الإنسان لايقوم إلا بالمخ". (مرقاة المفاتيح، كتاب الدعوات، الفصل الثاني، رقم الحديث: ۲۲۳: ۵/۱۲۰، رشيديه)

"عن أبي هريرة رضي اللہ تعالیٰ عنه، قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم: "إن اللہ يقول: أنا عند ظن عبدي بي، وأنا معه إذا دعاني". (صحيح مسلم، كتاب الذكر والدعاء، باب فضل الذكر والدعاء: ۲/۳۴۳، قديمي)

الجواب حامداً ومصلياً:

سنت ونفل کے بعد ہر شخص اپنے شرح صدر کے موافق جس قدر چاہے، دعا کرے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

دعا سراً ہو یا جہراً؟

سوال[۱۰۲۵۷]: قرآن پاک میں آیا ہے:﴿وادعوا ربکم تضرعاً وخفیةً﴾(۲) اس سے کیا مراد ہے؟ دعا کے متعلق جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

آداب دعا میں سے یہ ہے کہ اس طرح دعا کریں کہ سر اور جہر کے درمیان ہو، نہ تو بالکل دل میں ہو، نہ اتنے زور سے کہ دوسروں کے لئے مخل بنے۔

"ومن الآداب في الدعاء: أن يدعو بخشوع، وتذلل وخفض صوت أي: بأن يكون بين المخافتة والجهر كما في الأذكار عن الأحياء ليكون

(۱) "عن أنس بن مالك رضي الله تعالىٰ عنه، عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، أنه قال: "ما من عبد بسط كفيه في دبر كل صلاة ثم يقول: اللهم إلهي وإله إبراهيم وإسحاق ويعقوب، وإله جبرئيل وميكائيل وإسرافيل عليهم السلام أسئلك أن تستجيب دعوتي فإني مضطر، وتعصمني في ديني، فإني مبتلى، وتنالني برحمتك، فإني مذنب، وتنفي عني الفقر فإني متمسكن، إلا كان حقاً على الله أن لا يرديديه خائبتين". (عمل اليوم والليلة لابن السني رحمه الله تعالىٰ، باب مايقول في دبر صلاة الصبح، ص: ۱۲۱، مكتبة الشيخ)

"(ودعا) ...... لنفسه وأبويه وأستاذه المؤمنين.

(قوله: لنفسه وأبويه وأستاذه المؤمنين) احترز به عما إذا كانوا كفاراً فإنه لايجوز الدعاء لهم بالمغفرة كما يأتي ...... وكذا ينبغي أن يزيد ولجميع المؤمنين والمؤمنات كما فعل في المنية؛ لأن السنة التعميم، لقوله تعالىٰ: ﴿واستغفر لذنبك وللمؤمنين والمؤمنات﴾". (ردالمحتار مع الدرالمختار، كتاب الصلاة، فصل في بيان تأليف الصلاة: ۱/ ۵۲۱، سعيد)

(۲) (الأعراف: ۵۵)

أقرب إلى الإجابة" (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص:

١٧٣)(١). فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ٢٤/٥/٨٨ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ٢٥/٥/٨٨ھ۔

دعائے ثانی

سوال[١٠٢٥٨]: دعائے ثانی شرعاً جائز ہے یا کہ ناجائز ہے؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں کسی فعل کا عدم وقوع جس میں شرعاً کوئی قباحت نہ ہو، ایسا فعل کرنا جائز ہے یا کہ ناجائز ہے؟ عدم

---

(١) (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، فصل في صفة الأذكار، ص: ٣١٧، قديمي)

"عن سعيد بن مالك رضي الله تعالى عنه، قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "خير الذكر الخفي، وخير الرزق مايكفي". (مسند الإمام أحمد بن حنبل، مسند سعد بن أبي وقاص رضي الله تعالى عنه: ١/٢٧١، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"وقال بعض أهل العلم: إنما كان إخفاء الدعاء أفضل؛ لأنه لا يشوبه رياء". (أحكام القرآن للجصاص، الأعراف، مطلب: في ستر العورة في الصلاة: ٣/٥٣، قديمي)

"(ادعوا ربكم تضرعاً) أي: ذوي تضرع أو متضرعين، فنصبه على الحال من الفاعل بتقدير أو تأويل، وجوز نصبه على المصدرية، وكذا الكلام فيما بعده وهو من الضراعة وهي الذل والاستكانة يقال: ضرع فلان لفلان إذا ذل له واستكان، وقال الزجاج: التضرع: التملق وهو قريب بما قالوا: أي ادعوه تذللاً ... وجاء من حديث أبي موسى الأشعري رضي الله تعالى عنه: أنه صلى الله تعالى عليه وسلم قال لقوم يجهرون: ... أيها الناس اربعوا على أنفسكم إنكم لا تدعون أصم ولا غائباً، إنكم تدعون سميعاً بصيراً وهو معكم وهو أقرب إلى أحدكم من عنق راحلته" والمعنى ارفقوا بأنفسكم واقصروا من الصياح في الدعاء ومن هنا. قال جمع: بكراهة رفع الصوت به ... وترى كثيراً من أهل زمانك يعتمدون الصراخ في الدعاء خصوصاً في الجوامع حتى يعظم اللغط ويشتد وتستك المسامع وتستد، ولا يدرون أنهم جمعوا بين بدعتين رفع الصوت في الدعاء وكون ذلك في المسجد". (تفسير روح المعاني، الأعراف، مبحث في تفسير قوله تعالى: ﴿ادعوا ربكم تضرعاً وخفية﴾: ٨/١٣٩، دار إحياء التراث العربي بيروت)

وقوع سے شرعاً عدمِ جواز لازم آیا یا کہ نہیں؟ اور عدمِ وقوع اور عدمِ صدور زمانۂ نبوی حجت شرعیہ ہے یا کہ نہیں؟ اور حجت ادلۂ شرعیہ کتنے اور کون کون سے ہیں؟ کون سی چیز ائمۂ اربعہ اور اجلۂ علماء کا عمل ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دعا ہر وقت جائز ہے، لیکن نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے صحابۂ کرام سے دعا ثانیہ ثابت نہیں ہے، اس کو سنت کہنا غلط ہے(۱)، جو فی نفسہ مباح ہو، اس کے ساتھ ایسا معاملہ کرنا، جس سے اس چیز کا واجب یا مسنون ہونا معلوم ہوتا ہے، درست نہیں (۲)، جس چیز کا داعیہ شرعیہ زمانہ خیر القرون میں موجود ہو اور

(۱) "عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها قالت: قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: "من أحدث في أمرنا هذا ماليس منه فهو رد". (صحيح البخاري، كتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا على صلح جور فهو رد: ۱/۳۷۱، قديمي)

"بأنها (أي: البدعة) ما أحدث على خلاف الحق الملتقى عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم من علم أو عمل أو حال بنوع شبهة واستحسان، وجعل ديناً قويماً وصراطاً مستقيماً". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۶۰، ۵۶۱، سعيد)

"ورحم الله طائفة من المبتدعة في بعض أقطار الهند حيث واظبوا على أن الإمام ومن معه يقومون بعد المكتوبة بعد قراء تهم "اللهم أنت السلام ومنك السلام الخ" ثم إذا فرغوا من فعل السنن والنوافل يدعو الإمام عقب الفاتحة جهراً بدعاء مرة ثانية، والمقتدون يؤمّنون على ذلك، وقد جرى العمل منهم بذلك على سبيل الالتزام والدوام، حتى أن بعض العوام اعتقدوا أن الدعاء بعد السنن والنوافل باجتماع الإمام والمأمومين ضروري واجب ... ومن لم يرض بذلك يعزلونه عن الإمامة ويطعنونه، ولا يصلون خلف من لايصنع بمثل صنيعهم، وأيم الله! إن هذا أمر محدث في الدين". (إعلاء السنن، كتاب الصلاة، باب الانحراف بعد السلام وكيفيته سنية الدعاء والذكر بعد الصلاة: ۳/۱۶۷، إدارة القرآن كراچى)

(۲) "من أصر على أمر مندوب وجعله عزماً ولم يعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال فكيف من أصر على بدعة أو منكر". (مرقاة المفاتيح، كتاب الصلاة، باب الدعاء في التشهد، الفصل الأول، رقم الحديث: ۹۴۶: ۳/۲۶، رشيديه)

(وكذا في السعاية في كشف ما في شرح الوقاية، باب صفة الصلاة، قبيل فصل في القراء ة: ۲/۲۶۵، سهيل اكيدمى لاهور)

(وكذا في مجموعة رسائل اللكنوي، سباحة الفكر، الباب الأول: ۳/۳۹۰، إدارة القرآن كراچى)

پھر بھی وہ چیز موجود نہ ہو، تو یہ اس کی عدم مشروعیت کی دلیل ہے۔ ادلہ شرعیہ چار ہیں:

۱- کتاب اللہ ۲-سنت (جس میں آثار صحابہ بھی شامل ہیں)

۳-اجماع ۴- قیاس مجتہد (۱)۔

اصول فقہ کی کتابوں میں سب سے پہلے ان چار اصول (یعنی ادلۂ شرعیہ) کا تذکرہ اوران کا حجت ہونا بیان کیا گیا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۲/۸۵ھ۔

دعائے ثانیہ کا حکم

سوال [۱۰۲۵۹]: انفرادی عبادت سے اجتماعی عبادت افضل واعلیٰ ہے یا کہ نہیں؟ اکثر لوگ عام طور سے ہر جگہ جماعت سے نماز پڑھ لینے کے بعد دعا مانگتے ہیں، اس طرح کہ امام دعا پڑھتے جاتے ہیں اور مقتدی آمین کہتے جاتے ہیں، جس کو عرف میں دعائے ثانی کہا جاتا ہے، یہ دعائے ثانی ہیئت مذکورہ میں مانگنا شریعت میں کس درجہ کا گناہ ہے؟ اور دعائے ثانی مانگنے والا گنہ گار ہے یا کہ نہیں اور اس سے رک جانے والے یا روک دینے والے کے متعلق کیا اجر وثواب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اجتماعی عبادت انفرادی عبادت سے ہرگز افضل نہیں، بلکہ جس جگہ اجتماع کی ترغیب ہے وہاں افضل ہے۔ مثلاً: عیدین اور نصف شعبان کی شب بیداری اور اس میں عبادات نوافل وتلاوت وغیرہ کی ترغیب آتی ہے اور فقہاء نے اس کو مستحب کہا ہے (۲)، لیکن راتوں میں تہجد وغیرہ میں اجتماعی عبادت کو مکروہ قرار دیا ہے، چنانچہ

---

(۱) "أصول الفقه أربعة: كتاب الله تعالىٰ، وسنة رسوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، وإجماع الأمة، والقياس". (أصول الشاشي، ص: ۵، قديمي)

(وكذا في نور الأنوار، بحث الكتاب والسنة وإجماع الأمة، ص: ۱۱، رحمانيه لاهور)

(وكذا في كشف الأسرار شرح أصول البزدوي، أصول الشرع ثلاثة، ص: ۲۲، قديمي)

(۲) "وعن عبادة بن الصامت رضي الله تعالىٰ عنه، أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "من أحيىٰ ليلة الفطر وليلة الأضحى، لم يمت قلبه يوم يموت القلوب" رواه الطبراني في الكبير والأوسط، =

شرنبلالی، ص: ۲۱۸ میں فرماتے ہیں:

"وندب إحياء ليلتي العيدين، وليالي عشر ذي الحجة، وليلة النصف من شعبان، ويكره الاجتماع على إحياء ليلة من هذه الليالي في المساجد وغيره" طحطاوي، ص: ۳۲۶، فصل في بيان النوافل(۱).

اوراس کی علت بھی بیان کی ہے کہ یہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اورآپ کے صحابہ کرام سے ثابت نہیں ہے۔"لأنه لم يفعل النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، ولا أصحابه" الخ (۲).

اس طرح نفل نماز کوتنہا پڑھنا چاہیے، اجتماعی طور پر نفل نماز جماعت کے ساتھ علی سبیل التداعی مکروہ ہے۔ كذا في الطحطاوى(۳).

= ومجمع الزوائد". (إعلاء السنن، كتاب الصلاة، استحباب إحياء ليلتي العيدين: ۳۵/۷، إدارة القرآن كراچى)

"ومن المندوبات ركعتا السفر ..... وإحياء ليلة العيدين، والنصف من شعبان، والعشر الأخير من رمضان والأول من ذي الحجة، ويكون بكل عبادة تعم الليل أو أكثره". (الدرالمختار، باب الوتر والنوافل، مطلب في إحياء ليلة العيدين: ۲۵/۲، سعيد)

"(و) ندب (إحياء ليلتي العيدين): الفطر والأضحى لحديث: "من أحيا ليلة العيد، أحيا الله قلبه يوم تموت القلوب" ويستحب الإكثار من الاستغفار بالأسحار". (مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في تحية المسجد وصلاة الضحى وإحياء الليالي، ص: ۴۰۰، قديمى)

(۱) (مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في تحية المسجد وصلاة الضحى وإحياء الليالي، ص: ۴۰۰، قديمى)

"ولا يصلي الوتر ولا التطوع بجماعة خارج (رمضان) أي: يكره ذلک على سبيل التداعي، بأن يقتدي أربعة بواحد كما في الدرر". (الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل، مطلب في كراهة الاقتداء في النفل على سبيل التداعي: ۴۸/۲، ۴۹، سعيد)

(وكذا في الحلبي الكبير، تتمات من النوافل، ص: ۴۳۲، ۴۳۳، سهيل اكيڈمى لاهور)

(۲) (مراقي الفلاح، فصل في تحية المسجد وصلاة الضحى وإحياء الليالي، ص: ۴۰۲، قديمى)

(۳) "والجماعة في النفل في غير التراويح مكروهة، فالاحتياط تركها في الوتر خارج رمضان وعن شمس الأئمة: أن هذا فيما كان على سبيل التداعي. قوله: (أن هذا) أي: كراهة الجماعة في النفل، أو ما في حكمه كالوتر إذا كان على سبيل التداعي، أي: طريق يدعو الناس للاجتماع عليهم". (حاشية =

دعائے ثانی کا یہ طریقہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تعلیم نہیں فرمایا ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس کو اختیار نہیں کیا ہے اور صدیوں تک رائج نہیں ہوا، تو اس کو اب کیوں اختیار کیا جاتا ہے، کیا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس دعا سے بے نیاز تھے؟! کیا معاذ اللہ سستی پیدا کرنے والے تھے اور آج کے لوگ زیادہ مستعد اور شوقین ہیں اور پھر جو شخص اس دعائے ثانیہ میں شرکت نہ کرے، اس کو بنظر غیظ دیکھا جاتا ہے، اگر کوئی شئی فی نفسہ مندوب ومستحب ہو اور پھر اس پر اصرار کیا جانے لگے، تو وہ مکروہ ہو جاتی ہے۔

"الإصرار على الندب يبلغه إلى حد الكراهة، سباحة الفكر"(۱)

جو چیز واجب اور مکروہ کے درمیان دائر ہو، اس کو تو ادا کرلیا جائے اور جو چیز سنت ومکروہ کے درمیان دائر ہو اس کو ترک کردیا جائے۔

"وما دار بين كونه واجباً وكونه مكروهاً يوتىٰ به احتياطاً، بخلاف ما دار بين كونه سنةً أو مكروهاً فإنه يترك اهـ" كبيري، ص: ۴۰۲.

"إذا تردد الحكم بين سنة وبدعة كان ترك السنة راجحاً على فعل البدعة اهـ" شامي، ص: ۴۳۱(۲).

= الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب الوتر وأحكامه، ص: ۳۸۶، قديمی)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل، مطلب في كراهة الاقتداء في النفل على سبيل التداعي: ۲/۴۸، ۴۹، سعيد)

(وكذا في الحلبي الكبير، فصل تتمات من النوافل، ص: ۴۳۲، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۱) (مجموعة رسائل اللكنوي رحمه الله تعالىٰ، سباحة الفكر في الجهر بالذكر، الباب الأول في حكم الجهر بالذكر: ۳/۳۴، إدارة القرآن كراچی)

"من أصر على أمر مندوب، وجعله عزماً، ولم يعمل بالرخصة، فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال فكيف من أصر على بدعة أو منكر". (مرقاة المفاتيح، كتاب الصلاة، باب في الدعاء في التشهد، رقم: ۹۴۶: ۳/۳۱، رشيديه)

(وكذا في السعاية، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۲/۲۶۵، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۲) (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها، مطلب إذا تردد الحكم بين سنة =

اس دعائے ثانی پر علماء نے رسائل بھی تحریر کئے ہیں، جب اس دعا کا ثبوت خیر القرون میں نہیں ملتا ہے تو اس کو نہ واجب کہا جا سکتا ہے نہ مستحب، بلکہ اس کو مکروہ کہا جائے گا، پھر اس پر اصرار اس کو شدید تر بنادے گا۔ آپ خود غور کرلیں کہ اختیار کرنے اور اس کو روکنے کی شرعی حیثیت کیا ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۵/۲/۱۶ھ۔

نماز کے بعد دعائے ثانیہ وثالثہ وفاتحہ مروجہ

سوال[۱۰۲۲۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ ہمارے یہاں شافعی مسلک لوگ رہتے ہیں اور وہ ہر فرض نماز کے بعد تین تین دعائیں مانگتے ہیں اور اس کو نماز ہی شمار کرتے ہیں، گویا کہ جب تک وہ تین دعائیں ختم نہ ہو جائیں، نماز ہی پوری نہیں ہوتی، ان لوگوں نے دعاؤں کو فرض کا درجہ دے رکھا ہے۔

۱...... دعا امام سلام پھیر کر کعبہ کی طرف منہ کر کے ہی بآواز بلند "اللهم أنت السلام" پڑھتا ہے، امام مقتدیوں کی طرف منہ کر کے تسبیح پڑھتا ہے، پھر دعائیں پڑھتا ہے اور تمام مقتدی آمین کہتے ہیں اور ایک دعا (فاتحہ وغیرہ) اور وہ یہاں مروج ہے، اس کے بعد نمازی اپنی جگہ سے اٹھتے ہیں۔

لہٰذا آپ حضرات سے عرض یہ ہے کہ کیا کسی حدیث میں تین تین دعائیں مانگنی ثابت ہیں یا نہیں؟ جواب مفصل لکھیں اور حدیث کی روشنی میں تحریر فرمائیں۔ نیز ان دعاؤں کے پڑھنے کا سنت طریقہ کیا ہے؟

۲...... ہمارے یہاں فاتحہ پڑھنے کا طریقہ یہ رائج ہے، ہر ہر محفل میں کوئی کھانے کی چیز سامنے رکھ کر فاتحہ پڑھی جاتی ہے اور پھر وہ چیز لوگوں میں تقسیم کی جاتی ہے اور فاتحہ پڑھنے والوں میں اکثر قاضی یا امام ہوتے ہیں، بآواز بلند الفاتحہ کہتے ہیں، اس کے بعد اور لوگ سورہ فاتحہ ﴿قل أعوذ برب الناس﴾، ﴿قل أعوذ برب الفلق﴾، ﴿قل هو الله أحد﴾ پڑھتے ہیں، اس کے بعد فاتحہ پڑھنے والا یہ پڑھتا ہے:

"ما كان محمد أبا أحد من رجالكم ولكن رسول الله وخاتم النبيين وكان الله بكل شيء عليماً".

= وبدعة كان ترك السنة أولى: ۱/۶۴۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها: ۲/۳۵، رشيديه)

اس کے بعد "ألا إن أولياء الله لاخوف عليهم ولاهم يحزنون" اس کے بعد "إن الله وملئكته يصلون على النبي يأيها الذين آمنوا صلوا عليه وسلموا تسليماً" اس کے بعد "سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العلمين".

یہ سب چیزیں فاتحہ پڑھنے والا ہاتھ اٹھا کر پڑھتا ہے اور جس قدر لوگ شامل ہوتے ہیں وہ سب کے سب بھی ہاتھ اٹھائے آمین آمین کہتے رہتے ہیں، ایک صاحب اس طرح فاتحہ پڑھنے کو بدعت قرار دیتے ہیں۔ براہِ کرم ازروئے شریعت اس طرح فاتحہ پڑھنا درست ہے کہ نہیں؟ جواب حدیث کی روشنی میں تحریر فرمائیں اور ان آیات کے معنی اور مطلب اور شانِ نزول بھی تحریر فرمائیں۔ عین کرم ہوگا۔

الجواب حامداً ومصلياً:

یہ طریقہ حدیث شریف سے ثابت نہیں اور اس کی اتنی پابندی کرنا (جیسا کہ سوالوں میں درج ہے) زبردست غلطی ہے، جو چیز شریعت نے نماز نہیں بنائی، اس کو نماز سمجھنا یا اس کے ساتھ نماز جیسا معاملہ کرنا اعتقادی وعملی غلطی ہے، جو لوگ اس کے پابند ہیں، وہ غلطی پر ہیں (۱)، اپنی طرف سے ثواب چاہے قرآن، نماز، تسبیح پڑھ کر ہو یا غریبوں کو صدقہ دے کر ہو یا روزہ رکھ کر ہو، غرض کوئی بھی نیک کام ہو، درست اور مفید ہے، اس سے میت کو نفع پہونچتا ہے (۲)۔

---

(۱) "قال الطيبي: وفيه أن من أصر على أمر مندوب وجعله عزماً ولم يعمل بالرخصة، فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال، فكيف من أصر على بدعة أو منكر". (مرقاة المفاتيح، كتاب الصلاة، باب الدعاء في التشهد، الفصل الأول: ۳/۳۱، رقم الحديث: ۹۴۶، رشيديه)

(وكذا في السعاية، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۲/۲۶۳، سهيل اكيڈمی لاهور)

(وكذا في التعليق الصبيح، كتاب الصلاة، باب الدعاء في التشهد: ۱/۵۴۹، رشيديه)

(۲) "الأصل أن كل من أتى بعبادة ما، له جعل ثوابها لغيره ...... الخ. قال في الرد تحته: سواء كانت صلاة أو صوماً أو صدقة أو قراءة أو ذكراً أو طوافاً أو حجاً أو عمرة أو غير ذلک". (ردالمحتار، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۲/۵۹۵، سعيد)

(وكذا في الهداية، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۱/۲۹۶، شركت علميه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الحج، باب الحج عن الغير: ۳/۱۰۵، رشيديه)

لیکن سوال میں جو طریقہ درج ہے، یہ حدیث شریف سے ثابت نہیں، نہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے، نہ محدثین وفقہاء سے ثابت ہے، اس کو ختم کر کے سنت کے موافق طریقہ اختیار کیا جائے، جس چیز پر شرعاً ثواب ثابت نہ ہو، چاہے اصل عمل ہو یا عمل کا طریقہ ہو یا عمل کی قید ہو، وہ بدعت ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے: "من أحدث في أمرنا هذا ماليس منه فهو رد" متفق عليه(۱)، مشكاة: ۱/۲۷)(۲).

جو آیات (خاص) آپ نے لکھیں ہیں، ان کو فاتحہ یا ایصالِ ثواب کے ساتھ کوئی خاص تعلق نہیں، ان کا ترجمہ، شانِ نزول، مطلب، تفسیر بیان القرآن میں دیکھ لیں، یہاں فاتحہ کے لئے ان کا کوئی ربط یا ثبوت ہوتا تو یہاں لکھ دیا جاتا، اگر کوئی ان آیات سے فاتحہ مروجہ کا استدلال کرتا ہے، تو وہ استدلال کا طریقہ معلوم ہونا چاہیے، تا کہ اس کا جواب دیا جا سکے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۶/۳/۹۱ھ۔

صبر کی دعا بہتر ہے یا عافیت کی؟

سوال[۱۰۲۶۱]: جو اذیت یا مصیبت ہو کسی کی موت کے علاوہ، اس پر تو صبر کے سوا چارہ ہی نہیں، اس پر تو صبر مانگے یا اس سے نجات وعافیت مانگے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اذیت ومصیبت سے عافیت ہی مانگے (۳)، اگر ابتلا ہو جائے تو اس کے دفعیہ کی دعا کرے اور دفعیہ

(۱) صحيح البخاري، كتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا على صلح جور فهو مردود: ۱/۳۷۰، قديمى)

(وصحيح مسلم، كتاب الأقضية، باب نقض الأحكام الباطلة، ورد محدثات الأمور: ۲/۷۷، قديمى)

(۲) (مشكاة المصابيح، كتاب الإيمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، الفصل الأول: ۱/۲۷، قديمى)

(۳) "عن ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما قال: لم يكن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يدع هؤلاء الكلمات حين يمسي وحين يصبح: "اللهم إني أسألك العافية في الدنيا والآخرة، اللهم إني أسألك العفو والعافية في ديني ودنياي وأهلي ومالي ...... الخ". (سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب مايقول إذا أصبح: ۲/۳۵۰، رحمانيه لاهور)

تک بھی صبر مانگے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۳/۸۹ھ۔

نمازِ فجر وعصر کے بعد مسجد میں تقریر ونعت میلاد کا حکم

سوال [۱۰۲۶۲]: جماعت ہونے کے بعد بالخصوص صبح اور عصر کی نماز کے بعد داخل مسجد میں تقریر یا کتابی تعلیم کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور مسجد کے صحن میں مولود اور قصیدہ وغیرہ آواز سے پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دینی تقریر وتعلیمِ کتاب درست ومفید ہے، صحیح قصیدہ بھی پڑھا جائے، جس میں حمد ونعت ہو، وہ بھی درست ہے، مولود مروجہ درست نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

= "عن أنس رضي الله تعالىٰ عنه، أن رجلاً جاء إلى النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فقال: "يارسول الله! أي الدعاء أفضل؟ قال: سل ربک العافية والمعافاة في الدنيا والآخرة" ثم أتاه في اليوم الثاني، فقال: يا رسول الله! أي الدعاء أفضل؟ فقال له مثل ذلک، ثم أتاه في اليوم الثالث، فقال له مثل ذلک، قال: فإذا أعطيت العافية والمعافاة في الدنيا والآخرة فقد أفلحت". (مشكاة المصابيح، كتاب الدعوات، باب جامع الدعاء، الفصل الثاني: ۱/۲۱۹، قديمي)

(۱) "أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كان في بعض أيام التي لقي فيها العدوّ ينتظر حتى إذا مالت الشمس قام فيهم فقال: يأيها الناس؟ لا تتمنّوا لقاء العدو واسئلو الله العافية فإذا لقيتموهم فاصبروا ..... الخ". (صحيح مسلم، كتاب الجهاد والسير، باب كراهة تمني لقاء العدو والأمر بالصبر عند اللقاء: ۸۴/۲، قديمي)

(وصحيح البخاري، كتاب الجهاد والسير، كان النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم إذا لم يقاتل أول النهار أخر القتال إلى أن تزول الشمس: ۱/۴۲۱، قديمي)

(۲) "الموالد والأذكار التي تفعل عندنا أكثرها مشتمل على خير كصدقة وذكر وصلاة وسلام على رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ومدحه، وعلى شرّ بل شرور لولم يكن منها إلا رؤية النساء للرجال =

دعا میں کہنیاں سینہ سے لگ جائیں تو......؟

سوال[۱۰۲۶۳]: ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے میں کہنیاں سینے سے لگ جائیں، نیز بیٹھنا بھی قعدۂ نماز کی طرح نہ ہو، تو کیا اس میں کوئی گناہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نہیں، گناہ نہیں ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند۔

مختلف دعاؤں میں ہاتھ اٹھانا

سوال[۱۰۲۶۴]: دعا مانگنے کے تین طریقے ہیں، ہاتھ پھیلا کر، بغیر ہاتھ پھیلائے، صرف زبان سے یا صرف دل سے تینوں طریقوں کے مواقع اور اوقات وقواعد سے مطلع فرمائیں۔

= الأجانب، وبعضها ليس فيها شرلكنها قليل نادر، ولا شک أن القسم الأول ممنوع للقاعدة المشهورة المقررة أن درء المفاسد مقدم على جلب المصالح، فمن علم وقوع شيء من الشرّ فيما يفعله من ذلک فهو عاص اثم". (الفتاویٰ الحديثية، مطلب الإجماع للموالد والأذكار وصلاة التراويح مطلوب مالم يترتب عليه شرّ وإلا فيمنع منه، ص: ۲۰۲، قديمی)

"فصل في المولد: ومن جملة ما أحدثوه من البدع مع اعتقادهم أن ذلک من أكبر العبادات، وإظهار الشعائر مايفعلونه في شهر ربيع الأول من المولد، وقد احتوى على بدع ومحرّمات جمّة ...... الخ". (المدخل، فصل في المولد: ۲/۳، مصطفیٰ البابی الحلبي مصر)

"وأقبح منه النذر بقراءة المولد في المنابر، ومع اشتماله على الغناء واللعب ...... الخ".

(ردالمحتار، كتاب الصوم، قبيل باب الاعتكاف: ۲/۴۴۰، سعيد)

(۱) قال الله تعالى: ﴿الذين يذكرون الله قيماً وقعودا وعلى جنوبهم ويتفكرون في خلق السموات والأرض ربنا ماخلقت هذا باطلا سبحنک فقنا عذاب النار﴾ (ال عمران: ۱۹۱)

الجواب حامداً ومصلیاً:

نمازوں کے بعد عموماً ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا منقول ہے(۱)، اوقاتِ مختلفہ میں صبح وشام رات مثلاً: مسجد میں داخل ہوتے وقت، نکلتے وقت، جانور خرید کر، کھانا کھا کر، لیٹتے وقت، بغیر ہاتھ اٹھائے منقول ہے(۲)۔ دل میں ہر وقت۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "ویستحب للإمام بعد سلامه أن یتحول ..... ثم یدعون لأنفسهم، وللمسلمین رافعي أیدیهم". (حاشیة الطحطاوي علی مراقي الفلاح، کتاب الصلاة، فصل في صفة الأذکار، ص: ۱۳۱۷-۳۱۷، قدیمی)

(وکذا في ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/۵۰۷، سعید)

(وکذا في البحر الرائق، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/۵۶۳، رشیدیه)

(۲) "ودل الحدیث علی أنه إذا لم یرفع یدیه في الدعاء لم یمسح بهما، وهو قید حسن؛ لأنه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم کان یدعو کثیراً کما هو في الصلاة والطواف وغیرهما من الدعوات المأثورة دبر الصلوات، وعند النوم، وبعد الأکل، وأمثال ذلک، ولم یرفع یدیه، ولم یمسح بهما وجهه". (حاشیة الطحطاوي علی مراقي الفلاح، کتاب الصلاة، فصل في صفة الأذکار، ص: ۳۱۸، قدیمی)

(وکذا في مرقاة المفاتیح، کتاب الدعوات، الفصل الثالث: ۵/۲۷، رشیدیه)